

اِذَا رَايْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ اصْحَابِي فَقُوْلُوا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلَى شَرِكِهِمْ

(المدریجہ)

جب تمہیں عوام کو برا بھلا کہنے والے لوگ نظر آئیں تو کہہ دیا کہ اللہ علیہم السلام ہے۔ شر پر خدا کی لعنت

السيف المسلول

للسنة العلية الذي فرقوا بينهم وكانوا شيعتنا

تالیف

علامہ قاضی محمد ثناء اللہ بانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ ، تخریج ، ترویج

مولانا محمد رفیع شیخ اثری

ناشر

فازوقہ ناشران تاجران گنج خاں ملتان

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا الْعَيْنُ لِلَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ

(الطريق)

جب تمہیں صحابہ کو برا بھلا کہتے والے لوگ نظر آئیں تو کہو تمہارے شر پر خدا کی لعنت

السيف المسلول للسيرة العلیا

علی

الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعۃ

تالیف

علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی علیہ السلام

ترجمہ ، تخریج ، تبویب

مولانا محمد رفیع اثری

ناشر

فاز فخری ناشرانِ آجہان گنج خانہ بزرگیت ملتان

نام کتاب :-	السيف السلول
مؤلف :-	قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم
مترجم :-	محمد رفیق اثری
سائز :-	$\frac{۲۳ \times ۳۶}{۱۶}$
صفحات :-	۵۲۲
کاغذ :-	آفسٹ پیپر
طباعت :-	المطبعة العربية
بائڈنگ :-	نیو پنجاب بک بائڈنگ
کتابت :-	ہمالیوں عبد الجبار آزاد ابن میر تقی
تاریخ اشاعت :-	نومبر ۱۹۷۹ء
بار :-	۱۰۰ اول
قیمت :-	آفسٹ پیپر جلد ۵۲/۰
	کاغذ چارہ کرد سوکارڈ کوتر ۳۶

ترجمہ و تخریج کی جملہ حقوق بنام فاروقی کتب خانہ محفوظ ہیں۔

بیہقی وقت، علم الہدی قاضی ثناء الشربانی پنی

المتوفی ... ۱۲۲۵ھ

نسب :- مشہور بزرگ شیخ جلال الدین عثمانی کی دسویں پشت سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت عثمان بن عفان سے جا ملتا ہے، اس سلسلہ میں فضلاء اور علماء موجود ہیں۔
تعلیم و تربیت :- سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، ابتدائی تعلیم پانی پت کے علماء و فضلاء سے حاصل کی، اور عمر کے سو پھویں برس میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ پر حاوی ہو گئے، جس دور میں قاضی نے آنکھیں کھولیں، ہندوستان میں امام ولی اللہ محدث دہلوی اپنے علم و فضل سے تشنہ دلوں کو سیراب کر رہے تھے، اس شیریں چشمہ سے فیض حاصل کرنے کو وہی آئے، اور حدیث و علوم حدیث میں مہارت حاصل کی، جبکہ ابھی عمر کے اٹھارویں سال میں ہی قدم رکھا تھا، امام ولی اللہ دہلوی نے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں، مولوی ثناء اللہ مصاریح و صحیحین استماع نمودند و مستعد کتب مستر بلکہ عشرہ متداولہ انداختہ۔
پھر شیخ محمد عابد سنائی کے پاس رہے، اور علوم طریقت میں دسترس حاصل کی، بعد ازاں مرزا مظہر جانجاناں کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر طریقہ مجددیہ کے مقامات علیہ حاصل کئے، مرزا صاحب نے ان کو علم الہدی کے لقب سے نوازا، وہ فرمایا کرتے تھے: ”اس کی نیکی تقویٰ اور دیانت نے میرے دل پر اس کی ہیبت بٹھادی ہے، یہ شریعت و طریقت کا حسین مرقع ہے، صفات ملکوتیہ سے منصف فرشتے بھی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔“
شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جو کران کے ہم عصر تھے، ان کو بیہقی وقت کا لقب دیا جس سے قاضی کی فہم و حدیث میں تبحر اور مہارت نامہ کی نشان دہی ہوتی ہے۔
اخلاق و عادات :- شیخ غلام علی دہلوی ”المقامات“ میں لکھتے ہیں، ثناء اللہ شربانی پنی تقویٰ اور دیانت میں اپنے دور کے ممتاز اور منفرد شخصیت تھے، بہت عبادت گزار، ذکر و مراقبہ اور تدریس و تصنیف اور فیصلہ جات میں مشغولیت کے باوجود قرآن پاک کا ایک حزب بالا التزام تلاوت فرماتے تھے انتہی۔

قاضی صاحب کی شخصیت سے ان کے دور کے بڑے لوگ حتیٰ کہ ان کے اساتذہ بھی متاثر تھے۔

فقہی مسلک۔ فقہی مسائل میں مروجہ انداز کے جمود کے قائل نہیں تھے، رسالہ اصول فقہ میں فرماتے ہیں: "و در صدر اول عوام از خواص عند الحاجة استقلال نمودند و عمل می کنند و مبالغات ازین قبور مروی نیست" کتاب مالا بد منہ میں فرمایا: "در رفع یدین تروابی حنیفہ سنت نیست لیکن فقہاء و محدثین اثبات آن کنند" تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۹۳ میں لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) جب ایسی حدیث جو کہ مرفوع ہو، اور تعارض و نسخ سے بالاتر ہو، خواہ ابو حنیفہ کا فتویٰ ایسی حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر دوسرے ائمہ میں سے کسی کا اس حدیث کے موافق نظریہ تو اس وقت حدیث کا تبارع واجب ہے نہ کہ تقلید پر قائم رہنا تاکہ ایک دوسرے کو رب بنا نا لازم نہ آئے، انتہی۔

اپنی وصایا میں اس بات کو خاص اہمیت دی ہے کہ ان کے جنازہ میں صنت کے مطابق پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھیں دیکھئے مالا بد منہ ص ۱۹۱۔

اصابت برائے ذہن و فطین اور صائب قوت فکر کے مالک تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ پر پورا عبور حاصل تھا جس کی وجہ سے فقہ و اصول میں اجتہاد کے اونچے مرتبہ پر فائز تھے۔ صاحب مقامات مظہری لکھتا ہے: "در علوم عقلی و نقلی تبحر تام دارند در فقہ و اصول بمرتبہ اجتہاد رسیدہ کتاب مبسوط و علم فقہ با بیان ماخذ و دلائل مختار مجتہدان مذاہب اربعہ و در ہر مسئلہ تالیف نمودند و ان چہ نزد ایشان اقوی ثابت شدہ آن را رسالہ حدیثی کہی بہ ماخذ اقوی تحریر فرمودہ در اصول نیز مختارات خود نوشتہ اند انتہی۔"

شیخ عسکری بن یحییٰ ترمذی "دالایح الجنی" میں لکھتے ہیں: "ثنا اللہ پانی پتی فقیہ، اصولی زاہد اور مجتہد تھے، مذاہب کے کئی معاملات میں ان کی اپنی رائے ہے، فقہ و تفسیر اور زہد میں قابل قدر مصنفات تالیف کیں انتہی۔"

تصانیف۔ امام ولی اللہ کا یہ ہونہار شاگرد بھی اپنے شیخ کامل کی طرح تصانیف کثیرہ کا مولف ہے جن کی تعداد صاحب تراجم علماء حدیث ہند نے تیس لکھی ہے مشہور کتب یہ ہیں۔

۱۔ تفسیر مظہری (عربی میں) (۲) حدیث پر ایک مبسوط کتاب درود جلد۔ (۳) مالابدمنہ (فارسی)
 (۴) السیف السلول (فارسی) (۵) حرمت متعہ (۶) تذکرۃ الموتی والقبور (۷) تذکرۃ المعاد (۸) حقوق الاسلام
 (۹) حقیقۃ الاسلام (۱۰) حرمت و اباحت سرود (۱۱) شہاب ثاقب (۱۲) اصول فقہ (۱۳) رسالہ فی العشر
 والخراج (۱۴) ارشاد الطالبین (۱۵) المقالة الرضیة فی النصیحة والوصیة (۱۶) کتاب فی سیرت النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم (۱۷) منار الاحکام (۱۸) ماخذ اقوی۔

السیف السلول کے بارے میں: کتاب ہذا جو کہ آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے
 فارسی زبان میں تحریر کی گئی تھی، دہلی میں پہلی بار طبع ہوئی، اور اب نایاب ہے، بلکہ عام طور پر
 لوگ اس کے نام سے بھی نا آشنا ہیں، کتاب کی تالیف کا داعیہ مؤلف کے اپنے الفاظ میں یہ
 تھا: ”اس وقت دیار ہند میں مذہب اثنا عشریہ ظاہر ہو رہا ہے، اجمہالت و حماقت کی وجہ
 سے بہت لوگ خصوصاً پانی پت کے بعض افراد جن کے باپ دادے سنت و ایمان
 کے حامل تھے، گم راہ ہو گئے ہیں، فقیر کا خیال ہے کہ آسان فارسی میں روافض کے رد میں ایک
 کتاب لکھی جائے، تاکہ عام لوگ اس سے نفع حاصل کر سکیں۔ ہو سکتا ہے کوئی راہ راست
 پر آجائے۔“

کتاب کے مطالعہ سے قاضی کی وسعت معلومات بالخصوص فرقہ ہائے روافض کے
 نظریات پر پوری گرفت کا پتہ چلتا ہے کتاب و سنت کی روشنی میں فرقہ ہائے باطلہ کے عقائد
 و نظریات پر بہترین نقد و تبصرہ عام فہم انداز میں اس کتاب میں موجود ہے۔

قاضی صاحب کے دور میں چونکہ فارسی سرکاری اور عام فہم زبان تھی، ملک کے ہر طبقہ
 کے لوگ فارسی سیکھتے اور جانتے تھے، مگر اب حالات مختلف ہیں فارسی کا ہمارے ہاں
 وہ چہ چاہیں ہے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کا
 آسان اردو میں ترجمہ کر دیا جائے، تاکہ عام لوگ استفادہ کر سکیں، اور حق و انصاف کو مد نظر
 رکھتے ہوئے اپنے عقائد کی اصلاح کریں، کتاب کا عام فہم سلیس اور سادہ ترجمہ کیا گیا
 ہے، اور حاشیہ میں حوالیات کی تحریر بھی حتی الامکان کر دی گئی ہے، تاکہ اصل محولہ
 کتابوں کی طرف مراجعت میں آسانی ہو، بعض جگہ مفید حواشی کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

البتہ آیات قرآنی کی تخریج متن میں ہی درج کر دی گئی ہے، چونکہ ہمیں ترجمہ کے لئے مطبوعہ نسخہ نہ مل سکا، ایک مخطوط کا مصورہ ملا جس میں کتابت کی غلطیاں تھیں، اور کتب ودواۃ کے اسامی میں اغلاط بہت زیادہ تھیں، پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان کی اصلاح ہو جائے، اگر کسی جگہ کوئی غلطی رہ گئی ہے تو ناظرین سے التماس ہے کہ اطلاع ضرور دیں، تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی درستی ہو سکے۔

تحفۃ اثنا عشریہ اور کتاب ہذا۔ قاضیؒ کے دور میں اور بھی کئی ہند گوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی تحفۃ اثنا عشریہ بھی اسی دور کی ایک شاہکار کتاب ہے، دونوں کتابوں میں بعض باتوں میں یکسانیت اس بنا پر ہے، کہ دونوں امام دہلیؒ کے مکتب کے فیض یا ننتہ ہیں قاضی پانی پتیؒ عمر میں شاہ عبدالعزیزؒ سے بڑے تھے، قریب قیاس یہی ہے کہ السیف المسلول پہلے تالیف ہوئی، اور بعد میں تحفۃ اثنا عشریہ۔

وفات۔ ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی مولوی حافظ عبد اللہ صاحب پانی پتی نے آیت فہم مکرمون فی جنات النعیم ۱۲۲۵ھ سے مادہ تاریخ وفات نکالا۔ ذرہ بہتہ الخواطر ج ۱ ص ۱۱۲ و تراجم علماء حدیث ہند ص ۱۱۸ تا ۱۹۷ میں تفصیلی حالات ملاحظہ فرمائیں۔

ناشر کے بارے میں: کتاب ہذا کے ناشر ملتان کے ایک علمی خاندان کے فرد حافظ عبد المنعم صاحب وخوانہ ہیں، یہ خاندان کئی نسلوں سے متواتر کتاب و سنت کا شیدائی و عامل چلا آ رہا ہے، نشر و اشاعت علوم اسلامی کا جذبہ حافظ صاحب وخوانہ کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا ہے علامہ قمر الدین رحمۃ اللہ ملتان میں اپنے دور کے با احترام اور علوم کتاب و سنت کی تعلیم کے لئے مرجع افاضل تھے، ان کے فرزند علامہ عبد التواب محدث بھی پایہ کے عالم تھے، اور سید ندیم حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے شاگرد، مولانا عبد الباقیؒ کا فاروقی کتب خانہ اس وقت تک اہم اور علمی کتابوں کو اعلیٰ معیار کیساتھ شائع کر کے علماء و فضلاء ملک سے خراج تحسین حلول کر چکا ہے، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔

محمد رفیق اثری

مدرس دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیر والا ضلع ملتان

۱۳۹۹/۷/۱۷

فہرست کتاب السیف المسلول للشیخ العلیار

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳	۶- دکنیہ	۲۰	۱۷- خمسیہ	۱۵	پیش لفظ
"	۷- خشبیہ	"	۱۸- نصیریہ	۱۸	مقدمہ
"	۸- یعقوبیہ	"	۱۹- اسحاقیہ	"	فرقہائے وافض کا بیان
"	۹- صالحیہ	"	۲۰- علیانیہ	"	فرقہائے غلاۃ
"	۱۰- امامیہ	۲۱	۲۱- زرارہیہ	"	۱- سبائیہ
"	۱- حینیہ	"	۲۲- مقنعیہ	۱۹	۲- مفضلہ
"	۲- نفسیہ	"	۲۳- غمامیہ ربیعہ	"	۳- سرریجیہ
"	۳- حکمیہ	"	۲۴- کیسانیہ	"	۴- بریغیہ
۲۴	۴- سالمیہ	"	۱- کریمیہ	"	۵- کاپلیہ
"	۵- شیطانیہ	"	۲- اسحاقیہ	"	۶- مغیریہ
"	۶- مسمیہ	"	۳- کندیہ	"	۷- جناحیہ
"	۷- زرارہیہ	"	۴- عباسیہ	"	۸- بیانیہ
"	۸- یونسبیہ	"	۵- طیارہیہ	"	۹- منصورہیہ
"	۹- بدائیہ	"	۶- مختاریہ	"	۱۰- آمویہ
"	۱۰- مفوضیہ	۲۲	۲۵- زیدیہ	"	۱۱- تفویضیہ
"	۱۱- باقریہ	"	۱- تفضیلیہ	۲۰	۱۲- خطابیہ
"	۱۲- حاضرہیہ	"	۲- جارودیہ	"	۱۳- معمریہ
۲۵	۱۳- مادوسیہ	"	۳- جریبیہ	"	۱۴- غرابیہ
"	۱۴- غاریہ	"	۴- تمیریہ	"	۱۵- ذبابیہ
"	۱۵- اسماعیلیہ	۲۳	۵- نعیمیہ	"	۱۶- ذمیریہ
	یہ تیراہ فرقے ہیں				

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	ذات و صفات کے بارے	۲۸	۲۵ - اثنا عشریہ	۲۵	۱ - مبارکیہ
۵۹	میں بعض بدعی فرقوں کے نظریات۔	۲۹	پہلا مقالہ	"	۲ - باطنیہ
	صفات باری تعالیٰ کے	"	اثبات مذہب اہلسنت	"	۳ - قرمطیہ
۶۱	بارہ میں اہلسنت کا نظریہ	"	والبطال مذہب روانض	"	۴ - نمطیہ
"	ساتویں دلیل بر بطلان	"	پہلی دلیل میں قرآنی آیات	"	۵ - میمونہ
"	مذہب روانض۔	۳۵	دوسری دلیل (وعدہ خدا	"	۶ - حلفیہ
۶۳	آٹھویں دلیل۔	"	برائے اہل اسلام ایک شبہ	"	۷ - رافعیہ
	روانض کا دعویٰ کہ ہم اپنا	۳۶	اور اس کا جواب۔	۲۶	۸ - جنابیہ
"	دین اکثم سے لیتے ہیں	۳۷	تیسری دلیل (غلبہ دین الہ)	"	۹ - سبعیہ
"	باطل ہے۔	۳۷	چوتھی دلیل (مارانا علیہ الصلوٰۃ)	"	۱۰ - مہدویہ
"	بطلان کی پہلی وجہ	۳۸	روانض کا دعویٰ محبت اہل	"	۱۱ - نزاریہ
۶۵	دوسری وجہ	"	بیت	"	۱۲ - مسقطیہ
"	تیسری وجہ	۳۹	اہل سنت کا دعویٰ محبت	۲۷	۱۳ - مستعلیہ
۶۶	چوتھی وجہ۔	"	و اتباع صحابہ اہل بیت۔	"	۱۴ - امامیہ
۶۷	پانچویں وجہ	۴۰	پانچویں دلیل (اثار اکثم)	"	۱۵ - اسماعیلیہ
"	چھٹی وجہ	۴۱	اہل بیت از کتب شیعہ	"	۱۸ - یعقوبیہ
۶۸	ساتویں وجہ	۴۲	کی یہ آثار بنی بر تفسیر ہیں	"	۱۹ - قطعیہ
۶۹	آٹھویں وجہ	۴۳	چھٹی دلیل (بن مظهر کے	"	۲۰ - موسویہ
۷۰	نانویں وجہ	۴۴	نقطہ نظر سے)	"	۲۱ - مسمطوریہ
	اسانید روایات امامیہ	۴۵	عقائد میں اختلاف	"	۲۲ - رجمیہ
۷۱	میں کذاب روایات۔	۴۶	کی اصل وجہ اور اہل	۲۸	۲۳ - احمدیہ
		"	سنت کا انداز فکر۔	"	۲۴ - جعفریہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۷	احادیث میں متناظریت	۸۷	رفض کی ابتداء اور اس کے حقیقی مقاصد	۷۳	اسانید روایات شیعہ میں ضعیف رواۃ
۱۰۸	اتباع سوا و اعظم کا علم	۸۸	شیعہ تقیہ کے قائل کیوں ہوئے	۷۴	اسانید احادیث امامیہ میں مجہول رواۃ
۱۰۹	توحید واجب لذاتہ پر ایک عقلی دلیل	۸۸	تقیہ کے بارہ میں شیعہ موقف	۷۵	معتبرہ اسانید امامیہ میں مطعون رواۃ
۱۱۱	علیہ وسلم پر ایک عقلی دلیل	۸۹	تقیہ کے وجوب پر پانچ دلائل	۷۶	سلسلہ اسانید امامیہ میں مدلس اور مخالفین ائمہ راوی
۱۱۲	توحید و رسالت میں بعض گمراہ فرقوں کے نظریات	۹۰	تقیہ کے بطلان پر دلائل	۷۷	سلسلہ اسانید امامیہ میں فاسق اور غیر مؤمن رواۃ
۱۱۳	تفصیل عقائد میں شیعہ کی لغزشیں	۹۳	روایات ائمہ شیعہ بر بطلان تقیہ	۷۸	ماخذ کتب شیعہ شیعوں کا سرسل روایت کے متعلق نظریہ
۱۱۴	قدرت خالق کے بارے میں اللہ کے علم کے بارے میں مسئلہ کلام	۱۰۳	تقیہ کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل	۷۹	امامیہ کے ہاں سفارت مہدی
۱۱۵	قرآن میں تحریف کا مسئلہ	۱۰۴	دوسرا مقالہ	۸۰	محمد مہدی کی طرف منسوب رقعہ جات سے روایت شیعہ کی صحیح ترین کتب کلینی کی موضوع روایات شیعہ کتب جال جرح و تعدیل میں ناکافی اور مہمل ہیں
۱۱۶	صفت ارادہ حق تعالیٰ خدا کے ارادہ شکر کی نفی کرنے والوں کے مستحالات اور جوابات	۱۰۵	پہلی فصل اسباب علم کے بیان میں پہلا سبب جو اس ظاہرہ	۸۱	دوسرا سبب عقل
۱۱۷	دعویٰ کے معنی میں اختلاف	۱۰۶	تیسرا سبب خیر	۸۲	چوتھا سبب الہام
۱۱۸	قائلین و وجوب الاصلح کے دلائل اور جوابات	۱۰۷	مراتب اسباب علم	۸۳	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۳	ایک سوال اور جواب	۱۴۵	اللہ کے لئے عقلی فرح	۱۲۹	ہر چیز اللہ نے پیدا کی
۱۴۴	دلائل عصمت انبیاء	۱۴۶	کارو	۱۳۰	نظریات مبتدعین اس بارے میں
۱۴۵	یونس اور ابراہیم علیہما السلام کی طرف منسوب گناہ کی نفی	۱۴۸	مسلک کی وضاحت	۱۳۲	تقدیر کے بارے میں
۱۴۶	اخلاق مزید سے عصمت	۱۵۰	مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ	۱۳۳	امامیہ وغیرہ فرقوں کے عقائد
۱۴۷	انبیاء اور امامیہ کے بعض غلط اقوال	۱۵۱	اصلاح بنو آدم کے لئے	۱۳۴	کیا اللہ بندوں کی گمراہی پر راضی ہے، نظریہ اثنا عشریہ پر تنقید
۱۴۸	سہو اور غلط فہمی سے انبیاء کا معصوم ہونا اور امامیہ موقف	۱۵۲	نبوت کے بارے میں	۱۳۵	بدلے کے قائلین کے دلائل جواب
"	بشریت انبیاء	۱۵۳	بعض شیعوں کی خرافات	۱۳۶	اسماء و صفات کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ
"	معراج بحسبہ الشریف	۱۵۴	ختم رسالت کے قائل نہیں ہیں	۱۳۸	کیا خدا جیم ہے؟ بدعی گروہوں کے عقائد
۱۴۹	جو رسول نے دیکھا علی نے بھی دیکھا امامیہ موقف	۱۵۵	امامیہ معنی نبوت اپنے ائمہ میں ثابت کرتے ہیں	۱۳۹	خدا کہاں ہے؟ مبتدعین کے نظریات
۱۵۰	نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا چاہیے، اور مبتدعین کا موقف	۱۵۶	امامیہ کے نزدیک علیؑ	۱۴۰	مبتدعہ کے ان عقائد کے بیان کی غرض؛
"	رسول اللہ کے بعد نسخ احکام کے بارے میں مبتدعین کا موقف	۱۵۸	انبیاء سے افضل ہے	۱۴۱	قائمین جیم کا بطلان
۱۵۱	کسی کو تکلیف والا لفاظی نہیں دی گئی	۱۶۶	علیؑ کے بارے میں امامیہ کے غالبانہ عقائد	۱۴۲	روایات امامیہ سے
		۱۶۸	ختم نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۳	مسئلہ استواء، یزید اور وجہ
			عصمت انبیاء اور امامیہ		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰۳	رسول اللہ کے بعد ترتیب خلافت	۱۸۱	کیا انسان اپنے مومن ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟	۱۸۱	ایمان کیا ہے؟
۲۰۴	خلافت خلفاء پر قرآنی آیات	۱۸۲	نامیدی از رحمت خدا	۱۸۲	اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں
۲۰۵	خلافت خلفاء اربعہ پر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸۳	کفر ہے	۱۸۳	ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔
۲۰۶	ایک سوال	۱۸۴	مسئلہ تاریخ ارواح	۱۸۴	مرتکب کبیرہ کا ایمان
۲۰۷	جواب	۱۸۵	اختصاصات از اولاد آدم	۱۸۵	اطاعت پر ثواب اور نافرمانی پر سزا دینا کیا خدا پر واجب ہے
۲۰۸	خلافت خلفاء اربعہ	۱۸۶	روح و قلم	۱۸۶	کبیرہ گناہ سے توبہ کیا مرتکب گناہ کافر ہے؟
۲۰۹	پراجماع امت	۱۸۷	ایصال ثواب	۱۸۷	سوال منکر کبیرہ عذاب قبر حشر میں اجسام کا اٹھنا
۲۱۰	ایک سوال	۱۸۸	علامات قیامت	۱۸۸	حساب اور نامہائے اعمال اور میزان
۲۱۱	جواب	۱۸۹	تیسرا مقالہ	۱۸۹	پہل صراط پر سے مخلوق کا گزرنا
۲۱۲	خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ	۱۹۰	بحث امامت	۱۹۰	دیگر گرواٹ عالم حشر نمٹھائے بہشت اور عذاب و فزع کے بارے میں بتدین کے نظریات
۲۱۳	آثار صحابہ	۱۹۱	مسئلہ امامت میں اہل سنت و امامیہ و جہ اختلاف	۱۹۱	مشک کا غلو و فی الناب
۲۱۴	حضرت علی کا ابو بکر	۱۹۲	اہل سنت کے نزدیک شرائط امامت	۱۹۲	
۲۱۵	دعوت کی مدح کرنا	۱۹۳	اہل سنت کے نزدیک اسلام و خلافت و جہ اختلاف	۱۹۳	
۲۱۶	خلافت بلا فصل علی رضی اللہ عنہ	۱۹۴	امامیہ کے نزدیک امام کا تصور	۱۹۴	
۲۱۷	شیعہ کے دلائل از قرآن پاک	۱۹۵	امامیہ کے تصور امام کی تغلیط	۱۹۵	
۲۱۸	شیعہ کی پہلی دلیل	۱۹۶	نصب امام پر امامیہ کے دلائل کی حقیقت	۱۹۶	
۲۱۹	جواب	۱۹۷	خلافت و امامت میں فرق	۱۹۷	
۲۲۰	شیعہ کی دوسری دلیل	۱۹۸		۱۹۸	
۲۲۱	آیت قرآن سے	۱۹۹		۱۹۹	
۲۲۲	جواب	۲۰۰		۲۰۰	
۲۲۳		۲۰۱		۲۰۱	
۲۲۴		۲۰۲		۲۰۲	
۲۲۵		۲۰۳		۲۰۳	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۵۹	پہلی دلیل	۲۳۹	پانچویں دلیل	۲۳۸	شیعہ کی تیسری دلیل
۲۶۰	جواب اول	"	اس روایت کی	"	جواب
۲۶۳	جواب دوم	۲۵۰	اسنادی تحقیق	۲۳۹	شیعہ کی چوتھی دلیل
۲۶۵	ایک ضروری فائدہ	"	جواب	۲۴۰	جواب
۲۶۶	ایک سوال	۲۵۱	چھٹی دلیل	"	شیعہ کی پانچویں دلیل
"	جواب	"	جواب	۲۴۱	جواب
۲۶۷	تحفظ خداوندی برائے	"	ساتویں دلیل	"	شیعہ کی چھٹی دلیل
"	خلفائے راشدین	"	جواب	۲۴۲	جواب
"	جواب سوم	۲۵۲	آٹھویں دلیل	"	شیعہ کی ساتویں دلیل
۲۶۸	امامت علی پر شیعہ کی	"	جواب	"	جواب
"	دوسری عقلی دلیل	۲۵۳	نانویں دلیل	۲۴۳	مستدلات شیعہ
"	جواب	"	جواب	"	از احادیث
۲۷۰	شیعہ کی تیسری دلیل	۲۵۴	دسویں دلیل	"	پہلی دلیل
"	جواب	"	جواب	۲۴۴	جواب
"	شیعہ کی چوتھی دلیل	۲۵۵	ایک سوال	"	حدیث من کنت
"	جواب	"	جواب	۲۴۵	مولانا کا سبب درود
۲۷۲	چوتھا مقالہ	۲۵۶	گیارھویں دلیل	"	دوسری دلیل
"	فصل اول حضرت ابو بکر	۲۵۷	جواب	۲۴۷	جواب
"	پر مطاعن کے جواب میں	"	بارہویں دلیل	۲۴۸	تیسری دلیل
"	پہلا طعن	۲۵۸	جواب	"	جواب
"	جواب	"	امامت علی پر شیعہ کے	"	چوتھی دلیل
۲۷۳	دوسرا طعن	۲۵۹	عقلی دلائل	"	جواب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۱۲	چٹا طعن	۲۹۲	جواب	۲۷۳	جواب
"	جواب	۲۹۳	ایک سوال	۲۷۵	تیسرا طعن
۳۱۳	ساتواں طعن	"	جواب	۲۷۶	جواب
"	جواب	۲۹۵	فصل دوم حضرت عمرؓ پر	۲۷۷	چوتھا طعن
۳۱۵	آٹھواں طعن	"	مطالعن کے جواب میں	"	جواب
۳۱۶	جواب	"	پہلا طعن و مسئلہ و دہوت	"	پانچواں طعن
۳۱۸	نانواں طعن	۲۹۷	جواب	"	جواب
"	جواب	۳۰۲	کی قلم و دوات منگوانے	۲۷۸	چھٹا طعن
۳۱۹	دسواں طعن	"	کا مقصد خلافت کی تحریر	۲۷۹	جواب
"	جواب	"	اکابرین امت پر شیعہ	۲۸۰	ساتواں طعن
۳۲۱	سوال	۳۰۳	کی غلط بیابیاں	۲۸۱	جواب
"	جواب	۳۰۵	دوسرا طعن (حضرت فاطمہؓ)	۲۸۲	آٹھواں اور ناناں طعن
۳۲۳	حلت متعیر پر شیعہ کی دلیل	"	کا گھر جلانا	"	جواب
"	جواب	"	جواب	"	دسواں طعن (وراثت انبیاء)
۳۲۵	گیارہواں سوال طعن	"	تیسرا طعن	۲۸۳	جواب
"	جواب	"	جواب	۲۸۷	ایک سوال
۳۲۶	سوال	"	چوتھا طعن	"	جواب
۳۲۷	جواب	۳۰۷	جواب	۲۸۸	ایک اور سوال
"	تیسری فصل حضرت عثمانؓ شیعہ	۳۰۸	حضرت عمرؓ لسان	"	جواب
"	مطالعن کی تردیدیں	"	حق ہیں	"	گیارہواں طعن
"	حضرت عثمانؓ پر شیعہ	۳۰۹	پانچواں طعن	"	جواب
"	کاپیلا طعن	"	جواب	۲۹۲	فاطمہؓ پر ایک اعتراض

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۳۹	ساتواں طعن	۳۳۱	جواب	۳۳۸	جواب
۳۵۰	جواب	۳۳۲	گیارہواں طعن	۳۳۲	دوسرا طعن
"	آٹھواں طعن	"	جواب	"	جواب
"	جواب	۳۳۳	بارہواں طعن	"	تیسرا طعن
۳۵۱	نانواں طعن	۳۳۴	جواب	"	جواب
"	جواب	"	تیرہواں طعن	۳۳۴	چوتھا طعن
"	دسواں طعن	"	جواب	"	جواب
"	جواب	۳۳۵	چوتھی فصل حضرت عائشہؓ	"	پانچواں طعن
۳۵۲	پانچویں فصل صحابہ کرامؓ پر	"	پرشیہ مطاعن کے رد میں	"	جواب
"	عائد کردہ مطاعن کے	۳۳۵	حضرت عائشہؓ پر پہلا	۳۳۵	چھٹا طعن
"	جواب میں	"	شیعی طعن	"	جواب
۳۵۳	صحابہ کرامؓ پر پہلا شیعی	"	جواب	"	ساتواں طعن
"	طعن	۳۳۶	دوسرا طعن	"	جواب
"	جواب	"	جواب	۳۳۷	آٹھواں طعن
۳۵۵	دوسرا طعن	۳۳۷	تیسرا طعن	"	جواب
"	جواب	"	جواب	۳۳۸	شہادت عثمانؓ پر علیؓ کا
"	تیسرا طعن	"	چوتھا طعن	۳۳۹	افسوس کرنا
"	جواب	۳۳۸	جواب	"	شہادت عثمانؓ پر سعیدؓ
۳۵۶	اوصاف صحابہ قرآن	"	پانچواں طعن	"	مسیب کے تاثرات
"	پاک میں	۳۳۹	جواب	۳۴۰	نانواں طعن
۳۶۵	چوتھا طعن	"	چھٹا طعن	"	جواب
"	جواب	"	جواب	"	دسواں طعن

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۸۵	چوتھا طعن	۳۶۵	حدیث عمارؓ کفر معاویہؓ پر	۳۶۵	پانچواں طعن
"	جواب	۳۶۶	دلیل نہیں بن سکتی	"	جواب
۳۸۶	پانچواں طعن	"	ایک سوال	"	چھٹا طعن
"	جواب	"	جواب	"	جواب
۳۸۷	چھٹا طعن	۳۶۷	نزاع معاویہؓ و علیؓ سے	"	ساتواں طعن
"	جواب	"	غلاقت و عدالت باہمی	"	جواب
"	ساتواں طعن	۳۶۸	صحابہؓ پر استدلال باطل ہے	"	آٹھواں طعن
"	جواب	"	صحابہؓ پر طعن کرنا اپنے دین	"	جواب
"	آٹھواں طعن	۳۶۹	سے دشمنی ہے	"	دفعہ خلفاء ثلاثہ میں حضرت
"	جواب	۳۷۰	نانواں طعن	"	علیؓ کا طرز عمل
"	نانواں طعن	"	جواب	"	اسلامی حکومت میں پہلا
۳۸۸	جواب	۳۷۱	دسواں طعن	"	رخنہ جنگ جمل کا پس منظر
"	دسواں طعن	"	جواب	"	جنگ جمل بغاوت کا
"	جواب	۳۷۲	چھٹی فصل تابعین تبع	"	نتیجہ نہ تھی
"	گیارہواں طعن	۳۷۳	تابعین اور فقہاء محدثین	"	معاویہؓ کا علیؓ سے نزاع
۳۸۹	جواب	۳۷۴	پر مطاعن کے جواب میں	"	معاویہؓ کی اجتہادی خطا
"	بارہواں طعن	"	پہلا طعن	"	اس نزاع نے ایمان
"	جواب	"	جواب	"	معاویہؓ پر کوئی اثر ڈالا
۳۹۱	شجاعت ابو بکرؓ	۳۷۵	دوسرا طعن	"	نزاع معاویہؓ و علیؓ میں بیکر
"	تیرھواں طعن	"	جواب	"	صحابہؓ کرام کا طرز عمل
۳۹۲	جواب	۳۷۶	تیسرا طعن	"	کیا علیؓ کے ساتھ ہے جہاد
۳۹۳	چودھواں طعن	۳۷۷	جواب	"	قال کہ ہے تھے ؟

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۳	اہم سفیان ثوری کا اثر	۳۹۷	افضلیت شیخین پر اجماع	۳۹۷	جواب
۲۳۴	ایک سوال	۳۹۸	امت و آثار	۳۹۸	پندرہ سوال طعن
"	جواب	۴۱۶	صحابہ و تابعین	"	جواب
۲۳۶	افضلیت شیخین پر ایک عقلی دلیل	"	ارشاد عبداللہ بن عمرؓ	"	سولہ سوال طعن
"	صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	"	ابوبکرؓ کی شان عمرؓ کی زبان	"	جواب
۲۳۷	صحابہ کرامؓ باقی امت سے افضل ہیں	۴۱۹	فضائل ابوبکرؓ بربان	"	ستر سوال طعن
۲۳۸	صحابہؓ میں تفاضل	"	ابو علیہ	"	جواب
۲۳۹	صحابہؓ میں تین طبقات	"	برایت عبدالرحمن بن عوف	۳۹۹	اٹھارہ سوال طعن
۲۴۰	بہ اعتبار مناصبہ اسلام	۴۲۰	افضلیت شیخین پر	"	جواب
۲۴۱	صحابہؓ میں تفاضل ایک اور حیثیت سے	"	علیؓ کے اقوال	۴۰۰	پانچواں مقالہ فضائل
۲۴۲	صحابہؓ میں خلاقہ را شہیدین	۴۲۱	فضیلت عمرؓ میں اقوال علیؓ	"	خلفاء و دیگر صحابہؓ
۲۴۳	ہی افضل ہیں	۴۲۲	ابوبکرؓ کی فضیلت علیؓ کی زبان بوقت وفات	۴۰۱	تائید اسلام میں شیخینؓ کا سابق ہونا احادیث کی روشنی میں
۲۴۴	خلفاء اربعہ میں شیخین	۴۲۳	افضلیت شیخین ارشاد عبداللہ بن مسعود	۴۰۵	افضلیت شیخین از احادیث
"	افضل و برتر ہیں	۴۲۴	شان عمرؓ میں ارشاد ذیفہ	۴۱۰	تفاضل بین ابی بکر و عمرؓ
۲۴۵	مآثر جمیلہ خلاقہ	"	شان عمرؓ میں ارشاد سعد بن ابی وقاص	"	حدیث سید اہل الجنۃ میں ایک تعارض اور اس کا حل
"	اربعہ	"	اشعار حسان رزادہ	۴۱۲	کیا احادیث منقبت علیؓ منافی
"	مآثر جمیلہ ابوبکر صدیقؓ	۴۲۳	شان ابوبکرؓ	"	افضلیت شیخین ہیں؟
۴۵۳	ایک سوال	"	ابو محجن ثقفی کا ایک شعر	۴۱۴	ابوبکرؓ و عمرؓ علیؓ کے حق میں ایک حدیث کا صحیح مفہوم
		"	امام مسروق کا قول		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۰۰	صحابہؓ پر سب کرتے ہیں	۴۵۷	منقبت صحابہؓ پر ایک	۴۵۷	جواب
"	شریعت میں سب کرنے کا حکم	۴۵۸	عقلی دلیل	۴۵۸	ماثر جمیلہ حضرت عمرؓ
۵۰۱	عمرؓ نے زبردستی دختر	۴۵۹	تفصیل صحابہؓ مختلف حیثیتوں	۴۵۹	عمرؓ کی علمی خدمات
"	فاطمہؓ کی؟	۴۶۰	کا اعتبار	۴۶۰	فتح بلاد میں عمرؓ کی خدمات
۵۰۲	حضرت علیؓ کی شان	۴۶۱	مشاجرات صحابہؓ	۴۶۱	شیخین کے بعد عثمانؓ نقل ہیں
"	میں غلو اور افراط	۴۶۲	مشاجرات کے بارے	۴۶۲	افضلیت عثمانؓ بر علیؓ
۵۰۳	محب علیؓ دوزخ میں	۴۶۳	میں خاموشی اختیار کرنا	۴۶۳	حدیث واجماع سے
"	نہ جانے گا؟	۴۶۴	چاہیے	۴۶۴	ایک سوال
۵۰۴	ان کے چند غلط	۴۶۵	یزید اور اس کے حواریوں	۴۶۵	جواب
"	فروعی مسائل	۴۶۶	پر لعنت کرنا	۴۶۶	خلافت و افضلیت خلفاء
۵۰۵	فرقبائے امامیہ کی شہادت	۴۶۷	چھٹا مقالہ خرافات	۴۶۷	تلاشہ پر ارشاد علیؓ از
۵۰۶	یہود و نصاریٰ و مجوس	۴۶۸	کے بیان میں	۴۶۸	کتب امامیہ
"	دینور	۴۶۹	حضرت شیخین کے بارے	۴۶۹	ایک سوال
۵۰۷	ساتواں مقالہ بعض	۴۷۰	میں بدعتیگی	۴۷۰	جواب
"	اہم مسائل کی تحقیق	۴۷۱	حضرت عائشہؓ کے	۴۷۱	ماثر جمیلہ حضرت عثمانؓ
۵۰۸	اہل سنت کے نزدیک	۴۷۲	حق میں	۴۷۲	ماثر جمیلہ حضرت علیؓ
"	امام کا معصوم ہونا ضروری	۴۷۳	حضرت کے بعد جمیع صحابہؓ	۴۷۳	افضالیت صحابہ کرام بعد
۵۰۹	نہیں ہے	۴۷۴	کے بارے میں ان کا	۴۷۴	خلفاء اربعہ بر جمیع امت
"	امام نماز کیلئے بھی معصوم	۴۷۵	عقیدہ	۴۷۵	افضلیت صحابہؓ از کتاب
۵۱۰	ہونا ضروری نہیں ہے	۴۷۶	عمرؓ کے بارے میں	۴۷۶	الشر و احادیث
"	موزوں پر مسیح کرنا	۴۷۷	ایک سوال	۴۷۷	صحابہ کرامؓ نہ محمدؐ نہیں
"		۴۷۸	جواب	۴۷۸	کی نظریں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۳۱	سوال	۵۳۱	عام صحابہؓ کو گالی دینے	۵۱۲	چار عورتوں سے زیادہ کیساتھ
"	جواب	"	والے کی سزا	"	ایک ہی وقت میں رکوع ناجائز ہے
۵۳۲	علیؑ قطب ارشاد	"	سوال	۵۱۳	کرامات اولیاء حق ہیں
"	کلمات ولایت ہیں	"	جواب	"	مبتدعین کے ساتھ دوستی
"	ابوبکرؓ و عمرؓ قطب	"	حضرت علیؑ کا ایک	"	حرام ہے
"	ارشاد کلمات نبوت	۵۳۲	اہم خطبہ	۵۱۴	ایک سوال
"	ہیں	"	کتاب ہذا کے طرز استدلال	"	جواب
۵۳۳	مہدیؑ رضی کی صفات	۵۳۵	میں پوری پا بندی	"	نسب شیخین کی سزا
"	اور شامل کے	"	ہوئی ہے	۵۱۶	اور رافضی کے بارے
"	بیان میں	۵۳۶	خاتمہ	"	میں پیشگوئیاں
۵۳۵	مہدیؑ کے تعلق امامیہ کا عقیدہ	"	امام کے چند معانی	۵۲۰	عثمانؓ دہلی کو سب کر نیولے کی سزا

پیش لفظ

(از مؤلف)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے
آسمان و زمین پیدا کئے، اس کا وجود و اشیا
کے ظہور سے زیادہ واضح ہے، ذکی اور نجی سب ہی
اسکا اثر رکھتے ہیں، عقل و احوال کی معرفت سے اس کی کنذات
معنی ہے، حتیٰ کہ صدیقین اور انبیاء بھی اس کے ادراک
سے عاجز ہیں، وہ صفات کمال اور اچھے
ناموں سے منصف ہے، مبتدعین اس کے
بارہ میں جو کچھ کہتے ہیں اس سے منزہ اور
پاک ہے، درود و سلام ہو متقیوں کے
امام غر مجلین کے قائد محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر آپ اونچے اور بلند دربار کی طرف لوگوں
کے راہنما ہیں، اور اپنے اعلیٰ اور بہت رحم
کرنیوالے رب کے پیغام پہنچانے والے
ہیں، اور اللہ کے سوا کسی انسان و جن سے
آپ خائف نہ ہوئے، درود و سلام ہو آپ کی
آل آپ کے اصحاب اہل بیرواحسان پر اور ان
لوگوں پر جو کہتے ہیں اے رب ہمیں بخش
دے، اور ہماری ان گناہوں کو جو ہم سے

الحمد لله الذي خلق الارض
والسما وظهر وجوده فوق ظهور
الاشياء حتى اقرب الاذكىاء
والانبياء و بطن كنه ذاته عن
معرفة العقل حتى يجوز عن درك
ادراك الصديقون والانبياء
المتصف بصفات الكمال وحسن
الاسماء المنزه عما يقول فيها اهل
الاهواء والصلوة والسلام على
امام الاكفاء وقائد الغر المحجلين
الاصفياء محمد هادي الناس
الى الجناب العلى مبلغ رسالات ربه
الاعلى الذي خشي الرحمن ولم
يجش احد من غيره من الانس
والجان وعلى اهل واصحاب اهل
البر والاحسان وعلى الذين
جاءوا من بعد هم
يقولون ربنا اغفر لنا

ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان اما بعد۔
پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے، حمد و صلوة
کے بعد

فقیر محمد ثناء اللہ عثمانی نقشبندی مجددی کہتا ہے، (لیغفر اللہ لہ ولاسلوا فہ)
جن فرانس کا انسان مکلف ہوا ہے، ان میں سب سے پہلے عقائد کو اس نہج پر درست کرنا
ہے کہ رب العالمین کے رسولوں کی ہدایات کے مطابق ہو جائیں جنہیں خاتم النبیین سید المرسلین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محقق و مشید فرمایا، آپ کے بعد فساد ہوا اور دلوں کے ٹیڑھ کی وجہ سے دین
محمدی میں متعدد مدعی اسلام فرقتے پیدا ہو گئے ہیں، مجسمہ، جبریہ، قدریہ، روافض، خوارج اور
مرجیہ وغیرہ وغیرہ۔

اہل حق نے ان گروہوں کے شکوک و شبہات دور کرنے کے لئے اور دین متین کی
تائید و تاسیس کے لئے تصانیف تحریر کی ہیں، جزا ہم اللہ خیر الجزاء، حق تعالیٰ کے اس
ارشاد کے مطابق:-

فاما الذین یدہب جفاء واما ما
یتفجر الناس فیمکث فی الارض
کذلک یضرب اللہ الامثال (الرعد ۱۷)
جھاگ ختم ہو جاتا ہے، لوگوں کو نفع دینے
والی زمین میں باقی رہ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ
ایسے ہی مثالیں بیان کرتا ہے۔

بہت فرقتے پیدا ہوئے، اور معدوم ہوتے گئے، سچ ہے۔
وکیف اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ
قویا عزیزا (الاحزاب ۲۵)

کفایت کی، وہ قوی ہے، اور غلبہ والا
نتیجہ یہ ہوا کہ گردہ اہل حق، اہل السنۃ والجماعۃ، کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے، ہاں
روافض خصوصاً اثنا عشری اور ان کی ایک شاخ زیدیہ اور بعض بلاد میں خوارج موجود ہیں۔
اس وقت دیار ہند میں مذہب اثنا عشریہ ظاہر ہو رہا ہے۔ جہالت و حماقت کی وجہ
سے بہت لوگ خصوصاً پانی پت کے بعض افراد جن کے باپ داوڑے سنت و ایمان کے
عامل تھے، گمراہ ہو گئے ہیں، فقیر کا خیال ہے کہ آسان فارسی میں روافض کے رو میں ایک
کتاب لکھی جائے تاکہ عام لوگ اس سے نفع حاصل کر سکیں، ہو سکتا ہے، کوئی راہ راست پر آجائے، اور

راقم الحروف اجر و ثواب کا مستحق ہو۔ چونکہ یہ لوگ کتب اہل سنت پر اعتماد نہیں رکھتے، اس لئے ان کو الزام دینے کیلئے آیات قرآنی سے استدلال کیا جائے گا، یا پھر کتب معتبرہ ردافض سے، مثلاً کافی مصنف محمد بن یعقوب کلینی، تہذیب و استبصار تالیف ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی، فقہ بن لایحیہ الفقیہ تالیف محمد بن علی بن بابویہ القمی اور اس کی استبصار، مظہر الحلی، جامع عباسی، غیرہ، وغیرہ، اور تفسیر منسوب بہ ابی محمد الحسن العسکری وغیرہ۔ تاکہ ردافض انکار نہ کر سکیں، مسائل عقائد مثلاً، حدود عالم، اثبات صانع، توحید باری تعالیٰ اور صفات نقصان سے اس کی تنزیہ وغیرہ میں چونکہ اثنا عشری اہل حق کے ساتھ نزاع نہیں رکھتے، اور کتب علم الکلام میں دلائل عقلی و نقلی شرح و بسط سے مذکور ہیں، نیز ان مسائل کے دلائل عام و خاص کے نزدیک بدیہی طور پر ثابت و مقرر ہیں، اس لئے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ان مسائل پر چنداں گفتگو نہ کریں گے۔

ان مسائل کا سرسری تذکرہ اور اس اختلاف کے بیان پر جو ردافض کے بعض گروہوں نے کیا اکتفا ہوگا، اس باب میں عالم اہل، عارف اکمل، فرید الدہر، یکتا زمانہ جناب ابو النصر نصیر الدین محمد (جو کہ خواجہ نصر اللہ الحسنی المکی المدنی اصلاً والکابلی وطناً کے نام سے مشہور ہیں) نے ایک خوبصورت اور جامع کتاب لکھی ہے۔

علامہ مذکور نے ردافض کی کتب تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کی خوب سیر کی ہے، اور اپنی عمر شریف کے قیمتی اوقات اس میں صرف کئے ہیں، اپنی کتب میں مخالف کے مذہب کے البطلان اور اپنے نظریہ کے اثبات کیلئے ردافض کی معتبرہ کتب سے دلائل مہیا فرمائے ہیں۔

فقیر نے بھی بحکم ”وللارض من کاس الکدام نصیب“ دسینوں کے پیالے سے زمین کو حصہ ملتا ہے، کتب ردافض کی روایات اس کتاب سے اخذ کی ہیں۔

والمستول من اللہ العصمة والسداد۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب ایسی ہے کہ معمولی سوجھ بوجھ اور خیرہ بالانصاف رکھنے والا انسان فیصلہ کرے گا کہ ردافض کے لئے دم مارنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لئے اس کتاب کا نام

«السيف المسلول للسنة العليا على الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا» رکھا۔ یہ کتاب ایک مقدمہ رسالت مقالے اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

مقدمہ: یہیں فرقہ ہائے روافض کا بیان ہے۔

مقالہ اولیٰ: میں اجمالاً البطل مذہب روافض اور اثبات مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔
مقالہ دوم: میں عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کا بیان اور روافض کے خلافیہ مسائل کا تفصیلی البطل ہے،
مقالہ سوم: میں مسئلہ امامت پر بحث ہے جسے روافض اصول عقائد سے شمار کرتے ہیں، اور اہل سنت فروعی مسئلہ کہتے ہیں۔

مقالہ چہارم: مطاعن خلفاء و دیگر صحابہ کرام و مطاعن فرقہ ناجیہ اہل سنت کے جواب میں ہے۔
مقالہ پنجم: میں فضائل صحابہ کا بیان ہے اور یہ کہ اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سے یاد کرنا چاہیئے اور مشاجرات صحابہ سے زبان روکی جائے، اور زید پر لعنت کرنے جواز کا بیان ہے،
مقالہ ششم: میں خرافات روافض کا البطل اور بعض فروعی مسائل کا تذکرہ ہے۔
مقالہ ہفتم: میں اہل السنۃ والجماعۃ کے چند امتیازی مسائل کا ذکر ہے،
خاتمہ: میں اہل بیتؑ اور محمد مہدیؑ کے بعض مناقب و شمائل کا بیان ہے۔

مقدمہ

فرقہ ہائے روافض کا بیان

معلوم ہو کہ روافض کے چار فرقے ہیں: ۱۔ غلاة - ۲۔ کیسانیہ - ۳۔ زیدیہ - ۴۔ امامیہ۔
غلاة کے چوبیس فرقے بن گئے: ۱۔ سیائیہ، عبد اللہ بن سبا یمانی صفلی پہوری کی طرف منسوب ہے، یہ شخص مسلمانوں کے لباس میں منافق تھا، رافض کی بنیاد اس نے رکھی ہے، ملت اسلام کو ایک دوسرے سے لڑانا چاہا ہے، کہتا ہے کہ علی خدا ہے، علی بادل ہیں ہے، بادل کی گرج علی کی آواز ہے، اور بجلی اس کا درہ۔

۱۔ اگے تفصیل میں تیس فرقے شمار کئے ہیں، واللہ اعلم۔

۲۔ مفضلہ: مفضل میرنی کے اصحاب ان کا عقیدہ ہے کہ خدا ائمہ میں حلول کر چکا ہے، اور سلسلہ نبوت بھی منقطع نہیں ہوگا۔

۳۔ سرلغیہ: ایک شخص سرلغ کے اصحاب یہ گروہ کہتا ہے کہ خدا پانچ اشخاص میں حلول کر چکا ہے، نبی عباس، علی، جعفر اور عقیل میں۔

۴۔ برلغیہ: برلغ بن یونس کے اصحاب جو کہ جعفر بن محمد کو خدا کہتا ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ ائمہ کی طرف وحی آتی ہے۔

۵۔ کالمیہ: کالم کے اصحاب یہ لوگ خدا کو اپنے مرتبہ میں موصوفت ملتے ہیں تناسخ روح کے قائل ہیں کہتے ہیں روح خدا پہلے آدم علیہ السلام میں آئی، پھر شیث علیہ السلام میں، اور اس طرح انبیاء میں درآمد ہوتی رہی، ان کا یہ بھی نظریہ ہے کہ حضرت علیؑ کی بیعت ترک کر کے صحابہؓ (نعموز بالشہ) کافر ہو گئے تھے، اور علیؑ اپنا حق چھوڑ کر کافر ہو گئے۔

۶۔ مغیریہ: مغیرہ بن سعید غلی کے اصحاب کہتے ہیں خدا ایک انسان کی صورت میں ہے، اور سر پر تاج رکھے ہوئے ہے۔

۷۔ جناحیہ: تناسخ ارواح کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی روح کا نام ہی خدا ہے، وہی روح (خدا) ائمہ علیہم السلام کے تین فرزند حسن، حسین، اور محمدؑ میں آئی، پھر عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذی الجناحین میں اس نے حلول کیا، اسے محمد بن الحنفیہ کے بعد پانچواں امام جانتے ہیں، معاد کا انکار کرتے ہیں، محارم کو حلال سمجھتے ہیں۔

۸۔ بیانہ: بیان بن سمان کے اصحاب کہتے ہیں خدا علیؑ میں حلول کر آیا، پھر محمد بن علیؑ میں پھر اس کے بیٹے ابوالہشتم بن محمد میں پھر بیان میں۔

۹۔ منصورہ: ابو منصور غلی کے اصحاب انہیں عجلیہ بھی کہتے ہیں، جہان کے قدیم وابدی ہونے کے قائل ہیں، احکام کا انکار اور جنت و جہنم کی تاویل کرتے ہیں، محمد باقر کو امام کہتے ہیں، پھر ابو منصور کو۔

۱۰۔ آمویہ: اموی کے اصحاب ان کا عقیدہ ہے کہ علیؑ نبوت میں شریک تھے۔

۱۱۔ لفظیہ: کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی، اس میں جو کچھ ہے، سب آپ کے لئے مباح ہے، بعض کہتے ہیں کہ دنیا علیؑ کے سپرد ہے، اور بعض دونوں کے سپردانتے ہیں۔

۱۲۔ خطابیہ :- ابو الخطاب محمد بن زینب الاخدع الاسدی کے اصحاب کہتے ہیں کہ علیؑ بڑا خدا ہے، اور بعض صادق چھوڑا خدا اور ائمہ خدا کے بیٹے۔ اور ابو الخطاب نبی ہے، ابو الخطاب نے اپنے دوستوں کو مخالفین پر جھوٹی گواہی دینے کا حکم دیا ہے۔

۱۳۔ معمریہ :- یہ گروہ خطابیہ کا ایک فرقہ ہے، اصحاب معمر کہتے ہیں کہ حنیف صادق نبی ہے، پھر ابو الخطاب اور اس کے قتل کے بعد معمر نبی ہے، احکام شرع نبی کے سپرد ہوتے ہیں، اور معمر نے احکام ساقط کر دیے ہیں۔

۱۴۔ غرابیہ :- کہتے ہیں کہ محمد اور علیؑ ایک دوسرے سے دو کدوں کی مانند پورے مشابہ تھے، جبریل وحی علیؑ کے لئے لائے تھے، مگر غلطی سے محمد کو پہنچا گئے۔

۱۵۔ ذبابیہ :- کہتے ہیں کہ علیؑ خدا ہے، اور محمد نبی، یہ دونوں دو مکھیوں کی طرح ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

۱۶۔ ذمیہ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرتے ہیں کہتے ہیں، علیؑ خدا ہے، محمد کو بھیجا کہ مخلوق کو اس کی طرف بلائے، مگر محمد نے اپنی طرف بلانا شروع کر دیا۔
ذمیہ میں ایک فرقہ اثنیتہ ہے، جو مذمت سے رجوع کر چکے ہیں، اور محمد کو علیؑ کا شریک بنا کر دونوں کو خدا قرار دیا۔

۱۷۔ انجسیہ :- ان کا عقیدہ ہے، خدا پانچ ہیں، محمد، علیؑ، فاطمہ، حسن، حسین۔ یہ تمام ایک ہی ہیں، خدا کی روح ان میں برابر حلول کر چکی ہے، کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، ان میں سے بعض فاطمہ پر سے تانا نیت حذف کرتے ہیں کہ الہ کو مؤنث بنانے سے احتراز کیا جائے، مگر وہ اسے محمد کی بیٹی علیؑ کی بیوی اور حسن و حسین کی ماں بھی مانتے ہیں۔

۱۸۔ نصیریہ :- نصیر کے اصحاب۔

۱۹۔ اسحاقیہ :- اسحاق کے اصحاب ان دونوں کا عقیدہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ علیؑ اور اس کی اولاد میں حلول کر چکا ہے۔

۲۰۔ علیانیہ :- علی بن زرارہ ایسی قبیل الاسدی کے اصحاب کہتے ہیں علیؑ خدا ہے، محمد سے افضل کہ محمد نے اس کی بیعت کی ہے۔

۲۱۔ زمامیہ:- زمام کے اصحاب کہتے ہیں اعلیٰ بن ابی طالب کے بعد امام محمد بن علی ہے۔ پھر ابو ہاشم ازان بعد اس کی وصیت سے علی بن عبد اللہ بن عباس امام ہے، پھر اس کی اولاد منصور تک پھر اللہ تعالیٰ نے ابو مسلم میں حلول کیا، وہ قتل نہیں ہوا ہے، حرام کو حلال جانتے ہیں، فرائض ترک کرتے ہیں۔

۲۲۔ مفتیغیہ:- مفتیغیہ کے اصحاب، ان کا عقیدہ ہے، خدا چار میں علی، حسن، حسین اور مفتیغ۔

۲۳۔ غمامیہ:- یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا موسم بہار میں زمین پر اتر آتا ہے، بادل میں اور دنیا میں گھومتا رہتا ہے، پھر آسمان کی طرف چلا جاتا ہے، اس فرقہ کو ربیعہ بھی کہتے ہیں۔

کیسانیکہ

کیسان مولا حسن مجتبیٰ یا مولا علی مرتضیٰ کی طرف خود کو منسوب کرتے ہیں، کیسان نے محمد بن حنفیہ کی شاگردی کی۔ کیسانہ چھ فرقے ہیں۔

۱۔ کربیبیہ:- ابو کربیب ضریر کے اصحاب، ان کا عقیدہ ہے، کہ علی کے بعد امام محمد بن الحنفیہ ہے، وہ صاحب الزمان ہے، ہر انہیں، ایک پہاڑ میں اپنے چالیس دوستوں کے ساتھ روپوش ہے، اس کے نزدیک دو چشمے ہیں، ایک شہد کا اور دوسرا پانی کا۔

۲۔ اسحاقیہ:- اسحاق بن عمر کے اصحاب کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ کے بعد ابو ہاشم امام ہے، پھر اس کی اولاد، ان کا عقیدہ ہے کہ خدا علی اور اس کی اولاد میں حلول کر چکا ہے۔

۳۔ کندزیہ:- عبد اللہ بن حرب کندزی کے اصحاب، یہ لوگ کندزی کو ابو ہاشم مذکور کے بعد امام گردانتے ہیں۔

۴۔ عباسیہ:- یہ کہتے ہیں، ابو ہاشم کے بعد امام علی بن عبد اللہ بن عباس ہے، پھر اس کا بیٹا محمد، پھر اس کا بیٹا ابراہیم، ابو مسلم مروزی کا صاحب، پھر اس کا لڑکا۔

۵۔ طیاریہ:- کہتے ہیں ابو ہاشم کے بعد عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر طیار امام ہے۔

۶۔ مختاریہ:- مختار بن ابی عییدہ ثقفی کے اصحاب کہتے ہیں، علی کے بعد حسن امام ہے، پھر حسین پھر محمد بن حنفیہ۔

زیادہ

یہ فرقہ خود کو زید بن علی بن الحسین کی طرف منسوب کرتا ہے، اور نو فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔

۱۔ ان کے عقائد اصول و فروع میں اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں، اتنا سا فرق ہے، کہ تمام صحابہؓ پر علی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا، انہوں نے اپنی خوشی اور رضا سے خلفائے ثلاثہ کو یہ حق تفویض کر دیا، یہ لوگ تمام صحابہؓ کو اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔

۲۔ چار و دیہ ۱۔ ابو الجارود زید بن ابی زیاد کے اصحاب کہتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ امام ہے، اس بات پر وصفائے موجود ہے، نام لے کر نہیں، یہ فرقہ صحابہؓ کی اس بناد پر تکفیر کرتا ہے کہ انہوں نے علیؓ کی اقتدار ترک کر دی۔ علیؓ کے بعد امام حسنؓ ہے، پھر حسینؓ، اس کے بعد حسینؓ کی اولاد میں امامت شوریٰ کے تابع کر دیتے ہیں جس نے بھی تلوار کے ساتھ خروج کیا، اور یہاں رہا، اسے امام مانتے ہیں، زید بھی امام ہے، اس کے فرزند بھی کو بھی امام کہتے ہیں امام منتظر کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ منتظر محمد بن عبد اللہ بن حسین بن حسن ہے، جس نے دعویٰ امامت کیا تھا، اور منصور کے دور میں قتل ہوا، زید یہ اسے زندہ مانتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ منتظر محمد بن قاسم بن حسین کوئی ہے، جو کہ مستعین کے زمانہ میں قتل ہوا، یہ لوگ اس کے قتل کے منکر ہیں۔

۳۔ جریر یہ ۱۔ انہیں سلیمان بھی کہا جاتا ہے، سلیمان بن جریر کے اصحاب، امامت تمام خلق میں شوریٰ کے طور پر مانتے ہیں، ان کے نزدیک مسلمانوں میں سے دو اچھے مسلمانوں کے ساتھ امامت منتقل ہو جاتی ہے، ابو بکرؓ و عمرؓ کو امام مانتے ہیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ امت نے علیؓ کے ہوتے ہوئے، ان سے بیعت کر کے غلطی کی ہے، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کی تکفیر کرتے ہیں۔

۴۔ تمیر یہ ۱۔ انہیں تو میر بھی کہا جاتا ہے، تمیر تو میری کے اصحاب ہیں جس کا نام بغیر بن سعید ہے، کہتے ہیں، ابو بکرؓ و عمرؓ کی بیعت خطا نہیں تھی، اس لئے کہ علیؓ نے ان کے لئے امامت ترک کر دی تھی، عثمانؓ کے بارہ میں توقف کرتے ہیں، علیؓ کو جب ان کی بیعت ہوئی تھی امام مانتے ہیں۔

۵۔ نعیمہ:- نعیم بن یمان کے اصحاب، ان کے عقائد و خیالات تبریہ کی طرح ہیں، مگر یہ صرف عثمانؓ کی تکفیر کرتے ہیں، دوسرے صحابہ کرام کی نہیں۔

۶۔ وکینہ:- فضیل بن وکین کے اصحاب، عقائد میں جبار و دیر کی مانند ہیں، مگر طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کی ہی تکفیر کرتے ہیں، دوسرے صحابہ کی نہیں۔

۷۔ خشبیہ:- خلف بن عبد الصمد کے اصحاب، ان کا خیال ہے، اولاد فاطمہؓ میں امامت شوریٰ مخصوص ہے اور اولاد فاطمہ کے سوا اگر کوئی اور خلیفہ بن جائے، تو اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے، انہوں نے ایک بادشاہ کے خلاف خروج کیا تھا، اور ان کے ہتھیار صرف لکڑی کے تھے، اس لئے خشبیہ کہلائے۔

۸۔ یعقوبیہ:- اصحاب یعقوب رحمت کے قائل ہیں، اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی امامت کے منکر ہیں، اور ان سے تبری کرتے ہیں۔

۹۔ صالحیہ:- حسین بن صالح کے اصحاب، اولاد فاطمہؓ میں امامت شوریٰ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اولاد فاطمہؓ میں سے تلوار کے ساتھ جو خروج کرے اور عالم اور بہادر ہو، وہ امام ہے۔

امامیہ

ان کا خیال ہے امام نصب کرنا خدا پر واجب ہے، کوئی زمانہ امام از اولاد فاطمہؓ سے خالی نہیں رہا ہے، پچیس فرقے ہیں، ان میں ایک فرقہ اسمعیلیہ پھر تیرہ فرقوں میں بٹ گیا، کل امامیہ کے سینتیس فرقے ہوئے۔

احسنیہ:- کہتے ہیں علی مرتضیٰ کے بعد حسن مجتبیٰ امام ہے، اور ان کے بعد حسن مثنیٰ مسمیٰ رضا پھر ان کا فرزند عبد اللہ پھر محمد نفس زکیہ، پھر اس کا بھائی عبد اللہ، ان دونوں بھائیوں نے منصور کے ایام خلافت میں خروج کیا، خلق کثیران کے ساتھ جمع ہوئی، دونوں قتل ہو گئے۔

۲۔ نفسیہ:- کہتے ہیں نفس زکیہ قتل نہیں ہوئے، بلکہ ظاہر ہوں گے۔

۳۔ حکمیہ:- ہشام بن حکم کے اصحاب کہتے ہیں امام علی مرتضیٰ ہے، پھر حسنؓ، پھر حسینؓ، پھر علیؓ بن الحسین، پھر محمد باقرؓ، پھر جعفر صادقؓ، ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جسم ہے جس کا طول و عرض و عمق مساوی اور برابر ہے۔

۴۔ سالمیہ: ہشام بن سالم جو الیقنی کے اصحاب امامت میں حکیمہ کی مانند ہیں، خدا تعالیٰ کو انسانی صورت پر مانتے ہیں۔

۵۔ شیطانیہ: انہیں نعمانیہ بھی کہتے ہیں، محمد بن نعمانی الصیرفی ملقب بہ شیطان الطاق کے اصحاب ایہ بھی اللہ تعالیٰ کو سالمیہ کی طرح انسان کی صورت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

۶۔ مسمیہ: مسمی کے اصحاب، امامت میں مذکورہ صدر فرقوں کا عقیدہ ہے، خدا تعالیٰ کو صاحب اعضا جسم فرض کرتے ہیں۔

۷۔ زرارہ: زرارہ بن اعین کے مرید، امامت میں حکیمہ کی طرح ہیں، گریہ لوگ مجسمہ نہیں ہیں، البتہ خدا تعالیٰ کی صفات کما حدیث مانتے ہیں۔

۸۔ یونس: یونس بن عبد الرحمن القمی کے اصحاب کہتے ہیں، خدا عرش ہے، اور فرشتے حامل عرش ہیں۔

۹۔ بدائیہ: بدائے قائل ہیں، یعنی کہتے ہیں کہ خدا ایک کام کا فیصلہ کرتا ہے، پھر اس کے دل میں پہلے کے برعکس دوسرے کام کا خیال آتا ہے، تو پھر اسے کرتا ہے۔

۱۰۔ مفقوہیہ: کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی ہے، بعض کہتے ہیں علیؑ کے سپرد کر دی ہے، بعض کہتے ہیں، ان دونوں کے سپرد کر دی ہے۔ یہ دس فرقے امامیہ میں غالی فرقے ہیں، اور مذکورہ چھ اماموں پر متفق ہیں۔

۱۱۔ باقریہ: کہتے ہیں کہ علی بن الحسینؑ کے بعد باقرؑ امام ہے، وہ مرے نہیں، ان کے خروج کا انتظار ہے۔

۱۲۔ حاضریہ: کہتے ہیں کہ باقرؑ کے بعد امام ان کا فرزند ذکر یہ ہے، زندہ ہے، اور پہاڑ میں موجود۔

۱۳۔ اصول کافی ص ۱، طبع ایران میں ہے، امام ابو عبد اللہؑ فرماتا ہے، بدل کے مثل کسی اور بات میں اللہ کی زیادہ تعظیم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایک ثابت شدہ بات مٹا دیتا ہے، اور جو ثابت نہیں تھی، اسے ثابت کرتا ہے۔
اصول کافی ص ۲ میں ہے ابو عبد اللہؑ فرماتے ہیں، کوئی نبی نبوت حاصل نہیں کر سکا، جب تک اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا اقرار نہ کیا، بدلا ملا شیتہ و سجود و عبودیت و طاعت، اصول کافی ص ۱۸۶ میں ہے، مہدی کا ظہور ۷۰۰ھ میں ہونا مقدر تھا، مگر بعد ازاں اس کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔

۱۳۔ مادوسیہ :- عبداللہ بن مادس بصری کے اصحاب کہتے ہیں باقرؑ کے بعد جعفر صادق امام سے زندہ ہے اور منتظر۔

۱۴۔ عماریہ :- عمار کے اصحاب کہتے ہیں جعفرؑ کے بعد ان کا فرزند محمد امام ہے۔

۱۵۔ اسماعیلیہ :- کہتے ہیں جعفرؑ کے بعد ان کا فرزند اسماعیلؑ امام ہے، پھر اسماعیلیہ کے تیرہ فرقے ہوئے۔

اسماعیلی فرقے | ۱۔ مبارکیہ :- مبارک کے اصحاب کہتے ہیں اسماعیلؑ زندہ اور وہی مہدی موعود ہے۔

۲۔ باطنیہ :- کہتے ہیں اسماعیلؑ مرچکا ہے، اس کے بعد اس کی اولاد امام ہے، اور ان کا عقیدہ ہے کہ باطن پر عمل کرنا واجب ہے، ظاہر پر نہیں۔

۳۔ قرمطیہ :- حمدان بن قرمط کے اصحاب بعض علماء کہتے ہیں کہ قرمط واسط کے دیہات میں سے ایک وہ کا نام ہے، ان کا عقیدہ ہے جعفرؑ نے خود اپنے بعد محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کو نامزد کیا تھا محمد بن اسماعیل کو زندہ مانتے ہیں، اباحت محرمات کے قائل ہیں۔

۴۔ نمطیہ :- یحییٰ بن ابی النمط کے اصحاب یہ جعفر صادق کے بعد امامت اس کے فرزندوں میں کہتے ہیں، یعنی اسماعیل، محمد، موسیٰ، عبداللہ اور اسحاق میں اور پھر ان کی اولادوں میں۔

۵۔ میمونہ :- عبداللہ بن میمون کے اصحاب یہ لوگ کہتے ہیں ظواہر آیات پر عمل کرنا حرام ہے، معاد کے منکر ہیں۔

۶۔ حلفیہ :- ان کا عقیدہ ہے کتاب و سنت میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج وغیرہ سے مراد ان کے لغوی معانی ہیں، یہ لوگ قیامت، جنت نار۔ کا انکار کرتے ہیں۔

۷۔ رافعیہ :- محمد بن علی الرافعی کے اصحاب معاد کا انکار کرتے ہیں، شرائع کو نہیں مانتے انھوں کی تاویل کرتے ہیں، بعض پیغمبروں کی نبوت کے انکاری ہیں، اور بعض پیغمبروں پر نعت کرنے کو واجب گردانتے ہیں، لعنة اللہ علی اعداء الانبیاء۔

۸۔ انہیں باطنیہ کے لقب سے شہرت کی، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اپنا عقیدہ لوگوں سے چھپاتے تھے۔ پہلے پہل اخفاکار حجان جو دروغ نم کی وجہ سے ہوا، پھر ان کا عقیدہ بن گیا، یہ بھی وجہ ہے کہ یہ اپنے اسلام کو مستور مانتے ہیں، یہ بھی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ کہتے ہیں شریعت کا ایک باطن ہے، اور ایک ظاہر، امام باطن سے آگاہ ہوتا ہے، بلکہ باطن الباطن سے بھی ۱۲۔

۸۔ جتانبیہ :- ابوطاہر جنابی کے اصحاب معاد اور احکام کے منکر ہیں، کہتے ہیں جو شخص احکام پر عمل کرتا ہے اسے قتل کرنا واجب ہے، مذکورہ صدر و خیر فرقتے اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں
 ۹۔ سبعیہ :- ان کے خیال میں رسول صرف سات ہیں، آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمدؐ اور مہدیؑ۔ دوسو لوگوں کے درمیان سات اشخاص آتے ہیں، جبران کی شریعت کا نفاذ کرتے ہیں۔
 اور ہر دور میں ان میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، اسماعیل بن جعفر بھی ان میں سے ایک ہے۔

۱۰۔ مہدویہ :- کہتے ہیں جعفر کے بعد اسماعیل امام ہے، پھر اس کا فرزند محمد الوسی پھر اس کا بیٹا احمد الوسی، پھر اس کا لڑکا قاسم النقی، پھر اس کا لڑکا عبد اللہ الرضی، پھر اس کا لڑکا ابو القاسم عبد اللہ پھر اس کا لڑکا محمد جس نے اپنا لقب مہدی اختیار کیا، پھر اس کا لڑکا احمد القائم بامر اللہ، پھر اس کا لڑکا اسماعیل المنصور بقوۃ اللہ، پھر اس کا بیٹا معز العزیز بن اللہ، پھر اس کا بیٹا ابو منصور نزار العزیز بن اللہ، پھر اس کا بیٹا ابو علی منصور الحکم بامر اللہ، پھر اس کا لڑکا ابو الحسن علی الظاہر بن اللہ، پھر اس کا لڑکا معز المستنصر بن اللہ، جب مہدی کی امامت کا دور تھا، بلاد مغرب میں یہ لوگ غالب آگئے تھے، انہوں نے سلطنت قائم کی، بے شمار لوگوں نے اس کی متابعت کی، پھر افریقی بلاد میں غالب آیا، اور اس کی اولاد میں ایک مدت تک سلطنت رہی۔ اس کی اولاد میں بعض مصر پر اور بعض شام پر بھی مستط ہوئے، امین میں کچھ لوگوں نے ان کا مذہب اختیار کیا۔

۱۱۔ نزاریہ :- انہیں حمیریہ اور لبابہ بھی کہتے ہیں، عالم کو قدیم مانتے ہیں، تنازع ازواج کے قائل ہیں، معاد، جنت، جہنم کا انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک مستنصر کے بعد اس کا فرزند نزار امام ہے، کیونکہ مستنصر نے پہلے اس کی امامت پر نص کر دی تھی، مگر بعد میں اس کو مہجور کر دیا، اور اپنے دوسرے بیٹے مستعلی کو امام بنا دیا، مگر ان کے ہاں معتبر پہلی نص ہے، اول نص کے بعد دوسری نص کرنا ناجائز ہے، نزار کے بعد اس کا لڑکا ہادی امام ہے، پھر اس کا لڑکا حسن۔

۱۲۔ مسقطیہ :- ان کے نزدیک نزار کے بعد اس کا لڑکا ہادی امام ہے، پھر اس کا لڑکا حسن کہتے ہیں، امام شرائع کا مکلف نہیں ہے، امام کے لئے اجازت ہے کہ وہ تکالیف شرعیہ کو ساقط کر دے ان کی خلافات میں سے ہے، کہ جب حسن بن صباح حمیری مصر میں آیا تو نزار کی بیویوں میں سے

ایک کو پایا ہادی اس کی اولاد میں سے سب سے چھوٹا تھا، اس کی حسن نے پرورش کی، یہاں ایک لمبا قصہ بیان کیا کرتے ہیں، مگر اہل تاریخ کہتے ہیں کہ ہادی نزار کا بیٹا نہیں تھا۔

۱۳۔ مستعلیہ۔ یہ کہتے ہیں مستنصر کے بعد امام اس کا بیٹا مستعلی باللہ ابو القاسم احمد ہے، کہ مستنصر نے نزار کو چھوڑنے کے بعد اسے ہی خلیفہ بنایا تھا، دوسری نص پہلی کے لئے ناسخ ہے، جب باپ کی موت کے بعد مستعلی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، اس نے نزار اپنے بھائی، اور اس کے دو رطکوں کو قید شدہ میں ڈالا، اور یہ لوگ وہیں مر گئے، نزار نے کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی تھی، مستعلیہ کے نزدیک مستعلی باللہ کے بعد امام اس کا بیٹا منصور الامیر با حکام اللہ ہے، پھر اس کا بیٹا ابو میمون عبد الحمید الحافظ لدین اللہ، پھر اس کا بیٹا ابو المنصور محمد الظافر بامر اللہ، پھر اس کا بیٹا ابو القاسم علی الفاز بنصر اللہ، پھر اس کا بیٹا ابو عبد اللہ محمد العاصم لدین اللہ، جب اس تک نوبت پہنچی تو شام کے بعض امرا اس پر غالب آ گئے، اس کو قید کر دیا، اور جیل میں ہی مر گیا، مہدی کی اولاد سے کوئی نہیں تھا، جو دعویٰ امامت کرتا، یہ سب اسمعیلی فرتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ جعفر صادقؑ کے بعد اسمعیل بن جعفر امام ہے۔

۱۶۔ امامیہ فرقوں میں سولہواں فرقہ قطعیہ ہے، اس فرقہ کو افضلیہ اور عمالیہ بھی کہتے ہیں، عبد اللہ بن علی کے اصحاب ان کا خیال ہے جعفر صادق کے بعد عبد اللہ بن جعفر امام ہے، وہ مرجع ہے۔ اس نے اپنے پیچھے اولاد نہیں چھوڑی تھی، مگر مرنے کے بعد رجوع کرے گا۔

۱۷۔ اسماعیلیہ ان کا عقیدہ ہے جعفر صادق کے بعد اس کا فرزند اسحق امام ہے، علم و تقویٰ میں اپنے والد کی مثل تھا، سفیان بن عیینہ وغیرہ ثقہ محدثین اہل سنت ان سے روایت حدیث کرتے ہیں

۱۸۔ یعقوریہ۔ ابو یعقوب کے اصحاب کہتے ہیں نبیوں اور رسولوں سے گناہ کا صدور جائز ہے۔

۱۹۔ قطعیہ۔ ۲۰۔ موسویہ۔ ۲۱۔ ممتوریہ۔ ۲۲۔ رجعیہ۔

ان چاروں گروہوں کا عقیدہ ہے جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم امام ہے، مگر قطعیہ موسیٰ کی قطعی موت کے قائل ہیں، موسویہ اس کی موت میں توقف کرتے ہیں، ممتوریہ کہتے ہیں، مراہیں ہے، جب تک وہ روئے زمین کا مالک نہ بن جائے، مرے گا بھی نہیں، یہی مہدی ہے، رجعیہ کہتے

ہیں سرگیا ہے، مگر بعد کو رجوع کرے گا،

۲۳۔ احمدیہ ۱۔ یہ لوگ موسیٰ کے بعد احمد بن موسیٰ بن جعفر کو امام مانتے ہیں۔

۲۴۔ جعفریہ ۱۔ موسیٰ کے بعد علی بن موسیٰ الرضا کو امام سمجھتے ہیں، پھر اس کے لڑکے کا محمد النقی کو پھر

اس کا بیٹا علی النقی، پھر اس کا بیٹا حسن العسکری، پھر حسن عسکری کا بھائی جعفر بن علی النقی امام ہے،

کیونکہ حسن نے پیچھے اولاد نہ چھوڑی تھی۔

۲۵۔ اثنا عشریہ ۱۔ حسن عسکری کے بعد ان کے فرزند محمد بن الحسن کو امام مانتے ہیں، ان کے خیال میں

وہ زندہ ہے، اور منتظر مہدی موعود ہے، اور دشمنوں کے خوف سے غفی ہو چکا ہے، کچھ مدت

بعد ظاہر ہوگا۔

۱۵۔ ابو حمزہ ثمالی کہتا ہے، میں نے ابو جعفر سے سنا انہوں نے فرمایا اسے ثابت اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ظہور کا وقت مقرر کیا تھا، حسین کے قتل ہونے پر اللہ تعالیٰ اہل زمین سے ناراض ہو گیا، اور سنگمہ تک ہلخہ کر دیا، اور پھر تو نے اس بزرگ ظاہر کر دیا، اب اللہ تعالیٰ نے اس وقت کو بھی ملو کر دیا، اب اللہ نے ہمارے لئے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا، ۱۲۱۔ اصول کافی طبع ایران ص ۱۸۶۔

پہلا مقالہ

روافض کے مذہب کے ابطال اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب کے اثبات میں

پہلی دلیل، قرآنی آیات سے

(۱) الذین آمنوا وھاجروا وجاهدوا
فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم
اعظم درجۃ عند اللہ واولئک
ھم الفائزون ، یدبرھم وہم
بدرجتھم ورضوان وجنات
لھم فیہا نعیم مقیم خالدین
فیہا ابدان ان اللہ عندہ اجر
عظیم - (توبہ آیت ۲۴)

(۲) لکن الرسول والذین آمنوا
معہ جاهدوا باموالھم وانفسھم
واولئک لھم الخیرات واولئک
ھم المفلحون اعد اللہ لھم جنت
تجری من تحتہا الانھار خالدین فیہا
ذلک الفوز العظیم (توبہ آیت ۸۷-۸۸)

(۳) حبیب الیکمالایمان و
زینہ فی قلوبکم وکرۃ الیکم
الکفر والفسوق والعصیان
اولئک ھم الراشدون -
(الحجرات آیت ۷)

جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی، اور اللہ
کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد
کیا، اللہ کے نزدیک درجہ میں بڑے ہیں، اور
یہی لوگ مراد پانے والے ہیں، ان کا رب انہیں
اپنی رحمت اور رضامندی اور باغوں کی بشارت
دیتا ہے، جن میں ان کے لئے ہمیشہ کی نعمت
ہے، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یقیناً اللہ
کے پاس بڑا ثواب ہے۔

لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان
لئے، اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد
کیا، انہیں لوگوں کے لئے ہیں، بھلائیوں اور
یہی کامیابی ہیں، ان کیلئے اللہ تعالیٰ باغات
تیار کئے ہیں، جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں
اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ ہے بڑی کامیابی،
اللہ نے تمہاری طرف ایمان پیارا کیا، اور
تمہارے دلوں میں اس کو مزین کیا، اور کفر
کو تمہاری طرف مکروہ بنایا، اور فسق کو، اور
نافرمانی کو، یہی لوگ بھلائی پانے والے
ہیں۔

(۴) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَرِزْقٌ كَوِيلٌ (الأنفال آیت ۴)

(۵) فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ
وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَمَهُمْ كَلِمَةً
التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا
وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

(الفتح آیت ۲۶)

(۶) لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ
أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَآوَاهُمُ
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا
وَيَنْصَرُونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ
هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا
الدَّيْنَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
يَحْبِبُونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا
يَجِدُونَ فِي صَدْرِهِمْ حَاجَةً
مِمَّا آوَوْا وَابْتِغَوْا عَلَى أَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

(الحشر آیت ۸-۹)

(۷) هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَىكُمْ
وَمِنْكُمْ لَيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ

اور جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی اور
اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور جنہوں نے جگہ
دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں، ان
کے لئے بخشش اور باعزت روزی ہے
پس اتاری اللہ نے تسکین اپنے رسول
اور ایمان والوں پر اور ان کو پرہیزی گاری
کی بات لازم کر دی، اور وہ اس کے بہت
حق دار تھے، اور اس کے لائق، اور اللہ تعالیٰ
ہر چیز کا جانتے والا ہے۔

یہ مال مہاجرین فقراء کے لئے ہے، جو
کہ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے،
اللہ کا فضل چاہتے ہیں، اور اس کی رضامندی
اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں
یہی لوگ سچے ہیں، اور ان لوگوں کی واسطے
ہے، جنہوں نے (ہجرت کے) گھر اور
ایمان میں جگہ پکڑ لی، اُن سے پہلے، جو
وطن چھوڑ کر ان کے ہاں آجائے، اُس
سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے دلوں میں
غلش نہیں پاتے کہ (مہاجر) دینے جائیں،
اور اپنے آپ پر ایثار کرتے ہیں، اگر
خود کو تنگی ہو۔

(اللہ تعالیٰ) وہی ہے جو تم پر رحمت
بھیجتا ہے، اور اس کے فرشتے تاکہ تمہیں

الی النور۔

(الاحزاب، آیت ۴۳)

(۸) فالذین هاجروا واخرجوا
من ديارهم وادوا في سبيل و
قاتلوا وقتلوا الاكفران عنهم
سيئاتهم ولا دخلهم جنت تجرى
من تحتها الا نهار ثوابا من
عند الله۔

(آل عمران آیت ۱۹۵)

(۹) فيه رجال يحبون ان
يتطهروا والله يحب المتطهرين۔
(التوبہ آیت ۱۰۸)

(۱۰) ان الله اشترى من
المؤمنين انفسهم واموالهم بآن
لهم الجنة يقاتلون في سبيل
الله فيقتلون ويقتلون وعدا
عليه حقا في التوبة والانجيل
والقرآن فمن اوفى بعهده من
الله فاستبشروا بديكم الذي
بايعتم به وذلك هو الفوز
العظيم، التائبون العابدون
الحامدون السائحون الراكعون
الساجدون الامرون بالمعروف

اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی
میں لائے۔

پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا، اور اپنے
گھروں سے نکالے گئے، اور میری راہ میں
ایذا دیئے گئے، لڑے اور قتل ہوئے، میں
ان کی برائیاں ان سے دور کروں گا۔ اور
ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے
نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کی طرف سے
ثواب ہے۔

اس میں مرد ہیں پاک ہونا دوست رکھتے
ہیں، اور اللہ تعالیٰ پاکیزگی والوں کو
پسند فرماتا ہے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں
سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے
کہ ان کے لئے جنت ہے، اللہ کی راہ میں
لڑتے ہیں قتل کرتے ہیں، اور قتل کئے جاتے
ہیں، یہ اللہ کا وعدہ سچا توراۃ، انجیل، اور
قرآن میں ہے، اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے
وعدہ کو کون وفا کر سکتا ہے، تم اپنی اس
بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کی، اور
یہی بہت بڑی کامیابی ہے، یہ لوگ توبہ
کرنے والے ہیں عبادت کرنیوالے تعریف کئے
والے خدا کی راہ میں پھرنے والے، رکوع کرنیوالے

وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

(التوبة آیت ۱۱۱-۱۱۲)

(۱۱) اَذِّنْ لِلَّذِينَ يَقَاتِلُونَ
بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى
نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أَخْرَجُوا
مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ
يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ

(یٰۤاَیُّهَا الْحَجَّج)

(۱۲) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ
تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ
فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمِثْلَهُمْ فِي
الْإِنْجِيلِ كَذَرْنَا عَنْ أُخْرَجِ شَطَاةٍ
فَانْزَلْنَا فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى
عَلَى سَوَاقٍ يَحْبِبُ الزَّرَّاعَ لِيَغِظَ
بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

(الفقہر آیت ۲۹)

سجدہ کرنے والے، اچھائی کا حکم دینے والے
برائی سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود
کے محافظ ہیں، (ان) ایمان والوں کو
خوش خبری دے۔

اجازت دی گئی ان لوگوں کے لئے جو
لڑائی کئے جاتے ہیں، اس لئے کہ ان پر ظلم
ہوا، اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر
ہے، یہ لوگ ناحق ان کے گھروں سے
نکال دیئے گئے ہیں، فقط اس جرم میں کہ انہوں
نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں،
اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کافروں پر
سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں
رکوع اور سجدہ میں دیکھے گا، اللہ کا فضل چاہتے
ہیں، اور اس کی رضا مندی، ان کی نشانی سجدہ
کے اثر سے ان کے چہرہ پر ہے، تورات اور
انجیل میں ان کی یہی صفت مذکور ہوئی ہے،
جیسے کہ جنتی جس نے سوئی نکالی، پھر قوی
بنایا، اور ہوئی ہو جائے، اور اپنی جڑ پر کھڑی
ہو جائے، کھیتی کرنے والوں کو خوش لگتی ہے،
تاکہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے سبب سے
کافروں کو غصہ میں لائے، اللہ کا ایمان لاتے
والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے بخشش

اور بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں پورا جہاد
اس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور تم پر دین میں
کوئی تنگی نہیں کی تمہارے باپ ابراہیم کا
دین ہے اس لئے تمہارا نام مسلمان رکھا ہوا
ہے اور اس قرآن میں تاکہ رسول تم پر گواہ
ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ لہذا نماز قائم
کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اللہ کا دین محکم پکڑو، وہی
تمہارا دوست ہے اور بہت اچھا دوست
اور اچھا مددگار ہے۔

تم بہتر امت ہو، جو لوگوں کے لئے لائے
گئے، بھلائی کا حکم کرتے ہو، اور برائی سے
رد کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

لیکن رسول اور جو لوگ آپ کے ساتھ
ایمان لائے، اور اپنے مالوں اور جانوں کے
ساتھ جہاد کیا۔

(۱۳) وجاہدا فی اللہ حق
جہادہ ہوا اجتباکم وما

جعل علیکم فی الدین من
حدید ملۃ ابراہیم
ہو ستمکم المسلمین من قبل
وفی هذا لیکون الرسول
شہیداً علیکم وتكونوا شہداء
علی الناس فاقیموا الصلوۃ واتوا
الزکوۃ واعتصموا باللہ هو مولکم

(۱۴) کنتم خیلة اخرجت للناس
تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر
تؤمنون باللہ ذال عمران آیت ۱۱۰

(۱۵) لکن الرسول والذین آمنوا
معہ جاہدوا باموالہم وانفسہم
(التوبة آیت ۸۸)

مذکورہ صدر آیات اور اس طرح کی دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین اور انصار
سب امتوں سے بہتر ہیں اور اللہ کے نزدیک مومن نہ کہ منافق جیسا کہ ملعون رافضیوں کا خیال
ہے، اپنی جان و مال کے ساتھ انہوں نے راء خدا میں جہاد فرمایا ایمان اور اعمال صالحہ ان کے
دلوں کے محبوب اور پسندیدہ ہیں، کفر و گناہ سے انہیں نفرت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود
مبارک کے ساتھ کلمہ تقویٰ لازم فرمادیا ہے۔

اسم تقویٰ کے سب سے زیادہ مستحق اور صاحب تقویٰ اور پرہیزگار ہیں، ایمان میں صادق
اور سچے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے جرم معاف فرما دیئے ہیں انہیں عبادت، توبہ صادق حمد باری تعالیٰ

نماز، اسر بالمعروف نہی عن النکر ایسی صفات حمیدہ کے صلہ میں حق تعالیٰ سے بہشت بری خرید کر لی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ بہشت فرمایا ہے، ردوائش ملعون انہیں از تدار سے متہم کرتے ہیں، یہ باطل اور محال ہے، اس لئے کہ پھر تو اللہ تعالیٰ کا عواقب امور سے بے خبر ہونا لازم آئے گا، دیکھئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

(۱) والذین اتبعوہم یا حسان
ما رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
واعدلہم جنت، الا یہ۔
(۱) التوبۃ آیت ۱۰۰

اور جو لوگ ان کے تابع ہوئے احسان
کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ
سے راضی، ان کے لئے باغات تیار
کر دیئے ہیں۔

(۲) والذین جاؤا من بعدہم
یقولون ما بنا اعقر لنا ولاخواننا
الذین سیقونا بالایمان ولا
تجعل فی قلوبنا غلا للذین
امنوا ما بنا انک ما وفیرحیم۔
والحشر آیت ۱۰

اور جو لوگ ان کے بعد آئے، کہتے ہیں
اے ہمارے رب ہمیں بخش، اور ہمارے ان
بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں آئے،
اور ہمارے دلوں میں ایمان داروں کی کدورت
نہ بنا، اے ہمارے رب تو ہی رافت والا
اور مہربان ہے۔

(۳) ویبتع غیر سبیل المؤمنین
تولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم
وساءت مصیرا۔
النساء آیت ۱۱۵

جو ایمان داروں کی راہ کے غیر کی اتباع
کے، ہم اسے وہی دیتے ہیں جسے وہ لے
رہا ہے، اور اس کو جہنم میں داخل کریں
گے، اور یہ بری جگہ ہے۔

ان آیات کی دلالت یہ ہے کہ جو لوگ نیکی میں صحابہ کرامؓ کی اتباع کرتے ہیں، ان
کے لئے دعا مغفرت مانگتے ہیں، ان کی طرف سے دل میں کینہ اور دشمنی نہیں رکھتے، خدا ان پر
راضی ہے، اور وہ خدا سے راضی۔ ایسے انسانوں کے لئے بہشت ہے، اور جو لوگ اس راہ
کی پیروی نہیں کرتے انہیں جہنم رسید کرے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت صحابہؓ کے راستہ پر گامزن ہیں ان کو

اچھائی سے یاد کرتے ہیں، ان کے لئے دعا سخرت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس روافضی صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے مطاعن گنتے ہیں، ان کے ذکر خیر سے غیظ و غضب سے بھر جاتے ہیں امیر المؤمنین علیؓ اور جعفر صادقؓ سے جھوٹی روایات اور انرا منسوب کر کے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے، سو اچار اشخاص کے، چنانچہ سلیم بن قیس نے کتاب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت کیا ہے کہ صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے، سو اچار کس کے۔ اور جعفر صادقؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں سو اچھ شخصوں کے۔ انہی عقائدہ ناسدہ کی بنا پر سب لعن صحابہ پھرتے ہیں۔ ان کے راہِ عمل کو ترک کر کے دوسری راہوں پہ گام زن ہو چکے ہیں، اس لئے آیات مذکورہ کی رو سے اہل حق اہل سنت ہوئے، اور رافضی بطلان پر۔ ارشاد باری تعالیٰ لیغیظہم الکفار بالافسیوں پر وارد ہے۔

اہل سنت کی حقانیت کی دوسری دلیل | حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وعد الله الذين امنوا متكم	اللہ تعالیٰ صالح مسلمانوں سے وعدہ
وعملوا الصلحت لیستخلفنهم	کرتا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا،
فی الاراض کما استخلف	اور ان کے دین کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے
الذین من قبلهم ولیمکن لهم دینهم	لئے قبول فرمایا، قوت دے گا، اور کافروں
الذی ارتضی لهم ولیبدلهم من	کا خوف ددر کر کے امن دے گا، تاکہ وہ اللہ
بعد خوفهم ما یعبدا ونخی کا	کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو
یشاکون بی شیئ التورایت ۵۵	شریک نہ جانیں۔

یہ آیت اہل سنت و جماعت کے موقف کی حقانیت کی دلیل ہے اور یہی نظریہ اللہ کا مقبول اور پسندیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کو صحابہ کرامؓ میں سے خلافت ارضی عطا فرمائی اور انہی قوت و شوکت بخشی کہ کافروں کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کیا۔ بلکہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے تخت الٹ دیئے، اللہ کا دین چہار سو عالم میں پھیلا دیا، اور اس نظام حق کے نہ ماننے والوں کو قتل کیا، قید کیا، اور جزیہ کی سزا دی، اہل سنت و جماعت راشدینؓ

کے صالح خلف ہیں، اس وقت تک ہفت اقالیم میں غالب و مقرب ہیں، اور کتاب خدا اور صحابہ کرامؓ کی سر یہ احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

اگر روافض کا نظریہ تسلیم کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو اس کے وعدہ میں غلط لازم آتا ہے، اس لئے کہ ان کے اعتقاد و فاسد کے اعتبار سے حضرت علیؓ اور ان کے اتباع نے کبھی بھی اظہار دین حق کی قوت نہیں پائی، ہمیشہ اپنے جان و مال اور اہل و عیال پر اہل باطل سے ڈرتے رہے، اور تحریف کردہ قرآن کی تمام عمر اپنی نمازوں میں تلاوت کرتے رہے، حتیٰ کہ اپنے ایم خلافت میں بھی اپنے دین کے اظہار اور اپنے قرآن کی تلاوت پر قدرت نہ رکھتے تھے، جیسا کہ مرتضیٰ نے جو اکابر علمائے شیعہ سے ہے، اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء والائمہ میں اس حقیقت کی تصریح کی ہے۔

ان کے دوسرے ائمہ تو خلافت کی قوت تک پہنچے ہی نہیں، دین حق چھپ چھپ کر اپنے دوستوں کو بتاتے رہے، اور عام لوگوں کے سامنے ایسی چیزوں کا اظہار کرتے رہے جو روافض کے ناسد اعتقاد کی رو سے کفر ہیں،

ایک شبہ اور جواب | اگر روافض بلا دلیل یہ ادعا کریں کہ اس وعدہ ربانی کے پورا ہونے کا وقت ظہور مہدی کا وقت ہے، تو اس کا جواب یہ ہے۔

کہ وعدہ اللہ الذین منکم میں منکم کا خطاب ان لوگوں سے ہے جو قرآن کے پہلے مخاطب ہیں، نیز اس میں اللہ کا کسی قوم کے ساتھ کیا، احسان و منت ہے کہ بارہ سو سال گزرنے کے بعد سات سال یا بیس سال یا چالیس کے لئے دین حق قوت حاصل کر لے۔ اب تو چودہ سو سال تک بھی روافض کے نقطہ نظر سے اس وعدہ کے ایفا کا وقت نہیں آیا ہے، مترجم، یہ معمولی مدت طویل صدیوں کے مقابلہ میں عدم محض کا حکم رکھتی ہے۔

اہلسنت کے مذہب کی تائید میں تیسری دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

۱۔ لیظاہرہ علی الدین کلہ و لو کرة

المشکون (الصفت آیت ۹)

۲۔ وکان حقاً علینا نصراً

مشرک اس کو پسند نہ کریں۔

اور ایمان داروں کی مدد کرنا ہمارا

حق ہے۔

ہم اپنے رسولوں اور ایمان داروں کی دنیا کی زندگی میں، اور جس دن گواہ قائم ہوں گے، مدد کریں گے۔

ہم نے زبور میں لکھا ہے کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔

جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا،

اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔

خبردار اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب

ہے۔

المؤمنین (مرام آیت ۴۷)

(۳) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَيُؤْمَرُ بِقَوْمِ

الْاَشْهَادِ۔ (المومن آیت ۵۱)

(۴) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ

اِنَّ الْاَرْضَ لَنَا عِبَادِي الصَّالِحُونَ

(۵) وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ

رَالْحَجُّرِ آیت ۴۰

(۶) اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رَالْمُجَادِلَةِ آیت ۲۲

اس مفہوم کی آیات قرآن پاک میں بہت ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر اوقات اور اکثر علاقوں میں مدعی اسلام فرقوں پر غلبہ اہل سنت و جماعت کو حاصل رہا ہے، اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا، کوئی اور مذہب حق ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں خلف لازم آتا، خصوصاً مذہب روافض اس لئے کہ ان کے اعتقاد کی رو سے صاحب زمان ابھی تک دشمنوں کے خوف سے روپوش ہے، اور اپنے ظہور کی تہررت نہیں پاتا، اظہار دین کی قدرت اسے کب حاصل ہو سکتی ہے،

حقانیت مذہب اہل سنت کی چوتھی دلیل | ہم وہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم استدلال میں پیش کرتے ہیں، جن کا امامیہ نے بھی اعتراف کیا ہے، حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری

امت تہتر فرقتے ہو جائیں گی، کل جہنم میں چھ ایک

فرقہ ناجی ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ

وہ کون ہے، آپ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے

اور میرے صحابہ کے نظریہ پر ہوں گے۔

قَالَ يَا سَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ

فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً

قَالُوا وَهَمَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُمُ

الَّذِينَ هُمَّ عَلَيَّ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَاصْحَابِي

سوادۃ الترمذی۔
پکڑا گمراہ نہ ہوو گے اللہ کی کتاب اور
میری عزت (ترمذی)۔

اس کے جواب میں اہل سنت کہتے ہیں، امانا علیہ و اسحابی والی حدیث اور اہل بیت کی
فقیہیت کی حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، دونوں کا مال ایک ہی ہے، اس لئے کہ اہلبیت
بھی اصحاب میں داخل ہیں فاطمہؓ اور ان کے فرزند رقیہ، ام کلثوم، زینبؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی اولاد مطہرہ عائشہ زینب حفصہ اور دیگر تمام ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس، علی،
جعفر، عقیل، اور عباس کی اولاد سب اہل بیت ہیں، اور صحابہ میں بھی داخل ہیں۔

ان سب کی راہ پر چلنے والے اہل سنت ہیں نہ کہ رد و افض اس لئے کہ یہ تو فاطمہؓ کے
سوا تمام دختران کے منکر ہیں، اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و لعن کرتے ہیں۔
روافض اہل بیت کو علیؓ اور فاطمہؓ میں بندہ کرتے ہیں، یہ بات عرفاً لغتہ اور شرعاً
باطل محض ہے، یہ بات بھی باطل ہے کہ علیؓ اور فاطمہؓ کا دین صحابہ کے دین سے مختلف تھا۔
یہ بھی کہتے ہیں کہ علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کی اولاد ظاہراً تو جماعت صحابہ کے موافق رہتے
تھے مگر باطن میں ہمیں دوسری چیزیں کہہ گئے ہیں، یہ روایت و روایت دونوں کے خلاف ہے۔
رفی نیچ البلاغہ ص ۲۹۸ جلد ۱ میں لکھتا ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک طویل خطبہ میں فرمایا:-

الذموا السواد الاعظم فان
یواللہ علی الجماعۃ وایکھد
المفاقتۃ فان الشاذ من الناس
للسیطان کما ان الشاذۃ من
الغنم للذئب۔
سواد اعظم کے ساتھ رہو، اللہ کا ہاتھ
جماعت پر ہے، افراق سے خود کو بچاؤ
علحدہ رہنے والے انسان شیطان کے
حوالہ ہیں جس طرح علیحدہ ہونے والی
بکری بھیڑیا کا حصہ ہوتی ہے۔

ترمذی باب مناقب ابن بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۳۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے، مگر امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ضعیفہ احمد بن حنبل و ضعیفہ غیرہ منہاج
السنة جلد ۴ ص ۱۰۵ یعنی امام احمد بن حنبل اور دوسرے علماء نے اسے ضعیف کہا ہے، امام ترمذی کا حین کہنا غیر معتبر
ہے اگر دیگر ماہرین فن نے ان کی تائید نہیں کی، جب کہ امام ترمذی اس بارہ میں متقابل ہیں۔ زبیر بن ارقم کی حدیث کے
صحیح الفاظ وہ ہیں جو صحیح مسلم میں ص ۲۴۹ ج ۲ میں ہیں، پہلے کتاب اللہ کی فقیہیت بیان ہوئی ہے، اس کو مضبوط پکڑنے
کا حکم ہے، اور پھر ارشاد ہے راہل بیتی اذکر اللہ فی اہل بیتی میں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں ۱۲۔

شیعوں کا اجماع ہے کہ نبج البلاغہ میں جو کچھ ہے، صحیح ہے، اور تواتر سے ثابت، نیز نبج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے معاویہؓ بن ابی سفیان کو لکھا۔

الا ان الناس جماعة رحدوا الله
عليها و غضب الله على من
خالقها فتفسك نفسك
قبل حلول كذا۔

یہ لوگ ایک ایسی جماعت ہیں جن
پر اللہ کا رحم ہے، اور ان کے مخالف
پر اللہ کا غضب ہے، عذاب اترنے
سے پہلے تم اپنے آپ کو بچاؤ۔

نیز نبج البلاغہ اور اس کی شرح میں ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ نے معاویہؓ کو لکھا۔
ما كنت الا رجلا من
المهاجرين اوردت كما
اوردوا واصدسات كما
اصدسا وما كان
الله ليجمعهم على
الضلال۔

میں بھی مہاجرین سے ایک مرد
ہوں، جہاں وہ وارد ہوئے، میں
بھی وارد ہوا، جس جگہ سے انہوں
نے رجوع کیا، میں نے بھی رجوع
کیا، اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی پر جمع
نہیں فرمائے گا۔

ما انا علي واصحابي کی حدیث عمرؓ بھی تائید کرتی ہے۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم
سواءه البيهقي ودوي ابن عدي
في الكامل بايهم اخذتم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں
تم نے جس کی اقتدا کر لی، ہدایت
یافتہ ہو جاؤ گے۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن مشہور ہے، اسے کئی سندوں سے
روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے، اس حدیث
کو اکثر علماء امامیہ بھی روایت کرتے ہیں، مفید تلمیذ محمد بن بابویہ قمی نے جو کبار علماء و افاض
سے ہے، اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ اصحابی کا نجوم با۔ یہ حدیث صحیح ہے اور پر ایک کتاب تصنیف کی

ہے جس میں اس حدیث کی لغو اور بے ہودہ تاویلیں کی ہیں، مقصد یہ ہے کہ حدیث باتفاق فریقین صحیح ہے، اس حدیث کے مفہوم کی یہ حدیث بھی تائید کرتی ہے،

جو کہ بیہقی (مدخل میں، ابن عباس سے) دارقطنی (فضائل صحابہ میں) ابن عبد البر

(جابر سے) عبد بن حمید (مسند میں) دارمی۔ ابن ماجة۔ عبدی (جمع بن یحییٰ میں) ابن عساکر اور حاکم نے (عمر بن الخطاب سے) روایت کی ہے، اور امام حاکم نے جسے صحیح کہا ہے،

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَرَأَيْتُمْ رَبَّ تَعَالَى مِنْ

بَعْدَ مِائَةِ سَائِلٍ مِنْ

كُلِّ رَجُلٍ سَأَلَ اللَّهَ

بِأَمْرٍ مِنْ رَجُلٍ مِنْ

أَصْحَابِي فَقَالَ

لَهُمْ أَجْرٌ مِنْ

أَجْرِ رَجُلٍ مِنْ

أَصْحَابِي فَقَالَ

لَهُمْ أَجْرٌ مِنْ

أَجْرِ رَجُلٍ مِنْ

أَصْحَابِي فَقَالَ

لَهُمْ أَجْرٌ مِنْ

أَجْرِ رَجُلٍ مِنْ

أَصْحَابِي فَقَالَ

لَهُمْ أَجْرٌ مِنْ

أَجْرِ رَجُلٍ مِنْ

أَصْحَابِي فَقَالَ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ ابْنَ

عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَصْحَابِي مَنْ

يَعْنِي قَادِحِي اللَّهِ يَا مُحَمَّدُ

أَنْ أَصْحَابِي عِنْدِي كَالنَّجْمِ

بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ وَ

فِي سَادَةِ آيَةِ إِضْوَاءٍ مِنْ

بَعْضٍ - وَلِكُلِّ نَوْءٍ فَمِنْ

أَخَذَ لِبَشْيٍ فَمَا هُمْ عَلَيْهِ

مِنْ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِي

هَدَى -

نیز امام بیہقی مدخل میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اختلاف اصحابی رحمة - میرے اصحاب کا اختلاف رحمت ہے۔

اس حدیث پر اسحق موصی اور عمر بن الحسن الحافظ نے اعتراض کیا ہے کہ اگر اختلاف رحمت

اس حدیث مؤلف مشکوٰۃ المصابیح نے الفصل الثالث میں بحوالہ رزین درج فرمائی ہے، دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابة الفصل الثالث -

مسند الفردوس میں ہے، من طریق جویر عن الصفا عن ابن عباس عن فروما اختلاف اصحابی کم رحمة (موقوفات کبیر علی القادی ص ۱۷ طبع عتباتی)

ہو جائے تو اتفاق یقیناً عذاب ہوگا، خواہ یہ نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ یہ اعتراض معترض کے سوء فہم کی بنا پر پیدا ہوا ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام کا اختلاف بھی جب رحمت ہے، ان کا اتفاق تو بطریق ادنیٰ رحمت ہوگا، چونکہ اختلاف میں خطاء کا مظنہ موجود تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع توہم کے طور پر اختلاف کا حال واضح فرمادیا، اور اتفاق کا حال ایک دوسرے موقع پر آپ نے بیان کیا۔ ارشاد ہے۔

لَا يَجْتَمِعُ اللَّهُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ۔
اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا،

فیقر اس اعتراض کے جواب میں کہتا ہے اختلاف اصحابی رحمت کا معنی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اختلاف میں امت کے لئے وسعت اور رفعت ہے جس صحابی کی اقتدا ہو جائیگی درست ہوگا، جیسا کہ اصحابی کا لہجہ اس پر دلالت کرتی ہے، رحمت وسعت سے کنایہ ہے جو کہ اجماع و اتفاق میں میسر نہیں، کیونکہ بعد والوں کو پھر لازم ہو جاتا ہے کہ پہلوں کے اتفاق کو ہی اپنائیں، ورنہ عذاب شدید کے مستحق ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نُولُوا مَا تَوَلَّى وَتَصِلُوا جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔
ہم اس کو متوجہ کریں گے، جدھر متوجہ ہوا اور داخل کریں گے، جہنم میں اور یہ بری جگہ ہے، (النساء ۱۱۵)

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کی اتباع کرنی چاہیے، اگر سب کسی بات پر متفق ہیں، اس سے انحراف نہیں کرنا چاہیے، اگر کسی معاملہ میں اختلاف رکھتے ہیں، تو ان میں سے کسی ایک قول پر عمل کر لینا چاہیے

جب امامیۃ احادیث۔

لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ۔ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

۱۵ جامع ترمذی ص ۴۹ جلد ۱ : باب فی لزوم الجماعۃ کتاب الفتن من حدیث ابن عمر اور مستدرک حاکم میں بروایت ابن عباس ۱۲

جہنمی گردانتے ہیں۔

ان میں ایک تلیل گمروہ کا یہ خیال ہے کہ مذکورہ جماعت اہل بیت عقیدہ گمراہ ہے، مگر مدت طویل و درخ میں رہنے کے بعد بہشت میں جائیں گے، اولاد فاطمہ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ حال ہے، دیگر اہل بیت ازواج، اولاد اور عصبات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا جو کچھ سلوک ہے، وہ ظاہر و باہر ہے، تو ان کا دعویٰ محبت عبرتہ بالکل باطل اور جھوٹ ہے۔

باقی رہا اہل بیت کی اتباع کا دعویٰ کہ یہ ان کی اتباع اور فرماں برداری کرتے ہیں۔ اور انہوں نے دین ائمہ اہل بیت سے اخذ کیا ہے، جھوٹ کا پلندہ ہے، ہم اسے دلائل سے ثابت کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اہل سنت کا دعویٰ محبت | **اہل سنت کا دعویٰ محبت و اتباع صحابہ اور دعویٰ محبت و اتباع صحابہ و اہل بیت** | اتباع اہل بیت نہایت واضح ہے، اس میں کوئی نزاع نہیں۔ امامیہ بھی اس بات کے معترف ہیں کہ مجتہدین اہل سنت نے ائمہ اہل بیت سے اخذ علوم کیا، امام ابو حنیفہؒ جعفر صادقؒ کے شاگرد ہیں، امام مالکؒ بھی جعفر صادقؒ سے اخذ علم کرتے ہیں، اسی طرح امام مالکؒ ربیعہؒ سے وہ عکرمہؒ سے وہ ابن عباسؒ سے وہ علی بن ابی طالبؒ سے، امام شافعیؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، جن کا سلسلہ روایت اہل بیت تک پہنچتا ہے، محمد بن الحسن، ابو حنیفہؒ کے تلمیذ ہیں، اور امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے، غرضیکہ ان ائمہ کرام کے اساتذہ اہل بیت بھی ہیں، (کذا ذکر ابن المطہر الحلی فی التہذیب والمنہج)

نیز ابو حنیفہؒ امام باقرؒ سے روایت حدیث کرتے ہیں، وہ زید بن علیؒ سے، باقرؒ اور صادقؒ دونوں نے ابو حنیفہؒ کو اجازت اجتہاد مرحمت فرمائی۔ ابو اویس سے مروی ہے، وہ کہتا ہے میں نے ربیع بن یوسف سے سنا، کہتا تھا کہ امام ابو حنیفہؒ خلیفہ ابو جعفر منصورؒ کے دربار میں داخل ہوئے، تو منصورؒ نے پوچھا کہ نعمان آپ نے علم کس سے سیکھا؟ امام ابو حنیفہؒ نے کہا اصحاب علیؒ اور اصحاب ابن عباسؒ سے منصورؒ نے کہا تم نے اپنا کام پختہ کر لیا ہے، مروی ہے کہ ابو حنیفہؒ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں کے ایک انبؤہ کے سوالات کا جواب دے

رہے تھے جعفر صادقؑ آئے، اور سر پر کھڑے ہو گئے، جب ابو حنیفہ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی اٹھے اور کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اگر میں پہلے مطلع ہو جاتا، بیٹھا نہ رہتا، صادق نے فرمایا اے ابو حنیفہ بیٹھ جاؤ، لوگوں کے مسائل کا جواب دو، میں نے اپنے بزرگوں کو اسی کام پر پایا ہے، ابو الحسین بن علی اپنی استاد سے ابو یختری سے روایت کرتا ہے، کہ جعفر صادق نے جب ابو حنیفہؒ کو دیکھا تو فرمایا میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے حدیث کی سنت زندہ کر رہے ہو تم پر بیوقوف و مضطر کے لئے جلتے قرار ہو، اور غمزدہ کے فریادیں، حیران و پریشان آپ سے راہ نمائی حاصل کریں گے، خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے، اور توفیق عطا فرمائے، اور وہی تمہارا پاسبان ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے اگرچہ ائمہ اہل بیت سے اخذ علوم کیا، مگر درحقیقت ان کے مخالف تھے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اگر ابو حنیفہ جعفر صادق کے مخالف ہوتے، تو جعفر صادق ان کی اس قدر مدح نہ فرماتے، اور ابو یوسف و محمد بن الحسن موسیٰ کاظم کی ملاقات کو نہ جاتے جب ہارون رشید نے کاظم کو قید کر دیا تھا، تو یہ دونوں بزرگ ان کی ملاقات کو گئے جیسا کہ امامیہ کا صاحب فصول اس کا اقرار ہی ہے،

پانچویں دلیل | ائمہ اہل بیت سے مروی آثار بھی جو کہ کتب شیعہ میں مروی ہیں، مذہب اہل سنت کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں، اور افضیوں کے مذہب کے بطلان پر۔

۱۱) ماوی عن امیر المؤمنین
انہما کتب معاویۃ فی
جواب کتاب لہ بعد ذکر
ابی بکر و عمر و لعمری ان
مکانہما فی اکا سلام عظیم
وان المصائب بکما لخرج
فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ و جزاہما
باحسن ما عملتا (شرح نہج البلاغۃ)

حضرت علیؑ نے معاویہؓ کے ایک خط
کے جواب میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے تذکرہ کے
بعد کہا، ان دونوں کا مقام اسلام میں بہت
بڑا ہے، ان کی تکالیف نے اسلام میں
شدید جرح پیدا کر دیا ہے، خدا ان پر رحم
فرمائے، اور ان کے عمدہ کاموں
کی جزا دے۔

(۲) قال امير المؤمنين الزموا السواد الاعظم فان يد الله على الجماعة۔

(۳) روى عن امير المؤمنين انه كتب الى معاوية انما الشورى للمهاجرين والانصار فاجتمعوا على رجل وسموه اماما كان لله رضى فان خرج منهم خارج بطعن او بدعة ردوه الى ما خرج منه فان ابى فقاتلوه على اتباع غير سبيل المؤمنين وولاة الله ما تولى واصلاة جهنم وساتت مصيرا۔
(نجم البلاغة)

(۴) ان امير المؤمنين كتب الى معاوية الان للناس جماعة دهم الله عليها وغضب على من خالفها الحديث وقد ورد (۵) كتب ايضا الى معاوية ما كنت الارجلا من المهاجرين اوردت کہا اور دوا و اصد رت کہا

سواد اعظم کو لازم پکڑو اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے،

حضرت علیؑ نے معاویہؓ کو لکھا مشورہ
مہاجرین اور انصار کا ہے، اگر یہ گروہ کسی
مرد پر جمع ہو جائیں، اور اس کا نام امام
رکھیں، اس میں اللہ کی رضا ہے، اگر
کوئی شخص طعن کر کے یا بدعت کے
طور پر ان سے نکل جائے، اسے
واپس لاؤ، اگر انکار کروں، اس
سے لڑو، کیونکہ وہ مؤمنین کی راہ
توک کر چکا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے
ادھر ہی متوجہ فرمائے گا، جہد ہر جا رہا
ہے، اور جہنم میں داخل کرے گا، اور
یہ بری جگہ ہے۔

حضرت علیؑ نے لکھا یہ لوگ ایک
جماعت ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہے،
اور جو ان کی مخالفت کرے گا، اس پر
اللہ کا غضب ہے،

نیز حضرت علیؑ نے معاویہؓ کو لکھا
میں بھی مہاجرین میں سے ہوں، جہاں
وہ وارد ہوئے، میں بھی ہوا اور جہاں سے

وہ رجوع ہوئے ہیں بھی واپس ہوا
اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی پر جمع نہیں
فرماتا ہے، (شرح نہج البلاغۃ)

«الصحیفة الكاملة» میں علی بن حسین
سے مروی ہے کہ وہ رسولوں کے متبعین
کے حق میں اور بالخصوص اصحاب محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا کے بعد
فرماتے، اے اللہ ان کے نیکی میں
اتباع کرنے والوں پر رحمت فرمایا
جو کہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں
بخش اور ہم سے پہلے ایمان والوں کو
بھی بخش جو کہ تیرا افضل ترین گروہ ہے
اور جو کہ صحابہ کرام کی سمت کا قصد کر
چکے ہیں، اور ان کے طریق کار کے متلاشی
ہیں، ان کے نقش قدم پر چلے ان کی
روشنی سے ہدایت حاصل کی، ان کے
ساتھ ہیں، ان کے دین کی پابندی
قبول کی۔ (صحیفة الكاملة)

اثنا عشری مؤلف «الفضول» روایت
کرتا ہے، ابو جعفر محمد بن علی الباقر نے
ایک قوم کے بارہ میں فرمایا جو کہ ابو بکر
و عمر و عثمان کی تنقیص کر رہے تھے،
تم ان لوگوں میں نہیں جن کے حق میں

اصدا وادما کان اللہ لیجمعہم
علی الضلال کذا فی شرا و
نہیہ البلا و قد اورد الرضی بعضہ۔

(۶) ماروی عن علی بن حسین فی
الصحیفة الكاملة انہ کان یقول
فی دعاءہ لا یتباع الرسل بعد عارہ
لا صحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خاصۃ۔ اللہم صل علی التابعین
لہم بالاحسان الذین یقولون ربنا
اغفر لنا وللاخواننا الذین سبقونا
بالایمان خیر حزبک الذین قصدوا
سمتہم و تحموا وجہہم و مضوا فی
اثارہم و الا یتما بہدا یتہ
منارہم مکانفین مواردین
معہم ید ینون ید ینہم
علی شا کلہم۔

«الصحیفة الكاملة»

(۷) ماروی صاحب الفضول من
الامامیۃ الاثنی عشریۃ
عن ابی جعفر محمد بن علی
الباقر انہ قال لجماعۃ خاصہوا
فی ابی بکر و عمر و عثمان انا اشہد

انکم لستم من الذین قال اللہ فیہم الذین
جاءوا من بعدہم یقولون ربنا
اعف لنا ولاخواننا الذین سبقونا
بِالایمان الایۃ۔

(۸) فی التفسیر المنسوب الی الامام
ابی محمد الحسن العسکریؑ رواہ
الامامیۃ ان اللہ تعالیٰ قال لموسیٰ
یا موسیٰ اما علمت ان فضل
اصحاب محمد علی جمیع صحابۃ
المرسلین کفضل آل محمد
علی آل جمیع المرسلین۔

(۹) ما فی التفسیر المذکور ایضا
ان آدم قال بحق محمد و آلہ
الطیبین وخیار اصحابہ المنتخبین
ان تغفر لی قال اللہ تعالیٰ قد
قبلت توبتک ثم اوحی اللہ
کلاماً فی فضل سید المرسلین
والہ الطیبین واصحابہ المنتخبین
واخبرکہ ان اللہ تعالیٰ یغیض
علی کل واحد من محبی محمد
و آل محمد واصحاب محمد
ما لو قسمت علی کل عد دخلق
اللہ من طول الدھر کل واحد

اللہ فرماتا ہے، اور جو لوگ صحابہ کے بعد
آئیں گے، کہیں گے، اے رب ہمارے
بخشنے، اور ہم سے پہلے ایمان والوں کو
معاف فرما۔ (الفضل)

امام ابو محمد حسن عسکری کی طرف
منسوب تفسیر میں ہے، اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ
کیا آپ نہیں جانتے، اصحاب محمد کی
فضیلت جمیع صحابہ رسل پر ایسے
ہے جس طرح آل محمد کی فضیلت جمیع
آل مرسلین پر۔ (تفسیر حسن عسکری)

نیز مذکورہ تفسیر میں ہے، آدم علیہ السلام
نے کہا، اے اللہ مجھے بحق آل محمد و صحابہ
محمدؐ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
میں نے تیری توبہ قبول کر لی، پھر اللہ
تعالیٰ نے آل محمد و اصحاب محمد کی فضیلت
وحی کی کہ میں نے آل محمد و اصحاب محمد
پر اتنا فیضان کیا ہے کہ اگر کل مخلوق
کافر ہو جائے، اور وہ فیضان ان پر ڈال
دیا جائے، تو انہیں کافی ہو جائے، اور
ان کی عاقبت محمودہ قرار پائے، اور
اگر کوئی کافر یا جمیع کفار آل محمد یا اصحاب
محمدؐ میں سے کسی کے ساتھ محبت کرے،

من محمّد الى آخره كانوا كفارا الكفاهم
ولا ذمهم الى عاقبة عجوّة ولو احبّ اجل من
الكفار وجميعهم جلا من آل محمد و
اصحابه الخيرة لكفاة الله عز وجل عن
ذلك بان يختم له بالتوبة والايمان ثم
يدخل الجنة ولو ان رجلا من يبعث
آل محمد واصحابه الخيرين او احدا
منهم لعذابه الله عذابا لو قسم على مثل

تو اللہ تعالیٰ اس کی کفایت فرمائے گا،
کہ اس کا خاتمہ توبہ و ایمان پر ہو، اور
پھر اسے جنت میں داخل فرمائے۔
گا، اور اگر کوئی مرد آل محمد و اصحاب محمد
کے ساتھ بغض کرے تو اس کی اتنی
سزا ہے، اگر کل خلق خدا پر تقسیم ہو جائے
تو سب برباد ہو جائیں۔
(تفسیر حن عسکری)

امامیہ میں صاحب در کتاب السواد
والبیاض، روایت کرتا ہے، امام ابو عبد اللہ
جعفر بن محمد صادق نے رضی اللہ عنہم
ورضوا عنہ کی تفسیر میں فرمایا، اللہ تعالیٰ
صحابہ کرام سے راضی ہوا کہ ان کے لئے
عنایت اور توفیق حاصل ہے، اور
وہ اللہ تعالیٰ کے احسان جو کہ متابعت
رسول اور قبول دین کی صورت میں
ان کو حاصل ہے پر راضی ہیں،
در کتاب السواد والبیاض)

اثنا عشری امامی عالم علی بن عیسیٰ
ارویلی روایت کرتا ہے، امام صادقؑ
اپنے والد سے وہ علی بن ابی طالب سے روایت
کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین

(۱۰) رواه صاحب کتاب السواد
البیاض من الامامية عن الامام
ابی عبد الله جعفر بن محمد
الصادق انه قال في تفسير
قوله تعالى رضى الله عنهم
ورضوا عنه رضى الله عنهم
بما سبق لهم من العنايته و
التوفيق ورضوا عنه بها من
عليهم بما سبقتهم من سوله و
قبولهم ما جاء به

(۱۱) ما رواه علی بن عیسیٰ الارویلی
من علماء الشيعة الامامية الاثنا
عشرية عن الصادق عن ابیه
عن جده عن علی بن ابی طالب
انه قال قد سمی ابا بکر رسول الله

والمهاجرون والانصار صدقوا من
لهم بصدقته فلا صدق الله قوله
في الدنيا والاخرة وقد الزم
الاردبيلي في كتاب كشف
الغمة في معرفة الائمة اياد من
اتفق من الاخبار والاشارة

(۱۲) مادی عن علی بن الحسین
بن علی فی الصیفة الکاملة
انه دعاهم وصلى عليهم و
مدحهم بانهم احسنوا
صحبتهم وانهم فارقوا
الانرا واج والاولاد في
اظهار كلمته -

(۱۳) مادی عن امیر المؤمنین
انه مدح المهاجرين والانصار
بان احب اللقاء اليهم لقاء
سراهم فانهم كانوا على ثقة بالوعد
الالهي الصادق وكمال
يقين بما هم عليه -

(۱۴) ماذکره الرضی فی نهج
البلاغه قول امیر المؤمنین

له صفة لا جلت -

اور انصار نے ابو بکر کا نام صدیق رکھا جو
اس کی تصدیق نہ کرے، اللہ تعالیٰ دنیا
واخرت میں اس کی بات کی تصدیق
نہ کرے، اردبیلی نے کشف الغمہ فی
معرفة الائمة میں متفقہ اخبار و آثار کے
ایراد کا التزام کیا ہے،

«الصیفة الکاملة» میں علی بن حسین
بن علی سے مروی ہے کہ انہوں نے
صحابہ کرام کے لئے دعا کی طلب رحمت
فرمائی، اور ان کی مدح کی کہ انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی
اچھی کی، اور آپ کے دین پھیلانے
کے لئے ازواج اور اولاد سے جدا
ہونے، (الصیفة الکاملة)

علی بن علی سے مروی ہے، انہوں نے
مہاجرین اور انصار کی مدح کی کہ
انہیں رب تعالیٰ کی ملاقات سب
سے محبوب و مرغوب تھی، اس لئے
کہ انہیں وعد الہی پر پورا وثوق تھا،
اور مکمل یقین تھا۔

نہج البلاغہ میں شریف رضی لکھتا
ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں صحابہ

لَقَدْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
فَمَارَى أَحَدًا يَشْبَهُهُمْ لَقَدْ كَانُوا
يَصْبَحُونَ شَعَثًا غَيْرًا قَدْ بَاتُوا
سَجْدًا وَقِيَامًا يَرَاوَحُونَ بَيْنَ
حَيَاتِهِمْ وَخَدَاوَدِهِمْ وَيَقْفُونَ
عَلَى مِثْلِ الْجَبْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ
كَانَ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ سِرَ كَبِ
الْمَعْنَى مِنْ طَوْلِ سَجْدِهِمْ
إِذَا ذَكَرَ اللَّهُ مِلَّتْ أَعْيُنُهُمْ
حَتَّى تَقْبَلَ جَنُوبُهُمْ وَمَا دَوَا
كَمَا عَهْدَ الشَّجَرِ يَوْمَ الدِّمِ
الْعَاصِفُ خَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ رَجَاءً

(۱۵) مَارَوَى عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
أَنَّهُ كَتَبَ كِتَابًا إِلَى أَهْلِ مِصْرَ
وَذَكَرَ فِيهِ أَنَّهُ نَحَضَ فِي الْإِحْدَاثِ
الَّتِي وَقَعَتْ مِنَ الْعَرَبِ فِي
خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ مِنْ رَجُوعِهِمْ عَنْ
الْإِسْلَامِ وَطَعَمِهِمْ فِي مُحَمَّدٍ
إِلَى غَايَةِ ذَهْوِ الْبَاطِلِ سَتْفِزِ
الدِّينِ بِانْتِشَارِ ذِكْرِ الرِّضَى فِي نَجْرَانِ
(۱۶) أَنَّهُ لَمَّا فَاتَ أَبُو بَكْرٍ قَامَ عَلَى عَلِيٍّ
بَابَ الْبَيْتِ وَهُوَ مَسْبُوحٌ فَيَقُولُ

سَلَامٌ مِنْهُ ۱۵۸ غِلْدِي ۲۰

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کسی کو نہیں
پاتا، یہ لوگ غبارِ آلود پر گندہ رستے ہیں،
رات قیام و سجود میں کٹتی ہے، کبھی
زمین پر ماتھا رکھتے تو کبھی گال۔ آخرت
کے خوف سے ایسے ہو جاتے گویا وہ
انگڑے پر کھڑے ہیں، ان کی آنکھوں
کے مابین طولِ سجود سے گئے پڑے
تھے، اللہ کے ذکر پر ان کی آنکھیں برس
پڑتی ہیں، اور پہلو تر ہو جاتے تھے۔
عقاب کے خوف اور ثواب کی امید
سے ایسے ہلتے ہیں، جس طرح سخت
آندھی میں درخت۔

علیؑ سے مروی ہے، انہوں نے
اہل مصر کو لکھا کہ جب ابو بکرؓ کے
دورِ خلافت میں عرب کے بعض
قبائل اسلام سے ہٹے اور دین محمد
کے محو کی طمع کی، تو میں ان کے مقابلہ
کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

جب ابو بکرؓ فوت ہوئے علیؑ
گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور

كنت والله يغسوباً للمؤمنين
وكنت كالجبل لا يحركه
العواصف ولا تزيله -
رُفِعَ البَلاَغَةُ

وروى الحافظ أبو سعيد بن
السمان وغيره عن محمد بن
عقيل بن أبي طالب أنه لما قبض
أبو بكر الصديق وسجى عليه ارتجت
المدينة بالبكاء كيوم قبض
رسول الله صلى الله عليه وسلم
فجاء علي يا كيا مسترجعاً وهو
يقول اليوم انقطعت خلافة
النبوة فوقف على باب البيت
الذي فيه أبو بكر سجي فقال
رحمك الله ابا بكر كنت السيف
ما رسول الله صلى الله عليه وسلم
وانيسه وذكر الحديث بطوله
في فضائل أبي بكر ومناقبه -

فرمایا اللہ کی قسم تم مؤمنین کے لئے
شہد کی مکھڑوں کے یعسوب کی طرح
تھے، اور ایک پہاڑ تھے، جسے سخت
آندھیاں اور جھکڑ نہ ہلا سکیں۔

حافظ ابوسعید بن سمان وغیرہ
محمد بن عقیل بن ابی طالب سے روایت
کرتے ہیں، جب ابو بکر صدیق رضی
فوت ہوئے، اور کفنائے گئے، مدینہ
رونے کی آواز سے کانپ گیا، جس
طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے وفات کے دن، علیؑ روتے ہوئے
اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے
آئے، اور کہا اُج خلافت نبوت ختم
ہو گئی، گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو
کر فرمایا اے ابو بکر خدا تجھ پر رحم فرمائے
تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھی اور انیس تھے۔ اور ابو بکر رضی
کے فضائل و مناقب میں طویل
حدیث بیان کی۔

علی بن علیؑ اردبیلی نے کشف
الغمر فی معرفۃ الائمہ میں احادیث ورج
فرمائی ہیں، جن پر اہل سنت و جماعت
اور شیعہ کا اتفاق ہے، امام ابو جعفر

(۱۷) ما نقل علی بن عیسیٰ
الاردبیلی فی کشف الخمرۃ فی
معرفة الائمة من الاخبار
التي اتفق عليها اهل السنة

والجماعة والشيعة انه سئل الامام ابو
جعفر محمد بن علي الباقر عن حلية
السيف هل يجوز قال نعم يجوز قد
حلى ابو بكر الصديق سيفه بالفضة
قال الراوي اتقول هكذا فوثب
الامام عن مكانه فقال نعم الصديق
نعم الصديق، فمن لم يقل له
الصديق فلا صدق الله تعالى
في الدنيا والاخرة۔

(۱۸) در کتب روافض مروی است
از ابی جعفر محمد الباقر کہ
گفت امیر المؤمنین واللہ ما احد
من الناس احب الی ان اتقی اللہ
بصحیفته من هذا المسیح یعنی ابابکر۔
(۱۹) للہ بلاد فلان فقد
قوم الادر ودادی الحمد خلفت
الفتنة واقام السنة ذهب
نقى الثوب قليل الحيب اصاب
خيرها وسبق شرها ادى الى
الله طاعة واتقاء بحقيقة
رجل وترکھنہ فی طرق متشعبہ
لا یھتدی فیہا الضال ولا

محمد بن علی باقر سے پوچھا گیا، تلوار پر
زیور جائز ہے، فرمایا ہاں۔ ابوبکر صدیق
نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا
تھا، راوی نے کہا تم ایسے کہتے ہو
امام اپنی جگہ سے کودے، اور فرمایا
ہاں وہ صدیق ہے، صدیق ہے۔

صدیق جو اسے صدیق نہ کہے خدا تعالیٰ
دنیا و آخرت میں اسکی تصدیق نہ فرمائے،
(کشف الغمۃ)

کتب روافض میں ابو جعفر محمد
باقر رضی سے مروی ہے کہ علی رضی نے فرمایا
اس مسیحی یعنی ابوبکر سے زیادہ کوئی
دیگر شخص مجھے محبوب و پیارا نہ ہے،

خدا فلاں کا بھلا کرے، اس نے ٹیڑھ
کو سیدھا کیا، بیماری کا علاج کیا، فتنہ
سے پہلے چلا گیا، سنت کو نافذ کیا،
صاف و شفاف چلا گیا، عیب نہیں تھے،
خیر کو پہنچا، شر سے پہلے چلا گیا، اللہ
کی اطاعت کی، اس کے حقوق میں
متقی ہوا، آپ چلا گیا، اور لوگوں
کو متفرق راہوں میں چھوڑا، بھٹکا

عز فرمایئے، ائمہ اہل بیت کے سامنے کوئی شخص خلفاء راشدین کی مدح و تعریف کرتا ہے، وہ امام خاموشی اختیار کرتے ہیں، یا ایک طرح کی تصدیق کرتے ہیں، تو احتمال ہے کہ بنی بر تقیہ ہو، اگر ایسے نہیں ہوا بلکہ کسی کے مطالبے کے بغیر امیر المؤمنین خلفاء راشدین کی مدح اور تعریف کرتا ہے، ان کے جنازہ پر چشم گریان حاضر ہوتا ہے، الشرجل مجدہ کی قسم کھا کر اُردو کرتا ہے، کہ اس جیسے اعمال میرے صحیفہ میں ہوں، اور میں خدا تعالیٰ سے ملاقات کروں، ایسی صورت میں تقیہ کا احتمال کہاں پیدا ہو سکتا ہے؟ تقیہ کرنے کی یہاں ضرورت ہی کیا ہے۔

ایک شخص نے ابو جبرین کی صدیقیت کا انکار کیا، محمد باقر اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا نَعْرِضُكَ لِلصِّدِّيقِ نَعْرِضُكَ لِلصِّدِّيقِ۔ ہاں وہ صدیق ہے، ہاں وہ صدیق ہے، اس میں تقیہ کا کیا احتمال ہے؟ ان کا انداز گفتگو اس تقیہ کی نفی کر رہا ہے۔

مذکورہ آثار میں کئی قرائن حالی اور مقالی موجود ہیں، جو دلالت کرتے ہیں کہ یہ اقوال تقیہ کی بناء پر نہیں ہیں، جیسا کہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

چھٹی دلیل اہل سنت کی حقانیت | ابن مظہر علی نے کتاب منہج میں لکھا ہے، تریسٹہ اور روافض کے بطلان کی

ملتوں میں سے جس فرقہ کے عقائد دوسری ملتوں سے بائن اور جدا ہوں گے، اور ان سے چند باتوں کے سوا اتفاق نہ کرے گا، وہی فرقہ برحق ہے، جو فرقہ اہل باطل کے ساتھ موافقت کثیر رکھتا ہے، اس کا مذہب باطل ہے، اس معیار کی رو سے مذہب امامیہ برحق ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے امامیہ کے سوا کوئی بھی مسئلہ امامت کا قائل نہ ہوا، اور کوئی بھی تکفیر و طعن و لعن صحابہ میں زبان نہیں کھولتا۔ انتہی۔

یہ سب مقدمات درست ہیں، مگر ان سے مذکورہ نتیجہ نکالنا باطل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس فرقہ کے عقائد باطل گروہوں سے دور ہیں حق پر ہے، کیونکہ بدیہی بات ہے کہ حق، یا باطل کی ضد ہے، وماذا بعد الحق الا الضلال۔ یہ بھی درست ہے کہ مسلمان فرقوں میں امامیہ کے سوا کوئی بھی مسئلہ امامت

کی تکفیر کرتے ہیں، دیکھو وہ سب گروہ روافض اس دلیل سے کیسے حق مذہب والے بن گئے، دیکھئے اسحاقیہ اور اسماعیلیہ دونوں فرقے، اثنا عشریہ کی تکفیر کرتے ہیں، اور مؤخر الذکر پہلوں کی، ایک گروہ ایک شخص کو امام جانتا ہے، لیکن دوسرا گروہ اسے کافر کہتا ہے، لہذا یہ تزیج بلا مرجح ہے۔

تحقیقی جواب | یہ ہے، صرف امامت کا مسئلہ باطل گروہوں سے امتیاز کے لئے کارآمد نہیں ہے، بلکہ اکثر مسائل اصول عقائد میں ان سے امتیاز ہونا چاہیئے مسئلہ امامت تو اہل سنت کے نزدیک فروعی مسئلہ ہے، کیونکہ نصب امام شوری کے ذریعے انسانوں پر واجب ہے، حقیقت یہ ہے کہ امامیہ اکثر اصول عقائد میں معتزلہ، خوارج مرجئہ باطل فرقوں کی موافقت کرتے ہیں، جیسا کہ مبحث الہیات میں مذکور ہو گا، انشاء اللہ۔ مذہب اہل سنت و جماعت ان تمام گمراہ جماعتوں سے بہت دور ہے۔

عقائد میں اختلاف کی اصل | عقل مسائل ذات و صفات باری تعالیٰ کے اور اک میں وجہ اور اہل سنت کا انداز فکر | اور احوال قیامت کی دریافت میں کافی نہیں ہے، ورنہ بعثت انبیاء کی ضرورت نہیں تھی، اور عقل مندوں کی اگر اس سلسلہ میں مختلف نہ ہوتیں کہ شرائع انبیاء میں اختلاف نہیں ہے، اللہ کے رسولوں نے احکامات جہاں ان لوگوں تک پہنچائے بعض ایسی چیزیں بھی شرع میں ہیں، جو عقل ناقصہ کے موافق نہیں ہیں، اہل سنت نے انہیں من وعن قبول کر لیا، اور عقل کو درخور اعتناء نہ سمجھا، ایسے نہ کیا کہ بعض احکام تسلیم کریں اور بعض کا انکار کر دیں، جو احکام عقل کے معیار پر پورے اترتے ہیں، وہ بھی تسلیم اور جو جبطہ عقل میں نہیں آتے، اس کے حقیقی علم کو اللہ کے سپرد کر کے ان پر بھی ایمان لاتے ہیں، کل من عند اللہ، تمام مسائل اعتقادی میں اہل سنت کے ہاں یہی طریق فکر جاری ہے، اور اس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف و مدح فرمائی ہے، ارشاد ہے۔

منہ آیات محکمات من ام الکتاب قرآن میں محکم آیات ہیں، جو کہ
واخر متشابہات فاما الذین اصل کتاب ہیں، اور دوسری متشابہات
فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما جن لوگوں کے دل میں کجی ہے، وہ

تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و
ابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ
الا اللہ والراسخون فی العلم
بقولون امنابہ کل من عند ربنا۔
(ال عمران ۷۷)

متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں مگر اسی
یستے اور اس کی تاویل کچھ اصل حقیقت
الشر کے سوا کوئی نہیں جانتا، علم میں رسوخ
والے کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے
یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

یہی اہل سنت کی امتیازی راہ ہے جس پر وہ چلے ہیں اور گمراہ فرقے اپنی عقل ناقص
کو ہی کافی سمجھتے ہیں، اور کتاب و سنت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، کتاب و سنت کے
احکام عقل کے موافق ہیں تو ان پر چلتے ہیں نہیں تو انکار کر دیتے ہیں، اور گمراہ ہو جاتے ہیں،
ارشاد حق تعالیٰ ہے:-

کلما اصابہم لہم مشوافیہ واذا
اظلم علیہم قاموا۔
(بقاۃ ایت غا)

جب ان کے لئے روشنی ہوتی
ہے، چل پڑتے ہیں، اور جب اندھیرا
ہوتا ہے، ٹھہر جاتے ہیں۔

فوات وصفات کے بارہ میں | کچھ لوگوں نے سوچا کہ ایسا موجود، جو مجسم نہ ہو جہت
بعض بدعی فرقوں کے نظریات | و مکان اور چیز نہ رکھتا ہو، ہماری عقل میں نہیں آتا،
اس لئے ہم کہتے ہیں کہ خدا جسم ہے، یہ فرقہ مجسمہ کہلایا۔ بعض رافضی بھی اس راہ پر چلتے ہیں۔
کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عبادات سرانجام دینے اور گناہوں
سے اجتناب کا مکلف بنایا ہے، اس پر ان سے وعدہ و وعید کیا، اگر افعال انسانوں کے پیدا
کردہ نہ ہیں، تو ان کو سزا دینا، ان پر ظلم ہوگا، یہ بات عقل کے اصولوں کے خلاف ہے کہ
عباد کے افعال کا خالق خدا ہو، اس سے قدریہ اور اس امت کے مجوسی بن گئے، بعض
رافضی بھی اس نظریہ کے حامل ہیں۔

کچھ لوگوں نے اس پہنچ پہ سوچا کہ ”مکن“ میں خالقیت کی صلاحیت نہیں ہے، تو بندوں
کے گناہوں پر ان کو عذاب میں مبتلا کرنا، ان پر ظلم ہے، اس مشیت خاک کو عذاب میں
جھونکا جائے، عقل بادر نہیں کرتی، ان لوگوں کو مرجیہ کہا گیا، بعض رافضی یہی عقیدہ رکھتے

ہیں کہ شیعان علی کو کسی گناہ پر عذاب نہ ہوگا۔

جبریہ اور قدریہ کے بین بین عقیدہ شرع سے ثابت ہے، مگر یہ جبریہ اور قدریہ کے ہاں عقلی تعنایا کے خلاف ہے۔

بعض لوگ حکماء کی متابعت میں ذات کو تو تسلیم کرتے ہیں، مگر صفات کے منکر ہیں، اکثر باطل ملتوں کے ہاں قرآن کا غیر مخلوق اور الہ کی صفت ہونا عقل کے خلاف ہے کہ حروف و صوت کس طرح ذات خدا کے ساتھ قائم ہو سکتے ہیں۔

بعض لوگ عذاب کے منکر ہو گئے، کہتے ہیں، مردہ جماد ہے عقل میں نہیں آتا کہ اسے عذاب ہو رہا ہو، ان لوگوں کی اکثریت صراط، میزان، وزن اعمال اور معاد کی بہت سی تفصیل کو غیر معقول قرار دے کر انکاری ہو گئے ہیں، رویت باری تعالیٰ کو بھی عقل کے خلاف جانتے ہیں، انہی وجوہات سے بہتر فرقے بن گئے، ان باطلہ مذاہب کی بنا ایک ہی اصل پر ہے کہ عقل کو مقدم جانتے ہیں، اور شرع کو تابع عقل کر دیتے ہیں، ہر شخص اپنی ناقص عقل کی پیروی کرنے لگ گیا، دوسری کسی راہ کو نہ اپنایا، ہر راہ پر شیطان تھا، انہیں جہنم رسید کر دیا۔

اہل سنت نے عقل کو یکسر چھوڑ دیا، خود کو نابینا قرار دیا، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،
وَمَا آدَّتِيكُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا
تمہیں تنہا علم دیا گیا ہے۔

(بنی اسرائیل آیت ۸۵)

”نیز فرمایا،“۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے

اپنا ہاتھ معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا کہ انہیں حق تعالیٰ نے نابینوں کی راہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے، اپنے اختیار کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں دے دی، جلد مردہ نے گئے، چل پڑے، اور بے تشویش منزل مقصود و جنت، ”تک پہنچ گئے۔“

اس حق مسلک یہی ہے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے، اس کی صفت اور غیر مخلوق جس طرح اس کی ذات ہے، مثلاً اس کی صفات بھی یہی مش اور کیفیات سے مترق ہیں۔

چہ غم دیوار امت را کہ چوں تو پستیان
چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد لوح کشتیان
صفات باری تعالیٰ کے بارہ ہیں ہلست کا نظریہ | اہل سنت صفات باری کے قائل
ہیں ارشاد ہے :-

الرحمن علی العرش استوی (طہ ۵)
رحمان عرش پر مستوی ہوا۔ (نیز)
ربنا ید اللہ فوق یدہم۔
اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے
اوپر ہے۔

استوا اور دیگر صفات کا اقرار کرتے ہیں، مگر تشبیہ اور تجسیم کے قائل نہیں، استوا معلوم
ہے کیفیتہ مجہول ہے، اس پر ایمان لاتا واجب ہے، اور کیفیت کا سوال کرنا ناجائز ہے،
اسی طرح اللہ کا ید ہے، مگر اس صفت کی کیفیت نامعلوم ہے، ہماری طرح کا ہاتھ اس کیلئے
ثابت نہیں کرتے،

ساتویں دلیل بطلان مذہب و اقص | ارفضی مذہب کی صحت تسلیم کر لی جائے، تو نہ نبوت ثابت
ہے، نہ شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، بلکہ تمام متواترات پر سے دھڑک اٹھ جائے گا، انکار
متواترات اور سفسطہ کا لزوم ہوگا، اس لئے کہ ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اور
نہ ہی ابو بکرؓ و علیؓ کو نہ رسول کے معجزے دیکھے نہ جبریل قرآن ہمارے سامنے لائے، بلکہ
ہم نے قرآن پایا ہے، اور متواتر ذرائع سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ قرآن محمد نامی ایک عظیم
الشان پر نازل ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) فصحاء عرب مقابلے میں تھے، باوجودیکہ وہ کثیر تعداد میں
تھے، انہیں بہت وقت ملا، اور ادھر تھکی ہوئی رہی، فالتوا بیوتہ من مثله اس کی طرح
کی ایک سورۃ ہی لادکھاؤ، والبقرة ۱۳۳، مگر اس کے معارضہ سے عاجز رہے، یہ عظیم شخص
قریش خاندان کا ایک فرد تھا، دعویٰ نبوت کیا، یہ قرآن پیش کیا، ان لوگوں کو خدا کی دعوت
دی، اس وقت کوئی بھی آپ کا سامتی نہ تھا، فوج دشان و شوکت بھی آپ کو حاصل نہ
تھی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں اہل مکہ کے لوگوں پر گراں گزریں، اور آپ کی عداوت
کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، آپ کے ہاتھ پر معجزات کا صدور ہوا اللہ کے کلام کا لوگوں

کے دلوں پر اثر ہوا، اور اپنی استعداد کے قدر کچھ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین قبول کرنے پر آمادہ ہوئے پہلا شخص جس نے ایمان قبول کیا، ابو بکرؓ تھا یا علیؓ اس کے بعد ایک تلیل گروہ بھی مسلمان ہو گیا، جن میں حضرت عمرؓ و عثمانؓ بھی تھے۔ آفتاب ہدایت الہی قوت پکڑتا گیا، اور کفر کی تاریکی چھٹ گئی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کی دشمنی میں کفار نے کوئی کمی نہ چھوڑی، مسلمانوں کے جان و مال دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرنے کے جرم کی پاداش میں امدان بن گئے، کچھ مدت کے بعد دور دراز بلاد تک آپ کا پیغام پہنچ گیا، اور بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طرف سے لوگ اپنے مذاہب باطلہ ترک کر کے اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے، اور تکمیل دین کے مشورہ کی تکمیل میسر ہوئی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا فرغت فالنصب والى قارغیہ (الشرح ۵) کے حکم کے مطابق «الوفیق الاعلیٰ» کی نند الگائی، اور مالک حقیقی کو جاملے۔

اں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جس طرح آپ کی زندگی میں دین اسلام کی ترویج میں کوشاں تھے، آپ کی وفات کے بعد بھی اللہ کے دین کو انسانوں تک پہنچانے کی سعی کرتے رہے۔

ابو بکرؓ نے بنو حنیفہ وغیرہ قبائل عرب سے جو کہ مرتد ہو گئے تھے، جہاد فرمایا حضرت عمرؓ نے کتنا بلاد کفر کو نور اسلام سے منور کیا؟ کسریٰ و قیسریٰ حکومتیں ختم کر دی گئیں، یہ تمام حالات متواتر ذرائع سے ہم تک پہنچے ہیں، اگر یہ علم یقین کے موجب ہیں، تو نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے، اور قرآن بھی مسلم ہمارے گردن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور احسان ہے کہ انہوں نے رنج برداشت کئے، کوشش فرمائی، اور ہمیں ظلمت کفر سے نکال کر نور اسلام سے منور فرمایا، اور حنبت کی راہ دکھائی، ساتھ ساتھ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور علیؓ وغیرہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور احسانات بھی ہم پر محقق ہوتے ہیں، اگر یہ عظیم لوگ بھی تکالیف برداشت کرنے اور جدوجہد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک اور رفیق تھے، مگر آپس میں برابر نہ کیونکہ اس بارہ میں تفاوت درجات ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

لا یتوی القاعدون من المؤمنین
غیر اولی الضراء والمجاهدون
فی سبیل اللہ باموالہم و
انفسہم فضل اللہ للمجاهدین
باموالہم و انفسہم علی القاعدین
در حاجۃ و کلا وعد اللہ
الحسنی۔
(النساء ۹۵)

مختوروں کے علاوہ بیٹھ رہنے والے
ایمان دار اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ
میں اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ
جہاد کرنے والے ہیں، برابر نہیں ہیں
اللہ تعالیٰ نے اموال و انفس کے ساتھ
جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں
پر فضیلت و برتری مرتب دی ہے،
اور ہر ایک سے اچھائی وعدہ۔

”نیز فرمایا:۔“

لا یتوی منکم من انفق من
قبل الفتح و قتل اولئک
اعظم درجۃ من الذین
انفقوا من بعد و قتلوا
و کلا وعد اللہ الحسنی واللہ
بما تعملون خبیر۔
(الحدیۃ ۱۰)

فتح (مکہ) سے پہلے تم میں خرچ کرنے
والے اور لڑائی میں حصہ لینے والے برابر
نہیں، یہ لوگ درجہ میں ان سے زیادہ
ہیں، جنہوں نے بعد میں خرچ کیا، اور
لڑائی کی، ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے اچھائی
کا وعدہ کیا ہے، تم جو کچھ عمل کرتے ہو،
اللہ اس کی خبر رکھتا ہے۔

اگر یہ متواتر خبر مفید علم نہیں ہے، تو لاکھوں انسان، مرد، عورت، آزاد و غلام مختلف
قبائل سے تعلق رکھنے والے دور دراز علاقوں کے باشندے اپنے آبائی ادیان ترک کر کے
وین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے، جان و مال کی قربانیاں پیش کیں، دین محمدی کے
استحکام کے لئے کوشاں رہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت سے فیضیاب
ہونے، آپ کی دوستی اور رفاقت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا، کیا انہوں نے ابو بکرؓ
و عمرؓ کی رضامندی کے لئے اصل دین کو پس پشت ڈالا، اور قرآن منزل کو ترک کر کے
عثمانی قرآن کو تائید سے روایت کیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے علاوہ کوئی دوسرا

دین تراشا اور ہم تک پہنچا یا ان مفروضات کے پیش نظر پھر یہ کیسے ثابت ہو سکے گا کہ محمد نامی بھی کوئی شخص دنیا میں ہو گزرا ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا، اور معجزات دکھائے، پھر کسی بھی متواتر خبر پر یقین نہیں ہوگا، پھر تو جائز ہے، کہ لیسرہ، یغداد اور مصر وغیرہ کا بھی انکار کر دیا جائے، لوگ جھوٹ بولتے ہیں کہ یہ شہر موجود ہیں، حالانکہ یہ انکار محض سفسطہ ہے، اور بلکہ اس۔ اسی طرح یہ دعویٰ کرنا کہ اس متواتر خبر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور حضرت ابوبکرؓ کا احسان و اسلام ثابت نہیں ہوتا۔ ایک بے دلیل بات ہے، کمالاً نجفی۔

آکھویں دلیل بر بطلان مذہب روافض شرع کے ادلہ میں سے کسی کے ذریعہ ثابت نہیں مذہب روافض ۲ ہوتا، لہذا یہ مذہب باطل ہے، اس لئے کہ ان کا قرآن پر اعتماد نہیں ہے، کہتے ہیں ”قرآن میں صحابہؓ نے تحریف کر دی ہے“ یہ قرآن عثمانؓ تک متواتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کا تواتر نہیں پہنچا۔ صحابہؓ کی روایت سے مرویہ احادیث پاک کا ذخیرہ بھی ان کے ہاں ناقابل اعتماد ہے، کہ ان کے خیال میں رسولؐ کے بعد سب صحابہؓ مرتد ہو گئے تھے۔ (غزوہ بالشر) سوا چار شخصوں کے، اجماع صحابہؓ بھی ان کے ہاں حجت نہیں، تو یہ مذہب کہاں سے ٹپک پڑا؟ اور یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی نسبت رکھتے ہیں؟ روافض اپنا مذہب کس البتہ ان کا یہ ادعا ہے کہ ہم اپنے دین کو ائمہ سے اخذ کرتے سے اخذ کرتے ہیں نو ہیں، یہ دعویٰ بھی ان کا باطل ہے، بچند وجوہ۔

اولاً اس لئے کہ پہلے امامت ثابت کرنی چاہیے، پھر یہ دعویٰ زیب دیتا ہے، امامت نبوت کی فرع ہے، شیوہ کے نقطہ نظر سے نبوت صحابہؓ کی خبر متواترہ سے ثابت نہیں ہو سکی تو اس کی فرع امامت کیسے ثابت ہوگی۔

بے شمار جماعت صحابہ و تابعین کے بیانات معتبر اور مفید علم نہ ہیں، تو امام جو کہ ہر قرن میں ایک سے زائد نہیں مانتے کیسے معتبر اور مفید یقین بن گئے؟ امام کی عصمت کا دعویٰ ثابت کرنا محال ہے، کیونکہ جب امامت ہی نہیں معصوم کس کو ثابت کیا جائے گا؟

۱۔ اصول کافی مشلا میں ہے امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں جو قرآن جبریل و یا روحِ سرور ہزار آیات والا ہے۔

۲۔ حیاتِ ائمہ و فضائل میں لکھی مشلا میں ہے۔ ۱۲۔

ثانیاً۔ اس لئے کہ اگر امامت امیر المؤمنین علیؑ کا حق ہوتی، وہ اپنے رٹ کے محمد بن حنفیہ کو اس سے ضرور آگاہ کرتے، کیونکہ جو بات اصول دین سے ہے، اور اس پر اسلام کی بناد ہے اسے اپنے رٹ کے پر مہمل نہ چھوڑتے، محمد بن علی کا علی بن حسین کے ساتھ جھگڑا نہ ہوتا، جیسا کہ امامیہ کا زعم ہے، کہ محمد بن حنفیہ نے علی بن الحسین کے ساتھ جھگڑا کیا، اور حجر اسود کو حکم بنایا۔ الی آخر ما افتروہ۔

اسی طرح علی بن الحسین اپنے فرزند زیدؑ کو ضرور مطلع کر جاتے اور زیدؑ صاحب محمد باقرؑ کی امامت سے انکار نہ کرتے، حالانکہ کلینی کافی میں ابان سے روایت کرتا ہے کہ ہشام احوال کہتا ہے، مجھے زید بن علی نے دعوت دی تم میرا ساتھ دو تاکہ میں جہاد کروں احوال نے انکار کیا، تو زید نے کہا اپنی جان میرے سے عزیز رکھتے ہو، احوال نے جواب دیا، میری ایک جان ہے، زمین پر حق تعالیٰ کی حجت موجود ہے، یعنی امام برحق محمد باقرؑ، میرا تمہارے ساتھ ہونا نہ ہونا، برابر ہے زید نے کہا ابا کو میرے ساتھ اتنا محبت تھی کہ روٹی کا لقمہ میرے منہ میں ڈالتا تھا، انہیں یہ بات کب گوارا تھی کہ میں جہنم کی آگ میں جاؤں، یعنی اگر محمد باقرؑ امام برحق ہوتا تو ابا مجھے ضرور مطلع فرماتے انتہی۔

ثالثاً۔ اس لئے کہ امامیہ کے نزدیک امامت کے لئے نص قطعی کی شرط ہے، کیونکہ جب یہ مسئلہ اصول دین سے قرار پایا تو شارع علیہ السلام اسے مہمل کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ اگر وہ کہیں اُحاد طریق سے بھی امامت ثابت ہو جائے گی، تو غلط ہے، اس لئے کہ خبر واحد مفید علم یقین نہیں ہے، عقائد کی اس پر بناد نہیں ہو سکتی پس خبر متواتر کا اس کیلئے ہونا ضروری ہے، امامیہ کے اماموں کی امامت کے لئے تواتر کا دعویٰ اس لئے غلط ہے، کہ اگر ان کی امامت ثابت کرنے کے لئے متواتر اخبار موجود تھیں تو اس قدر اختلاف کیوں واقع ہوا۔ کہ متواترات میں تو اختلاف محال ہے، یہاں تو اختلاف اس حد تک موجود ہے کہ ایک

۱۔ دیکھئے تفصیل اصول کافی ص ۱۹۲ طبع ایران۔

۲۔ اصول کافی ص ۸۲ باب الحجۃ الثانیہ رجال کشی ص ۱۶ میں ہے، زید بن علی نے خون سے کہا تو سمجھتا ہے، اے محمدؑ میں امام مقرر ہوں الطاعت ہے، اس نے کہا ہاں اور تیرا والد علیؑ بھی ان میں ہے زید نے کہا میرا میرے منہ میں روٹی ٹھنڈی کر کے ڈالتا تھا وہ روٹی کی گرمی سے بچانا چاہتے تھے مگر جہنم کی گرمی سے نہیں احوال نے کہا انہوں نے تمہیں اس کی خبر اس لئے نہ دی کہ تم اس روایت کا انکار نہ کرو پھر سفاقت بھی نہ ہو سکے گی ۱۱۔

امام کے اصحاب بھی باہم مختلف ہیں، چنانچہ جعفر کے اصحاب میں سے عمر بن سعد مدائنی وغیرہ کہتے ہیں، جعفر کے بعد اس کا رط کا عبد اللہ امام ہے، ابو علی بن ابی حمزہ، سالم اور علی بن رباح وغیرہ کہتے ہیں کہ جعفر کے بعد موسیٰ امام ہے، موسیٰ کو ماننے والے پھر مختلف ہو گئے، احمد بن ابی بشر سراج اور ابو جعفر، حسین بن مہران، محمد بن ابی نصر سکونی، عثمان بن علی بن عمرو عامری، صفوان بن یحییٰ وغیرہ کہتے ہیں، موسیٰ پر امامت ختم ہو گئی، دوسرے موسیٰ کے شاگرد اس کے بعد علی کو امام تسلیم کرتے ہیں، ہر امام کے بارہ میں اس قسم کا شدید اختلاف موجود ہے، جو کہ ان کے نظریہ کی تکذیب کی دلیل ہے، حدیث واحد کے مضمون پر بھی اتنا اختلاف نہیں ہے، چہ جائیکہ متواتر میں ہو۔

(معلوم ہوا ان کے اماموں کی امامت کے لئے کوئی نفل شرعی سرے سے موجود ہی نہیں ہے، اور یہ اختلاف اسی وجہ سے ہے مترجم)

والجاء۔ ان کے ائمہ سے امامت کے مختلف دعاوی سرزد ہوئے، علی بن الحسین کے دوڑ کے محمد باقر اور زید ہیں، دونوں عالم متقی اور متصف بہ اوصاف کمال ہیں۔ ایک ہی وقت میں دونوں نے دعویٰ امامت کیا، اور امامیہ ان کے دعاوی امامت کو تسلیم کرتے ہیں۔ زید پر زید کو امام تسلیم کرتے ہیں، اور اثنا عشریہ اور باقریہ محمد کو، ایک کی تصدیق کرنا، اور دوسرے کی تکذیب ترجیح بلا مرجح ہے، لہذا دونوں ساقط ہو گئے۔ ائمہ کے بعض اصحاب دونوں کی امامت کے منکر ہیں، جیسا کہ رضا اور حواد کے اصحاب ہیں حسن بن علی بن وصال ان دونوں کا انکار اور تکذیب کرتا ہے، صادق اور کاظمؑ کے اصحاب میں سے بن مہران حضرمی اور کاظم در رضا کے اصحاب میں سے عثمان بن عیسیٰ۔ رضا کی امامت کے منکر تھے، ایک دوسرے کے تکاذب اور اقوال میں اتنا تعارض و اختلاف کے ہوتے ان کی امامت کیسے ثابت

ملہ زید کا خروج از دفتہ من کتاب الکافی ص ۲۶۴ جلد ۲ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

۱۵۰۰ھ میں کافی ص ۱۹۵ میں ہے، ابو عبد اللہ کی وفات کے بعد لوگوں نے عبد اللہ بن جعفر کو صاحب امر بنالیا۔ ہشام بن سالم اور صاحب لطاق کہتے ہیں ہم بھی اس کے پاس گئے، لوگوں نے امام ابو عبد اللہ سے ہدایت کی کہ انہوں نے کہا مستوی اسر بلا لکا ہوتا ہے، ہشام ابو الحسن موسیٰ سے ملا انہیں دعویٰ امامت پر آمادہ کیا، چنانچہ انہوں نے امام لوگوں کو غیبی طور پر توجہ کرنے کیلئے ہشام کو مقرر کیا، ہشام نے لوگوں کو عبد اللہ بن جعفر سے ہشام یا اور موسیٰ کو امامت کے مقابل پر کر دیا، عبد اللہ بن جعفر کو پتہ چلا تو اس نے ہشام کے قتل کرنے کیلئے مدینہ میں روانہ ہو گیا۔ انتہی غصہ۔

اس روایت سے معلوم ہوا امام ابو عبد اللہ نے بڑے بڑے عبد اللہ بن جعفر کو امام بنایا تھا، مگر غلبہ موسیٰ نے پایا، اور یہی معلوم ہوا کہ موسیٰ کی امامت (باقی اگلے صفحہ)

ہو سکتی ہے، (جبکہ رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام معصوم عن الخطا ہیں)۔
 ۵۔ خامساً، اس لئے کہ امامیہ کہتے ہیں کہ امام دشمنوں کے ڈر سے اپنا مذہب ظاہر نہ کرتے
 تھے، اور تفتیہ کر کے ظاہر اہل باطل کی طرح بھی گفتگو کر لیتے تھے۔ حتیٰ بات صرف اپنے مخصوص دوستوں
 کے سامنے کہتے، بلکہ خلوت میں بھی ڈرتے تھے، اور کہتے للیطان آذان دیواروں کو بھی کان
 ہوتے ہیں۔ (رداعہ الکلبینی عن الصادقؑ)۔

ایسے انسانوں کی بات کیسے معتبر قرار دی جاسکتی ہے، ہو سکتا ہے جسے چھپا رہے ہیں،
 وہی باطل ہو اس مخصوص تقوٰی سے لوگوں کو گمراہ کرنا مقصود ہو اور جسے ظاہر کر رہے ہیں وہی
 حق ہو کہ زیادہ لوگوں کو گمراہ کرنے سے بہتر شرذمہ قلیلہ کو گمراہ کرنا ہو سکتا ہے، لہٰذا ان کے دونوں
 قول قابل وثوق نہ رہے۔

یہی وجہ ہے کہ گواہ اگر ادا شہادت کے بعد جھوٹی گواہی دینے کا اقرار کرے، ان کی دونوں
 باتوں پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، اس لئے کہ جھوٹ کا احتمال دونوں میں برابر ہے، اس بنا پر
 قاضی اس کی شہادت پر فیصلہ نہیں کرے گا، اور اگر رجوع سے پہلے فیصلہ دے چکا ہے، تو
 فیصلہ نسخ نہ ہوگا، البتہ فیصلہ کے نتیجہ میں نقصان کا ذمہ دار یہ شاید ہوگا۔

۶۔ سادساً، امامیہ اپنے ائمہ سے کتاب و سنت کے خلاف اقوال نقل کرتے ہیں۔ بلکہ بعض
 تو کفر کی حد تک پہنچتے ہیں۔ اسی وجہ سے روایات امامیہ سے اعتماد اٹھ چکا ہے، اس
 گمراہ فرقہ کے راوی بیان کرتے ہیں، کہ امیر المؤمنین نے ایک خطبہ میں فرمایا

انا اخذت العهد عن الابرار اذل میں میں نے ابرار سے عہد
 فی الازل انا النادی المستبرک لیا تھا، الست برکیم کی ندا بھی میں نے
 انلمنشی الانام۔ لگائی، میں نے انسانوں کو پیدا کیا۔

یہ کلمات کفریہ ہیں جن میں دعویٰ الوہیت حضرت علیؑ کی طرف انہوں نے

(ایضاً صفحہ ۶۶) منقول نہ تھی، بعض ہشام اور اہل ایسے مخالفین عبد اللہ بن جعفر کی کاوشوں کا نتیجہ تھی، یاد رہے ان بزرگوں کے دور میں
 نظام سلطنت کی ہاک ٹڈر در در سے قاتلانوں میں تھی، ان کی امامت اندرون خانہ ہی رہی۔ عام مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچا
 یہ روایت رجال الکشی ص ۲۳۰-۲۳۱ میں بھی موجود ہے۔

منسوب کیا،

نیز البصر (شیعی) صادق سے دعویٰ الوہیت کا راوی ہے، اسی طرح درج ذیل آیات میں رب سے مراد علیؑ کو لیتے ہیں۔

(۱) یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک۔ (الفجر: ۲۸)
اے نفس مطمئن اپنے رب (علی) کی طرف چل۔

(۲) انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون (البقرة: ۴۷)
یہ اپنے رب (علی) کو ملیں گے، اور اسی کی طرف رجوع کریں گے۔

امامیہ اپنے ائمہ کا یہ مقولہ بھی نقل کرتے ہیں۔
ان اللہ بعث الرسل والنبیین علی ولایۃ علی۔
اللہ نے رسولوں اور نبیوں کو علی کی ولایت پر مبعوث فرمایا۔

لئن اشركت لیحبطن عملک الا یہ (الزمر: ۲۵) کی یہ تفسیر کی، کہ اے محمد علی کی خلافت کے بارے میں اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے۔
حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

انا المتقدم علی غیرہ یعنی میں اپنے غیر سب پر مقدم ہوں، یہ کلمہ بھی کفر ہے، کیونکہ اس میں تمام انبیاء بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر علی کی فضیلت و برتری کا ادعا ہے۔
بابوہ علل الشرائع میں امام صادق سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا محب علی لا یدخل النار، یعنی علی کا محب جہنم میں نہ جائے گا، یہ مقولہ کتاب و سنت کے نفوس قطعی متواترہ کے خلاف ہے اس لئے کہ شیعہ کا عقیدہ ہے جو محب نہیں کافر ہے، اور ابدی جہنمی محب علی کسی گناہ کی وجہ سے داخل جہنم نہ ہو گا، تو گناہوں کی تحریم کا شریعت میں کیا فائدہ؟ اس قسم کی خرافات سے شرائع و احکام دین باطل قرار پاتے ہیں۔

۷۔ سائلے۔ امامیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی احادیث ان کے ائمہ تک سند متواترہ کے ساتھ پہنچتی ہیں، جو کہ غلط ہے، اس لئے کہ خود انہیں اعتراف ہے کہ ان کے امام مخالفوں کے دوسرے اپنے مذہب میں تقیہ کرتے تھے، اپنے دوستوں کو کلمہ حق پوشیدہ پوشیدہ

بتاتے، عوام الناس کے سامنے اس کے برعکس ارشادات صادر فرماتے۔
 جو بات اتنی پوشیدگی سے کہی جائے کہ اخفائیں بھی فکر و امن گیر رہے، اسے کیسے
 متوازن قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ متواتر خبر کا اخفا محال ہے، تواتر شیوع اور پھیلاؤ کا متقاضی
 ہے، تواتر اور تفسیر و منافی چیزیں ہیں۔

اہل سنت بے شمار رواۃ سے روایت حدیث کرتے ہیں، ان کی روایات علی الاعلان
 اور کھلم کھلا ہیں، اس کے باوجود ان کی روایات میں سے چند احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہیں
 ہاں جو احادیث متعدد وہ ایک ہی مفہوم میں قدر مشترک ہیں، انہیں متواتر معنوی کا نام دیا جاتا ہے
 اہل سنت کا خزینہ متواترات قرآن پاک ہے جس پر اہل سنت کے عقائد کی بنیاد ہے
 شیعہ کی روایات ان کے ائمہ سے ہیں جو کہ اپنے دوستوں کو چھپ چھپ کر بتاتے تھے،
 قرآن ان کے ہاں محفوظ ہے، اور ناقابل اعتماد تو ان کی روایات تواتر تک پہنچنے کا کیا
 احتمال رکھتی ہیں؟ ان کا دعویٰ تواتر ایسا ہے، جیسے یہود نے دعویٰ کیا کہ دین موسیٰ کی تائید
 اور قتل عیسیٰ ہمارے بڑوں سے تواتر ثابت ہے، حالانکہ خود یہودی کہتے ہیں کہ بخت
 نصر نے تمام یہودیوں کو قتل کر دیا تھا۔ سو بارہ آدمیوں کے واضح ہو گیا کہ شیعہ کی روایات
 ان کے اماموں تک تواتر سے ثابت نہیں تو ان کے گمراہ عقائد کی بنیاد اخباراً حاد پر ہے جو
 کہ علم یقین اور قطعیت کی مفید نہیں۔

۸۔ ثامناً۔ اس لئے کہ امامیہ کا سلسلہ اسناد قابل وثوق و اعتماد نہیں ہے کہ ان کا
 عقیدہ ہے محب علی سے جو گناہ سرزد ہو جائے قابل مؤاخذہ نہ ہے، چاہے اپنے باپ کو
 قتل کر دے، یا اپنی مال کے ساتھ زنا کرے، اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے اپنے اماموں
 کے اقوال روایت کیا کرتے ہیں، جیسا کہ آگے مذکور ہوگا، ان شاء اللہ، فرمان اینزدی،
 فیومثلاً لایستل عن ذنبہ النبی ولا جاًن کو اسی پر غمول کرتے ہیں اس عقیدہ کی
 رو سے ان کے نزدیک حدیث وضع کرنا اور اسے اپنے عقیدہ کی تائید کے لئے
 استعمال کرنا جائز نہیں، بلکہ ایک مستحسن کام ہے، ان کے فاسد خیال میں ایسا کرنا دین

۱۵۔ ان اخباراً حاد کی اسانید کا حال آگے آ رہا ہے۔ ۱۲۔

اور محبت علی کی طرف انانوں کی راہ نمائی کے لئے ضروری ہے، اس لئے ان کے سلسلہ اسناد اعتماد نہ رہا۔

۹۔ تاسعاً:- روافض کے اماموں تک سلسلہ اسناد میں اکثر اسانید ایسی ہیں جو ان کے اپنے مقرر کردہ معیار صحت پر پوری نہیں اترتی ہیں، ان کی کتابوں میں صحاح بہت کم ہیں، صاحب ہدایہ رافضی نے اس کی تصریح کی، ابن روایات کو انہوں نے صحیح قرار دیا، انہیں اگر ان کے اپنے قواعد و ضوابط پر جانچا جائے، تو ضعاف ظاہر ہوتی ہیں، یا موضوع، یا پھر یہ روایات باہم متعارض ہیں، ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا تاریکیوں سے کمزور تر ہوتا ہے، ان میں خرافات کی حد تک مرویات موجود ہیں، امام جعفر صادقؑ اور ثقہ روایات اور قدما مجتہدین امامیہ نے ان کی تکذیب کی ہے، چنانچہ ہشام بن حکم، ہشام بن سالم، طاحی صیرفی، زرارہ بن اعین، ابیکر بن عیین، محمد بن مسلم، مالک جہنی، دارم بن حکم، ربیع بن الصلت، زید بن علی بن الحسین نے امامت کے بارہ میں ایک روایت کرنے پر ہشام احوال کو محبوس کیا، ادجیسا کہ اوپر مذکور ہوا، پھر بعض ثقہ روادے ایک دوسرے کی بھی تکذیب کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہشام بن سالم جو البقی، ہشام بن حکم اور صاحب الطاق ہر ایک علی بن الحسین اور محمد باقر اور جعفر صادق سے روایت کا ادعا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، ہم نے باقر و صادق سے مذہب اخذ کیا ہے، اور پھر ایک دوسرے کی تکذیب و تفصیل بھی کرتے ہیں، ہشام بن حکم نے جو البقی اور صاحب الطاق کے رو میں ایک کتاب تصنیف کی ہے (جیسا کہ نجاشی نے ذکر کیا) اس بنا پر ان میں سے کسی کی روایت معتبر نہیں ہے، امیر المؤمنین علیؑ نے اپنے اصحاب کی خود بہت شکایت فرمائی ہے، کہ وہ میری بات نہیں سنتے، اور میری اطاعت نہیں کرتے۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔

۱۰۔ طاحی صیرفی ابوسینہ محمد بن علی ہے، غالی تھا، فضل بن شاذان نے اسے کربہ میں شہید کیا ہے، اور جلال کشی ص ۱۱۴ امام ابو عبد اللہ نے زرارہ کو محبوس کیا، اور حضرت زین العابدینؑ نے جلال کشی ص ۱۱۴ محمد بن مسلم کو محبوس کیا، اور جلال کشی ص ۱۱۴۔

۱۱۔ بیج البلاغہ جلد ۱ ص ۲۲۶-۲۲۷ میں ہے:- استنصرتم فلم تنفروا۔ و استمعتم فلم تسمعوا۔ و دعوتکم سرا و جہراً فلم تستجیبوا۔ و نصحتکم فلم تلتنبوا۔ (الان قال) ما حکم یطیع الشراعت تصرونہ الخ۔ میں نے تمہیں نیکنے کے لئے کہا تم نے نیکے میں نے سنو یا تم نے نہ سنا، میں نے تمہیں چھیے اور ظاہر بلایا تم نے استجاب نہ کیا، میں نے تمہاری خیر خواہی کی تم نے قبول نہ کی تمہارا ساتھی اللہ کا مطیع ہے، اور تمہیں کے نافرمان ہو۔

اس قسم کے لوگوں کی روایت معتبر نہیں ہوتی،
 اسانید روایات امامیہ | احادیث امامیہ کے اکثر رواۃ جن پر معتبر کتابوں میں اعتماد
 میں کذاب رواۃ | ہے، جھوٹے اور کذاب ہیں، جیسا کہ جعفر بن محمد بن علی بن
 شاذان و فزاری ابو عبد اللہ کذاب وضاع ہے۔

قال النجاشی کان ابو عبد اللہ ضعیفاً
 الخديث وقال احمد بن الحسين
 يضع الحديث وضعا ويرى
 عن المجاهيل وسمعت من قال
 كان فاسدا المذهب۔
 نجاشی کہتا ہے، ابو عبد اللہ حدیث
 میں ضعیف ہے، احمد بن الحسین نے
 کہا، حدیث وضع کرتا تھا، اور مجاہیل
 سے روایت کرتا ہے، میں نے علما
 سے سنا ہے، کہ وہ فاسد المذہب تھا۔

شخص مذکور پر اتنا سخت جرح ثابت ہو جانے کے باوجود ابو جعفر طوسی اس
 گروہ کا شیخ اور دوسرے لوگ اس کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔

۱۲۔ اسی طرح حسن بن عیاش بن الحریش الزاری ابن علی بھی ضعیف بلکہ وضاع ہے،
 قال النجاشی عیاش الحریش
 الزاری بن علی ضعیف جدا وضاع
 له کتاب فی انا انزلنا فی لیلۃ
 القدس وهو فی کتاب مروی
 الخديث مضطرب الالفاظ۔
 نجاشی کہتا ہے بن عیاش الحریش
 الزاری بن علی سخت ضعیف ہے، بلکہ
 وضاع ہے، اس نے انا انزلنا کی
 تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے، اور
 کتاب میں مضطرب الالفاظ حدیث

۱۳۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں رواضع منقولات واحادیث دأ ثانی کی معرفت میں سب سے اہل میں منقولات ہیں
 ان کا اعتماد منقطع الاسناد تواریخ پر ہے، ان کی اکثر روایات وقایع اور کذابین کی بنا دی ہیں۔ ان کے علاوہ خوف لوط بن علی اور
 ہشام بن محمد بن السائب اور اسی طرح کے رواۃ پر اعتماد کرتے ہیں، اہل علم کے ہاں یہ کذاب میں معروف ہیں، ایسے رواۃ
 پر بھی ان کا اعتماد ہے، جن کا کسی کتاب میں ذکر نہیں ملتا، اور نہ ہی انہیں رجال کے ماہرین جانتے ہیں، اہل علم و روایت
 کا اتفاق ہے کہ وہ واقعہ تمام بدعی فرقوں میں کذاب ہیں، اور جھوٹ بولن ان میں قدیم ہے، (الی ان قال) رواضع کو خود
 بھی اس کا اعتراف ہے کہتے ہیں، تعقید ہمارا دین ہے، یعنی زبان سے ایسی بات کہنا جو دل میں نہیں ہے، اور یہ صاف جھوٹ
 ہے، انتہی منہاج السنۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۱۔

۱۴۔ ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی بن الحسن الطوسی شیعہ کے کذاب معروف رجال النجاشی
 نے ہر شیخ الطائفة ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی بن الحسن الطوسی شیعہ کے کذاب معروف رجال النجاشی

روایت کی ہے،

اس وضاع اور سخت ضعیف سے کلینی نے کافی میں کئی احادیث روایت کی ہیں، حالانکہ ان کے نزدیک ”کافی“ صحاح سے ہے۔

۳۔ اس طرح کا ایک راوی علی بن حسان ہے، جو کہ وضاع ہے۔

قال النجاشی ضعیف نجاشی نے کہا یہ سخت ضعیف ہے،

جدا ذکرہ بعض اصحابنا ہمارے بعض اصحاب نے اسے غالیوں فی الخلاۃ فاسدی الاعتقاد ولہ کتاب تفسیر الباطن میں شمار کیا ہے، فاسد اعتقاد تھا۔ تفسیر الباطن کے موضوع پر اس کی کتاب بھی ہے۔

اس کے باوجود کلینی اپنی صحیح میں اس سے روایت فرماتے ہیں۔

۴۔ اس طرح کا ایک اور راوی محمد بن عیسیٰ ہے۔

قال نصیر بن صاج نصیر بن صاج کہتا ہے یہ راوی ہو کذاب راوی عنہ ابو عمرو الکشی وغیرہ اس سے روایت کرتے ہیں۔

۵۔ عبد الرحمن بن کثیر الباشمی بھی اس طرح کا راوی ہے۔

قال النجاشی زعما صحابنا نجاشی کہتا ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے یہ حدیث گھڑتا تھا۔

حالانکہ اس سے علی بن الحسین اور ابن فضال ایسے ثقہ روایت کرتے ہیں، اور ان سے کلینی روایت کرتا ہے، اور ان سے محمد بن حسن طوسی اور ابن بابویہ بھی اکثر احادیث روایت کرتے ہیں، کیونکہ ان کے مذہب کی بنا اپنی احادیث پر ہے، بیان شہیدی امامیہ کا مجتہد نہ ندقی اور جھوٹی روایات بنانے والا تھا۔

۱۱۔ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی کتاب معرفۃ القلیین عن الأئمة الصادقین معروف باسم رجال الکشی ۱۲۔

، مغیرہ بن سعید کوفہ کا باشندہ ایک ساحر اور کذاب راہفنی تھا۔

ان دونوں کی امام صادقؑ نے تکذیب کی ہے، فرماتے ہیں:-

یفتزیان علینا اهل البیت یہ دونوں اہل بیت پر افترا کرتے

یرویان عنا الاکاذیب۔ ہیں اچھوٹی باتیں بنا کر ہم سے منسوب

کرتے ہیں، اور روایت کرتے ہیں۔

۱۸۔ ان کی احادیث کے بعض راوی ایسے ہیں جو معرفت خدا نہیں رکھتے، اور نہ ہی

توحید کے اقراری ہیں مسئلہ توحید میں اماموں پر جھوٹ پڑتے ہیں۔

جیسا کہ ہشام بن سالم اور ہشام بن حکم اور صاحب طاق یہ لوگ خدا کا جسم ثابت کرتے

ہیں، اور اسے الہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، چنانچہ امام ابو الحسن علی رضائے ان سے اظہار برأت کرتے ہوئے فرمایا۔

لیس القول ما قال ان دونوں ہشاموں کی بات

المشامان۔ جھوٹی ہے۔

اس کے باوجود محدثین روافض ان سے روایت حدیث کرتے ہیں، اور ان کی

پوری پوری تودیل کرتے ہیں۔

اسانید روایات شیعہ | ان کذابین کی روایات کے علاوہ بھی جو احادیث ان سے مروی ہیں ضعیف رواۃ ۷ | ان کے بیش تر رواۃ ضعیف ہیں،

جیسا کہ چند ایک کے نام یہ ہیں، ابراہیم بن صالح الانماطی، ابواسحق، حسن بن سہل نو فلی، حسن بن راشد الطقادی، اسمعیل بن عمر بن ابان السکینی، اسمعیل بن یسار البہاشمی، حسین بن احمد

لے رجال کئی ص ۱۹۴-۱۹۸۔

۱۹۔ رجال کئی ص ۲۳۷ میں ہے، ابو الحسن نے فرمایا ہشام بن حکم کے پاس جادو سے کہو کیا تو کسی مسلمان کے خون

میں شریک ہونا پسند کرے گا، جواب نفی میں دے تو اسے کہو میرا خون کرنے میں کیوں شریک ہو چکا ہے۔ اور ص ۲۴۱ میں

ہے ہشام بن سالم کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ صمد ہے، اور آدم علیہ السلام کی تخلیق رب کی مشی ہے، ابو الحسن رضائے ان کے

عقیدہ کی تردید کی ص ۱۶۸ میں ہے، ابو حمزہ اشتر نے کہا صاحب طاق سے کہو یہ کلام درجیم خدا کیا ترے امام سے تو کہتا

ہے اگر وہ ہاں کہے تو جھوٹا ہے اگر نہیں کہے تو اسے کہو امام نے جو بات نہیں کہی تو کیوں کہتا ہے، امام نے کہا تم ایسی باتیں کہتے ہو، میں اقرار کروں تو

گمراہ ہو جاؤں، اگر برأت کا اظہار کروں تو مشکل ہے، ہم معذور ہیں، اور دشمن بہت ہیں۔

۲۰۔ اصول کافی ص ۵۱۔

المنقري، جماعة بن سعيد الخنقي (یہ راوی سخت ضعیف ہے۔ اور اس سے کہنی روایت کرتا ہے) عثمان بن عیسیٰ (شیخ الطائفة ابو جعفر طوسی اس سے راوی ہے) اور عمر بن سمرطوسی وغیرہ جماعت اس کی خبر پر اعتماد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ضعیف ہے) سہیل بن زیاد اور اس سے ابو جعفر طوسی روایت کرتا ہے) اور محمد بن سنان (اس سے بھی طوسی وغیرہ روایت کرتے ہیں، حالانکہ ضعیف ہے) ابراہیم بن عمر الیمامی، داؤد بن کثیر الرقی (یہ ضعیف اور فاسد العقیدہ ہے، اس کے باوجود طوسی تہذیب اور استبصار میں اس سے روایت لیتا ہے، اور اس کی خبر پر اعتماد کرتا ہے) صالح بن حماد، امیہ بن ابی خدیجہ، معاویہ بن مسیرہ، عابد الاخسی، خالد بن ابی حمزہ، محمد بن قیس ابی احمد، محمد بن عیسیٰ، داؤد بن الحصین، علی بن حمزہ، دقین بن مصقلہ، حسین بن یزید، یزید بن اسمعیل بن ابی زیاد سکونی، وجب بن وہب، حسین بن عبیدہ، اور اسی طرح ایک کثیر جماعت ہے جو کہ تمام ضعیف ہیں۔

نجاشی، عضاری، حلی اور ابن ابی داؤد وغیرہ اس گروہ باطل کے علما جرح و تعدیل نے ان کی تضعیف کی ہے، مگر ان کے محدثین اپنی کتب صحاح میں ان سے روایت کرتے ہیں، اور فقہا شیعہ ایسی احادیث سے احتجاج و استدلال کرتے ہیں۔

اسانید احادیث امامیہ | ان کی احادیث کے سلسلہ اسناد میں بے شمار لوگ میں مجہول راوی ہو | مجہول الحال ہیں دیکھئے علامہ حسن بن ربان اس کا حال بالفاق علما امامیہ مجہول ہے، حالانکہ اس کی حدیث صحاح میں شمار ہوئی ہے، جیسا کہ ابن المطہر نے المنتہی میں اور ان کے شیخ مقبول نے الدرر میں اس کی تصریح کی ہے۔

۲۔ قاسم بن سلیمان ۳۔ عمر بن حنظلہ (یہ دونوں مجہول العداۃ ہیں) ۴۔ عمر بن ابان (یہ مجہول الحال ہے) ۵۔ عباس بن عمر ۶۔ الفضل بن السکن ۷۔ علی بن عقبہ بن قیس بن سہمان ۸۔ ہاشم ابی عمار حسینی ۹۔ بشر بن یسار یاری، موسیٰ بن جعفر فضیل بن سکرة، زید الیمامی، عبد الرحمن بن ابی ہاشم، بکر بن ابی بکر، فلیح بن زید، محمد بن سہیل، عبد اللہ بن یزید، غالب بن عثمان، ابو حلیب اسدی، ابو سعید المسندی، رکاز بن یزید، حسن التعلی، قاسم بن الحرار، صالح السندی، علی بن اوئل، حسن بن علی بن ابراہیم، ابراہیم بن محمد، حسن بن علی، ابن اسحاق الخوی

عثمان بن عبد الملک، عثمان بن عبد اللہ، عیسیٰ بن عمر مولیٰ الانصار، ربیع بن محمد المسلمی و علی بن سعد السعدی و محمد بن یوسف بن ابراہیم، محمود بن میمون، جعفر بن سوید بن جعفر بن کلاب، یہ سب مجہول ہیں، حالانکہ ان سے اس مذہب کے شیوخ روایت لیتے ہیں جیسا کہ علی بن ابراہیم اور اس کا باپ محمد بن یعقوب کلینی، ابن بابویہ، ابو جعفر طوسی اور اس کا شیخ ابو عبد اللہ حنفیہ مفید کہتے ہیں، وغیرہ مشائخ روافض اپنی اپنی کتابوں میں مذکورہ براءۃ سے روایت کرتے ہیں، اور ان کتابوں پر عمل کرنا ان کے مجتہدین نے واجب قرار دیا ہے، جیسا کہ المرئی، ابو جعفر طوسی اور رجال الدین یوسف بن مطہر الحلی نے تصریحات کی ہیں۔

معتبرہ اسانید امامیہ | ان کے بعض عادل راوی ایسے ہیں، جن سے امامیہ اظہار میں مطعون روادۃ ۶ | بیزاری کر چکے ہیں، اور ان کے حق میں بددعا کرتے ہیں، جیسا کہ زرارة بن اعین ایسے روادۃ بھی آپ کو ان میں ملیں گے، جو اماموں اور دوسروں سے روایت لیتے ہیں، مگر ان کے علماء رجال ان کی تکذیب کرتے ہیں، جیسا کہ عبد اللہ بن مسکان امام ابو عبد اللہ جعفر صادق سے چند احادیث روایت کرتا ہے، محمد بن یعقوب ود کافی، ابن بابویہ قمی، «نفقہ»، میں ابو جعفر طوسی، «تہذیب»، میں عبد اللہ بن مسکان عن ابی جعفر الصادق روایت لاتے ہیں، حالانکہ نجاشی کہتا ہے کہ امام ابو عبد اللہ سے اس کا روایت کرنا ثابت نہیں ہوا ہے، یہ بات امامیہ میں مشہور ہے، مگر اس کے باوجود اسے ثقہ تصور کرتے ہیں، اس طرح محمد بن عیسیٰ، محمد بن محبوب وغیرہ سے روایت کرتا ہے، حالانکہ ابو عمر کشی کہتا ہے کہ نصر بن صراح نے کہا کہ محمد بن عیسیٰ چھوٹا تھا، اس عمر میں محمد بن محبوب سے روایت نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے رجال بھی ان کے سلسلہ اسناد میں پائے جاتے ہیں، جن پر ثقہ لوگوں نے طعن کیا ہے، جیسا کہ محمد بن عیسیٰ بن عبید بن القطن، محمد بن بابویہ قمی، ابو الولید سے روایت کرتا ہے، محمد بن عیسیٰ کی حدیث قابل اعتماد نہیں ہے، محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران

۱۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے رجال کشی ص ۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴ نیز رجال کشی میں ہے، امام ابو عبد اللہ نے زرارة کو جھوٹا کہا اور لعنت فرمائی۔

۲۔ متن میں اسی طرح ہے، رجال کشی مطبوعہ کربلا میں ہے نصر بن صراح کہتا ہے، محمد بن عیسیٰ بن عبید ابن محبوب سے روایت کرنے والے صحابہ میں سے ہے ۱۲۴

عمران الاشعری قمی اور نجاشی وغیرہ اس پر طعن کرتے ہیں، اور کہتے ہیں۔

یردی عن الضعفاء ولا یبالی
یعنی ضعیف سے روایت لیتا ہے، اور

عن اخذ۔
پر وہ نہیں کرتا کہ کس سے حدیث لے رہا ہے

سلسلہ اسانید امامیہ میں | بعض روایہ ایسے ہیں جو حدیث کو شیخ الشیخ کی طرف منسوب
میں اور مخالفین ائمہ راوی | کر دیتے ہیں، اور اپنے شیخ کا نام حذف کر دیتے ہیں جیسا

کہ ابو عمرو عبد اللہ بن میسرۃ و نظری، حالانکہ کلینی امام صادق سے روایت کرتا ہے کہ تدلیس کرنا

منع ہے ایسے روایہ بھی ان کے ہاں موجود ہیں، جو دعویٰ امامت میں ان کے اماموں کی

تکذیب کرتے ہیں، جیسا کہ حسن بن سمار ابو محمد کندی صیرفی۔ ایسے بزرگ اور معتبر راوی بھی ہیں جنہیں

امامیہ فاسد المذہب جانتے ہیں، جیسا کہ جبار ودیہ، احمد بن محمد سعد الہمدانی کو۔ فطیمہ، حسن بن علی

بن فضال اور عبد اللہ بن بکر بن اعین شیبانی اور عمرو بن سعید ابو الحسن المدائنی کو اور واقفہ

حسن بن ابی سعید ہاشم بن خبان للکاری ابو عبد اللہ اور حسین بن مہران بن محمد بن ابی نصر

الکونی اور احمد بن محمد بن علی بن سالم السطانی ابی الحسن اور ابو الحسن علی بن الحسین بن محمد

السطانی الحرملی المعروف بہ طاہری اور صفوان بن یحییٰ ابو محمد النخعی اور عثمان بن عیسیٰ ابو حمزہ غامری

الرواسی مولیٰ بنی رواس وغیرہ وغیرہ کو فاسد المذہب قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ شیوخ امامیہ

ان سے کتب صحاح میں روایت حدیث کرتے ہیں، اثنا عشری شیعہ بارہ

اماموں پر ایمان لانا واجب کہتے ہیں، حالانکہ مذکورہ روایہ بارہ ائمہ پر ایمان نہیں رکھتے۔

سلسلہ اسناد امامیہ میں | نیزہ و انقض اس شخص کی روایت قبول کر لیتے ہیں، جو

فاسق اور غیر مومن روایہ | جو ارجح کے ذریعہ گناہ کا مرتکب ہے، چنانچہ ابو جعفر طوسی

کہتا ہے کہ افعال جو ارجح کا فسق قبول روایت سے مانع نہیں، نیز اس جماعت کے روایہ میں

ایسے شخص بھی ہیں جس کا مومن ہونا معلوم نہیں ہو سکا جیسا کہ زکریا بن ابراہیم نصرانی جس نے

نصرانی کی ہیئت لباس وغیرہ ترک نہ کی، اور خود کو نصرانی کہلاتا رہا، طوسی اس سے

حدیث روایت کرتا ہے اور کہتے ہیں۔ یہ شخص خفیہ طور پر اسلام کا قائل تھا۔

ایسے راوی بھی ان کی اسانید میں ہیں کہ خود راوی بھی اپنے مروی عنہ کی توثیق نہیں

کرتا جیسا کہ عبد الاعلیٰ اور اس جیسے دوسرے رواقہ۔ اکثر راوی ایسے ہیں جن کے بارہ میں نہ مدرج مذکور ہے اور نہ قدح جیسا کہ منذر بن خیر۔

ایسے راوی بھی بہت ہیں جن پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں، مگر ان کی حدیث پر صحت کا فیصلہ ہو جاتا ہے،

ماخذ کتب شیعہ امامیہ | امامیہ ایسی کتابوں سے روایت کرتے ہیں جن کی نسبت اپنے مشائخ کی طرف کرتے ہیں، اور گمان رکھتے ہیں کہ مشائخ نے جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہے امام باقر اور امام صادق سے روایت کیا ہے، چونکہ وہ مدۃ العمر تفسیر کرتے رہے، اس لئے خود روایت نہ کی، ان کے مرنے کے بعد ان کی کتابیں ہمارے ہاتھ لگیں، جیسا کہ کلینی جندی سے وہ اپنے اصحاب سے وہ محمد بن خالد وغیرہ سے روایت کرتا ہے، ان کی اکثر خبریں جو عن عن سے مروی ہوتی ہیں، اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان کے ہاں بعض ثقہ اور معتبر راویوں کی حقیقت اور اصلیت یہ ہے کہ وہ رواقہ خود اپنی تکذیب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، ہمیں ایسا اقرار کرنے سے امام نے منع کیا تھا، سبطہ امام نے ایک کام کرنے سے منع کیا مگر راوی خلاف ورزی کرتا ہے، اس کی روایت بھی ان کے ہاں مقبول ہے جیسا کہ ابونصیر ان کے ہاں ثقہ شمار ہوتا ہے، مگر کلینی کہتا ہے کہ ابونصیر نے کہا میں حدیث امام صادق سے سنتا ہوں، اور روایت بیٹے سے کرتا ہوں، ابن بابویہ ابونصیر سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا مسلمان نے اللہ تعالیٰ کو قیامت سے پہلے دیکھا، فرمایا ہاں جس دن الست برجم فرمایا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد

۱۵۱ اصول کافی ص ۳۲ باب قتلات الحدیث میں ہے، ابو جعفر نے زیاد سے کہا اگر تم اپنے کسی دوست کو تفسیر کر کے مسئلہ بتائیں کیا وہ اس پر عمل کرے زیادہ نے کہا آپ زیادہ جانیں فرمایا اگر وہ اس پر عمل کرے تو بہتر ہے، اور جواب میں زیادہ انتہی۔ زرارہ کہتا ہے میں نے ابو جعفر سے ایک مسئلہ پوچھا مجھے ایک جواب دیا مگر دوسرے آدمی نے پوچھا اس کو مجھے دیے جواب کے برعکس جواب دیا وہی مسئلہ ایک تیسرے شخص نے پوچھا تو اس کو ہائے خلاف جواب دیا میں نے دیکھ پوچھی تو فرمایا اگر لوگ ایک امر پر متفق ہو جائیں، تو ہمیں ہمارے ساتھ تمہاری مدتی کا یقین ہو جائے، ہمارا یہی طرز عمل ہیں اور تمہیں زیادہ دن تک باقی رکھنے والا ہے، اس قسم کی کہیا ایک مشائخ مذکور ہیں - ۱۲ -

۱۵۲ رجال کافی ص ۱۵۲ میں ہے امام ابو عبد اللہ نے فرمایا چار شخصوں کو بہشت کی خوش خبری دے دو، برید بن معاویہ، ابونصیر لیث بن النخعی، المرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ یہ چار اللہ کے نجیب اور حلال و حرام پر اطمینان ہیں، یہ لوگ نہ ہوتے تو بہت کے آثار مٹ جاتے۔

امام عبداللہ نے کہا مومن خدا تعالیٰ کو قیامت سے پہلے دنیا میں بھی دیکھتے ہیں، مگر تو نہیں دیکھتا، ابونصیر نے کہا میں آپ پر قربان یہ بات آپ سے لوگوں کو نقل کروں؟ کہا ایسا نہ کرو مگر ابونصیر امام کی منع پر نہ رہا، اور لوگوں میں اس روایت کو بیان کیا، اور شیعوں میں شہرت پائی کلینی محمد بن ابی نصیر سے روایت کرتا ہے کہ مجھے ابوالحسن نے مصحف دیا، اور حکم دیا اسے پڑھنا نہیں، میں نے اسے کھولا اور سورہ لم یکن پڑھی، اس میں ستر قریشی مردوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام تحریر تھے۔

ایسے رواد بھی ان کے ہاں ہیں جو امام سے روایت کرتے ہیں، مگر اس کی امامت کے قائل نہیں ہیں، اور اس کے باوجود ایسے راویوں کو ”رجال صحیح“ شمار کیا جاتا ہے، ان کے مجتہدین اور ثقہ راویوں میں ایک ایسا صاحب ہے جسے ”علم ہدایت“ کا لقب مل چکا ہے مگر جھوٹ بولنے میں اسے کوئی باک نہیں الٹا اسے عمل صالح قرار دیتا ہے، اور جھوٹ پر مبنی کئی کتابیں پڑ کر چکا ہے، یہ بات اس کے دوستوں کے اعتراف سے ثابت ہوئی ہے۔

شیعوں کا مرسل | کلینی امام ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے، جو ارسال کرتا ہے، روایت کے متعلق نظریہ | وہ جھوٹا ہے، مگر یہ جماعت مرسل پر عمل کرتی ہے۔ چنانچہ مراسیل ابی عمیر کو صحیح جانتے ہیں، ابوجعفر طوسی فاسق کی خبر پر بھی عمل کرتا ہے، اور اس روایت پر بھی جس میں اضطراب پایا جاتا ہے،

امامیہ کے ہاں | مذکورہ احمقانہ باتوں میں عجیب تر اور جھوٹی بات یہ ہے، کہ لگاتار چارہ شخصوں سفارت مہدی | نے دعویٰ کیا کہ ہم مہدی صاحب الزمان کے سفیر ہیں، امام مہدی صاحب الزمان کے پاس سے ہم پیغام لاتے ہیں، پہلا شخص ابوعمر عثمان بن سعد التمان، دوسرا اس کا لڑکا ابوجعفر محمد بن عثمان متوفی ۳۲۸ھ تیسرا شخص ابوالقاسم بن ابی الحسن بن روح جو تھا علی بن محمد جسے خاتم السفر کہتے ہیں، ان جھوٹے احمق مدعیوں کی مدت چودہ ہتر سال کو فضیت صغریٰ نام دیتے ہیں۔

۱۔ اصول کافی ص ۳۰۳ اس میں احمد بن محمد بن ابی نصر ہے

کچھ دوسرے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے مہدی کو دیکھا ہے، اور اس سے روایت لی ہے جیسا کہ ابو ہاشم وادوین بنی القاسم جعفری، محمد بن علی بن بلال، احمد بن اسحق، ابراہیم بن ہریرہ، محمد بن ابراہیم وغیرہ وغیرہ۔

مگر اس مذہب والوں نے ظاہر البطلان بلا دلیل مفتریوں کے ان دعویٰ کو قبول کیا، اور محمد مہدی کی روایات حدیث ان سے لے لیں۔

محمد مہدی کی طرف منسوب | ایسے رقعوں سے بھی روایت کرتے ہیں جن کے رقعہ جات سے روایت متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ رقعہ محمد مہدی نے تحریر کئے اور اس کے سفروں کی وساطت سے ہم تک پہنچے۔

۱۔ ان میں سے ایک رقعہ علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القتی کا ہے، وہ اپنے ایک سوال کے جواب میں صاحب زمان کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ ظاہر کرتا ہے، ابو القاسم بن ابی الحسین بن روح یعنی تیسرا سفیر کہتا ہے، علی بن جعفر بن اسود کے ہاتھ ایک رقعہ صاحب زمان کو بھیجا انہوں نے اس کا جواب لکھا۔

۲۔ ان رقعات میں ایک رقعہ محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن حسین بن جامع بن مالک حمیری ابو جعفر قمی نجاشی کا ہے، ابو جعفر قمی نے صاحب زمان کو چند سوالات مسائل شریعت کے بارہ میں دریافت کئے، احمد بن حسین کہتا ہے، میں نے ان کے جوابات سوالات کے بن السطور میں لکھے دیکھے، یہ جوابات محمد بن حسین طوسی نے ”کتاب الغیۃ“ اور ”کتاب الاحتیاج“ میں درج کر دیئے ہیں۔

یہ کتب صحاح کیسی عمدہ ہوئیں جن کی بنا دایسی خرافات پر ہو؟

۳۔ ایک رقعہ ابو العباس جعفر بن عبد اللہ بن جعفر حمیری قمی شیخ قہبان درہیس روافض کا ہے، ابو العباس مذکور نے امام الزمان کے رقعے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں، اس کا کہنا ہے امام صاحب الامر تک ان کی سند قریب ترین ہے،

۴۔ مذکورۃ الصدر کے دو بھائی احمد اور حسین دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہم صاحب امر کی طرف مسائل لکھتے تھے، وہ جواب مرحمت فرماتے، جیسا کہ نجاشی وغیرہ نے ذکر کیا ہے،

۵۔ علی بن سلیمان بن حسین بن الجہم بن بکر بن اعلین ابو الحسن الرازی بھی دعویٰ کا قیام کرتا ہے، اور کئی رقعے ظاہر کرتا ہے، نجاشی نے کہا اسے صاحب الامر کے ساتھ اتصال حاصل ہے۔

۶۔ اس گم کردہ راہ فرقہ کے قدام کے ہاں بھی اس قسم کے رقعے ہیں محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے بھی صاحب زمان کے خط سے کچھ چیزیں پیش کی ہیں، سب اسی قسم کے مرخرفات سے ہیں ان احمقوں کا گمان ہے کہ محمد بن علی مشکہ مسائل میں سے ایک مسئلہ سمجھ کر شہر قم سے باہر ایک درخت کے سوراخ میں رکھتا تھا، ایک دن اور رات کے بعد اس کا غذ کی پشت پر اس کا جواب کھل جاتا، اس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ خط صاحب زمان کا ہے، حالانکہ یہ محض ان کے خیال کی اختراعی بات ہے، اور اس پر انہوں نے اپنے دین کی بنا رکھی ہوئی ہے۔

اسی قسم کے خود ساختہ امور میں وہ خطوط بھی ہیں جو بدکرداروں نے خود سمجھ کر اپنے اماموں کی طرف منسوب کئے کہ شیعوں کے مسائل کے جواب میں انہوں نے تحریر کئے تھے، یہ حق ان خطوط کو تعارض کے وقت صحیح حدیث پر راجع سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ابن بابویہ نے ایک توقیعی مسئلہ میں ابو محمد حسن بن علی کے خط سے استدلال کیا ہے، حالانکہ کتاب کلینی میں امام جعفر صادق سے اس توقیع کے خلاف روایت موجود ہے، ابن بابویہ کہتا ہے میں اس حدیث پر فتویٰ نہیں دیتا، بلکہ حسن بن علی کا جو خط میرے پاس موجود ہے، اس پر فتویٰ دوں گا، یہ بے وقوف نہ جان سکا کہ اس حسن بن علی کے خط کو کسی نے پہچانا ہے، اگر شناخت ہوئی بھی ہے تو ایک خط دوسرے خط سے مشابہ ہو سکتا ہے۔

خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ان کی روایات کا یہ حال ہے، اور ان کے مذہب کی بنا انہیں خرافات پر ہے، اور اس جماعت کی کتب حدیث و فقہ ایسی لغویات سے پُر ہیں۔ شیعہ کی صحیح ترین کتب | اس جماعت کے نزدیک صحیح ترین چار کتابیں ہیں۔

۱۱۔ کافی تصنیف محمد بن یعقوب کلینی (۲) تہذیب (۳) استیصار یہ دونوں

محمد بن حسن ابو جعفر طوسی کی تالیف ہیں۔ (۱۲) فقہ من لایحضرہ الفقیہ تصنیف محمد بن علی بن بابویہ القمی۔ ان کے نزدیک ان چاروں پر عمل کرنا واجب ہے، اسی طرح امام کی روایت کردہ ان روایات پر جنہیں ان کے دوستوں نے جمع کیا عمل کرنا واجب ہے۔

امامیہ ان چاروں میں ”کافی“ کو ترجیح دیتے ہیں، ایک گروہ فقہ من لایحضرہ الفقیہ کو اصح کہتا ہے، مگر ان کتابوں کا اصل حال وہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا، ان کتابوں میں امامیہ کے اعتقاد کی رو سے فاسد المذہب رجال کی روایات ہیں جیسا کہ ہشام بن حکم۔ ہشام بن سالم، صاحب طاق (جو کہ عقیدہ تجسیم کے قائل ہیں) زرارة بن اعین، بکیر بن اعین، سلیمان بن جعفر، محمد بن مسلم، ابن فضال، ابن مہران اور اس طرح کے دیگر فاسد المذہب رواۃ رجال اسانید میں مضارع اور کذاب بھی موجود ہیں، جیسا کہ جعفر فزاری، ابن عیاش، محمد بن عیسیٰ وغیرہ، ضغفا اور جابیل کا تو شمار ہی کیا، ابن عمارہ، ابن مسکون، زید یحییٰ وغیرہ وغیرہ مستور الحال بھی ان کتابوں میں موجود ہیں جیسے تغلیبی، قاسم حرارہ، ابن فرقد وغیرہ وغیرہ ان کتابوں کو صحیح کہنا اور واجب العمل قرار دینا حماقت کے سوا اور کیا ہے؟

اصح کتابوں کا جب یہ حال ہے تو دوسری کتابوں کا اس سے بھی زیادہ افسوس ناک حال ہے۔

طوسی کہتا ہے، حدیث احمدیہ پر چاہے صحیح بھی ہے، عمل کرنا واجب نہیں ہے، ابو جعفر طوسی اپنے گروہ میں علوم مرتبت کے بادر جو ابن مسکان ایسے کذاب رجال سے امام صادق کی روایات لاتا ہے، حالانکہ ابن مسکان کو امام صادق سے روایت حدیث حاصل نہیں ہے۔

۱۵ المتوفی ۳۶۶ھ۔

۱۶ امام ابو عبد اللہ شرفیہ ہیں، حمزہ مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے میرے باپ کے دوستوں سے ان کی کتابیں لے لیتا اور ان میں وہ حدیثیں ملا دیتا جو میرے باپ نے روایت نہیں کیں۔ (رجال کثی ص ۱۹۵)

۱۷ تفصیل پہلے مذکور ہو چکی ہے۔

۱۸ رجال کثی ص ۳۶۶ میں ہے عبد اللہ بن مسکان نے ابو عبد اللہ شرفیہ سے صرف ایک حدیث سنی ہے، حالانکہ یہ صحابہ بنی عبد اللہ میں سب سے زیدہ روایت کرتا تھا۔

نیز طوسی جھوٹے رقعہ والے ابن بابویہ سے روایت کرتا ہے، اس طرح مرتضیٰ سے اور وہ محمد بن نعمان سے حالانکہ یہ راوی جھوٹا ہے، اور اپنے مذہب کی نصرت میں جھوٹ بولنے کو جائز جانتا ہے۔

کلیتی کی موضوع روایات | کلیتی کی بعض مرویات پر جو اس کے زعم میں صحیح سند سے مروی ہیں، ابن بابویہ موضوع ہونے کا حکم لگاتا ہے، جیسا کہ احادیث تحریر قرآن و اسقاط آیات اور اسی طرح علی نے بھی ان پر موضوع ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔

شیعوں کی کتب رجال جرح و تعدیل | شیعوں کا عمل غیر محقق روایات پر ہے اس لئے کے بارہ میں نا کافی اور مہمل ہیں ۲۱ کہ ان کے پاس "جرح و تعدیل" کی کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو رجال کے مکمل حالات قبول درود کو بیان کرے، کئی اثناعشری نے چوتھی صدی میں احوال رجال پر ایک نہایت مختصر کتاب تالیف کی، مگر اس سے کوئی ضرورت پوزی نہیں ہوتی، متاخرین میں ابن عسائی نے "ضعفاد" پر ایک کتاب تصنیف کی ہے نجاشی، ابو جعفر طوسی، جمال الدین احمد بن طاووس، ابن مظہر، تقی الدین بن داؤد ان بزرگوں نے بھی جرح و تعدیل میں کتابیں تالیف کیں، مگر مہمل رواۃ پر مدح و قدح اور توجہات سے خاموشی بہت ہے، کسی بڑی پر مدح و قدح میں دو متضاد خبروں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے میں ان کا باہمی اختلاف ہے جس سے حق و باطل کا امتیاز مفقود ہو گیا ہے اور پھر ترجیحات میں کمزور وجوہ پیش کرتے ہیں، اسی لئے امامینہ میں سے صاحب الدرایہ ان کی تقلید سے منع کرتا ہے۔

نیز ان کی اسما و رجال کی کتب میں علماء رجال تصنیف کرتے ہیں، جیسا کہ ابو بصیر و جو کہ نون کے ساتھ ہے، کو ابو بصیر (با کے ساتھ) کہتے ہیں، اور مزاحم (راہ مہملہ و جیم) کو مزاحم (زا منقوطہ و حاء مہملہ) کہتے ہیں۔

۱۵ رجال کئی پہلی بار بمبئی میں ۱۳۱۴ھ میں طبع ہوئی، ہمارے پاس مؤسسۃ الاعلیٰ للطبعات، کربلا و کاچیا ہوا نسخہ موجود ہے، صفحات ۱۵۲۵ اس کا مکمل نام معرفۃ التائلین عن الائمة الصادقین ہے، تالیف ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکنتی۔

جہاں دو راویوں کے نام اور ان کے باپ کے نام متفق ہو گئے، ان کے درمیان امتیاز نہیں کیا جاتا، مثلاً محمد بن قیس چار شخصوں کے نام میں مشترک ہے، دو کو ثقہ جانتے ہیں، محمد بن قیس اسدی ابی نصیر اور محمد بن قیس بجلی کو ایک کو مدوح کہتے ہیں یعنی محمد بن قیس اسدی مولیٰ بنی نصیر کو اور ایک کو ضعیف یعنی محمد بن قیس ابو احمد۔ یہ تمام فیصلے محض اپنے گمان اور تخیل سے کرتے ہیں بلا تحقیق، ابن بابویہ محمد بن قیس سے بہت روایتیں لاتا ہے، مگر امتیاز نہیں کرتا کہ کس جگہ ان چار میں سے کون سا راوی ہے، اس فرقہ کی احادیث ان کے اپنے مذہب کی رو سے بھی قابل اعتماد نہ ہیں، اس لئے کہ قبولیت کیلئے راوی کی عدالت شرط ہے۔

ان کے متقدمین رجال کے حالات پر بحث کئے بغیر طب ریالیں پر عمل کرنے رہے، اہل سنت کی تقلید کر کے متاخرین نے اگرچہ رجال پر بحث کی ہے، مگر حق و باطل کے مابین امتیاز وہ بھی نہ کر سکے، اگر امتیاز ہو جاتا، اور باطل کو ترک کر دیتے تو امامیہ کا مذہب کلی طور پر انہیں ترک کرنا پڑتا۔ ناچار متقدمین کی روایات پر ہی عمل کرنا پڑا۔ اور اس بات سے استدلال کیا کہ ہمارے اصحاب متقدمین کا ان پر عمل ہے، لہذا حجت ہیں۔ درحقیقت ان خرافات پر مذہب کی بنا بلا دلیل ہے۔ اور محض اتباع خواہش نفس۔

رفض کی ابتدا اور | رفض کی ابتدا منافقین نے دین اسلام ختم کرنے کے لئے رکھی تھی، اس کے حقیقی مقاصد | عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا، ظاہر اس نے اسلام قبول کر لیا، مگر درحقیقت منافق تھا، اہل اسلام طبعی طور پر محبت اہل بیت کے ساتھ لگاؤ رکھتے تھے، محبت اہل بیت کو بنیاد بنا کر اس نے لوگوں کو گمراہی میں ڈالا، حضرت علیؑ کے لئے الوہیت ثابت کی، غالی شیعہ رسالت خدا کا معنی اور مال حضرت علیؑ

سلسلہ رجال کشی صفحہ ۹۹ میں ہے عبداللہ بن سبا نبوت کا مدعی تھا اور کہتا تھا حضرت علیؑ ہی اللہ تعالیٰ ہے۔ نیز سلسلہ میں ہے بعض اہل علم کہتے ہیں عبداللہ بن سبا یہودی تھا، مسلمان ہوا، اور ولایت علیؑ کا اظہار کیا، امامت علیؑ کے قول کو سب سے پہلے اس نے شہرت دی، اور اس کے مخالفین سے اظہار برات کیا، اور ان کو کافر کہا، شیعہ کے مخالف اسی لئے کہا کرتے ہیں اگر شیعہ ورفض کا اصل یہودیت ہے، انتہی۔

میں ثابت مانتے ہیں، اسے امامت کے لفظ سے تعبیر کریں، یا ولایت کے لفظ سے، دیگر صحابہؓ اور دیگر اہل بیت کے بارہ میں ہتک شان کی، اور ان پر عداوت و دشمنی کا اتہام کیا۔

اس کے بعد زین العابدینؓ، محمد باقرؓ اور جعفر صادقؓ کے زمانہ میں کئی ایک اور منافقین سرگرم عمل ہو گئے، چنانچہ ہشام بن سالم اور ہشام بن حکم اجول اور اجول دوم ملقب بہ شیطان الطاق اور زید بن جہیم البلانی اور زرارة بن اعین اور حکم بن عتیبة اور عروہ تمیمی یہ سب حضرات تینوں مذکورہ ائمہ سے روایت کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی خدمت میں بیٹھتے ہیں، فرط محبت اہل بیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان بزرگوں پر جھوٹ بنا کر مطاعن صحابہ و ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں شیعہ کی مدرج اور اہل سنت کی مذمت میں جھوٹی روایات گھڑتے ہیں، جب ان کے عقائد فاسدہ مذکور بزرگوں کے سامنے کھل کر سامنے آئے تو ان سے برأت کا اظہار فرمایا، چنانچہ کلینی نے ان منافقوں سے ائمہ کی تبری کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن ابراہیم بن محمد الخزاز و محمد بن الحسين انہما قالَا دخلنا علی ابی الحسن الرضا و قلنا ان ہشام بن سالم و صاحب الطاق و المیثمی یقولون انہ تعالی اجوف الی السرة و الباقی صمد فخر اللہ ساجدا و قال سبحانک کیف طادعتہم انفسہم ان یشہو لک

ابراہیم بن محمد اور محمد بن حسین کہتے ہیں، ہم ابوالحسن رضا کے پاس گئے اور کہا ہشام بن سالم اور صاحب الطاق اور میثمی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نافہم تک کھوکھلا ہے، اور باقی ٹھوس رضا اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئے، اور فرمایا، اے اللہ تو پاک ہے، ان کا دل کیسے راضی ہوتا ہے کہ تیری غیر

۱۔ متن میں عتیبة تصحیح از رجال کشی ص ۱۸۶ امام ابو عبد اللہ نے حکم بن عتیبة کو جھوٹا کہا (ایضاً)
 ۲۔ یہ عروہ بن یحییٰ الرضاقان ہے، علی رضا اور حسن بن علی پر جھوٹی روایات بنا تا تھا، ابو محمد نے اسے اپنے فرائض کا متولی بنایا جس کے لیے اس پر ابو محمد نے لعنت کی ہے۔ رجال کشی ص ۱۸۶۔
 ۳۔ اصول کافی ص ۱۷۹۔

کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، اسے اللہ میں
آپ کی وہی صفت کہوں گا تو آپ
نے اپنی فرمائی ہے، مخلوق کے ساتھ
آپ کی مشابہت نہ دوں گا، آپ ہر
خیر کے اہل ہیں، مجھے ظالم قوم کے
ساتھ نہ بنا۔

حسن بن عبد الرحمن الحمائی سے
مروی ہے، اس نے ابو الحسن
موسیٰ کا ظم سے پوچھا ہشام بن حکم
کہتا ہے، اللہ تعالیٰ جسم ہے، فرمایا
خدا اس پر لعنت کرے، کیا نہیں جانتا
جسم محدود ہے، خدا کی پناہ میں اس
قول سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔
محمد بن الفرغ سے مروی ہے،
کہتا ہے، میں نے ابو الحسن کو لکھا اور
پوچھا ہشام بن حکم کا قول جسم میں اور
ہشام بن سالم کا قول صوریہ میں
کیسا ہے، تو انہوں نے جواب میں
لکھا، حیران کی حیرت کو ترک کر۔
شیطان سے خدا کی حفاظت طلب
کر، دونوں ہشاموں کی بات غلط ہے۔

بغیرك اللهم لا اصفك الا بما
وضفت به نفسك ولا
اشبهك بخلقك انت اهل
لكل خير فلا تجعلني
مع القوم الظالمين ۝

وروی ایضا عن الحسن بن
عبد الرحمن الحمائی قال قلت
لابی الحسن موسیٰ بن جعفر
الکاظم ان ہشام بن حکم
یزعم ان اللہ جسم قال قاتلہ اللہ
اما علم ان الجسم محدود ومعاذ اللہ
وابراً الی اللہ من هذا القول۔
وروی ایضا عن محمد بن الفرغ
الزنجی قال کتبت الی ابی الحسن
اسأله عما قال ہشام بن حکم
فی الجسم وھشام بن سالم
فی الصورة فکتبہ عنک حیرۃ
الحیران واستعد باللہ من
الشیطان لیس القول ما قال
الھنشامان ۝

زید بن علی بن حسین نے ہشام اہول کو کہا۔

اے اہول تجھے خدا سے شرم نہیں آتی، میرے باپ سے تم ایسی روایتیں بیان کرتے ہو، جن سے میرا باپ بے زار ہے، اہول نے کہا "زید امام نہیں، بلکہ امام اس کا بھائی محمد ہے، زید نے کہا اے اہول میرے باپ نے تجھے مسائل دین سکھائے، میرے ساتھ اتنا محبت تھی، کہ لقمہ سرد کر کے میرے منہ میں ڈالتا تھا۔ کیا میرے لئے دوزخ کو پسند کرتا تھا۔
(رواہ الکلبینی من الامامیہ)

اس طرح کے دیگر اقوال جن سے ائمہ کی ان منافقین سے برأت آشکارا ہے، کتب امامیہ میں مذکور ہیں۔

ان حقائق کے ہوتے امامیہ اپنی کتابوں میں انہیں منافقین سے سند پکڑتے ہیں (اور ان سے ائمہ کی روایات نقل کرتے ہیں)۔

نیز ان کی کتابوں میں مروی ہے، کہ جب زید بن علی بن الحسین نے خلافت کا مطالبہ کیا، اور ایک کثیر جماعت اس کے ساتھ ہو گئی، امیر عراقین یوسف بن عمرو ثقفی نے ان کے ساتھ محاربات کئے، کوفہ سے پانچ ہزار اشخاص آئے، منافقوں کے بہکانے سے شیخین کے بارہ میں ان کے عقائد فاسد ہو چکے تھے، ان کو فیوں نے حضرت زیدؑ سے مطالبہ کیا، اگر تم ابو بکرؓ و عمرؓ سے برأت کا اظہار کرو تو ہم تیری مدد کریں گے، ورنہ ہم تجھے چھوڑ دیں گے، حضرت زیدؑ نے جواب دیا، میں ابو بکرؓ و عمرؓ سے برأت کا ہرگز اظہار نہ کروں گا، بلکہ ان سے محبت رکھوں گا، اس لئے کہ میرا والد علی بن حسین ان سے دوستی رکھتا تھا، اور ان کا ذکر سوائے اچھائی کے نہ کرتا تھا، کھلم کھلا بھی اور پوشیدہ بھی۔
کو فیوں نے کہا پھر ہم تجھے چھوڑ دیں گے، زیدؑ نے فرمایا:-

اذھبوا فانتم البرافضۃ . جاؤ تم رافضی ہو۔

اس وقت اہل کوفہ حضرت زیدؑ کی رفاقت سے برگشتہ ہو گئے، اور ان کا

۱۔ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ گفتگو رجال کثی میں محمد بن علی صاحب الطاق اور زید بن علی کے مابین منقول ہے، رجال کثی صفحہ ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۲ - ۱۰۰۳ - ۱۰۰۴ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۰۷ - ۱۰۰۸ - ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ - ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۴ - ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ - ۱۰۱۷ - ۱۰۱۸ - ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ - ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ - ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ - ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ - ۱۰۲۸ - ۱۰۲۹ - ۱۰۳۰ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۳ - ۱۰۳۴ - ۱۰۳۵ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۷ - ۱۰۳۸ - ۱۰۳۹ - ۱۰۴۰ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳ - ۱۰۴۴ - ۱۰۴۵ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷ - ۱۰۴۸ - ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۵۲ - ۱۰۵۳ - ۱۰۵۴ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵۶ - ۱۰۵۷ - ۱۰۵۸ - ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰ - ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ - ۱۰۶۳ - ۱۰۶۴ - ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ - ۱۰۶۷ - ۱۰۶۸ - ۱۰۶۹ - ۱۰۷۰ - ۱۰۷۱ - ۱۰۷۲ - ۱۰۷۳ - ۱۰۷۴ - ۱۰۷۵ - ۱۰۷۶ - ۱۰۷۷ - ۱۰۷۸ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰ - ۱۰۸۱ - ۱۰۸۲ - ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ - ۱۰۸۵ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ - ۱۰۹۱ - ۱۰۹۲ - ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ - ۱۰۹۵ - ۱۰۹۶ - ۱۰۹۷ - ۱۰۹۸ - ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ - ۱۱۰۱ - ۱۱۰۲ - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۵ - ۱۱۰۶ - ۱۱۰۷ - ۱۱۰۸ - ۱۱۰۹ - ۱۱۱۰ - ۱۱۱۱ - ۱۱۱۲ - ۱۱۱۳ - ۱۱۱۴ - ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ - ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ - ۱۱۲۲ - ۱۱۲۳ - ۱۱۲۴ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۱۲۸ - ۱۱۲۹ - ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ - ۱۱۳۲ - ۱۱۳۳ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۵ - ۱۱۳۶ - ۱۱۳۷ - ۱۱۳۸ - ۱۱۳۹ - ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ - ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳ - ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵ - ۱۱۴۶ - ۱۱۴۷ - ۱۱۴۸ - ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ - ۱۱۵۱ - ۱۱۵۲ - ۱۱۵۳ - ۱۱۵۴ - ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ - ۱۱۵۷ - ۱۱۵۸ - ۱۱۵۹ - ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲ - ۱۱۶۳ - ۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۱۶۶ - ۱۱۶۷ - ۱۱۶۸ - ۱۱۶۹ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - ۱۱۸۰ - ۱۱۸۱ - ۱۱۸۲ - ۱۱۸۳ - ۱۱۸۴ - ۱۱۸۵ - ۱۱۸۶ - ۱۱۸۷ - ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ - ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ - ۱۱۹۳ - ۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ - ۱۱۹۶ - ۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۱۹۹ - ۱۲۰۰ - ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ - ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴ - ۱۲۰۵ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ - ۱۲۰۹ - ۱۲۱۰ - ۱۲۱۱ - ۱۲۱۲ - ۱۲۱۳ - ۱۲۱۴ - ۱۲۱۵ - ۱۲۱۶ - ۱۲۱۷ - ۱۲۱۸ - ۱۲۱۹ - ۱۲۲۰ - ۱۲۲۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ - ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ - ۱۲۲۸ - ۱۲۲۹ - ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ - ۱۲۳۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ - ۱۲۳۵ - ۱۲۳۶ - ۱۲۳۷ - ۱۲۳۸ - ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ - ۱۲۴۱ - ۱۲۴۲ - ۱۲۴۳ - ۱۲۴۴ - ۱۲۴۵ - ۱۲۴۶ - ۱۲۴۷ - ۱۲۴۸ - ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ - ۱۲۵۱ - ۱۲۵۲ - ۱۲۵۳ - ۱۲۵۴ - ۱۲۵۵ - ۱۲۵۶ - ۱۲۵۷ - ۱۲۵۸ - ۱۲۵۹ - ۱۲۶۰ - ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ - ۱۲۶۳ - ۱۲۶۴ - ۱۲۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۲۶۷ - ۱۲۶۸ - ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰ - ۱۲۷۱ - ۱۲۷۲ - ۱۲۷۳ - ۱۲۷۴ - ۱۲۷۵ - ۱۲۷۶ - ۱۲۷۷ - ۱۲۷۸ - ۱۲۷۹ - ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۲ - ۱۲۸۳ - ۱۲۸۴ - ۱۲۸۵ - ۱۲۸۶ - ۱۲۸۷ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۹ - ۱۲۹۰ - ۱۲۹۱ - ۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ - ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ - ۱۲۹۶ - ۱۲۹۷ - ۱۲۹۸ - ۱۲۹۹ - ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ - ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷ - ۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - ۱۳۱۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۱۲ - ۱۳۱۳ - ۱۳۱۴ - ۱۳۱۵ - ۱۳۱۶ - ۱۳۱۷ - ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹ - ۱۳۲۰ - ۱۳۲۱ - ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ - ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ - ۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ - ۱۳۳۰ - ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ - ۱۳۳۴ - ۱۳۳۵ - ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ - ۱۳۴۱ - ۱۳۴۲ - ۱۳۴۳ - ۱۳۴۴ - ۱۳۴۵ - ۱۳۴۶ - ۱۳۴۷ - ۱۳۴۸ - ۱۳۴۹ - ۱۳۵۰ - ۱۳۵۱ - ۱۳۵۲ - ۱۳۵۳ - ۱۳۵۴ - ۱۳۵۵ - ۱۳۵۶ - ۱۳۵۷ - ۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ - ۱۳۶۰ - ۱۳۶۱ - ۱۳۶۲ - ۱۳۶۳ - ۱۳۶۴ - ۱۳۶۵ - ۱۳۶۶ - ۱۳۶۷ - ۱۳۶۸ - ۱۳۶۹ - ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱ - ۱۳۷۲ - ۱۳۷۳ - ۱۳۷۴ - ۱۳۷۵ - ۱۳۷۶ - ۱۳۷۷ - ۱۳۷۸ - ۱۳۷۹ - ۱۳۸۰ - ۱۳۸۱ - ۱۳۸۲ - ۱۳۸۳ - ۱۳۸۴ - ۱۳۸۵ - ۱۳۸۶ - ۱۳۸۷ - ۱۳۸۸ - ۱۳۸۹ - ۱۳۹۰ - ۱۳۹۱ - ۱۳۹۲ - ۱۳۹۳ - ۱۳۹۴ - ۱۳۹۵ - ۱۳۹۶ - ۱۳۹۷ - ۱۳۹۸ - ۱۳۹۹ - ۱۴۰۰ - ۱۴۰۱ - ۱۴۰۲ - ۱۴۰۳ - ۱۴۰۴ - ۱۴۰۵ - ۱۴۰۶ - ۱۴۰۷ - ۱۴۰۸ - ۱۴۰۹ - ۱۴۱۰ - ۱۴۱۱ - ۱۴۱۲ - ۱۴۱۳ - ۱۴۱۴ - ۱۴۱۵ - ۱۴۱۶ - ۱۴۱۷ - ۱۴۱۸ - ۱۴۱۹ - ۱۴۲۰ - ۱۴۲۱ - ۱۴۲۲ - ۱۴۲۳ - ۱۴۲۴ - ۱۴۲۵ - ۱۴۲۶ - ۱۴۲۷ - ۱۴۲۸ - ۱۴۲۹ - ۱۴۳۰ - ۱۴۳۱ - ۱۴۳۲ - ۱۴۳۳ - ۱۴۳۴ - ۱۴۳۵ - ۱۴۳۶ - ۱۴۳۷ - ۱۴۳۸ - ۱۴۳۹ - ۱۴۴۰ - ۱۴۴۱ - ۱۴۴۲ - ۱۴۴۳ - ۱۴۴۴ - ۱۴۴۵ - ۱۴۴۶ - ۱۴۴۷ - ۱۴۴۸ - ۱۴۴۹ - ۱۴۵۰ - ۱۴۵۱ - ۱۴۵۲ - ۱۴۵۳ - ۱۴۵۴ - ۱۴۵۵ - ۱۴۵۶ - ۱۴۵۷ - ۱۴۵۸ - ۱۴۵۹ - ۱۴۶۰ - ۱۴۶۱ - ۱۴۶۲ - ۱۴۶۳ - ۱۴۶۴ - ۱۴۶۵ - ۱۴۶۶ - ۱۴۶۷ - ۱۴۶۸ - ۱۴۶۹ - ۱۴۷۰ - ۱۴۷۱ - ۱۴۷۲ - ۱۴۷۳ - ۱۴۷

نام روافض۔ اسی دن سے مقرر ہوا ہے
 موسیٰ بن جعفر کے زمانہ میں ایک شخص اسحق بن ابراہیم ملقب بہ ویک الحن شاعر نمودار
 ہوا، اصانع اور نبوت اسلام کا قائل نہ تھا، (محدود و زکین تھا) مذہب روافض کی تائید کرتا
 تھا، روافض اسے اپنے فقہاء میں شمار کرتے ہیں، جیسا کہ محمد بن محمد بن النعمان ملقب بہ مضید
 استاد ابی جعفر طوسی و مرتضیٰ نے بیان کیا ہے۔

محمد مہدی کے غیبت کے ایام میں کذابین کا ایک گروہ ایسا میدان میں آگیا جو محمد مہدی
 کی طرف سے رقعے ظاہر کرتے تھے۔

کچھ زندہ بقول نے اس مذہب میں کتابیں لکھیں اور مرویات کو باقرضا اور صادق رضا
 کی طرف نسبت کیا، مگر ان کتابوں کی نسبت باقر و صادق کے مخلص ساتھیوں کی طرف
 کر دی کہ ان کی تالیف شدہ ہیں اب تک مصنف نے تقیہ کے طور پر اس کا اظہار نہیں
 کیا تھا۔ ان میں ایک شخص نے خود صادق کے اصحاب میں ہونے کا دعویٰ کیا، اور
 شیعوں کے لئے اصول و فروع میں ایک کتاب ظاہر کی، اور کہا یہ جعفر صادق کی کتاب
 ہے، شیعوں نے اس کتاب کو لے لیا اور بلا دلیل جعفر صادق سے روایت کرنا شروع
 کر دی۔

۱۵ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں زید کے خروج کے وقت سے شیعہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، رافضیہ اور زیدیہ حضرت
 زید سے ابو بکر و عمر کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے ان کے حق میں جہالت کر کہا ایک گروہ نے زید کو چھوڑ دیا، تو انہوں نے فرمایا رافضی
 اس لئے ان کا نام رافضیہ ہوا جنہوں نے ترک نہیں کیا وہ زیدی کہلاتے۔ منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۵۷۔

۱۶ اس بارہ میں اپنے ائمہ کی روایات بھی پیش کرتے ہیں کہ ائمہ نے کتمان کا حکم دیا تھا۔
 اصول کافی باب الکتمان ص ۴۲۰ میں ہے۔ قال ابو جعفر احب اصحابی الی اور عہم و انقیہم و اکتمہم لحدیثنا
 مجھے میرے مدعوتوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو پرہیزگار ہو اور تقیہ پر اور ہماری حدیث چھپا کر رکھے، نیز ص ۴۲۱ میں
 ہے یا معلیٰ من کتم امرنا ولم یزغہ اعزہ الشربہ فی الدنیا وجعلہ نوراً یوم القیامۃ (الی ان قال) یا
 معلیٰ من اذاع امرنا ولم یکتہم اذلہ الشربہ فی الدنیا و نزاع النور من بین عینیہ فی الآخرة یا معلیٰ ان التقیہ من
 دینی و دین ابائی و لا دین لمن لا تقیہ۔ لہ الخ۔

یعنی جو ہمارا دین چھپاتا ہے، اسے نہیں پھیلاتا، اللہ اس کو دنیا میں عزت دیگا، اور قیامت کے دن اس کے لئے روشنی ہوگی۔
 لئے معلیٰ جو ہمارے دین کو پھیلاوے، اسے اللہ ذلیل کرے گا، اور آخرت میں اس کے لئے نور نہ ہوگا۔ معنی تقیہ میرا اور میرے عباد کا دین ہے۔
 جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے، انتہی۔

اس حکم کے بعد کون مخلص تھے ہر گاہ کہ ان کا حدیث پھیلا دیا، معلوم ہوا جو کچھ ائمہ کے نام سے پیش کیا گیا ہے، سب بتلائی ہے۔

روافض کے اسلاف میں سے ایک شخص ہے زکریا بن ابراہیم نصرانی، یہ شخص نصرانی میں خود کو نصرانی (عیسائی) ظاہر کرتا تھا، اور شیعوں میں محب اہل بیت بن جاتا۔ مطاعن صحابہؓ اور معائب ازواج مطہرات ذکر کرتا رہتا۔

اس کے بعد ایک اور شخص مرتضیٰ تاحی ان میں پیدا ہوا جسے یہ لوگ علم الہدی کا لقب دیتے تھے اور دوع و باطل سے پر کتابیں تصنیف کیں۔ نصرانی کی نسبت اپنے ہاتھ لگاتا رہا اس کا شیخ جھوٹے رقعہ کا مدعی اس سے بھی پلید اور خبیث تھا، یہ ہے مذہب روافض کا نسب نامہ۔

شیعہ تقیہ کے | چونکہ ان کی تمام روایات احادیث متواترہ کے خلاف تھیں، کیونکہ قائل کیوں ہوئے؟ | امیر المؤمنین علیؑ اور ان کے فرزند ہدایت و رشد کے امام جمہور صحابہؓ کے موافق روایت کرتے ہیں، اس کا انکار کرنا بھی ان کے لئے محال تھا۔ کہ اماموں کی یہ احادیث خود امامیہ نے نقل کی ہیں، اپنے باطل مذہب کی حفاظت کے لئے وجوب تقیہ کا اصول انہیں نہ کان پڑا، (یعنی اماموں کی یہ احادیث مبنی بر تقیہ ہیں) اگر یہ لوگ تقیہ کے قائل نہ بنتے ان کے مذہب کا بطلان خود ان کی اپنی روایات سے لازم آتا، اب مذہب روافض کے ابطال کے لئے تقیہ کا بطلان ثابت کرنا چاہیے کہ ان کے لئے کوئی گنجائش قرار باقی نہ رہے۔

تقیہ کے بارہ میں | روافض کا ادعا ہے کہ تقیہ پیغمبروں اور ائمہ پر واجب ہے، اور شیعہ کا موقف | امت کے افراد پر بھی اس دعویٰ پر کئی دلائل پیش کرتے ہیں۔ پہلی دلیل، قال قال ابو عبد اللہ

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں، تقیہ اللہ کے دین سے ہے، میں نے کہا، اللہ کے دین سے؟ فرمایا ہاں اللہ کے دین سے ہے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے قافلہ والو تم چور ہو، حالانکہ انہوں نے کوئی چیز نہ چرائی تھی۔

ان التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ قال واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف علیہ السلام ایہما العیر انکم لسا رقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئاً ولقد قال

ابراہیم اسی سقیم واللہ ما کان سقیم۔
ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں بیمار ہوں، حالانکہ وہ بیمار نہ تھے۔

(کلینی از ابی نصیر)

دوسری دلیل۔ اتنا سئل عن ابی عبد اللہ هل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتقی قال اما بعد نزول واللہ یعصمک من الناس فلا (ابن بابویہ فی الامانی)
ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقیہ کرتے تھے، فرمایا آیت » واللہ یعصمک من الناس « کے نزول کے بعد نہیں۔

تیسری دلیل۔ قال قال ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق یا ابا عبد اللہ تسعة اعشار الدین فی التقیة ولادین لمن لا تقیة له (صاحب محاسن)
ابو عبد اللہ جعفر بن محمد صادق نے کہا اے ابو عمرو دین کا نالواں حصہ تقیہ میں ہے، جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے،

تقیہ کی فضیلت اور اس کے ایجاب میں اس طرح اور بھی بہت آثار نقل کرتے ہیں۔
چوتھی دلیل۔ ان اکرمک عند اللہ اتقکم۔
اللہ کے نزدیک باعزت وہ ہے جو تقیہ بہت کرے۔

کہتے ہیں۔ اتقی تقیہ سے مشتق ہے
پانچویں دلیل :- کلینی وغیرہ ہشام بن سالم سے وہ۔
ابی عبد اللہ داہت کرتا ہے کہ آیت :-

ویدارون بالحسنة السيئة
میں حسنہ سے مراد تقیہ ہے :-
حسنہ کیا حق برائی دفع کرو۔ الرعد ۲۲۔

۱۵ اصول کافی ص ۱۱۱ کتاب الایمان والکفر باب التقیہ -
۱۶ یہ آثار اصول الکافی صفحہ ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ میں مذکور ہیں (باب التقیہ)
۱۷ اصول کافی کلینی ص ۱۱۱ عن حریر بن اسیر عن ابی عبد اللہ » مذکور ہے باب التقیہ ص ۱۱۱ -

جواب اولاً یہ ہے یہ آثار موضوع اور بناوٹی ہیں امام ابو عبد اللہ سے ثابت نہیں ہیں۔ ان کے رجال ابو نصیر ہشام بن سالم وغیرہ کی تضعیف اور بیان ہو چکی ہے۔

ثانیاً یہ کہ یہ آثار متواترات اور بدیہی دلائل کے خلاف ہیں، کیونکہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تقیہ کرتے تو کفار کے ساتھ لڑائی کیوں فرماتے؟ اور علیؑ نے معاویہؓ کے ساتھ جنگ کیوں کی؟ ہاں دوسرا اثر تو اٹا تھا ہمارے موقف کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ آیت واللہ یعصمکم من الناس کے نزول کے بعد تقیہ منسوخ ہو گیا۔ پھر آیات مذکورہ کی تفسیر مفتاکتاب ومتواتر احادیث کے خلاف ہے، لہذا باطل۔

تقیہ کے بطلان پر دلائل [تقیہ کے بطلان پر بے شمار دلائل ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔] ۱۔ جھوٹ بولنا جمع ادیان میں حرام قرار دیا گیا ہے، بالخصوص بلا ضرورت لہذا اسے واجب یا مستحب کہنا، اور جھوٹ کو دین کا اہم حصہ قرار دینا، کذب کو دین خدا سمجھنا اور اسے اللہ کے نزدیک سب سے بڑا اعزاز جاننا کفر ہے، کمالاً بخفی۔

۲۔ تقیہ کے مشروع مان لینے سے روایات پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ انبیاء کی احادیث اور اماموں کی اخبار میں بد اعتمادی پیدا کرنا محال ہے، ورنہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہ ہوتی، دیکھئے کوئی بھی شاعر قرآن کی مثل چھوٹی سی سورۃ نہیں لاسکتا، اور کوئی بھی جادوگر لالچھٹی کے ساتھ موسیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ پیغمبر علیہ السلام سے ان دونوں صفات کی زوردار الفاظ میں نفی کرتا ہے، (وما علمناہ الشعر وما ينبغي له۔ یس ۶۹) کیونکہ شاعر یا ساحر ہونا وہم پیدا کر سکتا ہے، کہ شاید نظم قرآن غیر خدا سے ہو اور معجزات سحر کے نوع سے ہوں، تو پیغمبروں کے لئے تقیہ کے طور پر جھوٹ بھولنا کب جائز ہو سکتا ہے؟

۳۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کی طرح میں فرماتے ہیں۔

الذین یبلغون رسالت اللہ وہ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے

۱۵۔ ابو نصیر جسے شیخ کتب رجال میں ابو نصیر لکھا گیا ہے، پر نقد ذیل عنوان "ماخذ کتب شیعہ" میں مذکور ہوا، اور ہشام بن سالم پر نقد زیر عنوان "ما ساندروایات امامیر میں کذب رواۃ" ۱۲۔

وینخشونہ ولا یخشون احد الا الله (الاحزاب ۳۹)
ہیں، اور اسی سے ڈرتے ہیں، اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اور ایمان داروں کی مدح میں فرماتا ہے۔

یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یجافون لومة لائمہ (المائدہ ۵۴)
اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

نیز فرماتا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تا مدون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران ۱۱۰)
تم بہترین امت ہو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو، اچھائی کا حکم کرتے ہو، اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو،

تو سرورِ انبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قائدِ مومنین کیسے غیر خدا سے خائف ہو کر فریضہ تبلیغِ شریعت ترک کر سکتے ہیں، سبحانک هذا بہتان عظیم۔
۱۴۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

یا ایہا المدثر قم فأنذر (مدثر آیت ۱)
اے چادر اور طرہنے والے اٹھو اور ڈراؤ۔

وانذار عشیۃ ثلث الاقربین (الشعراء ۲۱۴)
قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔
ابتداء اسلام کے اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر تکالیف اور مصیبتیں برداشت کیں کہ احاطہ بیان سے باہر ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت شامل حال نہ ہوتی تو کفار آپ کے قتل میں یقین نہ کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذ یکریک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ
آپ کے ساتھ کافر لوگ فریب کر رہے تھے، کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں، یا نکال دیں، وہ بھی

واللہ خیر الما کربین۔
(الانفال - ۳)

خفیہ تدبیر کر رہے تھے، اور اللہ بھی تدبیر
فرما رہا تھا، اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں
افضل ہے۔

ایسے مشکل وقت میں اپنے تبلیغ احکام و دین میں کوئی کمی نہ کی۔ جب اسلام کو قوت
حاصل ہوئی اور جہاد کا حکم بھی نازل ہو چکا۔ کفار کے ساتھ لڑائیاں ہوئیں۔ اگر اس وقت
تقیہ فرماتے تو ابتدائی ایام میں کیوں اتنا رنج و غم کے پہاڑ برداشت کئے تھے؟ اور ہم
جہاد کیوں فرض ہو اے اور آپ نے جنگ کیوں کی؟ ابو جہل، اور اس جیسے کفار اور ہر قل
عظیم روم اور پردیز خرو قارس سے تو تقیہ نہ کیا۔ ابو بکر و عمرؓ سے تقیہ کی ضرورت محسوس
ہوئی؟ کوئی عقل مند اس سوال کے جواب کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ تقیہ سر
سے ہوا ہی نہیں سوال کرنا بے معنی ہے جواب کی ضرورت ہی نہیں)

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح سابق انبیاء و نوح، ابراہیم،
یسو، صالح، شعیب، لوط اور موسیٰ علیہم السلام میں سے کوئی بھی باوجود ضعف اسلام
و قوت کفار غیر خدا سے خائف نہ ہوئے، اور تبلیغ احکام دین میں قصور نہ فرمایا جیسا کہ انبیاء
علیہم السلام کے واقعات مندرجہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔

نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال کفار کے ہاتھ رنج اٹھاتے رہے، موسیٰ علیہ السلام
کافروں کے ساتھ مقابلہ رہا، ابراہیم علیہ السلام کافروں کے ساتھ جو کہ سات اقلیم پر حکومت
کر رہا تھا۔

ہود علیہ السلام، قوم عاد کے ساتھ صالح علیہ السلام ثمود کے ساتھ، شعیب علیہ السلام
اہل مدین اور اصحاب ایکہ کجما تھا، اور لوط علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے
بعض انبیاء کفار کے ہاتھ شہید بھی ہو گئے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

۱۔ قرآن پاک میں اور کتب حدیث میں کسی خروج صحیح سند کے ساتھ کسی نبی کا نام مذکور نہ ہے، جسے ہود نے قتل کیا ہو بعض مفسرین حضرت
یحییٰ اور زکریا علیہما السلام کا نام لکھ دیتے ہیں، مگر یہ بات کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہ ہے، قرآن پاک میں قتل انبیاء کی نسبت ہود کی طرف
مذکور ہوئی ہے، بعض مفسرین اسے حقیقت پر عمل کرتے ہیں، اور بعض مفسرین اس سے مجازی معنی مراد لیتے ہیں، یعنی ان سے لڑائی کرنا، اس
فریق کا اجتہاد حدیث مسلم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا در حجب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحم کرنا چاہتا ہے،
تو ان سے پہلے ان کے نبی کو قہقہہ کر لیتا ہے، دیکھئے صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۹۔

فلم تقتلون انبياء الله من قبل ان كنتم مؤمنين - قتل کرتے رہے ہو، اگر ایمان رکھتے ہو۔
(البقرة ۹۱)

عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے، ان میں سے کسی نے بھی تفتیہ نہ کیا۔ حضرت علیؑ کی معاویہؓ کے ساتھ جنگ ہوئی، ان کو شام کی گورنری سے تبدیل کیا۔ حالانکہ حضرت حسنؓ نے مشورہ دیا تھا کہ انہیں تبدیل نہ کریں، کیونکہ ہمیں اس کی خفیہ سازشوں کا اندیشہ ہے، ابن عباسؓ نے فرمایا فی الحال اسے بحال کر دیں، ایک ماہ بعد تبدیل کر دینا، مگر حضرت علیؓ نے ان کے مشورے قبول نہ فرمائیے، اور کہا و ما كنت تتخذ المفضلين عضداً - روافض کی روایات میں اسی طرح ہے۔

اس طرح حسینؓ بن علیؓ نے یزید کے ساتھ لڑائی کی، اور شہید ہو گئے، اگر یہ بزرگ تفتیہ فرمالتے تو نوبت اس حد تک نہ پہنچتی، اب ہم شیعوں کے ائمہ کے آثار نقل کرتے ہیں، جو تفتیہ کی نفی پر دلالت کرتے ہیں۔

روایات ائمہ شیعہ پر بطلان تفتیہ

قال امير المؤمنين انا والله لولقيت واحدا وهدى طلاع الارض كلها ما باليت ولا استوحشت واني من ضلالهم التي هم فيه الهدى الذي انا عليه لعل بصيرة من نفسي وليقين من ربي واني الى لقاء الله محتاج ولحسن ثوابه لمنتظر ما اجر ذكره الرضى في نهج البلاغة۔

علیؓ نے فرمایا میں اگر اکیلا رہا، اور وہ تمام زمین پر ہوں، میں پرواہ نہ کروں گا اور نہ وحشت محسوس کروں گا میں ان کی بے راہ روی پر اور اپنی راستگی پر پوری بصیرت پر ہوں اور مجھے رب کی طرف سے یقین حاصل ہے، میں اللہ کی لقا کا محتاج اور اس کے اچھے ثواب کا منتظر ہوں۔

جب علیؑ تنہا تھے کوئی خوف و خطروں میں نہ لائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اجرو ثواب کے امیدوار رہے، تقیہ کیوں کرتے،

۲۔ تقیہ اپنی جان کے خوف کی وجہ ہو سکتا ہے، یا کسی جسمانی اذیت کے اندیشہ
سے مگر امام پر اپنے اختیار سے موت واقع ہوتی ہے، جیسا کہ کلینی نے روایت کیا ہے۔
اور تبلیغ احکام الہی میں جسمانی اذیت برداشت کرنا بہت بڑے ثواب کا موجب ہوتی
ہے، یہ تو ایک قابل تعریف بات ہے، ارشادِ باری ہے۔

لا یضییہم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة
فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا
لیغیظ الکفار ولا ینالون من عداو
نی الا کتب لہم عمل صالح
ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین
ولا ینفقون نفقة صغیرة
ولا کبیرة ولا یقطعون وادیا
الا کتب لہم لیجزیہم اللہ احسن
ما کانوا یعملون۔

نہیں پہنچتی انہیں پیاس اور نہ محنت
اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں چلتے
ایسی جگہ کہ کفار کو غصہ میں لائے، اور
نہیں لیتے دشمن سے کچھ لینا مگر اس
کے سبب سے ان کے لئے صالح
عمل لکھا جاتا ہے، اللہ نیکی کرتیوالوں
کا ثواب ضائع نہیں فرماتا، اور نہیں خرچ
کرتے مولیٰ چیز یا بڑی چیز اور نہیں طے کرتے
کوئی داوی مگر ان کے لئے لکھ لیا
جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اچھے
عملوں کا بدلہ عطا فرمائے۔

(التوبة ۱۲۰-۱۲۱)

۳۔ عباسی ازرارہ بن اعین سے روایت کرتا ہے، وہ ابی بکر خرم سے کہتا ہے۔

توضأ، جل فسخ علی خفیہ
فدخل المسجد فصلى فجاء علی
فوطأ رقبته وقال ویلک اتھلی
علی غیر وضوء فقال امر فی عمر

ایک شخص نے وضو کیا، اور موزوں
پر مسج کیا، مسجد میں آیا، اور نماز شروع
کی، علیؑ نے اس کی گردن پر پاؤں
رکھا، اور کہا افسوس بغیر وضوء کے تو

بن الخطاب فاخذ بيده فانتدب
 به اليه فقال ونظر ما ذا
 يقول هذا عندك وسافر
 صوته، علي عمر فقال انا
 امرت۔

نماز پڑھتا ہے، اس شخص نے کہا، مجھے
 عمر بن الخطاب نے اس کا حکم دیا ہے، علی
 اس کا ہاتھ پکڑا، اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا
 اور کہا یہ شخص کیا کہتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے
 اونچی کی، عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے
 اسے حکم دیا ہے۔

اگر تفسیر فرض ہوتا علیؑ اس نمازی کی گردن نہ روندتا اور نہ کہتا کہ تو نے بغیر وضو
 کئے نماز پڑھی ہے، اور عمر بن الخطابؓ پر اونچی آواز نہ کرتا۔

۴۔ راوندی سلمان فارسی سے روایت کرتا ہے، کہ علیؑ کو پتہ چلا کہ عمرؓ نے اس
 کے گروہ کا برائی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، مدینہ کے ایک باغ کے قریب عمرؓ کے سامنے
 نمودار ہوئے علیؑ کے ہاتھ میں کمان بھتی علیؑ نے کہا مجھے اطلاع ہوئی ہے، تو میرے شیطان
 کا برائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے، عمرؓ نے سخت جواب دیا، تو علیؑ نے اپنی کمان زمین پر ماری
 وہ کمان اڑو ہا بن گئی، اور منہ کھول کر عمرؓ کی طرف بڑھی عمرؓ نے کہا اے ابوالحسن خدا کا
 واسطہ کیا کر رہے ہو، میں آئندہ ایسا نہ کروں گا، اور علیؑ نے آگے عاجزی کا اظہار کیا
 علیؑ نے اڑو ہا کو ہاتھ سے پکڑا، وہ پھر کمان بن گئی، عمرؓ بہشت زدہ ہو کر گھر گئے، سلمان
 فرماتے ہیں ارات کے وقت علیؑ نے مجھے طلب کیا، اور فرمایا، عمرؓ کے پاس جاؤ، مشرق کی
 طرف سے اس کے پاس مال آیا ہے، اور وہ اسے بند کرنا چاہتا ہے، اسے کہو بند نہ کرے،
 اور مستحقوں میں تقسیم کر دے، ورنہ میں تجھے شرمندہ کروں گا، سلمان نے یہ پیغام پہنچا دیا،
 عمرؓ نے کہا علیؑ کو کیسے پتہ چل گیا، سلمان نے کہا علیؓ سے کیا چیز پوشیدہ ہے، عمرؓ نے
 سلمان سے کہا علیؑ جاؤ گھر ہے، مجھے تیرے ساتھ ہمدردی ہے تو اس سے جدا ہو جا، اور
 ہمارا ساتھ دے، سلمان نے کہا ایسے نہیں ہو سکتا، علیؑ اس راہ دین نبوت کا شتنا سا ہے،
 تو نے جو کچھ دیکھا اس کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے، عمرؓ نے کہا علیؑ کے پاس
 جاؤ، اور کہو میں تیرا حکم قبول کرتا ہوں، سلمانؓ کہتے ہیں میں علیؑ کے پاس گیا تو میرے

بولنے سے پہلے میرے اور عمر کے مابین ساری گفتگو بیان کر دی۔
 علیؑ نے کہا ہے عمر کے دل پر اس اثر دہا کا خوف موت کے وقت تک رہا کیا ہے
 (کتاب الخراج والجرار للقطب الدین راوندی)

اگر یہ اثر صحیح ہے تو معلوم ہوا علیؑ تفتیہ نہ کرتے تھے، ورنہ حضرت عمرؓ کے شیعیان
 علیؑ کو برائی کے ساتھ ذکر کرنے پر علیؑ عمرؓ کے ساتھ مجادلہ نہ کرتے، اور پھر عمرؓ کے
 پاس ایسا پیغام نہ بھیج سکتے کہ مال کو تقسیم کر دو، ورنہ میں تمہیں شرمندہ کروں گا، جس
 شخص کے پاس اس قدر قوت ہے، اور مخالف کے دل میں موت تک جس کا خوف طاری
 رہا ہے، وہ تفتیہ کیوں کرے؟ قوت علیؑ اور مغلوبی عمرؓ کی ان مذکورہ شیعہ روایات کے باوجود
 عمرؓ کے دور خلافت میں علیؑ کے اکثر اقوال و افعال کو روافض تفتیہ پر محمول کرتے ہیں، کہتے
 ہیں عمرؓ نے علیؑ کی لڑکی زبردستی چھین لی تھی، اور علیؑ تفتیہ کی بنا پر دم نہ مار سکے،
 لعنة الله على الكاذبين۔

قابل غور بات ہے کہ اپنے چند آدمیوں کے بارہ میں (مبینہ) بدگوئی پر تو کتنا
 ناراضگی کا اظہار کیا، اور کمان کو اثر دہا بنایا، مگر اپنی لڑکی کے غضب پر دم نہ مار سکے
 حالانکہ معمولی وجہ کے لوگ بھی ایسے حادثہ کو گوارا نہیں کرتے، اور حقیقت یہ در تمام
 داستان خراپی) دروغ گوئے را حافظہ نہ باشد کا مصداق ہے۔

۱۔ مثالب صحابہؓ کے بارہ میں دیگر روایات کی طرح یہ روایت بھی موضوع ہے، کئی صحیح
 سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ کے تعلقات صحیح روایات کی روشنی
 میں رد و حماد بینہم، ارشاد عالی کے عین مطابق تھے، چونکہ مذکورۃ الصدر روایات آیت
 رد و حماد بینہم کے خلاف ہیں، لہذا باطل ہیں، امام ابو عبد اللہؒ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو اللہ کی کتاب کے موافق ہے، اسے
 لے لو، اور جو مخالف ہے، اسے ترک
 کر دو۔

ما وافق کتاب اللہ فخذہ وما
 خالف کتاب اللہ فذرہ۔
 (اصول کافی ص ۲۵)

ہر چیز کتاب و سنت کی طرف لوٹائی
 جائے، جو بات کتاب اللہ کے موافق نہ
 ہے، وہ بنا دی ہے۔

امام ابو عبد اللہؒ فرماتے ہیں۔
 کل شیء مردود الی الکتاب و
 السنۃ وکل حدیث لا ینوافق
 کتاب اللہ فهو مزخرف۔ (اصول کافی ص ۲۵)

۵۔ پانچویں روایت یہ ہے کہ محمد بن احمد بن عبد اللہ اپنے باپ سے وہ دارا سے وہ ابو عبد اللہ سے مروی ہے، حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر کتاب نازل فرمائی، اور فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایہ تیری وصیت ہے، پیغمبر کے بھائی کی طرف، آپ نے فرمایا، اے جبریل بھائی کون ہیں، جبریل نے جواب دیا علی اور اس کی اولاد اور اس کتاب پر سونے کی مہریں تھی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کتاب علیؑ کو دے دی، اور اسے فرمایا ایک مہر کھولو، جو کھا ہو اس پر عمل کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا بعد ازاں علیؑ نے یہ کتاب حسنؑ کو دی، اس نے ایک مہر کھولی، انہوں نے وہ کتاب حسینؑ کو دی، انہوں نے ایک مہر کھولی، اس میں کھا تھا، ایک قوم کو اپنے ساتھ شہادت کی طرف لے جاؤ تمہارے بغیر ان کو شہادت نصیب نہ ہوگی، اپنے نص کا اللہ کے لئے ایشا کرو، انہوں نے ایسا ہی کیا، وہ کتاب علی بن الحسینؑ کو دی۔ انہوں نے ایک مہر کھولی، کھا پایا دوسرے بچا رکھو، خاموشی اختیار کرو، اپنے گھر میں ہی رہو، اپنے اللہ کی عبادت کرو یہاں تک کہ موت آجائے، انہوں نے وہ کتاب اپنے بیٹے محمد بن علیؑ کو دی مہر کھولی کھا تھا، لوگوں کو روایت حدیث کرو، فتویٰ دو، علوم اہل بیت پھیلاؤ، اپنے صالح آباء کی تصدیق کرو، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ تم پر کوئی بھی غلبہ نہ پاسکے گا، محمد نے اپنے بیٹے جعفر کو کتاب دی مہر کھولی، اس میں بھی محمد کی کتاب کی طرح کھا تھا۔

حدث الناس واقتهم والشر	لوگوں کو حدیث بیان کرو، انہیں
علوم اہل بیتك وصديق	فتویٰ دو، اہل بیت کے علوم
اباءك الصالحين ولا تخافن	پھیلاؤ، اپنے صالح آباء کی تصدیق
الا لله فانك في حزن	کرو، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو،
وامان۔	تم حفظ وامان میں ہو۔

۱۔ اصول کافی باب ان الامۃ لم یفعلوا شیئاً ولا یفعلون الا بعد من الشرع ۱۴۰-۱۴۱۔
یہ اور اس قسم کی دیگر روایات اسانید قمیمہ سے ثابت نہ ہیں، روایات اصول کافی وغیرہ کی حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے، شیعیہ چونکہ ان روایات کی صداقت کے قائل ہیں، انہیں تسلیم کرنا چاہیے کہ علیؑ اور ان کے خاندان نے کبھی بھی فقیہ نہ کیا، جو کچھ کہا اور کیا حق سمجھ کر کیا اور کہا۔

انہوں نے اپنے بیٹے موسیٰ کو کتاب خوالہ کی، اور موسیٰ یہ کتاب اس کو دے گا، جو اس کے بعد آئے گا، مہدی تک یہی سلسلہ رہے گا، انتہی۔
معاذ بن کثیر ازانی عبد اللہ کی ایک اور روایت میں ہے، کہ پانچویں مہر میں جو کہ محمد باقر کے لئے تھی۔ لکھا تھا۔

قل الحق فی الامن والخوف ولا
تخش الا الله۔
امن وخوف دونوں حالتوں میں
حق کہو، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد باقر اور جعفر صادق کے لئے تقیہ کرنا جائز نہ تھا، ان دونوں بزرگوں کے جن اقوال و افعال میں روافض تقیہ کے قائل ہیں سرسری غلط ہے، ان دونوں کے اقوال اہل سنت کے طریق سے بھی ثابت ہیں اور روافض کی اسانید سے بھی جن سے رافضیوں کے مذہب کا بطلان ثابت ہوتا ہے جیسا کہ محمد باقر نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا۔

نعم الصديق فمن لم يقل له
الصديق فلا صدق الله قوله في
الدنيا والآخرة۔
ہاں وہ صدیق ہے جو اسے صدیق
نہ کہے خدا دنیا اور آخرت میں اس
کے قول کی تصدیق نہ فرماتے۔

اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فخریہ طور پر کہا۔
ولدا فی ابوبکر مرتین۔

مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ دو بارہ پیدا کیا ہے۔
۶۔ سلیم بن ہلالی نے اپنی کتاب میں ایک لمبی روایت درج کی ہے، جس کا ترجمہ

۱۵۔ اصول کافی صفحہ ۱۲۷۔
کشف الغمہ صفحہ ۲۲۔ نیز اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے، محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب
اسم ام عبد اللہ بنت الحسن بن علی بن ابی طالب واسم ولده جعفر وعبد اللہ واسما ام فروة بنت القاسم بن
محمد بن ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ، یعنی محمد بن علی بن حسین کی والدہ ام عبد اللہ بنت الحسن ہے، اور
ان کے بڑے جعفر اور عبد اللہ ہیں، ان دونوں کی والدہ ام فروة بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق
ہے، اس شیعہ روایت سے ائمہ اہل بیت کی خاندان ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرابت و رشتہ داری بھی ثابت ہے
اور یہ بھی کہ صدیق ابو بکر کا لقب شریف ہے ۱۲۔

۱۶۔ یہ روایت بھی کسی مستند سند سے کسی معتبر کتاب حدیث میں موجود نہ ہے۔

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اور لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، تو علیؓ فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کو ساتھ لے کر مہاجرین، انصار اور اہل بدر کے ہاں گئے، اور ان سے مدد طلب کی، ان میں سے کسی نے علیؓ کی امارت کو قبول نہ کیا، سوائے چار شخصوں کے، زبیر، ابوذر، مقداد اور سلمان“

نیز ابان بن عیاش نے سلیم بن قیس کی کتاب سے نقل کیا ہے، کہ:-

”جب لوگوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کر لی، ابوبکرؓ نے تنقید کو علیؓ کے پاس بھیجا، اور کہا کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ تنقید علیؓ کے پاس گیا اور پیغام دیا، تو علیؓ نے جواب میں کہا، کتنا جلدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے ہیں، اور مرتد ہو گئے ہیں، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنایا ہے۔“

جب علیؓ ابوبکرؓ کے پاس حاضر نہ ہوا، تو عمرؓ غضبناک ہو گیا، اور علیؓ کا دروازہ جلا دیا، فاطمہؓ آئی اور ندا کی یا اتباہ یا رسول اللہ۔

عمرؓ نے تلوار اٹھائی اور اس کی چادر پر ماری، علیؓ نے عمرؓ کو پکڑا اور اسے جھنجھوڑا، عمرؓ نے علیؓ کو کہا، ابوبکرؓ کی بیعت کرو، علیؓ نے جواب دیا، اگر بیعت نہ کروں تو؟ عمرؓ نے کہا تو تیری گردن اڑادی جائیگی، علیؓ نے کہا تو جھوٹ کہہ رہا ہے، خدا کی قسم اس پر کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا، ہاں میرے دوست اور مددگار کم ہیں۔“

یہ قصہ صراحتہً تفتیہ کا بطلان کر رہا ہے، اس لئے کہ اگر علیؓ تفتیہ کرتا، مہاجرین اور انصار کے ایک ایک گھر میں نہ جاتا، ابوبکرؓ کے بلائے پر حاضر ہو جاتا، اور بلا توقف بیعت کر لیتا، قسمیہ طور اپنی خلافت کا اظہار نہ کرتا، عمرؓ کے ساتھ کشتی نہ کرتا، قصہ کے آخری الفاظ تو تفتیہ کے باطل ہونے پر صاف طور پر دال ہیں، نیز اس سے امامیہ کے اس نظریہ کی بھی تکذیب ہو گئی کہ علیؓ نے اپنا حق اس لئے ترک کر دیا تھا کہ انہیں قدرت حاصل نہیں تھی، جیسا کہ قصہ کے اول سے معلوم ہو رہا ہے، کہ مہاجرین اور انصار میں سے صرف چار شخص علیؓ کے ساتھ ہوئے، مگر قصہ کے یہ آخری الفاظ ارد علیؓ عمرؓ گفت کہ گردن زدوں

درود غ گفتی قسم بخدا کسے این قدرت ندارد و الخ ۱۱

وال ہیں کہ علی مقابلہ کی قدرت رکھتے تھے، اور خلافت حاصل کرنے قدرت بھی تھی، اس بارہ میں ایک اور اثر بھی امامیہ، علیؑ سے روایت کیا کرتے ہیں، کہ علیؑ نے عمرؓ سے کہا:-

لولا عهد الی حبیبی لاختونہ
لعلمت من اضعف ناصہا
واقل عداۓ۔
اگر میرے حبیب کا ایک عہد نہ ہوتا، جس کی
میں خیانت نہیں کرنا چاہتا تو جان لینا کہ مددگار
کس کے مقوڑے ہیں، اور نفری کس کی کم ہے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ علیؑ کو مقابلہ کی قدرت حاصل تھی، یہ بھی معلوم ہوا کہ علیؑ نے ابوبکرؓ کی بیعت حق واضح ہونے کے بعد کی ہے، نہ اندراہ تقیہ۔
ان احمقوں کی بناوٹی روایتیں بعض بعض کی تکذیب کرتی ہیں۔

۷، محمد بن سنان نے روایت کی ہے، کہ امیر المؤمنینؑ نے عمرؓ کو کہا اے مفرور میں تجھے
ابن ام معبد کے غلام کے ہاتھوں مقتول دیکھتا ہوں کہ تو ظالمانہ فیصلے کرتا ہے، اسے
تیرے قتل کی توفیق ملے گی، اور وہ اسی سبب سے بہشت میں جائیگا۔

نیز محمد بن سنان وغیرہ روایت کرتے ہیں، کہ امیر المؤمنینؑ نے عمرؓ سے کہا کہ تو اور تیرا
ساتھی یعنی ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی سے باہر نکالے جاؤ گے، ایک خشک
درخت کی شاخوں پر اٹھائے جاؤ گے، وہ درخت سبز ہو جائے گا، اور تمہارے ساتھی فتنہ
میں جا پڑیں گے، ایک آگ نمودار ہوگی، جو ابراہیمؑ پر حرام تھی، تمہیں اس میں ڈالا جائے گا،
تم راکھ بن جاؤ گے، اور ایک آندھی چلے گی، جو تمہیں اڑا کر دریا میں ڈال دے گی۔ (ر
لعنة الله على الكاذبين)۔

یہ روایت بھی بطلان تقیہ پر وال ہے، اگر تقیہ واجب ہوتا علیؑ نے عمرؓ سے یہ
تلخ باتیں کیوں کہتے۔

۸، علماء اہلسنت کی تحقیق کے مطابق یہ روایات کسی صحیح مسند سے ثابت نہ ہیں مخالفین عمرؓ کی بناوٹی ہیں، اس جگہ شیوخ کے
نقطہ نظر سے پیش کی جا رہی ہیں، کہ جب ان کے ہاں یہ روایات صحیح ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ علیؑ نے تقیہ
کرنے کی پوزیشن میں تھے، نہ تقیہ کیا، لہذا حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا صحابہ کرامؓ کی تعریف کرنا، اور خلفاء
نلاحہ کی بیعت کرنا اندراہ تقیہ نہ تھا، بلکہ بخوشی و رغبت تھا کلام لا یخفی ۱۲۔

۸۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک تو اتر سے اور شیعہ کی صحیح روایت میں ثابت ہے کہ درامیر المؤمنین اکثر اجتہادی مسائل میں خلفاء راشدین کی مخالفت کرتے، ان سے مناظرہ کرتے تھے، اگر تقیہ واجب ہوتا مناظرہ نہ کرتے۔

۹۔ شیعہ تو اتر کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اہل سنت کے ہاں بھی یہ ثابت ہے، کہ علیؑ نے کہا فائدہ بخش جھوٹ پر سچائی اختیار کرنا ایمان کی علامت ہے۔
نبج البلاغۃ میں ہے:-

علامۃ الایمان ان توثر الصدق
حين یضربک علی الکذب حین
ینفجک۔
ایمان کی علامت ہے کہ سچ میں
نقصان کا اندیشہ اور جھوٹ میں نفع
کی امید ہو تو سچ کا ایتار کرے۔

یہ قول نفی تقیہ میں صریح ہے:-

۱۰۔ نبج البلاغۃ میں رضی روایت کرتا ہے:-

الاموال المعادۃ والنہی عن المنکر
لا یقر بان من اجل ولا ینقصا
من سارق و افضل ذلک کلمۃ
عدل عندا مام جائز۔
اچھائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا
موت کو قریب نہیں کرتے، اور نہ رزق
میں کمی کرتے ہیں۔ ظالم امام کے
ساتھ بکلمہ عدل کہنا اس سے افضل
ہے۔

یہ روایت بھی تقیہ کی فضیلت کی نفی کرتی ہے، یہ تمام دلائل، قرآن پاک
اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مغتریوں کی روایات سے پیش کئے
گئے ہیں، ان سے علاوہ عقلی دلیل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ انسانی عقل اور ضمیر کا فیصلہ
ہے کہ تقیہ ایک باطل طریق ہے، علیؑ اور ان کی اولاد حق کے محبوب اور دوست
تھے، اور صفات کمال سے متصف، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وللہ العزۃ ولرسولہ للمؤمنین
ولکن المنافقین لا یعلمون۔
عزت اللہ کیلئے اور اس کے رسول اور
ایمانداروں کیلئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے،

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقیہ کرنا نافرمانی اور خوفِ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا اور جھوٹ ہے، ذلت اور بے عزتی کا مقتضی ہے اور (بزعیم شیعہ) اس حد تک کہ کفارِ زبردستی تقیہ کنندہ کی لڑکی اٹھائے جائیں، اور وہ اپنی جان کے ڈر سے مزاحمت نہ کرے، تمام زندگی یہ ذلت اور خواری قبول کرتا رہے، اور کئی پشت تک یہی سلسلہ جاری رہے، انصاف پسند مسلمانوں کی عقل سلیم اسے قبول نہیں کرتی، انسانوں پر اللہ کی مہربانی اور عنایت کے اعتبار سے یہ لوگ خدا تعالیٰ پر واجب گردانتے ہیں، کہ وہ نصبِ امام کرتا ہے۔

امام مقرر کرتا، اور پھر تقیہ واجب کر دینا لغوبات ہے، یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ امام مقرر کرے، اور پھر اس پر یہ بھی واجب کر دے کہ حق ظاہر نہ کر، امام صدیوں تک لوگوں سے چھپا رہے، حکمت کے منافی ہے۔

دیکھئے ایک بادشاہ کسی علاقہ میں اپنا فرستادہ بھیجتا ہے، لیکن اس پر واجب کر دیتا ہے، کہ بادشاہ کا حکم اپنے پاس چھپا رکھے، تمام زندگی کسی کو اطلاع نہ دے، اگر اطلاع دے تو چند گنتی کے افراد کو وہ بھی خفیہ طور پر، کوئی عقل مند اس کو قبول نہ کرے گا، یا تو فرستادہ کو جھوٹا کہا جائے گا، یا بادشاہ بے عقل ہو گا، زیرِ غور امر میں حق تعالیٰ بادشاہ حکیم ہے، انہو مذکورۃ انداز کی امامت کا دعویٰ کرنے والا ہی جھوٹا ہے۔

نیز امامت کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح نص اور دعویٰ امامت اور اظہارِ معجزہ شرط قرار دیتے ہیں، تقیہ ان سب کے منافی ہے، کیونکہ دعویٰ امامت کے بعد تقیہ کرنا دعویٰ امامت سے رجوع ہو جائے گا،

۱۔ شیعہ مؤلفین نے یہی تاثر دیا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے زبردستی حضرت علیؓ سے ان کی دختر نیکا اختر ام کلثوم کا نکاح لیا تھا، دیکھئے شروع کافی جلد ۵ صفحہ ۴۴۶، علیؓ نے بخوشی رضامندی اپنی لڑکی دی تھی، اس پر آپ کے وہ تاثرات شاہدِ عدل ہیں، جو عمرؓ کے متعلق ارشاد فرمائے، نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۵۵ میں ہے، خدا ان کا بھلا کرے، دو گوں کا (طیڑھ سیدھا کیا، بیماری کا علاج کیا، فتنہ سے پہلے چلا گیا، سنت کو قائم کیا، بے داغ کیا، عیب دار نہ تھا، خیر کو حاصل کیا، شر سے پہلے چلا گیا، اللہ کی اطاعت کی، حقوق میں اللہ سے ڈرا، اللہ اس طرح غزوہ فارس و روم کے ہونے سے پہلے ایک مشورہ میں عمرؓ کو اسلام اور مسلمانوں کا ملجا و مرجع قرار دیا، دیکھئے، نہج البلاغہ صفحہ ۳۲۵۔

تقیہ کے بطلان پر | دارقطنیؒ محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کسی شخص نے ان سے
ایک اور دلیل | ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں سوال کیا، امام باقرؓ نے کہا میں انہیں
دوست رکھتا ہوں، اس شخص نے کہا لوگ سمجھتے ہیں، آپ یہ تقیہ کر رہے ہیں، باقرؓ نے
کہا ڈر زندوں سے ہوتا ہے، مڑوں سے کون ڈرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہشام بن
عبدالملک کو تباہ و برباد کرے۔ ہشام بن عبدالملک کے حق میں بددعا کی، جو اسی دور
کا بادشاہ تھا۔

ان کا مقصود یہ تھا کہ اگر میں ڈرتا تو ہشام سے ڈرتا جو کہ زندہ ہے، اور بادشاہ وقت
ہے، نہ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے جو کہ مرچکے ہیں، پھر تقیہ کیسا؟۔



۱۔ الردۃ من الکافی ص ۸۵ میں ہے ایک حدیث غامۃ ابو عبد اللہؓ سے شیخین کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، تو
ان دونوں سے محبت کر، اس عورت نے کہا جب میں اپنے رب کے پاس جاؤں گی، تو کہہ دوں گی تم نے ان کے ساتھ محبت
رکھنے کا حکم دیا تھا، انہوں نے کہا ہاں الخ۔

دوسرا مقالہ

اہل سنت و جماعت کے عقائد کے اثبات اور مخالفین خصوصاً روافض کے مذہب کے ابطال میں۔

پہلی فصل اسباب علم کے بیان میں

اہل حق کہتے ہیں ”بدایت عقل کا فیصلہ ہے کہ حقائق اشیا ثابت ہیں، اور ان کا علم ثابت، سو فسطائیہ جو کہ حقائق کی نفی کرتے ہیں، یا ان میں شک کرتے ہیں، ان کے لئے کوئی دلیل و برہان کارگر نہ ہوگی، ان کو آگ سے جلا دیا جائے، اس کے مستحق ہیں۔“

ظاہری اسباب علم کے موجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ علم دے دیتا ہے، کہ یہ اللہ کا قانون ہے، یہ نہیں کہ یہ اسباب تحقق علم کے لئے علت موجبہ ہیں، جیسا کہ حکما کا خیال ہے، اور نہ یہ کہ اسباب مؤید علم ہیں، جیسا کہ معتزلہ اس کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ ایک ممکن دوسرے ممکن کی علت نہیں بن سکتا۔ آگے اس کی تحقیق ہوگی۔

جمع ممکنات درجہ ہر ہوں یا اعراض اعیان ہوں یا صفات) کا خالق ایک اللہ واجب الوجود ہے، جو کہ اپنے اختیار سے فاعل ہے، نہ بہ ایجاب علم، عرض و صفت ہی سہی ایک ممکن ہے، کوئی چیز اس کا حقیقی سبب نہیں بن سکتی، سو افعال لما یرید ذات حق کے استقراء سے معلوم ہوا ہے کہ نظر بہ ظاہر علم کے تین سبب ہوتے ہیں۔

۱۔ حس ازحواس ظاہرہ [یعنی سمع، بصر، شم، ذوق اور لمس کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے حس غلطی کر جاتی ہے، اور مفید علم یقین نہیں ہوتی، جیسا کہ بھینکا ایک کدو دیکھتا ہے، اور صفرائی، میٹھی چیز کو کڑوا پاتا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، عام طور پر موانع پیش نہیں آتے اسی وجہ سے حس کو علم یقین اور قطعیت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

۲۔ عقل [معدود اور بعض رافضی کہتے ہیں کہ عقل، علم کے اسباب سے نہیں ہے،

وہ عقل مندوں کے اختلاف کو دلیل بناتے ہیں، میں کہتا ہوں، عقل، وہم اور خیال کی مزاحمت یا شرائط برہان ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے غلطی کرتا ہے، چونکہ عام طور پر جب کہ موانع نہ ہوں عقل قطعیت تک پہنچاتا ہے، اس لئے اسے مفید قطع اور علم یقین کہا جائے گا عقل کے افادہ علم کا انکار مضطرب کے قریب ہے۔

۳۔ خیرِ احق تعالیٰ نے اسے حصول علم کے لئے وضع فرمایا ہے، کہ اس ذریعہ سے سامع کو متکلم کے مافی الضمیر کا پتہ چل جائے، چونکہ اس میں جان بوجھ کر یا خطلاً، جھوٹ کا احتمال ہوتا ہے، جو کہ حصول علم سے مانع ہے، لہذا خبر کو مطلقاً اسباب علم سے شمار نہیں کیا گیا، بلکہ اس وقت سبب علم ہوگا جبکہ احتمال کذب ذائل ہو جائے، اس کی پھر کئی صورتیں بن جاتی ہیں۔

۱۔ خبر سے بداہتہ علم حاصل ہو، جیسا کہ خبر متواتر میں ہے۔ خبر متواتر وہ خبر ہے جس کے بیان کرنے والے اتنا لوگ ہوں کہ عقل ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کو محال سمجھے اور وہ بھی اس طرح کی جماعت سے بیان کریں، اور اس کی انتہا کسی امر غریب پر ہو۔

۲۔ خبر سے استدلال کے طور پر علم حاصل ہو، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر جب نبوت اور عصمت دلائل سے ثابت ہو جاتی ہے، پھر احتمال کذب عمد و خطا کلی طور پر اٹھ جاتا ہے، یہ دونوں اقسام خبر علم یقین کی موجب ہوتی ہے۔

۳۔ خبر میں قرائن موجود ہیں جن سے احتمال کذب دور ہو گیا ہے، اس صورت میں چونکہ احتمال کذب کے معدوم ہونے کا یقین حاصل نہیں ہوتا۔

لہذا خبر مشہور اور خبر مقرون بہ قرائن سے اطمینان اور ظن (جو کہ یقین کے قریب ایک درجہ ہے) حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ کبھی خبر کے بیان کرنے والے کے اوصاف پر نظر کی جاتی ہے، یعنی اسلام، عقل، حفظ اور اس کی عدالت پر سال صفات کی موجودگی میں کذب کا احتمال کمزور پڑ جاتا ہے، مگر قطعیت بھی حاصل نہیں ہو پاتی، لہذا اخبار آحاد روایہ کے اسلام، عقل، حفظ اور عدالت ثابت ہو جانے کے بعد مفید ظن ہیں۔

جسے علم کا ایک قسم ہی سمجھا جاتا ہے، اس پر علم اور اعتقادات کی بناء ہوتی ہے۔

چوتھا سبب الہام اکثر متکلمین نے دو وجہ سے الہام کو اسباب علم سے شمار کیا ہے،

۱۔ الہام خواص کے ساتھ مختص ہوتا ہے، اور یہ عوام سے زیادہ اسباب علم کو ملحوظ رکھتے ہیں

۲۔ وہم خیال اور نفسانی و شیطانی کدورات الہام میں حصول علم سے رکاوٹ بنتی ہیں،

مگر انبیاء کے الہام میں عصمت کے دلائل سے یہ موانع معدوم ہو جاتے ہیں۔ لہذا انبیاء

کا الہام مفید قطعیت ہے، البتہ غیر انبیاء میں ان موانع کا معدوم ہونا قطعی طور پر اجاگر نہیں

ہوتا، اس لئے اسے دلیل ظنی کا درجہ دیتے ہیں، غالب حالات میں ایسا ہی ہے، لیکن فی

الجملہ اولیا کا الہام بھی ایک سبب علم ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اور یہ بات کتاب و

سنت اور اجماع سے ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے۔

واوحینا الی امر موسیٰ ان ارضعہ

فادخفت علیہ فالقیہ فی

الیم ولا تخافی ولا تحزنی

انا ساردوہ الیک وجاعلوہ

من المدرسلین۔

(القضص ۷)

اس آیت میں وحی سے مراد الہام ہے، اس لئے کہ نبوت مردوں کے ساتھ

مخصوص ہے ارشاد ہے۔

وما اردسلنا من قبلك الا

رجالاً نوحی الیہم

(التخل ۲۳)

وحی کی۔

اس بارہ میں آثار بہت ہیں، جیسا کہ حضرت عمرؓ کا مدینہ میں خطبہ دیتے

۱۔ قرآن پاک میں ہے، یظنون انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون۔ (البقرہ - ۲۶)

یعنی وہ یقین کرتے ہیں کہ رب سے ملنا ہے، اور یقیناً اس کی طرف لوٹیں گے۔

یاسادیۃ الجبل فرمانا اور ساریہ کا دور دروازہ مسافت میں اس آواز کا سن لینا کشف الہام کے قبیل سے ہے۔ اس جگہ مزید لبط طوالت پیدا کرے گا۔ (اس لئے اسی پر اکتفا رہے) اجماع پر بزرگوں کا یہ مقولہ رکوعات الاولیاء حق اولیا کی کرامت حق ہے، ولالت کرتا ہے، ان کی بہترین کرامات میں الہامی علوم ہیں جن کا تعلق ممکنات کی دریافت اور واجب تعالیٰ کی معرفت سے ہے۔

مراتب اسباب علم اسباب علم میں اقویٰ اور اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اس میں کسی جہت سے احتمال خطا نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء معصوم ہیں، ۱۲۔ پھر جس کا مرتبہ ہے کہ اس میں گونا گوا احتمال خطا نہیں ہے، مگر یہ اشیا خصوصہ ظاہرہ پر غصور ہے۔

۱۳۔ اس کے بعد خیر متواتر کا درجہ ہے، کہ اس کی بناو بھی جس پر ہے، درویش الخیر کا المعانیتر ۱۴۔ پھر عقل کا مقام ہے اس لئے کہ عقل مندوں کی اراد میں اختلاف بہت ہے۔ ۱۵۔ پھر الہام کا درجہ ہے کہ عدم موانع کا یقین اس میں بہت کم ہوتا ہے۔ اس بیان سے فقیر کی غرض یہ ہے کہ جو چیز جس عقل اور الہام سے ثابت ہوا ہے شریعت کی میزان پر پرکھا جائے، اگر شرع قبول کرے۔ اسے حق سمجھنا اور قبول کرنا چاہیے، اور جسے شرع رد کر دے اسے خطا اور باطل گردانا جائے، اور جس سے شرع ساکت و خاموشی ہے، اسے بھی قبول کر لیا جائے، جس عقل میں حجب مانع کا نہ ہونا ثابت ہو جائے، قطعیت ثابت ہوگی، اور الہام میں ظن۔

احادیث میں منشا ظنیت [احاد حدیثوں میں ظنیت رواۃ کی وجہ سے آئی ہے نہ کہ اس حیثیت سے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہے، اسی طرح عام مخصوص البعض میں ظنیت عبارتہ کی حیثیت سے ہے، نہ کہ اس حیثیت سے کہ یہ قرآن میں ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہے، کمالاً یحتمل]۔ لہذا عام غیر مخصوص، ظاہر، نص اور مفسر کو دین میں کسی دلیل سے کوئی احتمال پیدا نہیں ہوا، گوا احتمال نسخ یا مجاز باقی ہے۔ قطعی سمجھنا

لیہ رواہ البیہقی فی دلائل النبوة بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۶ باب الکلمات۔

چاہے کہ ہم تک نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواریخ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ظاہر کتاب پر عمل فرمایا ہے، احتمالات بلا دلیل ظاہر نصوص پر عمل کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتے اسلئے صالحین کا عمل اسی طرح رہا کیا ہے۔

تفسیر قرآن و تاویل میں | جانتا چاہیے کہ قرآن کی تفسیر یا ظاہر پر غمول کرنے یا ظاہر سے اتباع سواد اعظم | تاویل کے بارہ میں سواد اعظم کی اتباع کرنا چاہیے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

و یتبع غیر سبیل
المؤمنین نولہ ما قولى و
نصلہ جہنم و ساءت
مصایا۔
(النساء ۱۱۵)

جو ایمان داروں کی راہ کے سوا
کی اتباع کرے گا، ہم متوجہ کریں گے
اسے جہنم متوجہ ہوا ہے، اور اسے
جہنم میں داخل کریں گے، اور یہ بدی
پھر جانے کی جگہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
علیکم بالسواد الاعظم۔

عظیم الشان جماعت کی اتباع کرو۔

نیز فرمایا:-

یڈا اللہ علی الجماعۃ۔

اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

نیز فرمایا:-

لا یجتمع امتی علی الضلالۃ۔

میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔

یہ احادیث پہلے مذکور ہو چکی ہیں، امامیہ بھی اس مضمون کے اپنے ائمہ سے آثار

روایت کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

۱۔ سواد اعظم سے مراد عظیم الشان جماعت یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور وہ بعد کے لوگ جو ان کے نفق و قدم پر ہیں، بطرح کہ حدیث پاک میں ہے، فرقہ ناجیہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کرام بشمول اہل بیت کے طریق کار پر ہے اور کچھ جامع ترمذی جلد ۲ باب فرقہ ہذہ الامۃ ص ۱۔

۲۔ طبرانی کبیر میں ہے، علیکم بالجماعۃ جمع القوائد جلد ۱ ص ۵۵۔

۳۔ جامع ترمذی من ابن عمر و ابن عباس باب فی لزوم الجماعۃ ص ۱ جلد ۲۔

۴۔ (ایضاً)۔

اس اصول کے مطابق قرآن پاک کی آیت **وَامسحوا برؤسکم وارجکم (المائدہ ۶)** میں دونوں احتمال ہیں پاؤں دھونا اور مسح کرنا۔ لیکن اس کی تفسیر سواد اعظم کے موافق ہونی چاہیئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مراد پاؤں دھونا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ید اللہ فوق اید یمہ (الفم ۱) اور الرحمن علی العرش استوی (طہ ۵) میں ظاہر پر محمول نہیں کرنا چاہیئے اور وجوہ یومئذ ناظرۃ الی دہاننا ظرۃ میں ظاہر پر محمول کرنا چاہیئے، ظاہر سے نہیں پھیرنا چاہیئے، (کہ سواد اعظم کا یہی نظریہ ہے)

توحید واجب لذاتہ پر | جملہ موجودات یا بعض ممکن ہیں، جیسا کہ بدلتہ عقل اس پر شاہد ایک عقلی دلیل ۲ ہے، اور بعض واجب اس لئے کہ اگر تمام ممکن ہوں تو استحالة لازم آتا ہے کیونکہ ممکن علت مغایرہ کا محتاج ہوتا ہے، اور مفروض یہ ہے کہ اشیا موجودہ سب ممکن ہیں، (تو اس کے وجود کی علت مغایرہ متحقق نہ ہو سکے گی، لہذا اس کا اپنا وجود نہ ہوگا، جو کہ باطل ہے) دوسری دلیل۔ ممکن اس چیز کو کہتے ہیں جس کی ذات نہ اپنے وجود کا تقاضا کرے نہ عدم کا اور جو چیز اپنے وجود کا تقاضا نہیں کرتی، تو تابع کا تقاضا بھی نہیں کرے گی، اور یہ توابع لوازم ماہیت، یا لوازم وجودات یا اعراض و احوال مفارقہ یا افعال اختیاری یا اضطراری ہوتے ہیں، ان میں سے ممکن کسی کا تقاضا نہیں کرے گا۔ اسی طرح اپنے غیر کے وجود کا تقاضا بھی نہ کرے گا، خواہ وہ غیر اعیان سے ہے، یا اعراض سے یا افعال قائم بالغیر سے اس لئے کہ اپنے توابع کے وجود اور اپنے غیر کے وجود کا اقتضا خود اپنے وجود کے اقتضا کے تابع ہے، جب ممکن اپنے وجود کا اقتضا نہیں کرتا، تو توابع اور اپنے غیر کے وجود کا اقتضا کیوں کر کرے گا۔ ثابت ہوا ممکنات اپنے وجود میں اپنے بقا، میں اپنے اتصاف صفات و اعراض میں، اپنے افعال کی ضد میں واجب لذاتہ کے محتاج ہیں، جس کی ذات ہی اپنے وجود کا اقتضا کرتی ہے، اسی طرح اپنی صفات کے کمال کا تقاضا کرتی ہے، اور یہ بھی کہ وہ نقص و زوال سے منزہ ہو، کیونکہ جو اپنے وجود کا مقتضی ہے، وہ ہر خیر و کمال کو چاہے گا، اور یقیناً ازل سے ابد تک خیر و کمال سے متصف ہوگا،

۲۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ ہے کہ رسول اللہ صلا اللہ علیہ وسلم نے اس ایت پر عمل اسی طرح کیا کہ پ پاؤں دھوتے تھے (کتب احادیث)۔

اور ہر نقص وزوال سے پاک ہوگا۔

اور جو اپنے وجود کا بذاتِ خود اقتضا نہیں کرتا، اس میں جو خیر و کمال ہوگا، اصلی نہ ہوگا، یہ ممکن نہیں کرنا چاہیے کہ ممکن جب اپنی ذات کا مقتضی نہیں ہے تو نقص وزوال کا کیسے اقتضا کرے گا، کہ یہ تو فرع تقاضائے ذات ہے، اس لئے کہ نقص وزوال چونکہ خیر و کمال کی ضد ہیں، اور عدنی امور و حجب ممکن میں خیر و کمال کا اقتضا نہیں تو اس کی ضد یعنی نقص وزوال ثابت ہو گئے، ممکن نے ان کا اقتضا نہیں کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك
جو تجھے اچھائی پہنچے، وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو تکلیف پہنچی، وہ تیرے اپنے نفس سے ہے۔
(النساء ۷۹)

ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ ہر نقص وزوال سے منزہ اور پاک ہے، تو اس کا ممکن کا اقتضا کرنا جسے دوسرے لفظوں میں تخلیق سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے اپنے اختیار سے ہوگا، یعنی چاہے وہ کرے چاہے نہ کرے، اس پر ایجاب نہیں جیسا کہ حکما کہتے ہیں، کیونکہ ایجاب اضطرار کو مستلزم ہے جو کہ ایک نقص ہے، ممکن کا وجود واجب لذاتہ کے اختیار سے جب ثابت ہو گیا تو یہ بات بھی منتفی ہو گئی کہ عالم حادث ہے، اس لئے کہ جو فاعل مختار سے سرزد ہو، وہ حادث ہوتا ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم کا بنانے والا قدیم ہے، واحد لا شریک ہے، کیونکہ شرکت کی صورت میں تمنا لازم آتا ہے، اور تمنا دو دنوں کے عجز یا ایک کے عجز کو مستلزم ہے، اور یہ نقص ہے، اور وجوب کے منافی۔ لہذا شرکت نہیں تو مدعی وحدانیت واجب لذاتہ ثابت ہوا، ان تمام معارف کے اثبات کے لئے عقل کافی ہے، اور شریعت اس کی مؤید اور اس پر ناطق ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) خلق السموات والارض في
اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سات

دن میں پیدا کیا

ستۂ ایام (اعراف ۵۴)

وہ ہر چیز کا خالق ہے، اس

(۲) خالق كل شئ لا اله الا

هو۔ (الانعام ۱۰۳)

کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۳) خلقتکم وما تعملون۔

اس نے تمہیں اور تمہارے عملوں

(الصفت ۹۶)

کو پیدا فرمایا۔

(۴) لو کان فیہما الہة الا اللہ

اگر آسمان وزمین اللہ کے سوا اور

لفسدتا۔ (الانبیاء ۲۲)

خدا ہوتے تو یہ تباہ ہو جاتے۔

پہلی آیت حدوث عالم پر دلالت کرتی ہے، دوسری اور تیسری اس پر کہ جمیع اعیان،

اعراض، اور افعال عباد کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے، اور چوتھی توحید پر دلالت کرتی ہے کہ وہ خالق واحد لا شریک ہے۔

ثبوت و رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں خبر متواتر کے ذریعہ اور صحابہ کرامؓ کے حق علیہ وسلم پر ایک عقلی دلیل

بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناط صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا رسول ہے، جو کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اسروہنی وعدہ عید پر مشتمل پیغام لائے، اس لئے کہ ہمیں متواتر خبر سے معلوم ہو چکا ہے، کہ جب مکہ میں جہل و کفر غالب تھا اور کفار قریش غفلت میں آکر ہتھروں کی پوجا کرتے تھے، تحلیل و تحریم میں لغو اور بے دلیل نظریات کے حامل تھے، وہاں کتاب و نبوت کا کسی نے پتہ نہیں دیا تھا، اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ قوم قریش کے ایک ان پڑھ فرد تھے، ظاہر ہوئے۔

اپنے بیگانے، دوست اور دشمن سب ہی جانتے تھے کہ او کا نبوت سے پہلے کبھی

بھی آپ کی زبان پر گھوٹ جاری نہ ہوا، اور انہی راہ نمائی تھی کہ آپ نے کبھی کسی بت

کو سجدہ نہ کیا، دوسروں کی طرح کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہ کہی، چالیس سال کی عمر

میں آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور آپ سے معجزات صادر ہوئے ان میں بعض مجموعی حیثیت میں

تواتر سے ثابت ہیں، بعض بعینہ متواتر طریق سے ہم تک پہنچے انہوں کو خدا سے ڈرایا، توحید ربانی کا حکم دیا، غیر خدا کی عبادت

سے منع کیا، خدا کے حکم کے بغیر تحلیل و تحریم سے روکے یا، ایک ایسا کلام فرمایا جس میں پوشیدہ واقعات اور

مبدأ و معاد کے احوال اور سابق انبیاء کے حالات تھے، آپ نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام

ہے، جسے شک ہو اس طرح کی ایک چھوٹی سی سورت بنا کر لائے، صدیاں گزر گئی ہیں کہ بخدی اور مخالفوں کی کثرت کے باوجود کوئی نصیح اور مبلغ ایک چھوٹی سورت کی مانند کلام نہیں لاسکا۔ آپ نے سابق انبیاء اور پہلی کتابوں کی جو ان پر نازل ہوئی تھیں، تصدیق کی۔ علماء یہود و نصاریٰ نے جب قرآن کے بیان کردہ احوال و قصص سے انہوں نے اقرار کیا کہ یہ اخبار و قصص سابق آسمانی کتب کے عین مطابق ہیں، مگر یہ کہ کسی متعصب نے انراہ تعصب حق بات چھپائی ہو۔

ان دلائل سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ جس شخص نے تمام عمر کسی بات میں جھوٹ نہیں بولا، وہ خدا پر افر ا کیوں کہتا ہے، ایک ان پڑھ انسان سے اولین و آخرین کے علوم (جو کہ تورات و انجیل کے مطابق ہیں) کا ظاہر ہونا و جی خدا کے بغیر عقل محال سمجھتی ہے۔

عقل اس دعویٰ کے ثابت کرنے پر کافی ہے، اور شرع پر موقوف نہیں۔ ہاں شرع بھی اس کی مؤید ہے۔

توحید و رسالت میں بعض اہل قبلہ کے بہتر فرقے اس قدر پر ایمان لانے میں شریک گمراہ فرقوں کے نظریات ہیں، مگر واقعہ کے کا ملیہ، عجلیہ، ندامیہ، قرامطہ، زاریہ، سمیریہ اور جناحیہ فرقے کہتے ہیں کہ جہان حادث نہیں ہے، اور نہ ہی قابلیت عدم رکھتا ہے، خطابیہ، خمسیہ، اثینیہ اور مقعیہ کہتے ہیں کہ جہان کا پیدا کرنے والا ایک نہیں ہے، امامیہ میں اسماعیلیہ فرقہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل بلا یجاب ہے، اور اس سے صرف عقل کا صدور ہوا ہے، کیونکہ ان کے بقول ایک سے ایک ہی صادر ہو سکتا ہے، حالانکہ امامیہ امام صادق عن سے روایت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ یزید ولا یجب علیہ
اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے کام کرتا ہے،
اس پر واجب نہیں۔

یہ قول دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اختیار اور ارادہ سے فاعل ہے، فرقہ زاریہ اور بکیر بن اعین، سلیمان جعفری اور محمد بن مسلم جو کہ امامیہ کے

اکابر ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کا علم، سمیع اور بصیر حادث ہے، نہ رارہ بن اعلین وغیرہ کہتے ہیں کہ خدا ازل میں عالم، سمیع اور بصیر نہ تھا، حتیٰ کہ اپنے لئے سمیع بصیر اور علم کو پیدا کیا، حالانکہ کلینی امام جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے، انہوں نے فرمایا :-

کان اللہ ولا شیء غیرہ ولا یزل عالمہا۔
اللہ تھا، اور کوئی چیز نہ تھی، اور وہ ازل سے عالم ہے۔

اسی طرح کلینی نے اپنے امم سے مختلف سندوں سے روایت کی :-
ان اللہ لم یزل عالما سمیعاً بصیراً۔
عالم، سمیع، بصیر ہے۔

غرابیہ :- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں، ان کا خیال ہے، کہ خدا تعالیٰ نے جبریل کو رسالت دے کر علی کے پاس بھیجا تھا، مگر وہ غلطی سے محمد کے پاس آگئے، یہ لوگ جبریل پر لعنت کرتے ہیں۔

نیز امامیہ کے تمام فرقے متفقہ طور پر علی اور ائمہ پر محل ایمان میں غلو کرتے ہیں، جس معنی میں روافض امامت کے مدعی ہیں، جو کہ رسالت کے معنی کو متضمن ہے، بلکہ رسالت پر برتری کو موجب ہے، باطل ہے، جیسا کہ انشاء اللہ اگے بیان کیا جائیگا۔
ہم اس بات پر مجتمع ہیں کہ علیؑ اور ائمہؑ پر اعتقاد رکھنا داخل ایمان نہیں ہے، لقولہ تعالیٰ :-

امن الرسول بما انزل الیہ من
ما یدہ والمؤمنون کل امن
باللہ وملئکتہ وکتابہ ورسولہ
لا نفراق بین احد منہم
رسولہ۔
رسول اس پر ایمان لایا، جو اس کے رب کی طرف سے اتارا گیا، اور مؤمن بھی، ہر ایک الشریعہ اس کے فرشتوں پر اس کی کتب پر، اور اس کے رسولوں پر،

۱۵۔ ان کے یہ عقائد جلال کئی اور دینی کتب و جلال شیعہ میں مذکور ہیں۔

۱۶۔ اصول کافی باب صفات الذات ص ۵۲۔

۱۷۔ (ایضاً)

ایمان لائے، ہم کسی رسول کو اس بارہ
میں اجداد نہیں کرتے، (کہ اس کو نہ مانیں)

اگر ان کا اعتقاد کھنا داخل ایمان ہوتا، یقیناً قرآن پاک اور متواتر احادیث میں مروی
ہوتا۔ یہ ادعا کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے، اور کئی آیات ساقط کر دی گئی ہیں، باطل ہے،
اس کا تفصیلی تذکرہ بھی آگے ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روافض جو آیات قرآنی یا مصحف فاطمہؑ یا دیگر آثار روایت کرتے ہیں، تو اثر تو کجا درجہ
صحت کو بھی نہیں پہنچتے، فلا برہان لہم بہ انما صاہم عندہم۔

تفصیل عقائد میں | اجمالاً ایمان کی تصحیح کے بعد ان علوم و معارف کا ہم اعتقاد
شیعہ کی لغزشیں | رکھتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسانید
سے ہم تک پہنچے ہیں، اگرچہ عقل ان کے ادراک میں کافی نہیں ہے، اور ان سان عقل
ان میں باہم مختلف ہیں۔

قدرت خالق کے بارے میں | ہمارا عقیدہ ہے جہاں بنانے والا عالم، حی، سمیع، بصیر اور قادر
ہے جس کی قدرت تمام ممکنات پر ہے۔

مگر مثنوی اور امامیہ کا شیخ ابو جعفر طوسی اور امامیہ کا ایک اور گروہ کہتے ہیں، کہ حق تعالیٰ
بندہ کے عین مقدور پر قادر نہیں ہے، ابو جعفر طوسی نے تفسیر قرآن میں کہا ہے، ان
اللہ علی کل شئی قدير مبالغہ کے طور پر ہے۔

اللہ کے علم کے بارے میں | ہمارا عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل سے ہر چیز کا علم رکھتا ہے، مگر
شیطانیہ کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کے پیدا ہونے سے پہلے نہیں جانتا۔

نزداریہ اور امامیہ کا ایک اور طائفہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کا علم اس وقت ہوا،
جب اس نے اپنے لئے علم پیدا کیا، حکمیہ اور اثنا عشریہ کا ایک گروہ اور مقداد صاحب
کنز العرفان وغیرہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جزئیات کا علم ان کے وقوع سے پہلے نہیں
رکھتا۔ حالانکہ اہل سنت اور شیعہ دونوں کے طریق سے اہل بیت سے
باسانید متواتر ثابت ہے۔

ان علمہ تعالیٰ بالشی قبل
 کونہ کعلمہ تعالیٰ بعد
 کو نہ۔

اشیاء کا علم خدا تعالیٰ ان کے
 ہونے سے پہلے اسی طرح جس طرح ان
 کے تحقق پر میر ہونے کے بعد۔

نیز قرآن مجید مستقبل کی خبروں سے پر ہے، بلکہ امامیہ جو مصحف فاطمہؑ ثابت کرتے ہیں
 اس میں بھی وقوع سے پہلے بعض واقعات کا تذکرہ موجود ہے،

علی بن ابراہیم قمی اثنا عشری منصور بن حازم سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں
 نے ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے پوچھا کیا کوئی چیز ایسی آج موجود ہے جس کا علم خدا کو کل
 نہیں تھا۔ صادقؑ نے فرمایا نہیں جو یہ عقیدہ رکھتا ہے، خدا سے ذلیل کرے، میں نے کہا
 مجھے ایسی بات بتائیں جو قیامت تک ہوتی ہے، مگر وہ خدا کو معلوم نہ ہے، فرمایا مخلوق کو
 پیدا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کو اس کا علم حاصل ہے۔

مسئلہ کلام اللہ تعالیٰ متکلم ہے، قرآن پاک میں ہے۔

کلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے

کلام فرمائی۔

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور غیر مخلوق اس طرح تو ریت، انجیل، انجیل اور مصحف ابراہیم
 اور نیز وہ کتب و صحف جو اللہ کے رسولوں پر نازل ہوئے، ان سب پر ایمان لانا واجب
 ہے، مگر کیسا نیر، زبیدیہ اور امامیہ معتزلہ کی طرح اللہ کے کلام کو مخلوق جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ
 نے اسے لوح محفوظ میں یا جبریل میں یا نبی میں پیدا فرمایا ہے، کرامیہ کہتے ہیں، کلام خدا اللہ
 کی ذات میں حادث ہے، اس کے حدوث سے پہلے خدا متکلم نہ تھا۔

دلیل ہماری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو متکلم ماننا، اور اس کے ماخذ کلام، کو اس کے لئے
 ثابت نہ کرنا، محال ہے، اسی طرح ایک ایسی صفت سے اسے متصف کرنا جو کہ مخلوق ہے
 یہ بھی محال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا محل حوادث ہونا باطل ہے، اس لئے کہ اگر یہ صفت

مسئلہ اصول کافی ص ۱۱۸ میں ہے، مصحف فاطمہ مثل قرآن مجید و اثنا عشر مکتوبات و صحف و کتب و کلام و حدیث انتہی۔
 یعنی مصحف فاطمہ تمہارے قرآن سے تین گنا زیادہ ہے، قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں ہے، امام ابو عبد اللہ
 فرماتے ہیں نہ مادہ نہ شک نہ میں ظاہر ہوں گے یہ بات میں نے مصحف فاطمہ میں دیکھی ہے، (ایضاً)۔

صفت کمال ہے، تو اسے ازل سے ثابت ہونا چاہیے، اور اگر صفت نقصان ہے تو اس کا ثبوت محال ہے، تو اس بارہ میں بھی اہل سنت کا موقف حق ہے، کہ کلام خدا غیر مخلوق ہے، جس طرح اس کی دیگر صفات سمع بصر وغیرہ قدیم ہیں۔

چونکہ کلمات میں تقدیم و تاخیر جو کہ حدوث کو مستلزم ہے، مشاہدہ میں ہے، اس لئے اکثر متکلمین کلام نفسی کے قدم کے قائل ہوئے ہیں، کلام لفظی، اس پر ولایت کرتی ہے، متکلمین کہتے ہیں، کلام الہی مسmurع نہیں ہے، موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ سنا تھا، وہ مخلوق کلام تعنی جو کہ کلام نفسی پر دال تھی، چونکہ فرشتہ کے توسط کے بغیر تھی، اس لئے کلیم اللہ لقب پایا ابو منصور ماتریدی کا یہی مسلک ہے۔

لیکن فقیر کے نزدیک حق بات یہ ہے کہ کلام لفظی بھی قدیم ہے، تقدیم و تاخیر جو مشہود ہے، ممکنات کے حوصلہ کی تنگی کی وجہ سے ہے، واللہ المثل الاعلیٰ لا یقنیہ شأن عن شأن اللہ کا کلام مسmurع ہے، البتہ اس کے لئے جو سماع کا حوصلہ رکھتا ہے، جس طرح کہ اس کی ذات مرنی ہے، مگر اس کے لئے جس کے باصرہ میں قوت بینائی بخشے۔ یہ ابو الحسن اشعری کا قول ہے، قرآن میں تحریف کا مسئلہ قرآن میں تحریف، زیادتی اور نقصان ممکن نہیں ہے، ہمارے پاس جو مصحف متواتر ذرائع سے پہنچا ہے، یہ مکمل قرآن ہے، اور جو اس میں داخل نہیں وہ قرآن نہیں ہے۔

مگر اثنا عشری وغیرہ امامیہ فرقے کہتے ہیں، مسلمانوں کے پاس جو مصحف موجود ہے، یہ تمام کلام خدا نہیں ہے، اور نہ قرآن جس کی تلاوت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، تمام کا تمام اس میں موجود ہے، بلکہ قرآن میں تحریفات کثیرہ ہو چکی ہیں، اور بہت آیات اور سورتیں ساقط ہو گئی ہیں۔

۱۔ کلینی ہشام بن سالم سے وہ ابو عبد اللہ صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ جبریل جو قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے سترہ ہزار آیت والا تھا۔ (اصول کافی)

۲۔ نیز کلینی محمد بن نصر سے روایت کرتا ہے، کہ امام صادقؑ نے فرمایا سورہ لم یکن

میں ستر قرشی اور ان کے آبا کے نام تھے ۱۰
 ۱۳۔ نیز کلینی وغیرہ حکم بن عتبہ سے راوی ہیں کہ علی بن الحسن نے آیت یوں پڑھی،
 وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث۔ اور کہا کہ علی بن ابی طالب
 محدث تھے۔

نیز کلینی زید سے راوی ہے کہ ابو عبد اللہؑ نے کہا ”رسول وہ ہے جس کے سامنے
 فرشتہ آئے، اور گفتگو کرے، نبی وہ شخص ہے جو خواب میں دیکھے۔ محدث وہ ہے جو
 آواز سے اور صورت نہ دیکھے“

۱۴۔ کلینی محمد بن جہیم وغیرہ سے روایت کرتا ہے، ابو عبد اللہؑ سے بیان کرتا ہے کہ ائمہ
 ہی ابی من ائمة کلام خدا نہیں ہے، بلکہ حرف ہے، اصل ائمة ازکی من ائمتکم تھا۔
 ۱۵۔ یہ کم کردہ راہ کہتے ہیں سورہ ولایت قرآن سے ساقط کر دی ہے، یہ بھی کہتے ہیں،
 سورۃ احزاب، سورۃ النعام کی مثل تھی، اہل بیت کے فضائل اور ان سے متعلق احکام حذف
 کر دیئے ہیں اسی طرح لا تحزن ان اللہ معنا کے ساتھ ویلک کا لفظ تھا یہ بھی کہتے ہیں
 کہ قولہ تعالیٰ وقضوھم انھم مستولون کے ساتھ عن ولایۃ علیؑ تھا، جو کہ ساقط ہو گیا،
 لیلة القدر، خیر من الف شہر کے ساتھ ملکہ بنی امیۃ محذوف ہو گیا ہے،

۱۶۔ اصول کافی ص ۶۶ میں ہے ابو الحسن نے احمد بن محمد بن ابی نصر کو مصحف دیا، اور کہا اسے دیکھنا نہیں، مگر
 میں نے دیکھا سورہ لحدیث میں ستر قریشیوں کے نام اور ان کے آباؤ کے نام تھے، ابو الحسن نے پیغام بھیجا، مصحف واپس کرو
 میں نے واپس کر دیا اتنی ہی۔

۱۷۔ اصول کافی ص ۸۵ باب الفرق بین الرسول والمحدث والنبی۔

۱۸۔ (ایضاً) اس باب میں اس مفہوم کی متعدد روایات موجود ہیں۔

۱۹۔ اور اصول کافی از ص ۲۳۲ تا ۲۳۶ میں اس قسم کی کثیر روایات موجود ہیں چند ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں
 ص ۲۱۵ میں ہے ابو جعفر کہتے ہیں جبریلؑ نے یہ آیت محمد پر نازل کی۔

لیس ما اشتدوا به انفسہم حران یکفر ایاہما، نزل فی علیؑ بغیا، نیز آیات نازل ہوئی ان کنتھ فی ویس ما نزلنا علی عبدنا فی علیؑ
 فاذا بسوسۃ من مثله نیز آیات نازل ہوئی یا ایہا الذین اذقوا الکتاب امنوا یا نزلنا فی علیؑ نوراً مبیناً ص ۲۲۹ میں ہے جبریلؑ یہ آیت لائے
 علیؑ من ریح فی ریح من شاہ خلیفہ من شاہ، تلیکفر فانا اعتدنا لالظالمین آل محمد نارا۔ ص ۲۳۲ میں ایک طویل روایت ہے جس میں ابو الحسن سے
 بہت آیات ہیں تحریف نقل کی گئی ہے، ایک جہلی ملاحظہ فرمائیے، جبریلؑ نے علیؑ کی لایۃ کے بارے میں محمدؐ کی تفسیر کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ان
 ولایۃ علیؑ تنزل من رب العالمین ولو تولى علينا محمد بنی الاقارب لاخذنا منہ بالیمن ثم لقطعنا منہ الیابن ان ولایۃ علیؑ تذکرۃ
 للعالمین وانا لنعلم ان منکم مکذبین وان علینا الحشرۃ علی الکافرین وان ولایۃ علیؑ یقین (فوقہ باللہ من ہفوات الخرفان)

اور الحشر الحمد للہ میں وغلبنا صمدك حذف ہے، یعنی عثمانؓ اشترک صہریت میں ہم سے غالب ہو گیا۔ کفی اللہ المؤمنین القتال کے آگے یعنی بن ابی طالبؓ گر گیا ہے، سيعلم الذین ظلموا کے بعد آل محمد محذوف ہے الی منقلب ینقلبون علی کل قوم ہاد کے بعد عی کا لفظ ساقط ہے، روافض کے یہ اقوال چند وجوہ سے باطل ہیں الشعراء ۲۲۷۔
اولاً حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ (الحجہ ۹)

ہم نے قرآن اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

جس چیز کا حق تعالیٰ محافظ ہو، اس میں تحریف نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔

ثانیاً۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فریضہ عائد کیا ہے کہ قرآن پاک کی پیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچا دیں۔ ارشاد ہے۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کی طرف سے جو آپ پر اتارا گیا، اسے پہنچا دیں، اگر آپ نے نہ کیا تو رسالت کی ادائیگی آپ نے نہ کی، اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

(المائدہ ۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ قرآن میں کوشش بلیغ فرمائی، جہاں خود نہیں پہنچ سکتے تھے تعلیم و تعلم کے لئے مبلغ بھیجے، اس سلسلہ میں کسی سے نہ ڈرے، پیغمبران خدا کا یہی دستور ہا کیا ہے، ان کی مدد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الذین یبلغون رسالت اللہ یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ (الاحزاب ۳۹)

وہ اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں، اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اللہ کے رسولوں کے اتباع صحابہ کرامؓ، اہل بیت اور ائمہ ہدایت کا حال بھی

ایسا ہی ہے، ان کی مدح و تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اذلت علی المؤمنین اعزة علی
الکافرین یجاهدون فی سبیل
اللہ ولا یخافون لومة لائم۔
(المائدہ ۵۴)

مؤمنوں کے لئے نرم کافروں
پر سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے
ہیں، اور ملامت کرنے والے کی
ملامت سے نہیں ڈرتے۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ ائمہ معصومین لوگوں کے سامنے قرآن ایک طرح پڑھتے
تھے، اور چھپے میں دوسری طرح جیسا کہ کلینی رحمہ اللہ سالم بن سلمہ سے روایت کرتا ہے، کہ ایک
شخص نے ابو عبد اللہ رحمہ اللہ کے سامنے قرآن پڑھا میں نے وہ حروف سنے جو عام طور پر لوگ
نہیں پڑھتے تھے۔ ابو عبد اللہ رحمہ اللہ نے کہا اس قرأت سے رک جاؤ، جس طرح لوگ پڑھتے
ہیں، تم بھی اسی طرح پڑھو، جب قائم آئے گا، اللہ کی کتاب کو درست پڑھے گا، اور
وہ صحیفہ ظاہر کرے گا، جو علی رحمہ اللہ نے لکھا۔ اور کہا یہ کتاب ہے اللہ کی جس طرح اللہ تعالیٰ
نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی تھی، میں نے اسے لوحین سے جمع کیا ہے، لوگوں نے
کہا یہ ہمارا صحیفہ ہے جس میں قرآن جمع ہے، فرمایا تم اسے آج کے بعد نہ دیکھو گے۔
کبھی بھی الخ۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہوں پر لعنت کرے، کتنا حق پوشی اور نامردی کی قبیح اور ذلیل
باتیں ائمہ کو منسوب کر دی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے معاونین نے آپ کی زندگی میں قرآن پاک
کو ان علاقوں تک پہنچانے کی پوری پوری کوشش کی جہاں تک اسلام پہنچ چکا تھا، عام
لوگ نماز میں اور نماز سے باہر قرآن پاک تلاوت کرتے، دوسروں کو پڑھاتے، مسجد
نبوی میں لوگوں کے پڑھنے کی وجہ سے شور بلند ہو جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک بار آواز نہیچی کرنے کو فرمایا تاکہ ایک دوسرے کو غلطی میں نہ ڈال دیں، جس چیز

۱۔ اصول کافی مشکوٰۃ۔

۲۔ اصل نسخہ میں عبارت غلط تحریر ہے جس سے مقتدر واضح نہیں ہوتا اصول کافی سے ترجمہ دیا ہے۔

کو اس وسیع طریق سے پھیلا دیا گیا ہو، اس میں تبدیلی اور تحریف ناممکن ہے، تحریف و تغیر کا قائل ہونا متواترات کے انکار کے مترادف ہے، جیسا کہ ایک آدمی کہے: ”مکہ دنیا میں موجود نہیں ہے، حاجی اپنے مرتبہ اور حیثیت کو اونچا کرنے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں کہ مکہ ہے۔“

مثالاً: اگر روافض کا یہ قول صحیح مانا جائے، تو قرآن پر سے اعتماد اور وثوق آٹھ جلتے گا، حالانکہ روافض بھی قرآن کی ضرورت کے قائل ہیں، ان کی مرویات کی اسانید کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ سراسر موضوع اور بناوٹی ہیں، ان کی مرویات کی صحت تسلیم کر بھی لی جائے، تو بھی یہ حقیقت ہے کہ اخبار اُحاد مفید علم یقین نہیں ہیں، دین کی بنیادیں معدوم ہونے کی وجہ سے دین برباد ہو جائے گا،

رابعاً: اگر مذکورہ بالا الفاظ قرآن کے ہوتے، روافض دوسرے اسلامی فرقوں سے روایت کرتے، حالانکہ مسلمانوں کے تمام فرقے ان کا شدید طور سے انکار کرتے ہیں۔
کلینی نے تحریف قرآن اور اسقاط آیات دسور میں جو آثار ائمہ سے نقل کئے ہیں، سب موضوع اور بناوٹی ہیں، جیسا کہ ابن بابویہ اور حلی ان کے اکابرین نے اس کا فیصلہ اور اعتراف کیا ہے۔

صفت ارادہ حق تعالیٰ | اللہ کے لئے صفت ارادہ ثابت ہے، اس کا ارادہ قدیم ہے،
حادث نہیں، امامیہ اور زیدیہ کے آٹھ فرقے کہتے ہیں کہ ارادہ خدا حادث ہے، اور قائم بذاتِ خدا، جیسا کہ کرامیہ کہتے ہیں، مرتضیٰ اور اثنا عشریوں میں اس کے اتباع کہتے ہیں، کہ ارادہ خدا بذاتِ خود قائم ہے، کسی محل کے ساتھ نہیں۔ بعض معتزلہ کا خیال بھی یہی ہے، جیسا کہ ابو ہریریل، جبائی اور البواشم، صفت کا قائم بذاتِ خود ہونا ظاہر البطلان ہے، اس صورت میں اس صفت قائم بذاتِ خود کے ساتھ خدا کا موصوف کہنا لازم آتا ہے، جو کہ محال ہے، کیونکہ اس صورت میں خدا کو محل حوادث ماننا پڑے گا، جو کہ بے دلیل و دعویٰ ہے۔

اللہ کا ارادہ ہر موجود کے ہونے پر ہے، وہ موجود علین ہے، یا عرض خیر ہے یا شر۔
کفر ہے یا اسلام، اطاعت یا معصیت سب پر اللہ کے ارادہ کا اطلاق ہوگا۔

حق تعالیٰ کا امر مستلزم ارادہ نہیں، اور نہ ہی نہی مستلزم عدم ارادہ ہے، بلکہ اس

نے تمام انسانوں کو اسلام و طاعت کا حکم دیا ہے، اور کفر و معصیت سے منع فرمایا ہے، اگر مسلمان کے اسلام کا ارادہ کرتا ہے تو کافر کے کفر کا اس کے ارادہ کے بغیر کوئی چیز دنیا میں موجود نہیں ہے، کیونکہ ہر ممکن کے ایجاد کے ساتھ اس کی قدرت کی نسبت برابر ہے، اوقات کے اختلاف سے اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ ارادہ موجودات کو اوقات معینہ کیفیات اور کمیات مخصوصہ کے ساتھ خاص کرتا ہے جس چیز کا ارادہ اللہ تعالیٰ فرمائیں وہ ہو جاتی ہے، مراد الہی سے تخلف محال ہے، ورنہ اس کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔

جس چیز کے متعلق خدا کو علم ہے، کہ یہ واقع نہ ہوگی، اس کے ساتھ ارادہ حق کا تعلق محال ہے، ورنہ عجز یا جہل لازم آئے گا، ہاں یہ ہو سکتا ہے، کہ اس کا امر کر دے، تاکہ نافرمان کا عصیان ظاہر کر دے، یا کسی اور حکمت کی بناء پر۔

جس شخص کو خدا تعالیٰ ہدایت دینا چاہے، اسے کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا، ورنہ غیر خدا کا اس پر غلبہ ثابت ہو جائے گا، اور اگر خدا تعالیٰ کسی کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

امامیہ، کیسانیہ اور آٹھ زیدی فرقے معتزلیوں کی طرح خدا کے ارادہ شر و کفر اور معصیت کے قائل نہیں ہیں، ان کا خیال ہے، کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اسلام و طاعت کا حکم دیتا ہے، اس کا ارادہ بھی یہی ہے کہ لوگ اسلام و طاعت قبول کریں، اور جس چیز سے منع کرتا ہے، اس کا ارادہ نہیں کرتا، وہ کہتے ہیں، یہ لازم نہیں جس کا خدا ارادہ کرے، واقع بھی ہو، خدا تعالیٰ کفار سے ایمان قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، مگر وہ ایمان نہیں لاتے، خدا ایسی چیزوں کا ارادہ بھی کرتا ہے، جن کے متعلق اسے علم ہے کہ یہ ان ہونی ہیں، جیسا کہ اسلام کفر ان کے نزدیک غیر خدا قادر ہے اس شخص کے گمراہ کرنے پر جس کے اسلام کا اللہ نے ارادہ کیا ہے۔

یہ سب باتیں جھوٹ اور ظاہر البطلان مستلزم عجز خدا اور اس کی شان الوہیت کے منافی ہیں، قرآن پاک ان کا بطلان فرماتا ہے:-

﴿اَلَوْ شِئْنَا لَازْتَيْنَا كُلَّ اٰمٍ﴾ اگر ہم چاہیں ہر نفس کو ہدایت

نفس هذها ولكن حق القول
متى - (السجدة ۱۳)

(۲) فمن يرد الله ان يهديه
يشراح صدارة للاسلام، و
من يرد ان يضله يجعل صدارة
ضيقا حرجا -

(الانعام ۱۲۵)

(۳) ولا يتفكركم نجي ان اردت
ان انصم لكم ان كان الله يريد
ان يغويكم -

(هود ۳۲)

(۴) اولئك الذين لم يرد الله
ان يطهر قلوبهم -

(المائدة ۴۱)

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا -

من يهدي الله فلا
مضيل له ومن يضلل الله
فلا هادي له -

ما شاء الله كان وما لم يشاء
لا يكون -

وے، دین مگر میری طرف سے بات ثابت
ہو چکی ہے -

اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے
کا ارادہ کرے، اس کا سینہ اسلام کے لئے
کھول دیتا ہے، اور جسے گمراہ کرنے
کا ارادہ کرے اس کا سینہ تنگ
کر دیتا ہے -

تمہیں میری خیر خواہی نفع نہ دے
گی، اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ
کردا، اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنے
کا ارادہ فرمائے

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو
اللہ تعالیٰ نے پاک کرنے کا ارادہ
نہیں کیا -

جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے
کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو گمراہ کرے
اس کو ہدایت کوئی نہیں دے سکتا -

جو اللہ چاہتا ہے، ہوتا ہے، اور
جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا -

۶۔ امامیہ اپنے ائمہ سے کئی سندوں سے روایت کرتے ہیں، اور کلینی نے محمد
بن نصیر سے روایت کی ہے، اس نے کہا میں نے ابو الحسن رضاؑ سے پوچھا ہمارے

لے اصول کافی ص ۱ باب الجبر والقدر -

بعض دوست جبر کے قائل ہیں اور بعض استطاعت کے؟ صحیح کیا ہے؟ فرمایا کھو۔
 بسم الله الرحمن الرحيم۔
 قال علي بن الحسن قال الله
 يا ابن آدم عشتيتي كنت
 انت الذي تشاء۔
 شروع اللہ کے نام سے جو رحم کرنے
 والا مہربان ہے، علی بن الحسن نے کہا۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم
 میری مشیت سے ہوا ہے، جو کہ چاہتا
 ہے۔

۱۷۔ کلینی اور صاحب محاسن علی بن ابراہیم ہاشمی سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا
 میں نے ابو الحسن موسیٰ سے یہ کہتے سنا۔
 لا يكون شيء الا ما شاء الله
 واراد۔ (کلینی)
 اللہ کی مشیت وارادہ کے بغیر
 کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔

اس حدیث کے ہم معنی امامیہ دوسرے ائمہ سے بھی کئی روایتیں بیان کرتے ہیں،
 ۱۸۔ کلینی، سلیمان سے وہ خالد سے وہ امام ابو عبد اللہ جعفر منہ سے راوی ہے کہ انہوں
 نے کہا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے، تو اس کے دل میں نور کا
 سفید نکتہ رکھتا ہے، اس کے دل کی قوت فہم روشن ہو جاتی ہے، اس پر ایک فرشتہ
 مقرر کر دیتا ہے، جو اس کے مزاج کو بچھتا کرتا ہے، اور اگر کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ
 فرمائے تو دل پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، دل کی قوت فہم اور توجہ بند ہو جاتی ہے،
 شیطان کو اس پر مسلط کر دیتا ہے، تاکہ وہ اسے گمراہ کرے، امام نے اس آیت
 سے استدلال کیا۔

فمن يرد الله ان يهديه
 يشرح صدره للاسلام
 ومن يرد ان يضلّه يجعل
 جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا
 چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے
 لئے کھول دیتا ہے، اور جس کو گمراہ

۱۹۔ اصول کافی ص ۱۷۷ باب المشیۃ والارادة۔

۲۰۔ اصول کافی ص ۱۷۷ باب البہدایۃ انہما من اللہ سندس میں یوں ہے، عن سلیمان بن خالد عن ابی عبد اللہ الخ۔

صدارہ ضیقا حرجا کا غا
یصعد فی السماء (الانعام ۱۲۵)
کرتا ہے، گویا وہ آسمان میں چڑھ رہا ہے۔
کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ بہت تنگ

۹۔ کلینی ثابت بن عبد اللہ سے وہ امام صادق رضی سے روایت کرتا ہے جس میں
اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کی گمراہی کا ارادہ فرماتا ہے،
۱۰۔ نیز کلینی، فتح سے وہ زید جرجانی سے، وہ ابو الحسن سے روایت کرتا ہے، جس
میں صراحت ہے کہ بندوں کا ارادہ حتمی و عزمی خدا تعالیٰ کے ارادہ کو نہیں بدل سکتا۔

۱۱۔ نیز کلینی، حسن سے وہ عبدالرحمن حمانی سے وہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفر رضی سے روایت
کرتا ہے کہ اس نے کہا کوئی چیز خدا تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے،
۱۲۔ کلینی وغیرہ عبد اللہ بن شیبان سے وہ ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں
نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کا امر دیا، مگر اس کے ہونے کا ارادہ نہ فرمایا اور ایک چیز کے ہونے کا
ارادہ فرمایا، مگر امر نہیں دیا، ابلیسی کو حکم دیا کہ سجدہ کرے، اور ارادہ تھا کہ سجدہ نہ کرے، اگر اللہ
اس کے سجدہ کرنے کا ارادہ کرتا تو یقیناً سجدہ کرتا، آدم علیہ السلام کو پردہ سے منع کیا، اور مشیت
تھی کہ کھانے۔ اگر نہ کھانے کا ارادہ ہوتا تو نہ کھاتے۔

۱۳۔ کلینی کافی میں ثابت بن سعید سے وہ ابو عبد اللہ راوی ہے، انہوں نے کہا اے ثابت
تمہیں کیا ہے، لوگوں کو دوسرے لوگوں سے دور رکھتے ہو، اور کسی کو کھانے کی دعوت دیتے
ہو، خدا کی قسم اگر آسمان اور زمین واسے کسی ایسے شخص کو ہدایت دینے پر اکٹھے ہو جائیں
جسے خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے، تو اسے ہدایت ہرگز نہیں دی جاسکتی، اور اگر کسی ہدایت یافتہ
شخص کو گمراہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے بے شمار آثار کتب شیعہ

میں موجود ہیں۔

۱۴۔ اصول کافی باب الہدایۃ انما من اللہ صحت سندوں مذکور ہے ثابت بن سعید عن ابی عبد اللہ الخ۔

۱۵۔ مول کافی باب المشیت والارادہ صحت سندوں ہے عن الفتح بن زید الجرجانی عن ابی الحسن۔

۱۶۔ ایضاً، مگر اصول میں سند اس طرح بھی ہے عن محمد بن سیمان الدیلمی عن علی بن ابراہیم عن ابی الحسن الخ۔

۱۷۔ (ایضاً) شیبان کے بجائے اصول میں سنان ہے۔

۱۸۔ اصول کافی باب الہدایۃ من اللہ صغر مولیٰ در کسی کو کھانے کی دعوت دیتے ہو، یہ لفظ اصول میں

نہیں ہے، اس کے بجائے یوں ہے لا تقربوا احدی الی امرکم۔

خدا کے ارادہ شر کی نفی کرنے والوں کے مستندات اور جوابات | ان کا استدلال اس آیت سے ہے :-

(۱) وما الله يريد ظلماً
للعباد (المؤمن ۳۱)
اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔

جواب یہ ہے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔
(۲) ولا يرضى لعباده
الكفر (الزمر ۷)
اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے کفر پر راضی نہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رضا اور چیز ہے، ارادہ چیز ہے دیگر۔ کمالاً بخفی۔
۱۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کافر کے کفر کا ارادہ فرماتا ہے، تو وہ مطیع قرار پائے؟
جواب۔ اتباع امر کی ہوتی ہے، ارادہ کا اتباع چہ معنی وارذ؟
۱۴۔ قبیح کا ارادہ کرنا اور ارادہ حسن کا ترک کرنا قبیح ہے، اور قبیح کا صدور حق تعالیٰ سے محال ہے، جواب اس کا قبیح ہونا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے صادر شدہ امور پر قبیح کا اطلاق غلط ہے۔

ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ بد بختوں کے کفر، معصیت اور گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔
اصلح کام کرنا کیا حق | اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اصلح اور لطف خدا تعالیٰ پر واجب نہیں
تعالیٰ پر واجب ہے؟ | ہیں اس لئے کہ کفر پیدا کرنا، اور کفر، معصیت اور گمراہی کا،
ارادہ کرنا باتفاق اہل اسلام اصلح اور لطیف نہیں ہے، لطف کا مطلب ہے، بندہ
کو بلا جبر اطاعت کے قریب کرنا، اور گناہ سے دور کرنا۔

يفعل الله ما يشاء و
يحكم ما يريد۔
اللہ جو چاہتا ہے کرتا، اور جو ارادہ فرماتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

اس کے برعکس کیسا نیہ اور مایہ کے تمام گروہ اور زیدیہ کے آٹھ فرقے متاثر ہیں
کہ اصلح اور لطیف کام کرنا حق تعالیٰ پر واجب ہے، ورنہ نخل لازم آئے گا،
یہ خیال باطل ہے، کیونکہ وجوب اس کی الوہیت کے منافی ہے، اس کی توشیح ہے

لا یسأل عبداً یفعل و هم
یسألون (الانبیاء ۲۳)
وہ جو کرتا ہے، پوچھا نہیں جاتا
اور وہ پوچھے جاتے ہیں۔

اس بنا پر کوئی چیز حق تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔

امامیہ، کیسانہ اور زیدی فرقے اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ پر واجب گردانتے ہیں۔
کہتے ہیں، اوامر و نواہی کا بندوں کو مکلف کرنا مطیع کو ثواب اور عاصی کو سزا دینا۔
انسانوں کی راہ نمائی کے لئے رسول بھیجنا، اور امام مقرر کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔
وجوب کے معنی میں اختلاف بعض کہتے ہیں واجب اس کام کو کہتے ہیں جس کا ترک
کرنے والا عقلاً و ذم کا مستحق ہو۔ اور بعض کہتے ہیں واجب اسے کہتے ہیں جس کا التزام
اللہ تعالیٰ نے بندوں کے حق کی بنا پر اپنے اوپر خود کیا ہے، نظریہ ایجاب برحق تعالیٰ
باطل ہے، اس لئے کہ اوامر و نواہی کی تکلیف، گنہگاروں کی نسبت سے اصلع نہیں ہے،
اسی طرح لطف بندوں کے حق میں اصلع نہیں، کیونکہ لطف بندے کو بغیر جبر کے اطاعت
کے قریب کرنا ہے، اور یہ بات اصلع نہیں۔ بلکہ اصلع تو بندوں کو نیکی پر مجبور کرنا ہے،
جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ساتھ سرزد ہوا، ارشاد ہے:-

واذ نتقنا الجبل فوقهم
اور جب ہم نے ان کے

کاتہ ظلة وظنوا انه واقعهم
اور پر پہاڑ اٹھایا جیسے سایہ بن، انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر
خذوا ما آتیکنم بقوة (الاعراف ۱۷۱)
گروے گا، جو ہم نے دیا اس کی قوت کے ساتھ پکڑو،

وجوب تکلیف، وجوب اصلع اور وجوب لطف باہم متعارض و متناقض ہیں
اگر اصلع اور لطف واجب ہوتے تو خدا تعالیٰ ابلیس کو پیدا نہ فرماتا، اسے گمراہ کرنے
کی قوت اور فرصت نہ دیتا، اور بندوں کو گناہ کرنے کی قدرت نہ بخشتا۔ اور تمام انسانوں
کو ہدایت دینے کا ارادہ الہی محقق ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

ولو شئنا لآتینا کل نفس ہداهما
اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو

ہدایت دے دیں۔

اگر وہ چاہے، تم سب کو ہدایت

والسجدۃ ۱۳)

ولو شاء اللہ لآتیناکم ہدایہم

دے دے۔

(النحل ۹)

ولو شاء ربك ما فعلوه (الانعام ۱۱۳) اگر تیرا رب چاہتا، تو یہ نہ کرتے۔
اور ہر وقت اور ہر علاقہ میں نبی یا معصوم کو متولی فرماتا، اور انہیں امر معروف اور نہی منکر کی قوت عطا کرتا۔

قائلین وجوب الاصلح کے دلائل اور جوابات | مذکورہ اشیاء کے وجوب برحق تعالیٰ کے قائلین ان آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) دکان حقا علينا نصرا المؤمنین :- ہم پر ایمان داروں کی مدد کرنا حق ہے۔

(۲) کتب علی نفسا الرحمة۔ اس نے اپنے پر رحمت کرنا کھ دیا ہے۔

(الانعام ۱۲)

(۳) کان علی ربك حتما مقضيا (مولیہ ۷۱) یہ کام تیرے رب پر لازمی ہے، اور فیصلہ کیا ہوا۔

(۴) ثمان علينا حساب (القاشیتہ ۲۶) پھر ہم پر ہے، ان کا حساب لینا۔

(۵) ثمان علينا بیا نہ۔ (القیامۃ ۱۹) پھر ہم پر ہے اس کا بیان۔

۱۶۔ کہتے ہیں، ترک جزا یعنی اطاعت پر بدلہ نہ دینا ظلم ہے، لہذا ثواب دینا واجب ہے۔
جواب یہ ہے، حقا علينا۔ یا کتب علی نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصرت اور رحمت کا وعدہ فرمایا ہے، پختہ وعدہ جس میں خلف محال ہے، اس کے وعدہ کی وجہ سے نصرت ضرور محقق اور ثابت ہوگی، حتما مقضیا کا معنی قضاء ابدی اسی طرح ثمان علينا حساب میں سزا اور محاسبہ کی تاکید ہے کہ یہ ضرور ہو کر رہے گا، وجوب اس معنی میں کہ ترک کرنے والا قابل ذم ہو، یا اس معنی میں کہ بندوں کا کوئی حق ہے، جس کی بناء پر وجوب ثابت ہو، محال ہے، یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے کوئی چیز لازم کی ہے،

فكثير ما يحب ان يذوق حقا على لوانك الهى
عذبتنى بعد ذلك بعذاب الخلاق
وعظمت للنار خلقه وجميع وملات جهنم و
الهابات ما منحت لا يكون فى النار معذب غيرى
ولا يكون لجهنم حطبى لكان بعد لك على

اور اس کے طبقات مجھ سے بھر دے،
حتی کہ جہنم میں میرے سوا کوئی نہ رہے،
اور میرے سوا اس کا کوئی ایندھن
نہ ہو، تو یہ تیری سزا جس کا میں مستحق
ہوں، کے مقابلہ میں قلیل سزا ہوگی۔

نہج البلاغۃ میں امیر المؤمنینؑ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:-

لا یأمن من خیر هذه الامة
من عذاب الله

اس امت کے بہترین افراد بھی اللہ
کے عذاب سے بے خوف نہ ہوں۔

ہر چیز اللہ نے پیدا کی اس حق تعالیٰ ہی تمام موجودات کا جوابہر ہوں یا اعراض خالق ہے، یہ
مکن ہی نہیں کہ اس کا غیر کسی چیز کی تخلیق کر سکے، یا کسی چیز کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا شریک
ہو، نہ یوں ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے سپرد تخلیق کا کام کر دیا ہو۔

مفوضہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایما محمد اور علیؑ دونوں دنیا کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ
کے شریک کار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کرنے کا کام ان کے سپرد کیا۔

کیسانہ اور زیدیہ کے آٹھ فرقے اور امامیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ شر پیدا کرنے والا ابلیس
ہے، اور جنوں، انسانوں میں سے بدکردار لوگ ہیں، ان کا عقیدہ مجوس کے عقیدہ کی مانند
ہے، وہ کہتے ہیں، خیر کا خالق یزدان ہے، اور شر کا پیدا کرنے والا اہرمن۔
صحیح حدیث میں آیا ہے:-

القدریۃ مجوس هذه الامة -
تقدیر کے منکر اس امت کے مجوسی ہیں۔

ائمہ کے آثار مبتدعین کے اس مذہب کی تردید کرتے ہیں۔

ابو محمد بن یعقوب کلینیؑ بردایت معاویہ بن وہب امام ابو عبد اللہؑ سے راوی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا۔

سنن البراد اور باب القدر ص ۲۴۲ ج ۲ -

اصول کافی باب الخیر والشر ص ۴۰ -

اِنِّى اَنَا اللّٰهَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
خَلَقْتُ الْخَلْقَ وَخَلَقْتُ الْخَيْرَ
وَاجْرِيْتَهُ عَلَى يَدِ مَنْ اَحَبُّ
فَطَوَّبِ لِمَنْ اَجْرِيْتَهُ عَلَى يَدِ يَدِ
وَ اِنِّى اَنَا اللّٰهَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
خَلَقْتُ الْخَلْقَ وَخَلَقْتُ الشَّرَّ
وَاجْرِيْتَهُ عَلَى يَدِ مَنْ اَرِيْدُ
فَوَيْلٌ لِّمَنْ اَجْرِيْتَهُ عَلَى
يَدِ يَدِ -

میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود
نہیں، میں نے مخلوق پیدا کی، خیر کو پیدا
کیا، اور جسے پسند کرتا ہوں، اس کے ہاتھ
پر اس خیر کو جاری کرتا ہوں، خوشی ہے ان
کے لئے جن کے ہاتھوں پر میں جاری
کروں، میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی
معبود نہیں، میں نے مخلوق کو پیدا کیا،
اور شر کو پیدا کیا، اور اسے جاری کرتا ہوں
جس کے ہاتھ ارادہ کرتا ہوں، افسوس
ہے اس کے لئے جس کے ہاتھ پر شر
جاری کروں۔

۱۲۔ نیز محمد بن مسلم سے روایت کیا کہتا ہے، میں نے امام ابو جعفر محمد بن باقر کو یہ کہتے
سنا کہ بعض منزل کتابوں میں ہے۔

اِنِّى اَنَا اللّٰهَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
خَلَقْتُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ فَطَوَّبِ
لِمَنْ اَجْرِيْتَهُ عَلَى يَدِ يَدِ الْخَيْرِ
وَوَيْلٌ لِّمَنْ اَجْرِيْتَهُ عَلَى
يَدِ يَدِ الشَّرِّ -

میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی
معبود نہیں ہے، میں نے خیر و شر کو پیدا
کیا، خوشی ہے اس کے لئے جس کے
ذریعہ خیر جاری کروں، اور ویل ہے،
اس کے لئے جس کے ذریعہ شر
جاری ہو۔

۱۳۔ علی بن ابراہیم بن ہاشم ابو الحسن متقی صاحب تفسیر عبد المؤمن بن القاسم النصارى
سے وہ امام ابو عبد اللہ سے راوی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

قال ربنا عز وجل انا الله لا اله الا انا خالق الخيروا الشر - ہمارے رب نے فرمایا ہے، میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا۔

ان کے علاوہ بھی صحیح اخبار موجود ہیں جن کی دلالت ہے کہ حق تعالیٰ ہی خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے، جس طرح کہ وہ جو ہر و عرض کا خالق ہے،

روافض ان اعاذ بیشکی کمزور تاویلیں کرتے ہیں

کیا انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے؟ انسانوں کے افعال کا خالق بھی وہی ہے، انسان اس بارہ میں روافض کا عقیدہ اپنے افعال کے کا سبب ہیں، خالق نہیں، اور نہ ہی تخلیق میں شریک۔

اس کے برعکس کیسا نئیہ اور مذہبیہ کے آٹھ فرقے اور امامیہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، حالانکہ یہ نظر باطل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

خلقكم وما تعملون
والصافات آیتہ ۱۹۶
اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔

امامیہ اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں:-

افعال العباد مخلوقۃ لله تعالى
لما ذكره شارح الحدة - بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں، جس طرح کہ شارح الحدة نے بیان کیا ہے۔

بعض نے غلطی سے تقدیر کا معنی مراد لیا ہے، یہ دلیل ہے،

امام ابو حنیفہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے پوچھا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کیا اللہ تعالیٰ نے افعال کی تخلیق بندوں کے سپرد کی ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بہت اونچا ہے کہ وہ اپنی ربوبیت بندوں کے سپرد کرے، میں نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ بندوں پر جبر فرماتا ہے، جواب میں ارشاد فرمایا، خدا کا عادل ہونا، بندوں پر جبر کے منافی ہے، میں نے پوچھا پھر اصل حقیقت کیا ہے؟ فرمایا:-

لا جبر ولا تفویض ولا کراه اور نہ تسلیط نہ جبر ہے، نہ تفویض اور نہ کراہ اور نہ تسلیط

کلینی امام صادق سے راوی ہے، کہ انہوں نے کہا۔

لا حیر ولا تفویض و لکن

امر بین امرین۔

بین ہے۔

اسی طرح ابراہیم امام صادق سے روایت کرتا ہے۔

نیز کلینی نے ابوالحسن محمد بن الرضا سے بھی اس طرح کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

نیز ابراہیم بن عباس سے روایت کیا کہ امام رضا سے ایک شخص نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ

بندوں کو ایسے امور کا مکلف فرماتا ہے جو ان کی استطاعت سے باہر ہیں؟ فرمایا۔

هو اعدل من ذلك۔

اللہ تعالیٰ اس سے بہت انصاف والا ہے

پھر پوچھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے ارادے کے مطابق کام پر لگا دیا ہے۔ فرمایا۔

هو اعز من ذلك۔

وہ اس سے بڑی شان والا ہے

یہ شراذیر ہیں، فضل بن ہبیل نے علی بن موسیٰ رضا سے مامون کی مجلس میں سوال

کیا کہ اے ابوالحسن مخلوق پر جبر ہو رہا ہے، فرمایا۔

الله اعدل ان يجبر

اللہ بہت انصاف والا ہے، جبر کرے

لن يجذب۔

اور کھپھ عذاب؟

پھر پوچھا پھر مخلوق کو مکمل قدرت دے دی گئی ہے؟ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے، وہ بندہ کو مہمل چھوڑ دے، اور اس کے اپنے حوالے کر دے،

کیسے ہو سکتا ہے۔

تقدیر کے بارے میں جو کچھ کہ موجود ہے، قضا الہی سے ہے، ازل سے ہی

امامیہ وغیرہ کے عقائد حق تعالیٰ نے اسی طرح مقدر فرما دیا ہے، جو ہو رہا ہے۔

کیا نیمہ زیدیہ کے آٹھ فرقے، اور امامیہ کہتے ہیں، قضا و قدر سابقہ نہیں ہے۔

محمد بن بابویر قمی کتاب التوحید میں ایک ایسی سہند سے جو ان کے ہاں صحیح ہے۔

۱۴ اصول کافی باب الجبر والقدر والامر بین الامرین ص ۵۷۔

۱۵ اصول کافی باب الجبر والقدر والامر بین الامرین ص ۵۷۔

امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:-

القدرية مجوس هذا
الامة اراذوا ان يصفوا
الله يحمله فاخرجوه من
سلطانه -

قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔
انہوں نے اللہ تعالیٰ کو صفت عدل سے
موصوف بتانا چاہا، مگر اس کی قوت
سلب کر دی۔

انہیں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی:-

يسمجون في النار على وجوههم
ذوقوا من سقم اناكل شئ
خلقتنا بقدر (القرآیت ۴۹)

آگ میں منہ کے بل گھیٹے جاؤں گے
چکھو آگ کا لگنا ہم نے ہر چیز
کو اندازے سے پیدا کیا ہے،

نیز محمد بن بابویہ ابن عباسؓ سے حدیث معراج میں روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اور فرمایا اے اللہ میری امت کو علی کی دوستی
پر مجتمع فرماتا کہ وہ تمام کے تمام میرے پاس قیامت کے دن حوض پر آئیں، اللہ تعالیٰ نے
آپ کی طرف وحی کی میں نے اپنے بندوں کے بارہ میں ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی
فیصلہ کر لیا ہوا ہے، اور ان میں میرا فیصلہ جاری ہے، جسے چاہوں ہلاک کر دوں، اور
جسے چاہوں ہدایت کر دوں،

نیز کلینی نے ابو نصر سے روایت کی ہے کہ اس نے ابو عبد اللہ سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ
چاہتا ہے؟ ارادہ کرتا ہے؟ تقدیر اور قضا ہو چکی ہے، فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا وہ ساقی
بھی رکھتا ہے، جواب دیا نہیں۔

نیز کلینی اور ابن بابویہ وغیرہ روایت کرتے ہیں، حق تعالیٰ نے اپنے معلومات کی
بنیاد پر بعض بندوں کو نیک بخت پیدا کیا، اور بعض کو بد بخت کیوں کہ وہ جانتا تھا

۱۔ اصول کافی باب الجبر والقدر ص ۱۷۱ میں ہے: من ادعم ان الجبر والشر بعز مشیئة اللہ فقد اخرج اللہ من سلطانه یعنی
جو کہے خیر و شر اللہ کی مشیت سے نہیں، اس نے اس کی قوت کی نفی کی۔

۲۔ اصول کافی باب التبیہ والارادة ص ۱۷۱ ذیل عن ابی بصیر

۳۔ اس لئے مفہوم اصول کافی باب الجبر والقدر ص ۱۷۱ میں موجود ہے۔

کہ انہوں نے کیسے عمل کرنا ہیں۔

نیز کلینی ^{رحمۃ اللہ علیہ} منصور بن حازم سے وہ ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا خدا تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے نیک بخت اور بد بخت کا فیصلہ کر لیا، جسے نیک بخت بنایا اس کو دشمن نہیں بناتا عمل بد بھی کرے تو اس کے عمل کو برا جانتا ہے، مگر اس کو دشمن نہیں جانتا، اور جسے بد بخت بنایا اسے ہرگز دوست نہیں رکھتا یہ اگر کبھی نیک عمل کر لیتا ہے، تو اس کے عمل کو پسند کرتا ہے، خدا جس پر خوش ہو جاتا ہے، اس پر کبھی ناخوش نہیں ہوتا، اور جس پر ناخوش ہو جاتا ہے، اسے کبھی دوست نہیں بناتا۔

نیز کلینی وغیرہ امامیہ کے اکابرین ابو نصر سے روایت کرتے ہیں، کہتا ہے، میں ابو عبد اللہ کے پاس بیٹھا تھا، ایک سائل نے ان سے پوچھا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں گنہگاروں کو بد بختی کہاں سے غالب ہو گئی، کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں ان کے اعمال پر عذاب کا حکم کر دیا ہے، ابو عبد اللہ نے فرمایا اے سائل اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کہ فلاں شخص حق تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کرے گا۔

جیسا اس نے اپنے نیک بخت اور بد بخت سب کو اپنے احکام دیئے۔ تو اس نے اپنے محبت والوں کو اطاعت کی قوت عطا فرمائی، اور عمل کے بوجھ کے احساس کو ختم کر دیا، نا فرمانوں کو نا فرمانی کی قوت دی، اسی علم کی بنیاد پر جو پہلے سے خدا کو حاصل تھا، لہذا انہوں نے ایسے کاموں پر قدرت نہ پائی، جن کے ذریعے وہ عذاب الہی سے بچ سکتے تھے، اس لئے کہ حق تعالیٰ کا علم غلط نہیں ہو سکتا۔

نار ما شاد کا یہی معنی ہے، اور اس کا راز بھی یہی انتہی۔

کیا اللہ تعالیٰ بندوں کی گمراہی پر راضی ہے! | حق تعالیٰ اپنے بندوں کی گمراہی پر راضی
اشنا عشریہ کا نظریہ اور اس پر تنقید۔ | نہیں ہے، مگر اشنا عشریہ کہتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ شیعہ کے علاوہ دوسروں کی گمراہی پر راضی ہے۔

اگر اس مقولہ میں رمضان کے ہاں ارادہ کے مرادف ہے، تو یہ قول پہلے مقولہ یعنی خدا شکر کا ارادہ نہیں فرماتا کے منافی ہے، اگر رضا سے مراد وہی معنی ہے، جو اہل سنت لیتے ہیں جو کہ مستلزم امر ہے، تو اس صورت میں گمراہ مطیع قرار پائیں گے، اور ثواب کے مستحق۔

بداء کے بارہ میں امامیہ | بداء حق تعالیٰ پر ناجائز اور محال ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ایک فرقوں کا عقیدہ | ایسی چیز ظاہر ہو جو قبل ازیں اس پر ظاہر نہ تھی، جس طرح کہ انسان میں رائے کی تبدیلی ہوتی ہے، یہ عقیدہ جہل اور نقص کو مستلزم ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے۔

نذراریہ، بدائیہ، سالیہ اور امامیہ کا ایک گروہ مالک جہنی، دارم بن حکیم، ایان بن الصلت وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں، بداء جائز ہے، بلکہ ثابت ہے، بداء کے قائلین کے دلائل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) یحیو اللہ ما یتشاء ویثبت
الدعدا آیت ۳۹

اللہ جو چاہتا ہے، مٹاتا ہے، اور جو چاہتا ہے، ثابت کرتا ہے۔
۲ کلینی زرارہ بن اعین سے روایت کرتا ہے، دو اماموں میں ایک سے۔
ما عبد اللہ بمثل
یعنی اللہ کی عبادت میں بداء سے بڑھ کر
البداء۔
کوئی اور چیز نہ ہے۔

۳ بالفاق نسخ احکام جائز ہے، نسخ کی بنا کسی نئی مصلحت کے ظہور پر ہے، جو کہ

شیعہ کتب روایات میں اللہ کے متعلق بداء کا عقیدہ رکھنا جزو ایمان ہے، اگر شیعہ روایات میں اس بارہ میں بھی شدید تضاد ہے، اصول کافی باب بداء ص ۱۱۱ میں کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا، جب تک بداء کا اقرار نہ کرے، مگر اسی اصول کافی باب تاریخ مولد النبی ص ۲۲ میں ہے، ذالک ادل من قال بالبداء یعنی عبد المطلب ص ۱۱۱ میں ہے، خروج مہدی کے سن میں بداء کا حوالہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائے، اصول کافی باب الاشارة والنص علی ابی محمد ص ۱۱۱ میں ہے، ایابا ہاشم بداء الشرفی ابی محمد بعد ابی جعفر عالم یکن یعرف لہ کما بداء الشرفی موسیٰ بعد مہدی اسماعیل الخ و الحسن نے کہا ابو جعفر فوت ہو گیا ہے (اور اس کی امامت کا پہلے فیصلہ تھا) اس کے بارہ میں اللہ کو بداء ہوا، ابو محمد امام ہوگا، جس طرح اسماعیل اس کی امامت کا فیصلہ ہو چکا تھا، اس کی موت کے بعد موسیٰ میں اللہ کو بداء ہوا تھا۔
۴ اصول کافی باب البداء ص ۱۱۱۔

حق تعالیٰ پر پہلے واضح نہ تھی، ورنہ نسخ عبث بن جائے گا، جو کہ نقص ہے۔
جواب آیت میں محو اور اثبات سے مراد ایک چیز کا دور کرتا، اور دوسری چیز کا لانا ہے،
 جس طرح دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن۔ یا اس سے مراد نسخ ہے، اور نسخ اس
 مصلحت کے تحقق پر ہوتی ہے جس کا علم خدا کو قدیم سے ہی تھا، مختلف اوقات میں مصلحتیں
 مختلف ہوتی ہیں، جیسا کہ ابتدا اسلام میں ترک قتال میں مصلحت تھی، اور اس وقت اکھو دینکو
 دلی دین (کافرون آیت) نازل ہوئی، اسلام کے طاقت پکڑنے کے بعد مصلحت قتال میں
 تھی، اس لئے حکم ہوا۔

واقتلوہم حیث ثقفتوہم (البقرہ ۱۹۱) ان کو قتل کرو، جہاں پاؤ۔

اس بارہ میں مرویہ آثار جھوٹ اور کذب ہیں، وضع کے نشانات ان پر نمایاں ہیں،
 خدا کی طرف جہالت نسبت کرنا کون سی عبادت ہے؟

اسماء و صفات کے بارہ ہیں | اللہ جل مجدہ کے پاکیزہ نام ہیں، جن کا ذکر قرآن پاک
 اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور احادیث میں ہوا ہے، ارشاد ہوا۔

ہو اللہ الذی لا الہ الا هو العزیز
 الخبیث الشہادۃ هو الرحمن
 الرحیم هو اللہ الذی لا الہ
 الا هو الملک القدوس الامین
 (حشر آیت ۲۲-۲۳)

وہ اللہ ہے، جس کے سوا کوئی
 اور معبود نہیں ہے، وہ غائب و حاضر
 کا جاننے والا ہے، وہ بہت رحم کرنے
 والا مہربان ہے، وہ اللہ ہے، اس کے
 سوا کوئی معبود نہیں، مالک ہے تدوین ہے،

ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض نام ایسے ہوں جن کا علم ہمیں نہیں ہے
 اجمالی علم ہمیں حاصل ہے کہ حق تعالیٰ تمام صفات کمال سے متصف ہے، صحیح حدیث میں
 ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اللہم اِنِّی اَسْئَلُکَ بِکُلِّ
 اسمِ هولک سمیت بہ ففسک
 اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا
 ہوں، ہر وہ نام لے کر جو آپ نے اپنا

۱۳ روایت بالا کو زبیر بن عیین بیان کر رہا ہے جو کہ کذب اور جھوٹ تھا، دیکھئے جلد کئی ص ۱۱۳ کے باوجود یہ روایت کتب شیعہ صحاح میں موجود ہے ۱۲

او نزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک۔
 رکھا، یا اپنی کتاب میں آپ نے اتارا یا مخلوق میں سے کسی کو آپ نے سکھایا، یا علم غیب میں اسے محفوظ رکھا ہے،

البتہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اس کے لئے کسی ایسے نام کا اطلاق کریں، جو کہ شرع میں وارد نہیں ہوا، کیونکہ ہم سے خطا ممکن ہے۔

متکلمین کہتے ہیں کہ صفات الہی ذات سے زائد ہیں، کلام خدا ز سول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات ثابت ہے، کیونکہ مشتق کا محل مبداء کے بغیر اہل عرب کے ہاں ناجائز ہے، و متکلم وہ ہے جس کیلئے کلام ثابت ہے، اقلہ یہ وہ جس کے لئے قدرت حاصل ہے۔

اشعری کے مقولہ لا علین ولا غیر میں لا علین سے مراد صفات کا ذات سے زائد ہونا ہے، اور لا غیر سے مراد یہ کہ صفات ذات سے منفک نہیں، اس لئے یہ قول متکلمین کے نظریہ کے مطابق ہی رہا۔

حکام اور معتزلہ کا نظریہ ہے کہ "صفات عین ذات ہیں" یہ صحیح نہیں ہے، شریعت نے اس کا مسکف نہیں کیا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ نہ جسم ہے، اور نہ جوہر یعنی نہ جز ولا تجزئی اور نہ عرض یعنی قائم بالغیر، نہ وہ مکان میں ہے، اور نہ جہت میں، نہ مرکب ہے، اور نہ اعراض محسوسہ سے متصف ہوتا ہے، یعنی رنگ، بو، مزہ، حرکت یا سکون وغیرہ وغیرہ اور نہ ہی نفسانی کیفیات کا حامل ہے، بھوک، پیاس، لذت، درد وغیرہ وغیرہ ارشاد ہے۔

لیس کمثلہ شیء و هو السميع البصير (الشوریٰ آیت ۱۱)
 اس کی مانند کوئی چیز نہ ہے، وہ سنتے والا، دیکھنے والا ہے۔

قرب ومعیت الہ | بندہ کا قرب خدا اور معیت لصوص سے ثابت ہے، مگر یہ قرب اور معیت بے مثل ہے، یا قرب ومعیت محبت وغیرہ میں مراد ہے، قرب سے مراد مکانی قرب نہیں ہے، قرب خدا و طرح کا ہے۔

۱۱۔ قرب خدا تمام مخلوقات سے قریب پاک میں ہے۔

و نحن اقرب اليه من حبل الوريد

ہم اس کی شاہ رگ سے بھی اس کے

زیادہ قریب ہیں۔

وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں

بھی ہو۔

و هو معكم اينما كنتم

(الحديد آیت ۴)

۱۲۔ حق تعالیٰ کا قرب مخصوص بندگان سے ارشاد ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں

کے ساتھ ہے۔

وان الله لهم اجرهم

(العنکبوت ۶۹)

وہ عرش والے کے ہاں

مکین ہے۔

عند ذي العرش مكين

(التکوید ۲۰)

حدیث قدسی میں ہے۔

میرا بندہ نوافل ادا کر کے میرا قرب

خامل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے اپنا

محبوب بنا لیتا ہوں۔

لا يزال عبادي يتقرب الي

بالتوافل حتى اجبت له الحديث

دوسرے قرب کے لامتناہی درجات ہیں، جیسا کہ لفظ لا يزال ولالت کر رہا ہے،

مگر قرب بمعنی اول اس طرح نہیں ہے۔ تو دونوں میں لفظی اشتراک ہے، معنوی

نہیں ہے، واللہ اعلم۔

کیا خدا جسم ہے، بدعی حکیم، سالیہ، شیطانیہ، مشیمہ اور دوسرے امامیہ فرقے

گروہوں کے عقائد کہتے ہیں، خدا جسم ہے اور بندوں کے ساتھ خدا کا قرب قرب

مکانی ہے، کلینی نے کافی میں ابراہیم بن محمد سجستانی سے یہ بات روایت کی ہے، کہا۔

کتبت الى الرجل عليه السلام میں نے اس شخص علیہ السلام کو سنا

ان قبلنا من هو اليك قد اختلفوا ہماری طرف کے آپ کے خدام توحید

میں مختلف ہو گئے ہیں، بعض کہتے ہیں
خدا جسم ہے، اور بعض کہتے ہیں صورت ہے

فی التوحید فہم من یقول جسم
ومنہم من یقول صورتہ۔

سہیل بن زیاد سے یوں روایت کی۔

میں نے مشہد میں الرہل (محمد)
علیہ السلام کو دکھا، اے جناب ہمارے اصحاب
توحید میں اختلاف کرتے ہیں، بعض
کہتے ہیں، وہ جسم ہے، اور بعض کہتے
ہیں صورت ہے۔

کتبت الی محمد شہو
قد اختلف یا سیدی اصحابنا
فی التوحید منہم من یقول
جسم ومنہم من یقول
صورتہ۔

ابن بابویہ ایک کتاب میں لکھتا ہے۔

ابو جعفر نے آیت ثمود فی قتلہ کی
تفسیر میں کہا، اللہ تعالیٰ نے لٹکایا
اس کے اور اس کے درمیان ایک موتی
کے پتھر کے علاوہ کوئی فاصلہ نہ
تھا، اس میں بستر تھے جو کہ سونا سے
چمک رہے تھے، اس میں ایک صورت
دکھائی، اور کہا گیا اے محمد آپ اس صورت
کو پہچانتے ہو، فرمایا ہاں یہ علی بن
ابی طالب کی صورت ہے،

عن حمزہ بن اعین عن ابی
جعفر انا قال فی تفسیر قولہ
تعالیٰ ثمود فی قتلہ ادا لی
اللہ عزوجل فلم یکن بینہ
وبینہ الا قصص من لؤلؤ فیه
فراش یثلا لا من ذہب فاراہ
صورتہ فقیل یا محمد اتعرف
ہذا الصورتہ قال نعم ہذا
صورتہ علی بن ابی طالب۔

یہ روایت باطل ہے، اس پر وضع کے نشان نمایاں ہیں کہ اس کی دلالت ہے کہ
علی نبی سے بھی زیادہ قریب ہے۔

امامیہ کے علاوہ روافض کے دوسرے فرقے سبائیہ، معمریہ، اثینیہ، خمیریہ، ذہابیہ
مقنیہ، ربانیہ، مغیریہ، خطابیہ اور غلبائیہ بھی جسم خدا کے قائل ہیں۔

نیز کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام اعراض سے متصف ہے، حقیقیات غم، خوشی، خوف، اور

سے بھی وہ مومن ہے بلکہ یہ لوگ خدا کو حیوانی صفات دکھانا پینا، جماع، نیند، جاگنا، چھینکنا، جہانی، سے بھی متصف قرار دیتے ہیں ان میں پھر بعض باتوں میں اختلاف ہے، حکمیہ کہتے ہیں حق تعالیٰ جسم ہے، اور طول و عرض و عمق یکساں ہے، اس کا ہاتھ ہر طرف ہے، نہایت روشن اور درخشندہ اس کا رنگ، بو اور مزہ ہے، اور اس کا جسم عرش کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

کلینی علی بن حمزہ سے راوی ہے کہ ہشام بن حکم کہتا تھا کہ خدا کا ایسا جسم ماننا ضروری ہے، جو کہ اندر سے کھوکھلا نہیں ہے۔

کلینی صاحب نے محمد بن حکیم اور یونس بن طیبان اور حسن بن عبد الرحمن حمانی سے باسائید مختلفہ اس قسم کے خیالات نقل کئے ہیں۔

سالمیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ انسانی صورت پر جسم ہے، اس کی دو آنکھیں ہیں، کان ہے، منہ، ناک، ہاتھ اور پاؤں ہیں، وہ جو اس پنجگانہ رکھتا ہے۔

کلینی محمد بن فرح الرخمی سے روایت کرتا ہے، کہ ہشام بن سالم کہتا تھا، خدا ناف تک کھوکھلا ہے، باقی ٹھوس۔

شیطانہ اور مینشیہ کہتے ہیں، خدا جسم ہے، اس کی شکل و صورت ہے، اعضاء بھی ہیں، ناف تک کھوکھلا اور باقی ٹھوس ہے، پچنانچہ کلینی ابن خزاز اور ابن حسین سے روایت کرتا ہے، کہ مینشی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ناف تک اجوف ہے، باقی غیر اجوف جیسا کہ جو الیقینی اور صاحب الطاق نے بھی کہا ہے، انتہی۔

سبائیہ، عمریہ، اثنبیہ، ذمیہ، بابیہ اور مقنیہ فرقے قائل ہیں کہ خدا جسم ہے، جو کہ صورت، ہیٹ، شرم گاہ، آنکھ اور منہ رکھتا ہے،

بیانیہ کہتے ہیں، خدا انسانی صورت پر جسم ہے، اس کے جسم کے تمام حصے ہلاک ہو جاتے ہیں، سوا چہرہ کے۔

۱۔ اصول کافی منہ باب النہی عن النجم والمصورۃ ۲۔ ایضاً ص ۳۵ یعنی ان اسانید سے ہشام بن حکم کے خیالات نقل کئے ہیں، ۳۔ اصول کافی ص ۴۹ ۴۔ اصول کافی ص ۴۹۔

غلابیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جسم ہے، مرد کی صورت پر اس کی آنکھ ہے، اعضاء بھی اور فرج اور ڈاڑھی بھی۔

خدا کہاں ہے؟ بدعی | حکمیہ اور یونسیہ کہتے ہیں، اللہ کا مکان عرش ہے، وہ عرش فرقوں کے نظریات کے ساتھ لگا ہوا ہے، کھڑا ہوتا ہے، بیٹھتا ہے، اس جگہ حرکت بھی کرتا ہے۔

یونسیہ کہتے ہیں، کہ خدا عرش پر ہے، فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں، وہ فرشتوں سے زیادہ طاقتور ہے،

دیگر فرقے خدا کے لئے مختلف مکانوں کے قائل ہیں، البتہ تعین جہت میں مختلف ہیں شیطانہ، شمیہ اور سالیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان آسمان ہے، بلا تعین، وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کرتا ہے، کھڑا ہوتا ہے، بیٹھتا ہے، مختلف جگہوں میں حرکت و سکون کرتا ہے،

ایک دوسرا گروہ کہتا ہے، اس کی جہت معین نہیں ہے کبھی اُپر ہوتا ہے، اور کبھی نیچے جیسا کہ مفصلہ، شریفیہ، کرامیہ، جناحیہ، بیانیہ، نصیریہ اور اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ وہ پہلے آسمان میں تھا، پھر زمین پر اترا، اور اپنی بعض مخلوق میں حلول کر آیا ہے، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

خطابیہ، معمریہ، بزرغیہ، غلابیہ، سبائیہ، ذمیہ، خمیہ، اثنیہ، ذبابیہ، اور مقننیہ کہتے ہیں، اللہ پہلے آسمان میں تھا، پھر زمین میں آیا، بعد ازاں آسمان پر چلا گیا ہے، اب آسمان میں ہے،

سبائیہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس وقت بادل میں ہے، اگرچہ اس کی آواز ہے، اور بجلی اس کا تاثر یا نہ زمین پر اترا تا ہے، پھر زمین میں فراخی معاش اور انصاف کا دور دورہ ہو جاتا ہے،

ربعیہ کہتے ہیں، ربیع کے وقت میں آسمان میں ہوتا ہے، پھر واپس چلا جاتا ہے،

لہٰذا نسخہ میں اس طرح ہے غالباً آسمان کے بجائے ”زمین“ صحیح ہے۔

لعنة الله على الكاذبين۔

مبتدعہ کے ان عقائد | یہ تمام مخرقات بدیہی البطلان ہیں اس قابل نہیں کہ کوئی ان کی باطلہ کے بیان کی غرض | تردید کے درپے ہو، بلکہ اس قابل بھی نہیں کہ کوئی ان عقائد باطلہ کو اپنی کتاب میں ذکر کرے، فقیر کی غرض ان ملائمہ کے باطل اور یہ ہمدہ عقائد ذکر کرنے سے یہ ہے کہ امامیہ اثنا عشریہ ان تمام رافضی فرقوں کو جن کے مذکورۃ الصمد رکنہ عقیدے ہیں، اہل سنت کی نسبت سے اپنے زیادہ قریب سمجھتے ہیں، اس لئے کہ اثنا عشریہ اہل سنت کو تو ابدی جہنمی سمجھتے ہیں، ان فرقوں کو نہیں، بلکہ بہتر فرقے جو دوزخ میں جانے کے بعد نجات پا جائیں گے، ان کے خیال میں روافض کے بہتر فرقے ہیں، نہ کہ اہل سنت کہ اہل سنت کو ہمیشہ کے لئے جہنمی سمجھتے ہیں، بلکہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ محب علی سے کوئی حساب نہیں ہوگا، اور کسی عمل پر عذاب نہ کیا جائے گا، اور ذکر کردہ گروہ جن کے عقائد کا بیان ہوا، محب علی ہیں، بلکہ محبت علی میں افراط کرتے ہیں، تو اثنا عشریہ ان سب کو ناجی جانتے ہیں، اور مستحق عذاب نہیں سمجھتے۔

نیز اثنا عشری اپنی کتب صحاح میں اس قسم کے عقائد رکھنے والوں سے روایات حدیث لاتے ہیں، اور ان کو ائمہ معصومین کے اصحاب اور رجال صحیح قرار دیتے ہیں جیسا کہ ہشام بن حکم ہشام بن سالم، صاحب السطائ مسیحی وغیرہ وغیرہ۔

اثنا عشریہ اگرچہ بالتصریح ان عقائد کے قائل نہیں ہیں، مگر گویا ان عقائد سے چنداں انکار بھی نہیں کرتے، جیسا کہ اہل سنت میں حنفی مذہب والے فقہی مسائل میں شافعی احکام کو اور ماتریدی مسائل کلام میں ابوالحسن اشعری کے احکام کو خطا کہتے ہیں، لیکن چنداں انکار بھی نہیں کرتے، اثنا عشریہ کا حال ان گروہوں کے ساتھ اسی طرح کا یا اس کے

۱۵ اصول کافی باب سورۃ اولیاء ہم والتغیض الیہم میں ہے ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور کہا میں آپ سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا جعوت کہتا ہے، اس نے کہا خدا کی قسم مجھے آپ سے محبت ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابدان سے اور ہزار سال پہلے اور اس پیدائی میں، ہمارے محب سب ہم پر پیش گئے گئے ہیں، تو ان میں نہیں تھا، تو کہاں تھا وہ شخص چپ ہو گیا، امام ابو عبد اللہ فرماتا ہے وہ جہنمی ہوا اتنی۔

۱۶ اہل میں مثنیٰ ہے، اگر اصول کافی میں اسے مثنیٰ لکھا ہے، دیکھئے ص ۴۹۔

قرب قریب ہے یاد رہے کفر پر رضا بھی کفر ہے۔

قائلین جسم کا بطلان | اب ہم امامیہ کے ائمہ کے چند آثار پیش کرتے ہیں جن سے روایات ائمہ امامیہ سے ثابت ہوگا کہ اہل حق کا مذہب صحیح ہے اور جسم خدا کے

قائل گمراہوں کا نظریہ باطل

بہج البلاغۃ میں امیر المومنین سے روایت ہے انہوں نے بعض خطبات میں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کسی جزو یا عرض

اللہ تعالیٰ لا یوصف بشی

سے موصوف نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی

من الاجزاء ولا یالجوارح

حدود انتہا ہے، اشیاء اس کو حاوی نہیں کہ

والاعضاء ولا یحصر من

اس کو اور یہ یا نیچے کر سکیں، اور نہ ہی کوئی

الاعدا من ولا بالغیرۃ والابصار

چیز اس کو اکٹھا کرے ہوئے ہے، پس

ولا یقال له حد ونہائیة ولا انقطاع

وہ اسے سیدھا یا ٹیڑھا

وغایۃ ولا ان الاشیاء تحویہ فتقلد

کر کے

او تمہویہ او ان شیئا یحملہ

فیمیلہ او یعدلہ۔

فیمیلہ او یعدلہ۔

کلینی نے ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن حسین سے روایت کی ہے، دونوں کہتے ہیں

کہ ہم علی بن الحسن الرضا کے پاس گئے، ہم نے کہا ہشام بن سالم اور صاحب طاق اور مشی

کہتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ اندر سے ناف تک کھوکھلا ہے، باقی مٹھوس ہے، امام رضا زہن پر سجدہ

کیلئے گر گیا، اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کیا، پھر فرمایا اے اللہ تو پاک ہے، ان لوگوں کے دل کیسے

رغبت کرتے ہیں کہ انہوں نے تجھے تیرے غیر کے ساتھ تشبیہ دی، اے خدا میں تیری

وہی صفت کہتا ہوں، جو تو نے خود اپنی بیان فرمائی ہے، میں تیرے ساتھ تیری

کسی مخلوق کو مشابہ نہیں کہتا، اے اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، مجھے

ظالم قوم کا سامتی نہ بنا۔

۱۔ جلد ۱ ص ۴۴۱-۴۴۲۔

۲۔ اصول کافی ص ۴۹ باب النہی عن الصفۃ بغیر ما وصف بہ الخ۔

نیز کلینی حسن بن عبد الرحمن حمفی سے روایت کرتا ہے کہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کاظم کو میں نے کہا: ہشام بن حکم گمان کرتا ہے کہ حق تعالیٰ جسم ہے، امام نے فرمایا خدا اس پر لعنت کرنے، کیا وہ نہیں جانتا جسم محدود ہوتا ہے، خدا کی پناہ میں اس قول سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

نیز کلینی نے محمد بن فرح زحی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے میں نے ابو الحسن کو کہا کہ ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم صورت کے بارہ میں جو قائل ہیں، آپ کا کیا خیال ہے، جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا: اپنے نفس سے پرانہ خیال لوگوں کی حیرت کو دور کرو، خدا تعالیٰ سے شیطان سے پناہ طلب کرو، ان دونوں ہشاموں کی بات حق نہیں ہے۔

امیر المؤمنین سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ مکان میں نہیں ہے کہ اس کے لئے انتقال ثابت ہو۔ نیز فرمایا اور امام اسے حدود اور حرکات میں متعین نہیں کر سکتے نیز فرمایا اسے کوئی حال دوسرے حال سے مشغول نہیں کر سکتا اسے زمانہ بدلتا نہیں اور کوئی مکان اس کا احاطہ نہیں کرتا۔ نیز مروی ہے، حق تعالیٰ ایک جگہ میں محدود نہیں ہے، انہی کلینی نے محمد بن حکم سے روایت کی ہے کہتا ہے میں نے ابو ابراہیم کے پاس ہشام جو البقی کا قول بیان کیا کہ خدا کی صورت ہے، اور ہشام بن حکم کا قول بیان کیا کہ خدا کا جسم ہے، تو جواب میں کہا اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے، اس سے بدتر اور بے ہودہ بات کیا ہو سکتی ہے، جو خدا کے لئے جسم یا صورت یا تحدید یا اعضا ثابت کرے، اور اس کی مخلوق کے ساتھ اسے مشابہ قرار دے، تعالیٰ الشرح عن ذلک علواً کبیراً

مسئلہ استواء، ید اور | اللہ تعالیٰ کا عرش پرستوی ہونا اس کے لئے، وجہ وجہ برائے حق تعالیٰ | ساق اور قدم قرآن پاک اور حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۵۱ ایضاً۔

۱۵۲ اصول کافی ص ۵۵۵ بیان النبی عن الجسم والصورة۔

۱۵۳ یہ فقرے اور ان کے ہم معنی خطبہ امیر المؤمنین میں موجود ہیں۔ دیکھئے بیج البلاغہ ص ۴۳ تا ص ۴۴ جلد ۱۔

۱۵۴ بیج البلاغہ جلد ۱ ص ۴۴۔

۱۵۵ اصول کافی ص ۵۵۵ اس میں محمد بن حکم ہے۔

الدجن علی العرش استوی (طہ ۵)
 ید اللہ فوق یدیم (الفجر ۱)
 ویقف وجہ ربک (الرحمن ۲)
 یوم یکشف عن ساق (القلم ۱۲)
 رحمن وہ عرش پرستوی ہے۔
 اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے
 تیرے رب کا چہرہ باقی رہیگا۔
 جس دن ساق تنگی کی جائے گی۔

یہ بات متواتر خبر اور اجماع سلف کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے، یہ الفاظ اپنے ظاہری
 معانی پر محمول نہیں ہیں، متاخرین نے ان کی تاویل کی ہے، کہ استواء سے مراد اللہ کا استیلاء
 اور غلبہ ہے، یہ سب سے مراد قدرت، وجہ سے مراد ذات وغیرہ وغیرہ۔
 لیکن فقیر کے نزدیک متقدمین کا قول مختار ہے، فرماتے ہیں:-

اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوال اور کوئی نہیں جانتا، اس مقام پر انہوں نے فرمایا:-
 الاستواء معلوم و
 الاستواء کا معنی معلوم ہے، کیفیت
 الکلیف مجهول والایمان بہ
 واجب والسوال عنہ بدعت
 سوال کرنا بدعت ہے۔

بہتر ہے کہ ان الفاظ کی تاویل سے خاموشی اختیار کی جائے، اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی
 مروی ہے، اس پر ایمان لایا جائے۔

ہاں اولیاد امت کے کشف والہام کے مطابق اگر عالم مثال ثابت ہو جائے، تو اکثر آیات و
 احادیث (جو کہ متشابہ کے قبیل سے ہیں) کا مجمل مہیا ہو جاتا ہے۔

اللہ کیلئے عقلی فرح کا رد | اللہ تعالیٰ کے لئے لذت عقلی کی صفت ثابت کرنا درست
 نہیں ہے، امتناع بشریہ کا ایک گروہ (نصیر طوسی اور صاحب یاقوت وغیرہ) کہتا ہے کہ حق
 تعالیٰ لذت عقلی سے منصف ہے، لذت عقلی کا مطلب ہے، اپنے کمال کے تصور سے
 خوش ہونا، مگر یہ نظریہ باطل ہے، اگر ایسا ہوتا تو کافروں کے شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے
 اللہ تعالیٰ کو متاثر ماننا پڑے گا۔

حق تعالیٰ کا کسی مخلوق میں حلول کرنا | حق تعالیٰ کا اپنے غیر میں حلول کرنا اور کسی کے ساتھ اس بارہ میں مسلک صوفیا کی وضاحت | متحد ہونا صحیح نہیں ہے، بیانیہ، جناحیہ، مفصلہ شریفیہ، زمریہ، نصیریہ اور اسحاقیہ گروہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیٰ زمین اور دوسرے بزرگوں میں جیسا کہ پہلے بیان ہوا، حلول فرما چکا ہے۔

ابن مظہر علی نے ہنج میں جو کہا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کا غیر میں حلول کرنا اور غیر کے ساتھ اتحاد اہل سنت و جماعت میں صوفیا کا مذہب ہے“ سو یہ افتر محض اور حماقت ہے اور صوفیا کرام کے مدعا پر عدم اطلاع کا نتیجہ۔ قاتلہ اللہ انی یوفکون۔
وجودی صوفیا جس توحید و اتحاد کے قائل ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ خارج میں صرف اللہ تعالیٰ موجود ہے، اس کے غیر یعنی ممکنات مرتبہ دہم میں موجود ہیں، حقیقت میں نہیں شیخ اکبر فرماتے ہیں۔

الاعیان ما شمت
راحتہ الوجود۔
اعیان وہ ہیں جنہوں نے وجود کی محض ہوا پائی ہے۔

عدم کے بعد ممکن کا وجود جو کہ مرتبہ دہم میں صورت بستہ ہوا اس سے حق تعالیٰ کے وجود حقیقی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ اب بھی جوں کا توں ہے۔
یہ توحید حسن کا معنی نفی وجود ممکنات ہے، شہودی بھی ہو تو بھی اس سے اللہ تعالیٰ کا غیر کے ساتھ اتحاد اور حلول کا پتہ نہیں دیتا، توحید شہودی کا مطلب ہے کہ محبوب حقیقی کی محبت کے غالب ہونے کے سبب سے غیر محبوب عاشق کی نظر سے اوجھل ہو جائے، واحد حقیقی کے علاوہ اس کی نظر میں کوئی بھی نہ آئے،

صوفیا کرام کے نزدیک صوفی کی ذات و صفت کا تباہ یا بقا ذات و صفت حق تعالیٰ میں یہ سب مرتبہ علم میں ہے، نہ کہ خارج میں جس کی حقیقت یہ ہے۔

ریاضات و مجاہدات اور شیخ کامل مکمل کی دوستی کے سبب سے بلکہ محض اللہ کے فضل و کرم سے صوفی ایک ایسے حال میں پہنچ جاتا ہے کہ اسے حق کی دائمی آگاہی حاصل ہو جاتی ہے، اور اپنے وجود و توابع وجود سے نسیان ہو جاتا ہے، اس وقت غلبہ

عشق و محبت میں اس پر علوم و معارف منکشف ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اسے سابق قدرت سے علاوہ مزید قدرت اور سابق علوم کے علاوہ دیگر علوم عطا فرماتے ہیں، جو کہ خرق عادت کا موجب بنتے ہیں، جیسا کہ صحابہ کرام اور اولیاء امت سے بدرجہ تواتر ثابت ہو چکا ہے، جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت وہ صوفی اس حدیث کا پورا مصداق ہوتا ہے،

لَا يُزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ
إِلَىٰ الْوَاقِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتَهُ
فَإِذَا أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي
يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي
يَبْصُرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي
يَبْطِشُ بِهَا، وَسِرْجَهُ الَّذِي
يَمْشِي بِهِ۔

میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے
قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ
میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، جب
محبوب بناتا ہوں، تو میں اس کا کان
ہوتا ہوں، اس کی آنکھ اور اس کا
ہاتھ اور اس کی ٹانگ۔ یعنی وہ مکمل
ہماری احکام و ہدایات کے مطابق زندگی
بسر کرتا ہے۔

اس حدیث میں مجاز ہے، جس طرح آیت شریف خلقتہ بیدای اور نفخت من
روحی وغیرہ ہیں، صوفیاء اہل سنت نے اس بارہ میں جو الفاظ کہے ہیں، اسی طرح کے
الفاظ متصوفین شیعہ کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔

قال المقداد شيخ الشيعة في
شرح الوصول الى علم الاصول
في ذكر الاحوال السائخة للسالك
المراد من الاتحاد هو ان يُنظر
الا اليه من غير ان يتكلف يقول
ما عدا ما قائم به فيكون الكل
واحد ابل من حيث انه اذا صار

شيخ شيعہ مقداد "شرح الوصول الى
علم الاصول" میں سالك کو پیش آمدہ
احوال کے ذکر میں کہتا ہے، ودا تحاد سے
مراد یہ ہے کہ سالك اس کے سوا کسی
کو نہ دیکھے، یوں نہیں کہتا کہ اس کا
ما سوا اس کے ساتھ قائم ہے، اور کل
ایک ہو جائے، بلکہ اس حیثیت سے کہ

بصیراً بنور تخید لا یبصر الا ذاتہ لا الراءی ولا المرئی۔
جب سالک نور تخیل سے دیکھنے والا ہوتا ہے، تو اس کی ذات کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا نہ رائی کو اور نہ مرئی کو۔

مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ | اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے، مگر دخول جنت سے پہلے رؤیت واقع نہیں ہے، دخول جنت کے بعد مسلمان حق تعالیٰ کو دیکھیں گے، نہ مکان میں نہ جہت میں، دیکھنے والے کی شعاع کے اتصال بغیر اور رائی و مرئی کے مابین مسافت کے بغیر۔

اس نظریہ پر قطعی سہمی دلائل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وجوه یومئذ ناظرة الی ربہا ناظرة۔
چہرے اس دن خوش ہوں گے رب کو دیکھیں گے۔

حدیث متواتر میں ہے:-
سترون ربکم یوم القیامة
کما تدون القمر لیلۃ البدر۔
تم قیامت کے روز رب کو دیکھو گے
جس طرح چودھویں کی رات چاند کو دیکھتے ہو،
سلف صالحین اس آیت اور حدیث کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں۔ نیز
للذین احسنوا الحسنی
ونیکی کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ
وزیادۃ۔
ہے، اور مزید۔

اس کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
الزّیادۃ المدویۃ۔
زیادت سے مراد رؤیت باری تعالیٰ ہے۔
یہ حدیث علی بن حسن اور باقر سے مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے۔ درجہ تواتر کی حد تک مرویہ
صحیح صریح احادیث سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے۔ صاحب تجرید نے بعض کاعترات
کیا ہے، ائمہ کے ان آثار کے باوجود زیدیہ اور امامیہ سے وہ لوگ جو تجسیم کے قائل نہیں

۱۔ جامع بخاری باب قول اللہ وجہ یومئذ ناظرة الی ربہا ناظرة ص ۱۵۰ جلد ۱۔ کتاب التفسیر۔

۲۔ الجامع للترغیب ص ۱۰۰ جلد ۱۔ تفسیر سورہ یونس ص ۱۰۰ جلد ۱۔

اور معتزلہ رویت الہی کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں رؤیت کے لئے کچھ شرائط ہوتی ہیں۔
۱۔ سلامتی حاسہ بصیر۔ (۲) مری کا جسم کثیف ہونا۔ (۳) رائی اور مری کے مابین مسافت ہونا۔ (۴) دونوں کا آمنے سامنے ہونا یعنی ان کے مابین عدم حجاب

قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) لا تدرکہ الابصار وهو یدرک
الابصار (الانعام آیت ۱۰۴) وہ ان کا ادراک کرتا ہے۔

۲۔ لن تدرائی۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۳۱) تو مجھے ہرگز نہیں دیکھے گا۔

جواب یہ ہے کہ یہ غائب کو شاہد پر قیاس کیا گیا ہے، جو کہ غلط ہے، مذکورہ بالا شرائط عادی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اصل بنا رکھا ہے کہ ان شرائط کے تحقق کے بعد رؤیت پیدا کر دیتا ہے، اور حقیقت رؤیت کے لئے وجود رائی و مری کے علاوہ اور کوئی شرط نہیں ہے، اگر رؤیت کے لئے مذکورہ شرطوں کو لازمی کہا جائے تو اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو دیکھنا بھی غلط ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ حاسہ بصیر سے منزہ اور پاک ہے، اور رائی اور مری کے درمیان شعاع کا پہنچنا اور مسافت ہونا اس جگہ بھی متصور نہیں ہو سکتی ہے، حق تعالیٰ جس طرح اجسام کثیفہ کے لئے بصیر ہے، اسی طرح وہ اجسام لطیفہ اور ارواح کو بھی دیکھ رہا ہے، جب اللہ کے لئے ممکن کو دیکھنا بعض شرائط مذکورہ کے بغیر ثابت ہے تو بندہ کی رؤیت خالق بھی کسی شرط کے فقدان کی صورت میں جائز ہونی چاہیے۔

آیت لا تدرکہ الابصار میں ادراک مری کے جوانب اور حدود کی مکمل اطلاع سے عبارت ہے، ادراک کی نفی رؤیت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے،

نیز لیتدراکہ الابصار میں عموم کا سلب ہے (یعنی کل البصار اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) سلب کا عموم نہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض آنکھیں حق کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

کلینی نے ابو عبد اللہ اور علی بن موسیٰ سے روایت کی ہے، کہ اس آیت کا معنی ہے۔

لا تدرکہ الا وہا م وہو یعنی اسے اوہام ادراک نہیں کر سکتے، اور

بیدارک الاولہام۔

وہ اوہام کا ادراک کرتا ہے۔

اسی طرح لن تدرانی میں موسیٰ علیہ السلام کی مسئلہ رویت کی نفی ہے، نہ کہ امکان رویت کی نفی، الشا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال رویت فرمانا ہماری دلیل ہے کہ رویت باری تعالیٰ ممکن تھی تب ہی تو موسیٰ علیہ السلام نے سوال فرمایا انبیاء کو معرفت حق تعالیٰ و دوسروں سے زیادہ حاصل ہے، اگر رویت محال تھی تو موسیٰ علیہ السلام کو اس مسئلہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے تھا، کہ یہ مسئلہ اصول دین سے ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی رویت کو محال جانتے تھے تو ان کا سوال کرنا سفسفہ قرار پاتا ہے، جس سے انبیاء علیہم السلام پاک و درمنزہ ہیں دیکھئے۔ (التخذيذنا ہود۱ البقرۃ ۱۶۷ کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اعوذ باللہ ان اکون من الجاحلین (البقرۃ ۱۶۷) اور نوح علیہ السلام نے فرمایا اعوذ بک ان اسئلک مالیں لی بہ علم (ہود ۴۱) واللہ اعلم اصلاح بنی نوع انسان کے لئے ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی بعثت انبیاء علیہم السلام و تعداد اخروی اور معاشی اصلاح کے لئے انسانوں میں سے انبیاء اور رسول بھیجے، تاکہ وہ انسانوں کو حق تعالیٰ کی معرفت سے آگاہ کریں، کہ انسانی عقل اس سے قاصر تھی، اسی طرح احکام الہی یعنی واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح سے انسانوں کو مطلع کریں، انبیاء اور رسول کی تعداد کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

منہم من قصصنا علیک و منہم من لم نقصص علیک (المؤمن ۷۸) بعض وہ ہیں جو ہم نے آپ پر بیان کئے، اور بعض وہ جو آپ پر بیان نہیں کئے۔

بعض احادیث میں رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ آئی ہے، اور انبیاء کی ایک لاکھ چوبیس ہزار مگر ایمان بالانبیاء و الرسل میں کوئی عدد ملحوظ نہیں رکھنا چاہیے، تاکہ بعض پیغمبروں کا انکار اور غیر پیغمبر کا اقرار لازم نہ آجائے، گزشتہ انبیاء میں سے جن کا تذکرہ قرآن پاک میں یا حدیث صحیح میں آگیا ہے، اس کی نبوت کا اقرار کرنا چاہیے۔ اور جس کا ذکر متواترات میں نہیں آیا ہے، نہ اس کا اقرار کرنا چاہیے، نہ انکار، بلکہ اجمالاً کہنا چاہیے، امنت باللہ و رسلہ مثلاً اگر کوئی کہتا ہے، زردشت نبی تھا، اس کا نہ اقرار کرو، اور نہ انکار۔

۱۵ مستدرک جاکم جلد ۲ صفحہ ۵۵ من ابی قدری حدیث طویل۔

انبیاء میں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام تھے، اور سب سے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وعلیہم اجمعین، اور آپ کل انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا
ونذيرا (الاسیاء ۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر کل انسانوں
کے لئے خوشخبری سناتے اور ڈراتے۔

آپ کی شریعت ابدی ہے، آپ پر سلسلہ پیغمبری ختم ہے، آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ آیا
نہ آئے گا، اور نہ آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کے ساتھ شریک نبوت تھا، اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔

ولكن رسول الله وخاتم النبيين
(الاحزاب ۴۰) لیکن اللہ کا رسول ہے، اور نبیوں کا
سلسلہ ختم کرنے والا۔

عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے، دین محمدی کے تابع ہو کر تشریف لائیں
گے، نہ کہ رسالت کی حیثیت سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے | غرابیہ کہتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی
بارہ میں بعض مبتدعین شیعہ کی خرافات | نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو
علی کے پاس رسالت دینے کے لئے بھیجا تھا، وہ غلطی سے محمد کو رسالت دے گیا، یہ ملعون
گردہ اسی وجہ سے حضرت جبریل علیہ السلام پر لعنت کرتا ہے،

مفضلہ، اسحاقیہ، منصورہ، عجلیہ کہتے ہیں کہ سلسلہ رسالت بھی ختم نہیں ہوگا۔ اور ابو المنصور
نبی ہے۔

خطابیہ کہتے ہیں کہ ائمہ بھی انبیاء ہیں، اور ابو الخطاب نبی ہے۔

معرہ کہتے ہیں کہ جعفر بن محمد نبی ہے، اور اس کے بعد ابو الخطاب اور اس کے بعد معمر۔
ابو الخطاب بنو اسد قبیلہ کا ایک فرد تھا، اور ابو منصور نبی عجل سے۔ یہ شاگردی کی نسبت جعفر
صادق سے رکھتے تھے، جب جعفر صادق کو ان کے برے عقیدہ کا پتہ چلا ان سے اظہار برات
فرمایا، اور یہ صادق رضا کی صحبت سے کنارہ کش ہو گئے، ابو الخطاب نے دعویٰ نبوت کیا، اور
ابو المنصور نے پہلے امامت کا ادعا کیا، اور پھر نبوت کا ڈھونگ رچایا، کہا میں آسمان پر گیا،

اور خدا کو دیکھا ہے، خدا نے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرا اور کہا اے میرے بیٹے زمین پر جاؤ اور میری تبلیغ کرو، ابوالخطاب کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔

وَان يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ الْآيَةُ ۴۴
الطوائف میں کسفا سے مراد میں ہی ہوں۔

اسحاقیہ کہتے ہیں زمین کا نبی سے خالی ہوتا جائز نہیں ہے۔
مختاریہ کہتے ہیں کہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے پاس وحی آتی تھی۔
سبعیہ کہتے ہیں کہ خاتم الرسل مہدی ہے۔

اثنا عشریہ معنوی طور پر ختم | فقیر ثناء اللہ کہتا ہے، مذکورہ فرقوں سے ختم رسالت رسول
رسالت کے قائل نہیں ہیں | اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار صریح ہے، لیکن اثنا عشریہ بلکہ
امامیہ کے تمام فرقے معنوی طور پر ختم رسالت کے منکر ہیں۔ اس لئے کہ اعتبار معانی کا ہوتا
ہے، نہ کہ الفاظ کا۔

نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ہاں خدا سے وحی آئے، خدا تعالیٰ اسے اپنے احکام
کی تبلیغ کے لئے مخلوق کے پاس بھیجے مخلوق پر ایمان لانا، اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہو،
اس کی تکذیب کفر قرار پائے، جو کسی ایک پیغمبر کا انکار کر دے، وہ کافر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے
(۱) لَانْفِرَاقَ بَيْنِ احَدٍ مِنْ
مرسلہ (البقرة ۲۸۵)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
رسولہ ویریدون ان یفترقوا بین
اللہ ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض
ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا
بین ذلک سبیلاً اولئک هم
الکافر ونحقا واعدنا للکفرین
عذاباً مہیناً والذین آمنوا باللہ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا انکار
کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسولوں
میں فرق کرنا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں،
ہم بعض کو مانتے ہیں، بعض کو نہیں،
اس کے بین بین راستہ بنا نا چاہتے
ہیں، یہی لوگ یقیناً کافر ہیں، اور ہم
نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا

ووسلہ ولعیدہ قوا بین احدہم
اولئک سوف یوتیم اجورہم۔
(النساء آیت ۱۵۰-۱۵۱)

عذاب تیار کیا ہے، اور جو ایمان لائے،
اللہ اور اس کے رسول پر کسی رسول میں تفریق
نہ کی، یہی لوگ ہیں، ان کو اجر عطا کر دیا،

نہی میں جدید شریعت اور جدید کتاب کی کوئی شرط نہیں ہے، پہلے پیغمبر کے جمیع احکام
یا بعض احکام کا منسوخ کرنا بھی شرط نہیں ہے، البتہ معصوم ہونا نبوت کی شرط ہے، اور
مطلوع ہونا لازم نبوت سے ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں جس انسان میں یہ صفات موجود ہیں، وہ دوسروں سے افضل و برتر
ہے، اس لئے اہل سنت و جماعت بلکہ جمہور فرق اسلامیہ قائل ہیں کہ انبیاء اور رسل کل
مخلوق میں سے افضل ہیں، اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین مخلوق۔

غیر نبی پیغمبری کے درجہ ادنیٰ میں بھی نہیں پہنچ سکتا، تفوق و برتری کا تو احتمال ہی کہاں؟
امامیہ نبوت کے معانی اپنے | امامیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ
ائمہ میں ثابت کرتے ہیں، | نے جبریل کو علیؑ کی طرف بھیجا، مگر علی صرف آواز
سننے تھے، جبریل کو دیکھتے نہ تھے، کلینی نے یہ بات اپنے ائمہ سے روایت کی ہے۔

نیز امامیہ کہتے ہیں کہ علیؑ اور فاطمہؑ زہراؑ کی طرف بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد وحی آتی تھی، فرشتہ جو کچھ فاطمہؑ کے پاس وحی لاتا علیؑ اسے ایک کتاب میں جمع کرتے
جس کا نام ”مصحف فاطمہ“ رکھا۔ اس لئے امامیہ علیؑ کو محدثؑ کہتے ہیں، یعنی جو فرشتہ کی آواز
سنے، اور اس کی صورت نہ دیکھے۔ ائمہ کا حال بھی ان کے ہاں یہی ہے، اس لئے موقوف
اتنا کہ مرفوع احادیث کی مثل سمجھتے ہیں، اور اپنے ائمہ کی طرف اثبات وحی کرتے ہیں،
یاد رہے وحی میں رؤیت فرشتہ شرط نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وما کان لبشر ان یشکلہ اللہ الا
ان اللہ کے ساتھ کلام نہیں

۱۔ اصول کافی باب الائمہ محدثون طہمون ص ۱۳۵۔

۲۔ اصول کافی باب ذکر الصحیفۃ والحفۃ والجامعۃ مصحف فاطمہ ص ۱۱۸۔

۳۔ اصول کافی ص ۱۳۵۔ ۱۳۴۔

کر سکتا الایہ کہ اس کو وحی ہو، یا پردے
پیچھے یا رسول کو بھیجے، اور اس کے حکم
سے جو وہ چاہے وحی کرے۔

وحیا ومن وراء انجاب اذیرسل
رسولا فیوحی یا ذنہ ما یشاء۔

(الشوریٰ آیت ۵۱)

بلکہ ان ملا غنہ نے وحی سے بھی ترقی کی، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے بعد اپنا دین
ائمہ کے سپرد کر دیا ہے جس طرح کہ پیغمبر کے سپرد تھا، ائمہ جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں،
اور جسے چاہیں حرام گردانیں اللہ تعالیٰ کے حکم صادر ہونے بغیر۔

محمد بن جمہور قمی "نوادیر" میں روایت
کرتا ہے محمد بن شنان نے کہا میں ابو جعفر
کے پاس تھا، شیعہ کے اختلاف کا تذکرہ
ہوا تو کہا، اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت
میں منفرد تھا کہ محمد، علی، فاطمہ،
حسین، اور حسن کو پیدا کیا۔ ہزار و ہر
رہے، اللہ نے چیزیں پیدا فرمائیں
اور ان کو گواہ بنایا اور ان کی اطاعت
جاری کر دی، ان کے احوال کے
سپرد کر دیئے، جو چاہیں حلال بنائیں
اور جو چاہیں حرام بنادیں۔

واحتجوا علی ذلک بما رواہ محمد بن
جمہور القمی فی النوادر عن محمد بن شنان
قال کنت عند ابی جعفر فاجریبت
اختلاف الشیعة فقال یا محمد ان الله
لم یزل منفردا یوحدا اثبت ثم خلق
محمد او علیا و فاطمة و الحسن
و الحسين فمکثوا الف دهر فخلق
الاشیاء و اشهدهم خلقها و اجری
طاعتهم علیها و فوض اموالهم الیهم
یجملون ما یشاؤون و یحرمون
ما یشاؤون۔

نیز کلینی نے روایت کیا۔

ابو عبد اللہ سے مروی ہے، کہا
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کو ادب سکھایا، جب اللہ
کے ارادہ کے مطابق ہو گئے، فرمایا

عن اسحاق بن عمار عن ابی عبید
الله قال ان الله ادب نبیه
صلی الله علیہ وسلم فاذا
انتہی الی ما اراد قال له انک

سلّم اصول کافی باب التوفیق الی رسول اللہ والی الامر منہ من ابی اسحق النخعی عن ابی عبد اللہ۔

تم عظیم خلق پر ہو، اور پھر دین آپ
کے سپرد کر دیا۔

لعلی خلق عظیم وقدر
الیہ دینہ
نیز کلینی نے روایت کیا۔

میشی امام ابو عبد اللہ سے روایت
کرتا ہے، انہوں نے کہا اللہ نے اپنے
رسول کو ادب سکھایا، حتیٰ کہ اپنے ارادہ
کے مطابق درست بتایا، اور اپنا
دین ان کے سپرد کر دیا۔ اور کہا
تمہیں جو رسول دے، اسے لے لو،
اور جس سے روک دے، رک جاؤ
جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے سپرد
کیا، وہ انہوں نے ہمارے سپرد کر
دیا ہے۔

عن محمد بن الحسن الميثمي عن
ابي عبد الله قال سمعته يقول
ان الله ادب رسوله حتى
قومه على ما اراد ثم فوض اليه
دينه فقال ما اتاكم الرسول
فتخذوه وما نهكم عن
فانتبهوا فما فوض الله الى
رسوله صلى الله عليه وسلم
فقد فوضه الينا۔

یہ تمام ابا طیل اور موضوعات ہیں، حق تعالیٰ اس سے بلند ہے کہ وہ اپنا دین
کسی مخلوق کے سپرد کرے، قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:-

بے شک یہ لوگ قریب ہے آپ
کو بچھا دین اس وحی سے جو ہم نے
آپ کی طرف کی۔ کہ آپ ہم پر اس کا
غیر بنا لائیں، اس وقت یہ لوگ آپ
کو سنبھالیں گے۔

وان كادوا ليفتنونك عن الذي
اوحينا اليك لتفتري علينا
غيره واذا لا تتخذوا خليلا

(رہتی اسرائیل ۷۳)

نیز فرماتا ہے:-

اگر ایسے نہ ہوتا کہ ہم نے آپ کو

لولا ان ثبتناك لقد كدت

تركن اليهم شيئاً قليلاً واذ
لا ذنالك صتعت الحيرة وضعت
المبات ثمة لا تجد لك علينا
نصيراً۔

ثابت رکھا قریب تھا۔ آپ ان کی طرف
معمولی میلان کر جاتے، پھر ہم آپ کو
زندگی اور موت کا دگنا عذاب چکھاتے
اور آپ ہمارے پاس کوئی مددگار
نہ پاتے۔

دینی اسرائیل ۷۲-۷۵

مقصود یہ کہ ہم نے تجھے عصمت دی ہے، اور دین حق پر ثابت و محکم بنایا ہے،
اس لئے کفار کی طرف جو کہ آپ کو ہمارے اور پرافترار کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں، آپ
میلان اور جھکاؤ نہیں رکھتے، اگر ہماری عصمت اور حفاظت آپ کے شامل حال نہ ہوتی
اور آپ ان کی طرف جھکاؤ اختیار کر جاتے تو ہم آپ کو دنیا کے عذاب اور موت کے
بعد عذاب میں مبتلا کر دیتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله لك
(التحريم ۱)

اے نبی آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں،
جو اللہ نے آپ کے لئے حلال بنائی۔

اگر تحریم آپ کے سپرد ہوتی تو اللہ تعالیٰ لم تحرم؛ کیوں فرماتا، پھر آپ کی اس
تحریم کو یمن قرار دیا گیا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:-
قد فرض الله لكم تحلة

ایمانکم (التحريم ۲)

نیز اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحلیل و تحریم میں مختار ہوتے تو غزوہ تبوک سے پیچھے
رہنے والوں کے لئے آپ کے اذن اور بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر عتاب نہ آتا۔

اس سے معلوم ہوا احکام شرع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات اپنی
طرف سے نہیں فرمائی، بلکہ جو کچھ فرماتے تھے، وحی الہی سے فرماتے تھے، امتثالِ اوامر و نواہی
میں آپ بھی باقی انسانوں کی طرح مکلف تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قل انما نأمرنا بشئ مثلكم نوحی

میں تمہاری مانند انسان ہوں میری

الی انما المہکم الذوا احد۔
 (الکھف - ۱۱)
 طرف وحی ہوئی ہے، کہ تمہارا محبوب
 ایک ہی ہے۔

نیز اثناعشریہ عصمتِ ائمہ کے قائل ہیں، اور ان کی تصدیق کو واجب کہتے ہیں
 اور ان کے نزدیک کسی ایک امام کی تکذیب کفر ہے، جیسا کہ کسی پیغمبر کی نبوت کا انکار کفر
 ہے، اگرچہ یہ لوگ نبی یا رسول کا لفظ ائمہ پر نہیں بولتے مگر نبوت کی صفات و معانی ان
 پر ثابت کرتے ہیں، تو گویا ان کو انہوں نے نبی جانا کیونکہ اعتبار الفاظ کا نہیں ہوتا، معانی
 کا ہوتا ہے۔

امامیہ کے نزدیک علیؑ نبوت و رسالت سے بھی ترقی کر کے یہ ضالہ فرقہ کہتا ہے
 انبیاء سے افضل ہے، کہ علیؑ تمام رسولوں سے افضل و مقدم ہے محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کے کہ آپ کے برابر ہے۔

علیؑ کی اولاد میں سے جو امام ہیں، وہ بھی اسی طرح ہیں، علیؑ کا درجہ قیامت کے
 روز انبیاء و رسل (علیہم السلام) سے اوپر ہو گا بعض کہتے ہیں، علیؑ تمام رسولوں سے افضل
 ہے، سوا اولوالعزم کے اولوالعزم کے برابر ہے، اس طرح دیگر ائمہ ہیں۔
 ابن مظہر علیؑ اولوالعزم پر فضیلت میں توقف کرتا ہے۔

نیز امامیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے علیؑ کو ایک فضیلت عطا کی ہے، جو کسی رسول اور فرشتہ
 کو عطا نہیں ہوئی، اور اس فضیلت میں سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو شریک نہیں بنایا۔
 نیز کہتے ہیں خلائق میں خدا کے نزدیک محبوب ترین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؑ ہیں،
 اور ان کی اولاد میں سے امام ہیں، اور ان کے بعد رسل اور انبیاء رہیں،
 محمد بن بابویہ اپنے الاعتقادیات، وغیرہ میں کہتا ہے۔

۱۵ اصول کافی باب فرض طاعت الائمۃ منہ میں ہے، عن ابی عبد اللہ عن قوم فرض اللہ عز و جل طاعتنا یعنی ہم ایک
 قوم ہیں، ہماری اطاعت اللہ نے فرض قرار دی۔

۱۶ اصول کافی ص ۹۱ باب فرض طاعت الائمۃ۔

۱۷ اصول کافی ص ۹۱ باب الائمۃ فرشتہ میں ہے، ابو عبد اللہ نے کہا امیر المؤمنین کے لئے وہی فضائل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں (الی
 ان قال) امیر المؤمنین نے کہا میرے لئے ملائکہ اور روح نے وہی اقرار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اقرار کیا مجھے کچھ صفات عطا کی گئی
 میں جو میرے سے پہلے کسی کو عطا نہ ہوئی ہیں یعنی منایا۔ بلایا اور انساب اور فضل الخطاب کا علم الخ۔

اللہ نے محمد اور اہل ہوس سے افضل کوئی
مخلوق پیدا نہ کی، یہ لوگ اللہ کے محبوب ترین
ہیں، جمیع مخلوق سے زیادہ اللہ ان سے
محبت رکھتا ہے۔

ان الله لم يخلق خلقا افضل من
محمد والائمة وهو لاء احب
احياء الله وان الله يحبهم اكثر من
جميع خلقه وسائر مرتبه۔

علیؑ نہ ہوتا تو کوئی مخلوق | نیز کہتے ہیں، اگر علیؑ نہ ہوتے تو جنت، جہنم، فرشتے، اور
پیدا نہ ہوتی، امامیہ کا عقیدہ | انبیاء مخلوق نہ ہوتے، حق تعالیٰ نے روز میثاق تمام بنی
آدم سے (جن میں انبیاء و رسل بھی ہیں) علیؑ اور ان کی اولاد میں سے جو امام ہوں گے، ان
کی ولایت اور اطاعت کا عہد لیا تھا۔ اور اسی طرح فرشتوں سے عہد لیا۔
یہ ملعون کہتے ہیں، انبیاء ائمہ کے انوار سے روشنی حاصل کرتے ہیں، اور ان کے آثار
کی پیروی کرتے ہیں، قیامت کے دن ہر نبی، رسول اور مقرب فرشتہ علی بن ابی طالب
کے گرد جمع ہوں گے۔

اپنی ان کفریات و خرافات پر موضوع اور جھوٹی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔
(۱) روی ابن الدانندی عن ابی عبد الله
قال الله عز وجل فضل اولی الامر
من المرسل علی الانبیاء بالعلم
وورثنا علمهم وفضلنا علیہم و
علم رسول الله صلی الله علیہ وسلم
مالا یعلمون وعلما علم رسول
الله صلی الله علیہ وسلم و
تلا قوله تعالی قل هل یستوی
الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔
ابن راوندی ابو عبد الله سے روایت
کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اولو العزم
رسولوں کو علم میں انبیاء پر فضیلت
دی ہے، اور ہم ان کے علم کے وارث
ہیں، اور ہمیں ان پر فضیلت دی ہے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
علم کے ہم وارث ہیں، پھر قرآن پاک کی
آیت پڑھی، کیا جانتے والے، اور
وہ جو نہیں جانتے برابر ہیں۔

حسن بن کیس ابو ذر سے روایت
کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۲) رواه حسن بن کیس عن ابی ذر
قال نظر النبی صلی الله علیہ وسلم

علی بن ابی طالب کی طرف دیکھا اور فرمایا
یہ آسمان اور زمین والوں میں سے اولین
وآخرین سے افضل ہے۔

الی علی بن ابی طالب وقال هذا
خیر الاولین والآخرین من اهل
السموات والارضین۔

ابو دائل سے روایت کرتا ہے، وہ
عبداللہ بن عباس سے کہا مجھے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی
فرمایا مجھے حزیل نے کہا علی افضل
البشر ہے، جو انکار کرنے، وہ کافر ہے۔

(۳) رواہ عن ابی دائل عن عبد اللہ
بن عباس قال حدثنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال قال لی
حزبیل علی خیر البشر من ابی
فقد اکفر۔

پہلی روایت میں ابن راوندی ایک زندیق شخص ہے، ایک دور میں ایک علاقہ
میں روافض بہت زیادہ تھے، وہاں کا بادشاہ اور امراء رافضی تھے، امراء کا تقرب حاصل
کرنے کے لئے ابن راوندی نے تشیع کا لباس پہنا، اور ان کے مذہب میں کتابیں
تالیف کیں۔

دوسری اور تیسری روایت میں مجہول اور ضعیف راوی موجود ہیں، اور اس گمراہ فرقہ
کے علما کو بھی اس کا اقرار ہے۔

سعید بن عبداللہ بن ابی خلف قمی
دوالنصا من ابی ابو جعفر سے روایت
کرتا ہے، اور محمد بن یعقوب کافی میں
ابو عبد اللہ سے دونوں آیت ویسئلونک
عن الروح کی تفسیر میں کہتے ہیں روح
جبریل و میکائیل سے عظیم مخلوق ہے
گذشتہ میں سے کسی کے ساتھ نہ
تھی، سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۴) رواہ سعید بن عبد اللہ بن
ابی خلف القمی فی النصا من عن
ابی جعفر و محمد بن یعقوب
الزاری فی الکافی عن ابی عبد اللہ
انہما قالای تفسیر قولہ تعالیٰ و
یسئلونک عن الروح قل الروح
من امر ربی و هو خلق عظیم
من جبریل و میکائیل لہ یکن

الحاصل کافی باب الروح التي لیسوا بشیء الا امرہ ص ۱۱۱۔

مع احد من مضمی غیر محمد
صلی اللہ علیہ وسلم و هو مع
الائمة یوقفہم و لیسوا دہم۔
اور وہ ائمہ کے ساتھ بھی ہے، ان
کو توفیق دیتی ہے، اور انہیں سیدھا
رکھتی ہے،

اس روایت کی سند میں ہشام بن سالم ہے جو کہ مجسمہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے
اور اس میں البصیر کذاب اور جھوٹا راوی بھی موجود ہے، ان کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔
اگر اس اثر کو صحیح فرض کر لیا جائے، تو دوسرے انبیاء کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر برتری لازم آتی ہے، یا ان کی عصمت سے انکار لازم آتا ہے۔ اس طرح کہ اگر انبیاء عصمت
میں روح کے محتاج نہیں تھے، تو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوئے کہ تاہید
روح کے بغیر معصوم ہیں، اور اگر عصمت میں روح کے محتاج تھے، اور روح نے ان کی
تقویت نہیں کی، تو ان کی عصمت مفقود ہو گئی، اور دونوں نتیجے کفر ہیں، العیاذ باللہ۔

(۵) سماعہ ابن یابیہ وغیرہ من
الامامیۃ عن ابی عبد اللہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لعلی یا علی ما عرف اللہ الا اناد
انت ولا عرفنی الا اللہ وانت
ولا عرفک الا اللہ وانا۔
امامیہ کے ابن بابویہ وغیرہ روایت
کرتے ہیں، ابو عبد اللہ نے بیان کرتا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو
کہا، اے علی اللہ کو تیرے اور میرے
سوا کسی نہ پہچانا، اور مجھے نہیں پہچانا سوا
تیرے اور اللہ کے اور تجھے نہیں پہچانا
سوا میرے اور اللہ کے۔

ابن بابویہ کی بیان کردہ ایک اور روایت معراج جو کہ ابو ذر سے مروی ہے، اس روایت
کے معارض ہے، ابو ذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

انہ قال لہا عدجی الے
السموات جاءتنی ملائکۃ
کل سماء وسلموا علی وقالوا
اذا ساجدت الی الاسفل
آپ نے فرمایا مجھے آسمانوں پر لیجا یا
گیا تو ہر آسمان کے فرشتے میرے پاس
آئے، اور سلام کہا، اور کہا جب آپ
زمین کی طرف مراجعت کریں تو علیؑ کو ہمارے

قَدْ عَلِمْنَا السَّلَامَ وَعَالِمُهُ شَوْقُنَا
لَهُ قَدْ طَالَ فَقُلْتُ لَهُمْ يَا
مَلِكُتَا سَابِي هَلْ تَعْرِفُونَا
حَقَّ مَعْرِفَتِنَا قَالُوا لَمْ
نَعْرِفْكَ -

(۶) رواه ابو عبد الله محمد بن
محمد النعماني شيخ المرتضى و
ابو جعفر الطوسي الملقب عندهم
بالمفيد عن محمد بن الحنفية
قال قال ائمة المؤمنين سمعت
مراسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
انا سيد الانبياء وانت سيد الاصفياء
(۷) رواه محمد بن الحسن الصفا
عن محمد بن مسلم قال سمعت
ابا جعفر يقول ان الله اخذ ميثاق
النبيين بولاية علي -

(۸) رواه محمد بن بابويه في كتاب
التوحيد عن داود الرقي عن ابي
عبد الله في اثر طويل قال لما
امر الله ان يخلق توهم بين
ياديه وقال من راىكم نكان اول
من نطق به مراسول الله و ائمة
المؤمنين و الائمة فقالوا انت

سلام پہنچا دیں، اور اسے ہمارے اشتیاق
کی اطلاع دیں میں نے کہا اے میرے
رب کے فرشتوں تم نے میں صحیح طور پر
پہچانا ہے، فرشتوں نے کہا ہم آپ
کو کیوں نہ پہنچائیں؟

ابو عبد اللہ محمد بن محمد نعمانی شیخ
المرتضیٰ اور ابو جعفر طوسی ملقب بہ
مفید محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں
کہ امیر المؤمنین نے فرمایا میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،
آپ نے فرمایا میں انبیاء و کاسرور ہوں
اور تو اصفیا کا۔

محمد بن حسن، محمد بن مسلم سے روایت
کرتا ہے کہا میں نے ابو جعفر سے سنا
اللہ تعالیٰ نے انبیاء و کسبیت علی کا
ميثاق لیا۔

محمد بن بابویہ "کتاب التوحید" میں
داؤد رقی سے وہ ابو عبد اللہ سے ایک طویل
اثر میں نقل کرتا ہے، کہا اللہ تعالیٰ
نے مخلوق پیدا کی اور فرمایا تمہارا
رب کون ہے، انبیا سے پہلے رسول
اللہ ہوئے، اور امیر المؤمنین اور ائمہ انہوں
نے کہا آپ ہمارے رب ہیں، ان کو

سأبنا فحملهم العلم والدين ثم
قال للملائكة هؤلاء حملة علي
وديني وامانتى من خلقى
ثم قال بنى آدم اقموا لله
بالربوبية ولهمؤلاء النفس
بالطاعة فقالوا نعم سآبنا
اقمادنا۔

(۹) ومارواه ايضا فى خبر طويل
عن ابن عباس عن النبى صلى الله
عليه وسلم انه لما آسرى به و
كلمه ربه قال بعد كلام فى علة
انك رسول الى خلقى وان عليا
وليى وامير المؤمنين اخذت
ميثاق النبىين وملائكتى وجميع

ان کو علم و دین عطا فرمایا، اور فرشتوں
سے کہا یہ میری مخلوق ہیں سیکھئے علم، دین
اور امانت کو اٹھانے والے ہیں پھر نبی
آدم سے فرمایا اللہ کی ربوبیت کا اقرار
کرو اور اس جماعت کی اطاعت کا اولاد
آدم نے کہا، ہاں اسے ہمارے ہی اقرار
کرتے ہیں۔

نیز ایک لمبی روایت ابن عباس سے
روایت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو اسرار کرایا گیا، اور رب نے علی کے بارہ
میں کلام کے بعد فرمایا، تو میری مخلوق
کی طرف رسول ہے، اور علی میرا ولی ہے
انبیاء، فرشتوں اور جمیع مخلوق سے اس
کی ولایت کا عہد لے چکا ہوں۔

ابن بابویہ اور اس کے نیچے کے رواۃ کے احوال پہلے مذکور ہو چکے ہیں ان آثار
کی اسانید امامیہ کے اصول پر بھی قابل حجت نہیں ہیں۔

ابن بابویہ اپنی کئی ایک کتابوں
میں ذکر کرتا ہے کہ اس نے ابو محمد حسن
بن علی عسکری، کے خط سے سکھایا، میں
اس قوم سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں جنہوں
نے محکمت کتاب کو مذبذبا کر دیا، اللہ
رب الارباب اور نبی ساقی کو بھلا
دیا، اور یہ یوم حساب یوم طامتہ کبریٰ اور

(۱۰) ذکر ابن بابویہ فی غیر واحد
من کتبہ انه وجد بخط ابی محمد
الحسن بن علی العسکری صورۃ
ابود یابن بقلہ من قوم حذاقوا
محکمات الكتاب ونسوا الله
رب الارباب والنبی وساقی
الکوثر فی یوم الحساب وظلی

الطامة الكبرى ونعيم دار المتقين
فخر السام الاعظم وفيما النبوة والولاية
والكرم نحن منار الهدى والحرارة
الوثقة والانبياء كانوا يقتبسون
من انوارنا ويقتفون آثارنا
وسيطر حجة الله على الخلق
والسيف المسلول لا ظهار
الحق۔

یوم نعيم دار المتقين کو بھول چکے ہیں۔
ہم ستنام اعظم ہیں، ہم میں نبوة اور
ولايت و کرم ہے، ہم ہدایت کے منار
اور عروة وثقی ہیں، انبیاء ہمارے انوار
سے حاصل کرتے رہے، ہمارے آثار
کے پیچھے چلتے رہے، مخلوق پر عنقریب
اللہ کی حجت اور حق کے اظہار کے لئے
تنگی تلوار نمایاں ہوگی۔

یہ ملعون ابن بابویہ کے اکاذیب اور جھوٹی بناوٹی روایات میں سے ایک اور
روایت ہے۔

(۱۱) رواه ابن بابويه عن
سماعة قال قال ابا الحسن اذا
كان يوم القيامة لم يبق ملك
مقرب ولا نبي مرسل ولا
مؤمن امتحن الله قلبه للايمان الا
وهو محتاج الى محمد وعلي في ذلك اليوم

ابن بابویہ سماعة سے روایت
کرتا ہے، کہ ابوالحسن نے کہا جب قیامت
کا دن ہوگا، کوئی مقرب فرشتہ، نبی
مرسل، اور مؤمن نہ ہوگا، مگر اس
دن محمد اور علی کا محتاج ہوگا۔

اس روایت میں سماعة فاسد المذہب ہے، باتفاق علماء اور ابن بابویہ کذاب
اور دجال ہے۔

(۱۲) رواه محمد بن يعقوب
الكليني عن أبي الصمّاء الحلواني
عن أبي جعفر انه قال قال
امير المؤمنين لا يتقدمني الا
احمد صلى الله عليه وسلم۔

محمد بن يعقوب کلینی بروایت
ابوالصامت الحلوانی ابو جعفر سے نقل
کرتا ہے، اس نے کہا کہ امیر المؤمنین نے
کہا مجھ سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا
کوئی بھی آگے نہ ہے۔

فصل بن شاذان کتاب القائم
میں روایت کرتا ہے، صالح بن حمزہ
سے وہ حسن بن عبد اللہ سے وہ ابو
عبد اللہ سے کہ امیر المؤمنین نے ممبر کوٹہ
پر کھڑے ہو کر کھجور سے احمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے سوا کوئی بھی مقدم نہیں ہے
اور جمیع ملائکہ، رسل اور روح ہمارے
پیچھے ہیں۔

ابن بابویہ مد معانی الاخبار وغیرہ
میں خالد بن یزید سے وہ امیر المؤمنین
سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا
میں قیامت کے دن نبی کے درجہ
کے نیچے اونچے درجہ پر فائز ہوں گا
باقی رسل اور انبیاء مراتب میں ہمارے
سے کم پر ہوں گے۔

امالی میں ابو عبد اللہ سے وہ اپنے
دادا سے امیر المؤمنین سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہا اے علی تو دنیا و آخرت میں میرا
بھائی ہے، اور جبار کے آگے موقف
میں قیامت کے دن تو مجھ
سے سب سے زیادہ قریب
ہو گا۔

(۱۳) رواہ الفضل بن شاذان
فی کتاب القائم عن صالح بن
حمزہ عن الحسن بن عبد اللہ
عن ابی عبد اللہ قال قال
امیر المؤمنین علی متبر الکوفة
وما یتقد منی الا احمد صلی
اللہ علیہ وسلم وان جمیع
الملئکة والرسول والروح خلقنا۔

(۱۴) رواہ ابن بابویہ فی معانی
الاخبار وغیرہ عن خالد
بن یزید عن امیر المؤمنین انہ
قال انا يوم القيامة على
الدرجة الرفیعة دون
درجة النبی واما الرسل و
الانبياء فدونت على المراتب۔

(۱۵) مروی فی الامالی عن ابی
عبد اللہ عن جدہ امیر المؤمنین
قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا علی انت اخي فی الدنيا
والآخرة وانت اقرب
الخلائیة الی یوم القيامة
فی الموقف بین یدی
الجبار۔

(۱۶) سادى سعد فى الادب الجان

عن ابى صالح عن سلمان

الفارسى عن النبى صلى الله

عليه وسلم ان جبريل قال

له اذا كان يوم القيامة

نصب لك منبر على يمين

الحاش وللنبين عن يسار

الحاش وبين يديه وينصب

لعل كرسي الى جانبك اكراما

سعد الرايعين میں روایت کرتا ہے

ابو صالح سے وہ سلمان فارسی سے

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جبریل

نے آپ سے کہا قیامت کے دن

عرش کے دائیں طرف آپ کے لئے

ایک ممبر نصب کیا جائے گا اور

دوسرے انبیاء کے لئے بائیں طرف

اور آگے۔ اور علی کے لئے اکراما آپ

کی طرف کرسی رکھی جائے گی۔

اس قسم کی اور بھی روایات موضوعہ کثیرہ بیان کرتے ہیں، یہ جھوٹے آثار جن سے علیؑ

کی انبیاء علیہم السلام پر برتری ثابت ہوتی ہے، اس گمراہ فرقہ کی دوسری مرویہ روایات

کے معارض و منافی ہیں، دیکھئے۔

کلینی وغیرہ ہشام احول سے روایت کرتے ہیں:-

انه قال سألت زيدا بن

کہ میں نے زید بن علی بن حسین

علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب

بن علی سے پوچھا افضل کون ہے،

عن الافضل قال الانبياء افضل

کہا انبیاء افضل ہیں۔

ابن بابویہ صادقؑ سے ایک روایت بیان کرتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا

ہے کہ انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کے نزدیک علیؑ سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔

محمد بن بابویہ امالی میں ایک طویل حدیث (فاطمہؑ کا نکاح علیؑ کے ساتھ) بروایت

صادقؑ وہ اپنے آباؤ سے وہ علیؑ سے روایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں رہنے

کے یہ اور مذکورہ روایات مجموعہ میں ان کے متون ہی ان کے کذب ہونے کی شہادت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے افضل

انبیاء اور رسل علیہم السلام کو قرار دیا ہے، ارشاد ہے تلك الوسيل فضلنا بعضهم على بعض فمنهم من كلم الله ورفع بعضهم

درجات (البقرة ۲۵۳) اگرچہ ان خدا سے علیؑ اور شیعہ کے ائمہ افضل تھے تو پہلے ان کا بیان ہونا چاہیے تھا، اسی قسم کی روایت

کے بارہ میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ان کل من لم يعرفنا بالحديث ليشهد ان هذه الاحاديث كذب مفترواة انتھائی۔

والے فرشتوں اور ارواح انبیاء سے فرمایا کہ آگاہ رہو میں ایک عورت کا نکاح کر رہا ہوں جو مجھے بہت محبوب ہے، ایک ایسے مرد کے ساتھ جو انبیاء کے بعد مجھے پیارا ہے۔
یہ روایت سابقہ عمومی دعادی کے خلاف ہے، سچ ہے دروغ گوئے را حافظہ نباشد
دلائل مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ یہ گم کردہ راہ لوگ علیؑ اور دوسرے ائمہ میں نبوت کا معنی
ثابت کرتے ہیں، بلکہ انبیاء سے بھی علیؑ وغیرہ کو افضل جانتے ہیں، اگرچہ ان کے لئے لفظ
نبوت کا اطلاق نہیں کرتے، اس لئے ہم نے کہا یہ گم کردہ منکر ختم نبوت ہے۔ نعوذ باللہ من
کفرہم وخرافاتہم۔

ختم نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم | حق یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، کوئی بھی آپ
کے وقت میں آپ کی نبوت میں شریک نہ تھا، نہ آپ کے بعد آج تک کوئی نبی ہوا۔ نمائندہ ہوگا۔
اگر علیؑ یا ائمہ معصوم ہوتے، ان کی طرف وحی کی جاتی، اللہ کے حکم سے بالاصالت بغیر نیابت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطاع ہوتے، تو حق تعالیٰ اس کی تصریح قرآن پاک میں فرمادیتے، اگر کوئی
دعویٰ کرے کہ قرآن پاک میں آیات تھیں جنہیں صحابہؓ نے حذف کر دیا، تو یہ دعویٰ باطل ہے، اس
کی مفصل تردید پہلے بیان ہو چکی ہے، اگر علیؑ یا ائمہ کی طرف اللہ کی وحی ہوتی تھی تو انہوں نے
امت کی طرف تبلیغ احکام میں بقول شیعہ دشمنوں سے ڈر کر تفسیر کیوں کیا؟ تبلیغ دین میں
یہ کمی کیوں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا ایہا الرسول بلغ ما أنزل
إلیک من ربک وإن لم تفعل
فما بلغت رسالتی واللہ ینصحبک
من الناس (المائدہ ۶۷)

اے رسول آپ کی طرف آپ کے
رب کی طرف سے جو اتارا گیا، اسے پہنچا دیں
اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کو نہ پہنچایا
خدا لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔

نیز فرماتا ہے:-

یبلغون رسالت اللہ و
یحشونہ ولا یحشون احدا

وہ اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں، اسی
سے ڈرتے ہیں، اللہ کے سوا کسی سے

نہیں ڈرتے۔

الاحزاب (۳۹)

نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں تبلیغ احکام کا فریضہ سرانجام دیا ذہنی برداشت کیں، لوگوں نے ساتھ نہ دیا، مگر پھر بھی دعوت میں قصور نہ فرمایا، اور کسی سے نہ ڈرے اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی تبلیغی کیفیات کو حکایت نقل فرماتے ہیں۔

رب انی دعوت قومی لیلاد نہارا
ثم انی دعوتهم جہارا ثم انی اعلنت
لہم واسرارہم لہم اسرارہم
ذوہ ۵-۷-۸-۹

اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا، پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا، پھر علانیہ دعوت دی، اور پوشیدہ۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دونوں نے فرعون کو باوجود اس کے بادشاہی سطوت اور بدبہ کے پیغام خدا پہنچایا، اس سے خائف نہ ہوئے، اس حد تک فرما دیا۔
انی لا ظنک یا فرعون مثبورا
ذہبی اسرائیل (۱۰۲)

اے فرعون میں یقین کرتا ہوں کہ تو برباد ہونے والا ہے۔

انسانی فطرت کی بناء پر کچھ خوف محسوس ہوا تو بارگاہ رب الصمد سے ارشاد ہوا۔
لا تخافا انی معکم اسمع وادی۔ (طہ ۲۶)

نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سن رہا ہوں، اور دیکھتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس حال میں کہ آپ اکیلے تھے، ابو بکرؓ اور چند ایک دوسرے ساتھیوں کے بغیر آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔
قد فائدہ (المائدہ ۲)

اٹھ اور ڈرا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا تکالیف کا سامنا کرنا پڑا کہ آپ نے فرمایا۔
ما اودی نبی مثل ما
اودیہ۔

جتنا مجھے ستایا گیا، کسی نبی کو نہیں ستایا گیا۔

بالآخر آپ نے ہجرت فرمائی اپنا وطن چھوڑ دیا، مگر تفتہ کر کے نبوت کو نہ چھپایا۔
علی بن ابی طالبؓ سہیل سنی کے باوجود اپنے والد ابوطالبؓ اور کفار قریش سے نہ ڈرے

اور اسلام قبول کیا، اگر علیؑ آپ کے ساتھ شریک نبوت ہوتے یا ان کی طرف وحی کی جاتی تو دعوت میں کیوں اختفا فرماتے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ آپ کے رفیق تھے، دن بدن دین اسلام نے ترقی کی، عرب قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی علیؑ کے ساتھ (ان کے دور میں) افواج نے مساعیت کی واقعہ جبل و صفین میں جان کی بازی لگادی، انہیں تقیہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، اگر فی الواقع اختفا کیا ہے، تو حجت الہی ان پر قائم ہو گئی، افان لم تفصل فابلغت رسالتہ الایتہ المائدہ ۶۷۔ مخلوق پر کوئی حجت قائم نہ ہوئی، کیونکہ پیغمبر پر یا اس شخص پر جو پیغمبر کی طرح ہوا، ایمان لانا تب ضروری ہوگا، جب لوگوں کو پتہ چلے، یہی وجہ ہے کہ بیباک کی چوٹی پر رہنے والے انسان پر جس تک کسی رسول خدا کا پیغام نہیں پہنچا ایمان لانا ضروری نہیں ہے، ورنہ تکلیف مالا یطاق للذم آئے گی،

علیؑ نے اس "مفروضہ مشن" کی دعوت دی ہوتی تو ہم شک اس کی خبر تو اترا پہنچتی جس طرح کہ تو اترا یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب نے دعویٰ نبوت فرمایا اور آپ کے ہاتھ پر معجزات سرزد ہوئے، آپ نے اللہ کا کلام پڑھا، بڑے بڑے فصیح اس کے معارضہ سے عاجز آئے، اور جس طرح کہ یہ تو اترا ثابت ہے کہ ابو بکرؓ نے ابتداء اسلام سے ایمان قبول کیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات سر انجام دیں، وفات تک آپ کی رضا ان سے ظاہر ہوتی رہی علیؑ نے بچپن سے ایمان قبول کیا، وہ آپ کے عم زاوہ تھے آپ کی دختران کے گھر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات کیں، اور موت تک رضا پیغمبر ظاہر ہوتی رہی، عقلاً اور شرعاً جس واقعہ میں تو اترا ہونا چاہیے تھا، تو اترا کا فقدان اس واقعہ کے جھوٹ اور کذب کی دلیل قطعی ہے، مثلاً ایک آدمی کہتا ہے، آج سورج گہن ہوا، مگر یہ خبر متواتر نہ ہوئی، ڈیڑھا دنش آدمی ہی کہیں اور دوسرے تکذیب کریں، یقیناً وہ خبر جھوٹ ہوگی، ہماری اس تحقیق سے مصحف فاطمہ یا اس طرح کی اور باتیں باطل ثابت ہوئیں، اور ختم نبوت سرور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ثابت شد۔

عصمت انبیاء اور امامیہ اللہ کے نبی اور رسول کفر سے معصوم ہوتے ہیں، وحی

ملنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور نبوت سے پہلے اعتقادات صحیح کے حامل ہوتے ہیں۔
امامیہ کہتے ہیں بعض رسول نبوت سے پہلے اور بعد ازاں ان اعتقادات سے واقف
نہ تھے، جن کا ماننا ضروری اور فرض ہے،

محمد بن بابویہ قمی "عیون اخبار رضا" اور کتاب التوحید میں علی بن موسیٰ الرضا سے
وہ اپنے ابا کرام سے وہ علی بن ابی طالب سے۔

اور محمد بن یعقوب کلینی "کافی" میں ابو جعفر سے روایت کرتا ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام
نے اپنے پروردگار سے سوال کیا، اور کہا اے میرے پروردگار تو دور ہے، کہ میں بلند آواز سے
پکاروں یا قریب، کہ آہستہ بولوں۔

کلینی نے ابو عبد اللہ سے روایت کی کہ یونس علیہ السلام نے سجدہ میں کہا اے اللہ کیا آپ
مجھے عذاب دیں گے، میں نے اپنا چہرہ خاک آلود کر لیا ہے، کیا آپ مجھے عذاب کریں گے،
میں نے اپنے خود کو تیرے لئے پیاسا رکھا، کیا آپ مجھے عذاب میں مبتلا کریں گے؟ میں آپ کے
لئے اپنی رات بیدار کر چکا ہوں، کیا آپ مجھے عذاب میں مبتلا کریں گے؟ میں آپ کے
لئے خود کو گناہوں سے باز رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ سر اٹھاؤ، میں تجھے عذاب
میں مبتلا نہ کروں گا، یونس علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ نے فرمایا عذاب نہ کروں گا، اگر آپ نے
عذاب میں مبتلا کر دیا، تو کیا ہوگا، آپ میرے پروردگار ہیں، وعدہ بھی آپ فرما رہے ہیں،
اللہ تعالیٰ نے وحی کی سر اٹھاؤ میں عذاب نہیں کروں گا، میں جو وعدہ کرتا ہوں اسے
پورا کرتا ہوں،

یہ تمام آثار موضوع ہیں۔

انبیاء معصوم ہیں، گناہ و خطا بر عمد یا خطا ہر طرح کے جرائم سے انبیاء کی عصمت مشائخ
حنفیہ، ابواسحق اسفہانی، ابوالفتح سبکی، قاضی عیاض، اور مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک
متحقق ہے۔

مالکیوں میں سے ایک گروہ کہتا ہے، وحی سے پہلے بعض اوقات صغیرہ کا صادر
ہو جانا جائز ہے،

امامیہ میں سے یعفور یہ گزردہ کہتا ہے کہ بعض رسول بعثت کے بعد بھی ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں کہ اس حالت میں موت موجب ہلاکت ہو سکتی ہے۔

کلبنی کلبی میں ابو یعفور سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا میں نے ابو عبد اللہ کو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے سنا۔

رب لا تکلنی الی نفسی طرفۃ
عین ابدا ولا اقل من
ذلک۔

اے رب مجھے آنکھ جھپکنے کے قدر
بھی میرے سپرد نہ کر، اور نہ اس سے بھی
کم وقت میں۔

اس کے بعد ابو عبد اللہ نے میری طرف توجہ کی، اور کہا اے ابو یعفور یونس بن متی کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمحہ کے لئے چھوڑ دیا تھا، اس نے اس وقت گناہ کیا، میں نے کہا کہ اس گناہ سے وہ کفر تک پہنچے، فرمایا نہ البتہ اس حالت میں موت ہلاکت کا موجب تھی۔

نیز امامیہ کہتے ہیں، اخذ میثاق کے وقت آدم علیہ السلام نے اقرار نہیں کیا تھا۔ (خدا تعالیٰ اس قوم کو برباد کرے، ایک پیغمبر کو کفر کی نسبت دے کہ خود برباد ہو گئے) محمد بن حسن صفار نے ابو جعفر سے میثاق کی خبر بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت پیدا فرمائی، آدم اور اس کی اولاد سے فرمایا۔ الست بریکم لکما میں تمہارا رب نہیں ہوں، اور یہ کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ اور علی امیر المؤمنین ہے، اور اس کے دو بھائی کے بعد والیان امر ہونگے میں اپنے دشمنوں سے مہدی کے ہاتھ سے انتقام لوں گا، اور طوعا و کرہا میری عبادت کی جائے گی، اولاد آدم نے کہا ہم ان چیزوں کا اقرار کرتے ہیں، اور اس پر شاہد ہیں، آدم علیہ السلام نے اقرار نہ کیا، اور نہ ہی اس کی نیت اقرار کرنے کی تھی۔

نیز امامیہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے میثاق پر قائم نہ رہے، اور جو ان سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا، اسے ترک کر دیا۔

اعرج صفار آیت۔

ولقد عہدنا الی آدم من قبل
فتنسی ولم نجد له عزما (ظہ ۱۱۵)

ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا، وہ
بھول گیا، اور ہم نے اس میں سختی نہ پائی

کی تفسیر میں کہتا ہے، آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد ائمہ کے حق میں عہد لیا تھا پس آدم علیہ السلام نے اس عہد کو ترک کر دیا، اور انہیں اس بات کا کہ محمد اور ائمہ ایسے ہیں، یقین و عزم نہیں تھا۔

امامیہ کے ہاں ہے یہ اثر مرفوع کے حکم میں ہے، مگر درحقیقت یہ موضوع ہے، صفار اپنے دادا فروخ مونی موسیٰ بن عیسیٰ اشعری کے مذہب پر تھا، یعنی کافر تشیع کے پردہ میں آیا، اور ائمہ کی طرف جھوٹی بناوٹی باتیں منسوب کیں، جو کہ موجب قلعہ بھٹیں، حالانکہ ائمہ کا دامن ان سے پاک تھا۔

زمیہ کہتے ہیں کہ خدا علی تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ آپ لوگوں کو اس کی طرف لائیں، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت شروع کر دی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی۔

امامیہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے امر کی مخالفت کی غدیر خم کے موقع پر دوبارہ وحی آئی، کہ علی کو خلیفہ بنائیں، صحابہ کے ڈر سے وحی کو رد کر دیا، اور استعفا دے دیا، تبسری بار حب عتاب نازل ہوا اس وقت قبول کیا۔

ان کا شیخ محمد بن النعمان "روضہ" وغیرہ میں روایت کرتا ہے، کہ حق تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا حجۃ الوداع سے فارغ ہونے اور مدینہ کی طرف متوجہ ہونے کے بعد، جبریل نے کہا اے رسول خدا میرا پروردگار تجھے سلام کہتا ہے، اور حکم دیتا ہے کہ علی کو امامت پر قائم کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بھائی جبریل خدا تعالیٰ میرے دوستوں کے علیؑ کے ساتھ بغض کو جانتا ہے، میں اپنے اصحاب سے ڈرتا ہوں کہیں وہ میری ایذا رسانی پر اتفاق نہ کر لیں، میرے لئے پروردگار سے استعفا لے، جبریل پروردگار کے پاس گیا، اور پیغمبر کا جواب پیش کیا، حق تعالیٰ نے جبریل کو پھر بھیجا، اور وہی پہلا حکم دیا، پیغمبر نے پھر پہلے کی طرح استعفا دیا۔ پھر جبریل خدا کے پاس گیا، اور دوبارہ جواب دیا، پس حق تعالیٰ نے جبریل کو عتاب کے ساتھ بھیجا، اور یہ آیت نازل ہوئی:-

۱۷ امامیہ کا ایک فقہی حوالہ

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل
الیک من ربک وان لم تفعل
فما بلغک رسالتہ واللہ
یحصک من الناس۔

(المائدہ ۶۷)

اے رسول جو تیرے رب کی طرف
سے اتارا گیا ہے، اسے پہنچاؤ، اگر
تو نے ایسا نہ کیا، تو ہماری رسالت
نہ پہنچائی، اللہ لوگوں سے تجھے
بچائے گا،

جب تیسری بار جبریل علیہ السلام یہ آیت لائے، تو پیغمبر نے کہا چونکہ میری نگہبانی
کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے لے لی ہے، اس لئے اب میں تبلیغ کروں گا، مکہ مدینہ کے درمیان
غدیرخم کے مقام پر اونٹوں کے کچا دے جمع کئے، ایک دوسرے پر رکھ کر ان کا منبر بنایا
اور کہا، اے لوگو علی امیر المؤمنین اور رب العالمین کا خلیفہ ہے، میرے بعد کوئی شخص علی
کے سوا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

من کنت مولاه فعلی مولاه
اللہم وال من والاه و
عاد من عاداه۔

جس کا میں مولی ہوں، علی اس
کا مولی ہے، اے اللہ جو اس سے دوستی کرے
اسے دوست بنا، اور جو اس سے دشمنی
کرے اس کو دشمن بنا۔

علی بن جعفر، محمد باقر سے اسی طرح روایت کرتا ہے۔

کلینی نے بھی کافی میں اس کے بعض حصص روایت کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے، کیا قبائح اور شنائع انبیاء کی طرف منسوب کئے ہیں؟
حق تعالیٰ تو انبیاء کی تعریف میں فرماتا ہے۔

یبلغون رسالت اللہ و یحشونہ
ولا یحشون احدا الا اللہ۔

اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں، اسی
سے ڈرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی
سے نہیں ڈرتے۔

(الاحزاب ۳۹)

یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرور پیغمبروں کے بارہ میں کہتے ہیں کہ اصحاب کے خوف سے

لے دیکھئے، اصل کافی باب انفس اللہ و رسولہ علی الامۃ و احدا و احدا ص ۱۲۷۔

تبلیغ نہ کی، اور دوبار وحی رو فرمائی، اسلام کے ابتدائی دور میں کفار کے غلبہ کے باوجود تبلیغ نہ چھوڑی دین حبيب مکمل ہو گیا، اور نعمت الہی تمام ہوئی، اس وقت صحابہؓ کے خوف سے تبلیغ نہ کی؟ (کیسا غلط انداز سوچ ہے؟) سيعلموا الذين ظلموا اي نقلب بقلوبن۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے دلوں میں سے ایک دوسرے کی کدورت نکالی، اور ان میں اتفاق پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ اس منت اور احسان کا اظہار فرماتا ہے:-

واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعداء خالف بين قلوبكم
فاصبحتم بنعمته اخوانا۔
(ال عمران ۱۰۳)

اللہ کی نعمت یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں کو متحد کیا، اور اس کا احسان ہے کہ تم بھائی بھائی ہو گئے ہو۔

نیز فرماتا ہے:-

والف بين قلوبهم لو انفقت ما في الارض جميعا ما الفت بين قلوبهم
ولكن الله الف بينهم۔
(ال انفال ۶۳)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو متفق کیا ہے، اگر تم زمین کی سب چیزیں خرچ کر دو، تو بھی ان کے دلوں میں اتحاد پیدا نہ کر سکتے، مگر اللہ نے ان کو متحد کر دیا ہے،

یہ حضرات صحابہؓ کا علیؓ کے ساتھ بعض ثابت کرتے ہیں، حالانکہ جمیع صحابہ باہم شکر و شکر تھے، یہ گمراہ کیسے جاہل اور احمق ہیں۔
ابن مطہر علی کہتا ہے:-

المجبان لا يستحق الامامة۔
بزدل امامت کا مستحق نہیں ہے۔

یہ گمراہ تبلیغ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خوف کی نسبت کرتا ہے، جو کہ بزدلی کی وجہ سے ہوتا ہے، حالانکہ ان کے ہاں بزدل امامت کا مستحق نہیں ہے، تو نبوت کا مستحق کہاں ہوگا؟ گویا کہ انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا، حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی غیر خدا سے خائف نہیں ہوئے۔

ایک سوال اور جواب اگر کہا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے ڈر سے غائب

رہے تو جواب یہ ہے کہ آپ خوف کی وجہ سے غامض نہیں رہے، بلکہ اللہ کے حکم سے حکمت کی بناء پر اس میں رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اذکر کو لا تحزن ان اللہ معنا، فرماتا اس کی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنا امر پورا کرتا ہے، تو دشمنوں کا خوف کیوں کرتے؟

دلائل عصمت انبیاء ہمارے نزدیک روافض کی انبیاء کی طرف گناہ کی نسبت کفر ہے، حق یہ ہے کہ اللہ کے نبی کفر اور معاصی سے مطلقاً معصوم ہوتے ہیں، (۱) ارشاد ربانی ہے۔
لینال عہدی الظالمین (البقرة ۱۲۲) یعنی میرا عہد نبوت ظالموں کو نہیں ملے گا، اور گناہ گار ظالم ہے۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارہ میں فرمایا ہے۔

لا یصون اللہ ما امرهم و
یفعلون ما یؤمرون۔
اللہ انہیں حکم کرتا ہے نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم دیئے جاتے ہیں، کرتے ہیں۔
(التحجیم ۶)

اس آیت سے فرشتوں کی عصمت ثابت ہوتی ہے، اور انبیاء باتفاق فرشتوں سے افضل ہیں۔ تو وہ یقیناً معصوم ہوئے۔

۱۳۔ رسولوں کو اس لئے اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے کہ وہ خدا کا پیغام بندوں تک پہنچائیں، اور بندے ان کی اتباع اور تقلید کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما اناکذا الرسول فخذوا
وما نہکد عنہ فانہوا۔
رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو دیں اسے لے لو، اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔
(الحشر ۷)

اگر انبیاء سے معصیت کا سرزد ہونا جائز ہے تو یہ قابل اتباع نہیں ہیں، اور ان کی بیان کردہ باتیں، اور احکام قابل اعتماد و وثوق نہ رہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
ان جاء کد فاسق بنیا یعنی فاسق کی خبر کی تحقیق کرو، تب تک

فتبینوا (الحجرات ۶) عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۲۔ خیر واحد مفید علم یقین نہیں ہے، کیونکہ احتمال کذب و خطا موجود ہے۔ اگر انبیاء کو معصوم نہ مانا جائے، ان کی اخبار بھی دوسری احاد کی طرح غیر مفید علم بن جائیں گی۔ عصمت کے سبب سے ہی کذب اور خطا کا احتمال انبیاء کے کلام سے دور ہو سکتا ہے، اور انبیاء کی احادیث علم یقین کی موجب بن سکتی ہیں، ان کو معصوم نہ ماننے کی صورت میں ان کی احادیث و اخبار نہ تو موجب علم ہیں، اور نہ ہی مخلوق پر حق تعالیٰ کی حجت ہی قائم ہوتی ہے، ورفض جو روایات انبیاء کے عصیان کے بارہ میں پیش کرتے ہیں، موضوع ہیں، اور بناوٹی۔

یونس اور ابراہیم کی طرف یونس علیہ السلام نے کوئی گناہ نہیں کیا، یہ جو قرآن پاک میں ہے، منسوب گناہ کی نفی ہو۔ فذا النون اذ ذهب مضبداً (الانبیاء ۸۷) یعنی پھلی والے کا ذکر کر جب کہ وہ ناراض ہو کر گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے لئے ایک ایسی قوم پر ناراض ہوئے، جنہوں نے کفران باللہ کیا تھا، اس کا سینہ تنگ ہوا اور ان میں سے نکل کھڑا ہوا جبکہ انہیں اللہ کی طرف سے ابھی وحی نہیں آئی تھی، ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائیں گے۔ ان لن نقدر علیہ کا ترجمہ جو ہم نے رنگی نہیں فرمائیں گے، کیا ہے صحیح ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے، (تیسط الذرق لمن یشاء ویقدر) (الشوریٰ ۱۳)

تاریکیوں میں یونس پکارے، اے اللہ آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، میں آپ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں، میں واقعی خود پر زیادتی کر چکا ہوں، انتہائی تصرع اور عاجزی کے طور پر انہوں نے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ قوم میں سے وحی آنے سے پہلے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

انبیاء جھوٹ بولنے سے معصوم ہیں، اس لئے کہ اخبار میں کذب بیانی دوسرے جرائم سے بدتر ہے، اور کبیرہ گناہ ہے، اگر انبیاء سے جھوٹ سرزد ہو سکتا تو ان کی بیان کردہ خبروں پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

امامیہ کہتے ہیں انبیاء تقیہ کر کے جھوٹ بولتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے، دیکھئے ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کی وجہ سے انی سقیم کہا حالانکہ یہ واقعہ جھوٹ تھا۔

یہ بات بالکل غلط ہے، اسی طرح حدیث میں جو آتا ہے،
انہ لم یکن ذب ابراہیم الا
ابراہیم علیہ السلام نے تین
ثلاث کذابات۔
کذابات بولے۔

سامعین کے فہم کے اعتبار سے تو کذب ہے، درحقیقت بات جھوٹ نہیں تھی، بلکہ
یہ کلام تعریضات کے قبیل سے تھا۔

اخلاق و زلیہ سے | انبیاء علیہم السلام کی فطرت اخلاق مذمومہ سے پاک اور منزہ ہوتی
انبیاء پاک ہیں، ہے مثلاً خود پسندی، حسد بغض، اور بزدلی وغیرہ وغیرہ سے۔
کیونکہ یہ دل کے گناہ شمار ہوتے ہیں، اور معاصی قلب ظاہری اعضا کے گناہوں سے زیادہ
شدید ہوتے ہیں، جبکہ شیطان کو انبیاء پر کوئی دسترس حاصل نہیں ہے، نتیجہ واضح ہے،
قرآن پاک میں ہے۔

ان عبادی لیس لك علیہم
بے شک میرے بندوں پر تجھے قدرت
حاصل نہیں ہے۔

سلطان (الاسراء ۶۵)
امامیہ گروہ علیہم ما علیہم بعض پیغمبروں کے حق میں عجب، حسد اور تسلط شیطان کے
قائل ہیں، محمد بن بابویہ قمی "عیون اخبار رضا و معانی اخبار" میں علی بن موسیٰ رضا سے روایت
کرتا ہے۔

کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجود ملائکہ بنا کر اعزاز بخشا تو آدم علیہ السلام
نے اپنے دل میں کہا میں سب مخلوق سے افضل و برتر ہوں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم ساق عرش کی طرف سر اٹھاؤ، انہوں نے سر
اٹھایا وہاں یہ لکھا پایا۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۷۱۔ الخیر الجاری شرح صحیح بخاری میں ہے، انہ کذب الی فہم السامعین اما فی نفس اللہ
فلا۔ درحاشیہ صحیح بخاری یعنی سامعین کے اعتبار سے تو کذب ہے، مگر یہ بات خلاف واقع نہیں تھی، انتہی۔
امام ابن تیمیہ نے معارج الاصول میں لکھا ہے کہ اس جگہ کذب بمعنی تعریض کے ہے۔
۲۔ اصول کافی ص ۵۰۵ باب فیما یعطی اللہ عزوجل آدم وقت التوبۃ میں ہے، عن ابی جعفر قال ان آدم قال یدرب
سلطت علی الشیطان واجریتہ منی بحیری الدم الخ۔ یعنی اے اللہ تو نے شیطان کو تجھ پر مسطہ کر دیا ہے، اور مجھے میرے
خون کی جگہ رد کر دیا ہے، انتہی۔

لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ علی ولی اللہ امیر
المؤمنین وزوجتہ فاطمہ
سیدۃ نساء العالمین والحسن
والحسین سیدا شباب
اہل الجنۃ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے،
محمد اللہ کے رسول ہیں، علی اللہ کے ولی
اور ایمان داروں کے امیر ہیں۔ اور
اس کی بیوی فاطمہ جہان کی عورتوں
کی سردار ہے، اور حسن و حسین بہشت
کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

آدم علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار یہ کون لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیری
اولاد سے ہیں، اور تجھ سے اور میری تمام مخلوق سے بہتر ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تجھے پیدا نہ کرتا
اور نہ بہشت و دوزخ کو، اور نہ آسمان و زمین کو، اور نہ رہتا انہیں حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا
ورنہ میں تجھے اپنی جوار سے نکال دوں گا، آدم علیہ السلام نے حسد سے ان کو دیکھا، اور پھر
اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس پر مسلط فرمادیا، اور آدم نے ممنوع پودہ سے کھایا۔

نیز ابن بابویہ عیون الاخبار میں مفصل بن عمر سے وہ ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے، کہ
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو بہشت میں سکونت دی، اور فرمایا یہاں جہاں سے
چاہو کھاؤ، اس پودہ کے قریب نہ جانا، ورنہ ظالموں سے ہو جاؤ گے، آدم نے محمد، علی، فاطمہ، حسن،
وحسین، اور ان کے بعد کے ائمہ کے مرتبہ کو دیکھا اور انہیں افضل منازل بہشت میں پایا، تو
آدم اور ان کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار یہ مرتبہ کس کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ
جل جلالہ نے فرمایا ساق عرش کی طرف سر اٹھاؤ پس انہوں نے سر اٹھایا، ساق عرش
پر یہ نام۔ محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور اماموں کے نام نور جبار سے تحریر شدہ تھے، آدم
اور ان کی بیوی نے فرمایا اے پروردگار یہ مرتبہ کتنا اونچا ہے؟ اور یہ لوگ تجھے کتنے
پیارے ہیں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا، اگر یہ نہ ہوتے، میں تجھے پیدا نہ کرتا، یہ میرے علم کے
خزانہ بردار ہیں، اور میرے رازوں کے امین۔ ان کی طرف حسد کی نظر سے نہ
دیکھنا، اور ان کے مرتبہ کی آزدی نہ کرنا، ورنہ تم میری نافرمانی میں آ جاؤ گے، اور
ظالموں سے ہو جاؤ گے، شیطان نے دوسرے والا اور فریب دیا۔ اور انہوں نے ان

کے منزلت کی تمنا کی، اور حاسدانہ نگاہ سے دیکھا، ان کو خوار کیا، اور زمین کی طرف پھینکا،
خدا تعالیٰ اس قسم کے کفریہ آثار و صنع کرنے والوں پر لعنت فرمائے۔

سہو اور غلط فہمی سے انبیاء کا | جن امور کا تعلق تبلیغ رسالت سے ہے، ان میں سہو
معصوم ہونا اور امامیہ موقف | اور غلط فہمی سے انبیاء معصوم ہیں، ہاں جس حکم کو اللہ تعالیٰ
منسوخ فرمادیں اسے فراموش کرا دیتے ہیں۔
ارشاد ہے:-

ما ننسخ من آية او ننسها فانت
بخير منها او مثلها (البقرة ۱۰۶)
نیز فرمایا:-

سنقرئك فلا تنسى الا ما شاء
الله (يعنى ما شاء الله نسخته)
(الاعلى ۷۰)
نیز فرمایا:-

ثم ان علينا بيان (القيامة ۱۹)
پھر اس کا بیان کرنا ہم پر ہے۔
اس لئے کہ اگر فراموشی یا غلطی کا احتمال موجود ہو تو ان کے بیان کردہ احکام سے اعتماد
اٹھ جائے گا۔

بشریت انبیاء | اللہ کے رسول عامہ متکلمین کے نزدیک احوال دنیا، احوال نفس، اذکار قلوب
میں باقی انسانوں کی طرح ہیں، صوفیا فرماتے ہیں، انبیاء ذکر الہی سے معصوم ہیں، خطابہ اور
معمریہ کہتے ہیں، کہ سہو سے معصوم نہیں ہیں۔

معراج نبیہ الشریف | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجدہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، اور وہاں
سے ساتوں آسمانوں اور اس سے اوپر حالت بیداری میں تشریف لے گئے، مگر معمریہ اور
اسمعیلیہ اور ذمیہ معراج کے منکر ہیں۔

آیت سبحان الذی اسرىٰ بعبدہ، اور حدیث متواتر ان کی مکتذب ہے، آسمانوں

کا معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا ان کی توفی کے حکم میں ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اذ قال الله يا عيسى اتي متوفيك
ورافعك الي ومطهرك من الذين
كفروا وجاعل الذين استبعوك
فوق الذين كفروا الى يوم
القيامة -

جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے
لیٹا ہوں، اور اپنے پاس اٹھاتا ہوں،
اور تجھے کافروں سے پاک کروں گا، اور
تیرے تابع داروں کو کفر کرنے والوں
سے اوپر کروں گا، قیامت کے دن
تک۔

(ال عمران ۵۵)

دین عیسوی منسوخ ہونے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے متبع نصاریٰ تھے، اور اس
وقت اہل سنت و جماعت ہیں، تاکہ حق تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہ قرار دیا جائے،
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

ما قلت لهد الاما امرتني به
ان اعبدوا الله ساجدي وراسكم
وكنت عليهم شهيدا ما دمت
فيهم قلما توفيتني كنت انت
الرقيب عليهم (الانعام ۱۱۷)

میں نے ان کو وہی کہا جو آپ نے مجھے
حکم دیا، یہ کہ اللہ کی عبادت کرو، جو کہ
میرا اور تمہارا رب ہے، میں گواہ تھا جب
تک ان میں رہا، جب آپ نے مجھے لے
لیا تو آپ ہی ان پر نگران تھے۔

منصور یہ کہتے ہیں کہ ابو منصور علی کو بھی معراج آسمانی ہوا ہے، اور وہ خدا سے ہم
کلام ہوا۔

جو رسول نے دیکھا علی نے | قرآن تو فرماتا ہے:- لقد رأى من آيات ربه الكبرى النجوى۔
بھی دیکھا، امامیہ موقف | یعنی یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی عظیم نشاتیاں
دیکھیں، مگر امامیہ کہتے ہیں، جو کچھ محمد نے دیکھا ہے، علی نے بھی دیکھا۔

ابن بابویہ نے کتاب المعراج میں ایک لمبی روایت بیان کی ہے، مکھتا ہے:-

علیؑ مشب معراج میں زمین پر تھے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ آسمانوں پر دیکھا

علیؑ زمین پر سے ہی دیکھتے رہے۔

اس سے علیؑ کی باریک بینی نبیؐ سے زیادہ معلوم ہوتی ہے، کبھی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو آسمانوں پر دیکھا، جبکہ وہ ایک مادہ بہشتی اور ثلثی پر سوار تھے، ان کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا اور اس کے ارد گرد شیعیان علیؑ تھے۔ یہ روایت پہلی روایت کے متعارض ہے، اور ان کی عام روایات باہم متناقض و متعارض ہیں۔

نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا چاہیئے | نصوص میں جو امور وارد ہوئے ہیں، سب ظاہر پر اس بارہ میں مبتدعین کا موقف محمول ہیں، الا یہ کہ تو اتر کے ذریعہ اس کا خلاف ظاہر ہوتا ثابت ہو جائے،

اسمعیلیہ، منصور یہ، خطابیہ، معریہ، باطنیہ، قرمطیہ اور ذرامیہ کہتے ہیں، کتاب و سنت میں جو امور مثل وضو، تیمم، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، بہشت، دوزخ، قیامت وغیرہ وارد ہوئے ہیں، ظاہر پر محمول نہیں ہیں، ان سب کی تاویل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ | محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شرعی نسخ احکام کے بارہ میں مبتدعین کا موقف جائز نہیں ہے، مگر معریہ کہتے ہیں، احکام نبیؐ کے

ذمہ موقوف تھے، ابوالخطاب کے بعد جب عمر صاحب نبیؐ ہوئے احکام و فرائض اور دیگر تکالیف سب ساقط ہو گئے ہیں، اور محرمات کو بھی حلال کرتے ہیں۔

منصور یہ تکلیف احکام شرعی کے سقوط کے قائل ہیں، اور بہشت کی تاویل کرتے ہیں۔ جمیریہ کہتے ہیں، امور شرع پانچویں صدی کے امام وحجت حسن بن ہادی کے سپرد تھے، اس نے شرعی تکلیفات کو ساقط کر دیا۔

امامیہ کہتے ہیں، بعض قرآنی احکام کو امام وقت منسوخ کر سکتا ہے۔

محمد بن بابویہ قمی ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اجساد آدمیان پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے آدمیان اور ارج میں برادر پیدا کئے، اگر کھڑا ہوتا تو برادر کھڑے ہوتے۔ اہل بیت کو ان کا وارث بنایا، کیونکہ ازل سے حق تعالیٰ نے ان کو برادر بنایا تھا، جبکہ ولادت کے ذریعہ ان کا کوئی وارث نہ بنایا۔

کسی کو تکلیف مالا بیطاق | جس کام کی انسانوں کو طاقت و وسعت حاصل نہ ہے، اس کی تکلیف نہیں دی گئی | نہیں دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لا یكلف الله نفساً الا وسعها

البقرہ ۲۸۶۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

ایمان کیا ہے؟ | اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کی فرضیت کے ادراک کے لئے عقل کافی ہے، ایمان تصدیق قلب یا انقیاد و اقرار کو کہتے ہیں، انقیاد اور اقرار کے بغیر تصدیق غیر مفید ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بحمدوا وبراہما و استیقنتہما انفسہم
ظلموا وعلوا۔
(النمل)

انہوں نے ظلم و علو کر کے اس کا انکار کیا، جب کہ دل میں یہ اس کا یقین رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا۔

یہا فونہ کما یہا فون ابنا ءہم
(البقرہ ۱۲۶)

اے ایسے بچا پتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔

آخر اس اور مکڑہ پر سے اقرار ساقط ہو جاتا ہے، تصدیق قلب ساقط نہیں ہوتی ہے۔
اعمال داخل ایمان نہیں ہیں | اعمال ایمان کا جزو نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الذین امنوا و عملوا الصالحات (الروم ۲۹)

جو ایمان لائے، اور صالح عمل کئے

ایمان پر عمل صالح کا عطف منہایت کی دلیل ہے۔

ایمان میں کمی | حنفیہ فرماتے ہیں ایمان زیادہ و نقصان قبول نہیں کرتا، اس لئے کہ تصدیق بیشی ہوتی ہے، کے بغیر ایمان نہیں اور تصدیق علم الیقین کو کہتے ہیں، اس میں زیادہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

جن نصوص میں زیادہ ایمان کی تصریح ہے، وہاں مجاز ہے، یعنی کثرت اعمال کی وجہ سے اوصاف کا زیادہ ہونا۔

ملہ صحیح بات یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں، جیسا کہ حدیث صحیحہ مرفوعہ میں ہے، (الایمان بفتح و سبوز، شعبہ الفضل ص ۱) قول لا الہ الا اللہ و ادنا ما امانتہ الا ذی عن الطریق صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۰۰۔ یعنی ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ایمان کی علی شاخ و اللہ الا اللہ ہے، اور ادنیٰ راستہ سے ایذا دینے والی چیزیں ہٹا دینا۔

تامل کرنے والے پر مخفی نہ ہے کہ تصدیق نفسانی کیفیات سے ہے کیفیات زیادہ
ونقصان سے منصف نہیں ہوتیں زیادت ونقصان تو کم کے اوصاف ہیں تصدیق کا زیادہ
ونقصان سے منصف ہونا مجاز ہے، یعنی اس اعتبار سے کہ عمل کی وجہ سے بعض اوصاف
کا انضمام ہو گیا ہے۔

مگر حق یہ ہے کہ نفس تصدیق زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ خیر متواتر سے علم کے بعد
رویت حسی سے یقین زیادہ ہو جاتا ہے اسی لئے ابراہیم علیہ السلام نے روایت بصری کا
مطالبہ فرمایا، اور اس زیادت کو اطمینان قلب سے تعبیر فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے۔

اولم تؤمنوا بما فی صدورکم فیما نزلنا من الذکر ولکن لیطمئن قلبی (البقرہ ۲۶۰)
کیا آپ ایمان نہیں لائے، فرمایا کیوں
نہیں، مگر تاکہ میرا دل اطمینان حاصل کرے،

یہ زیادت ایمان کتاب وسنت واقوال صحابہ سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم (الفترہ ۴)
تاکہ یہ اپنے ایمان کے ساتھ مزید
ایمان حاصل کر لیں۔

سنادتھم ایما فاء (الانفال ۲)
دریات قرآنی ان کا ایمان زیادہ
کرتی ہیں۔

صحابہ کرام نے فرمایا۔

اجلس بنا نو من ساعۃ۔
کچھ وقت ہمارے ساتھ بیٹھ تاکہ ہم
ایمان حاصل کریں۔

اس طرح کے کافی آثار ثابت ہیں، انہیں ظاہر کے خلاف محمول کرنا ضروری نہیں ہے، دوشیزان
کی خدمت میں رہتے والا انسان جسے فیض صحبت حاصل کرنے سے پہلے بھی یقین ایمان
حاصل تھا، اور جس میں شک کی کوئی گنجائش نہ تھی، فیض صحبت حاصل کر لینے کے
بعد اس کے ایمان کا رنگ اور ہی ہو جاتا ہے۔

سلف صالحین صحابہ کرام اور محدثین کا یہی مسلک ہے، تحقیق مسئلہ کے لئے کتاب ایمان امام ابن تیمیہ کا مطالعہ فرمائیے۔

مرتکب کبیرہ کا ایمان کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا کیونکہ تصدیق باقی ہے، معتزلہ کہتے ہیں، ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، گنہگار توبہ کئے بغیر مر جائے، تو اللہ عزوجل کی مرضی اسے بخشتے یا سزا دے، وہ چاہے توبہ کو معاف کر دے، اور صغیرہ گناہ پر سزا دیدے، ایسا کر سکتا ہے، ہاں حق تعالیٰ کفر کو معاف نہیں فرماتے۔
ارشاد ربانی ہے۔

ان الله لا يقصّر ان يشرك به
ويقصّر ما دون ذلك لمن يشاء
(التساء ۱۱۶)

اللہ کے ساتھ شرک کیا جائے، نہیں
بخشتے گا، اس کے علاوہ جس کو چاہے،
بخش دے گا۔

نیز فرمایا۔

يقصّر لمن يشاء ويغذب من
يشاء (المائدۃ ۱۸)

جس کو چاہے عذاب کرتا ہے، اور
جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

نیز فرمایا۔

ان الله يقصر الذنوب جميعا۔
(الزمر ۵۳)

اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے،

اطاعت پر ثواب اور نافرمانی پر سزا دینا کیا خدا پر واجب ہے؟
وہ اپنے وعدہ کی بنیاد پر ایمان داروں کو اطاعت پر
ثواب دینا اور نافرمان کو عذاب کرنا واجب نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الله لا يخلف الميعاد
(ال عمران ۹)

اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں
کرتے۔

روافض کا عقیدہ ہے کہ مطیع کو ثواب دینا اور نافرمان کو سزا دینا خدا پر واجب ہے
یہ نظریہ نصوص کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔
کبیرہ گناہ کی توبہ جو شخص ایک کبیرہ سے توبہ کرتا ہے، مگر ایک اور کبیرہ گناہ بھی رکھتا ہے

پہلے کبیرہ سے اس کی توبہ قبول ہے۔

جس شخص نے کل کبار گناہوں سے توبہ کر لی، صغائر سے توبہ کرنا بھی اس پر ضروری

ہے، ورنہ عذاب و سزا کا احتمال باقی رہے گا۔

کیا مرتکب گناہ کافر ہے؟ [خارج کے نزدیک گناہ کافر ہے، گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ
معتزلہ کے نزدیک ارتکاب کبیرہ سے ایمان خارج ہو جاتا ہے، مگر کافر بھی نہیں ہوتا
مرجیہ کے نزدیک کوئی جرم بھی ایمان میں نقصان پیدا نہیں کرتا، جس طرح کوئی اطاعت
کفر میں فائدہ نہیں کرتی۔

امامیہ جو کہ مرجیہ اور قدریہ دونوں کی غلاظتوں سے ملوث ہیں، بادر جو دیکھ کہتے
ہیں، کہ مطیع کو بدلہ دینا اور عاصی کو سزا دینا واجب ہے، قائل ہیں کہ محبت علی جو گناہ
کرے اس سے باز پرس نہ ہوگی، اور اس پر عذاب نہ ہوگا، اس بارہ میں اپنے آئمہ
سے روایات پیش کرتے ہیں،

سوال منکر و نکیر و عذاب قبر اقبریں منکر نکیر کا مردے سے سوال کرنا احادیث مستفیضہ
سے ثابت ہے، اور حق تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی۔

یثبت اللہ الذین آمنوا
بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا
وفی الآخرة۔ (ابراہیم ۲۷)
اللہ تعالیٰ ایمان کرنے والوں
کو دنیا اور آخرت قول ثابت پر ثابت
قدم بناتا ہے۔ (ابراہیم ۲۷)

کافروں اور بعض نافرمان ایمان داروں کے لئے عذاب قبر حق ہے، اور اہل اطاعت
کے لئے قبر میں انعام و اکرام محقق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اغرقوا فادخلوا ناراً
دفعہ (۲۵)
انہیں ڈبو دیا گیا، اور آگ میں داخل
کئے گئے۔ دفعہ (۲۵)

۱۔ اصول کافی میں ہے جو قوم دام کو مانتی ہے، چاہے ظالم اور بدکردار ہے، اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے شرم
محسوس کرتا ہے، دیکھئے باب من ادعی الامامة ولیس اماماً یا بل الخ ص ۱۹۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

المقابر موضة من رياض الجنة او حفرة من حفرة النيران۔
قبر بہشت کے باغوں میں سے
ایک باغ ہے، یا آگ کے گڑھوں
میں سے ایک گڑھا۔

یہ حدیث اگرچہ خبر واحدہ ہے، مگر معنی کے اعتبار سے مستفیض بلکہ متواتر ہے، بعض کہتے ہیں قبر میں عذاب روح کہہ سکتا ہے، بعض کہتے ہیں بدن کو۔ حق یہ ہے کہ دونوں کو اس کی کیفیت میں مشغول ہونا کوئی ضروری امر نہیں ہے، روافض عذاب قبر کو غیر شیعہ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں، حالانکہ ابن بابویہ قمی عمران بن زید سے روایت کرتا ہے، کہ میں نے ابو عبد اللہ سے کہا میں نے سنا ہے، کہ آپ فرماتے ہیں ہمارے تمام شیعہ بہشت میں جائیں گے، جو عمل بھی رکھتے ہوں، ابو عبد اللہ نے فرمایا میں نے ٹھیک کہا ہے، خدا کی قسم وہ ضرور بہشت میں جائیں گے۔ میں نے کہا چھوٹے بڑے گناہ بہت ہوتے ہیں، فرمایا، قیامت کے دن یہ انبی یا وصی نبی کی شفاعت سے بہشت میں جائیں گے، البتہ برزخ میں تم پر تجھے خطرہ ہے، میں نے پوچھا برزخ کیا ہے؟ فرمایا موت سے قیامت تک قبر کا وقت انتہی۔

حشر میں اجسام کا اٹھنا | موت کے بعد عالم حشر میں جسموں کا اٹھنا حق ہے، ازراہ میر، کاملیہ، منصور، حمیریہ، باطنیہ، قمرطیہ، جناحیہ، خطابیہ، میمون، مقنن، خلیفہ، بنیامین، اور عمریہ حشر کے قائل نہیں نہ اجساد کا نہ ارواح کا، بلکہ یہ فرقے اسی عالم میں تناسخ کے قائل ہیں۔ ہمیشہ کے لئے۔

قیامت کے روز عقل مند، پاگل، بچے، جن، شیاطین، جانور، پرندے، اور حشرات وغیرہ سب اٹھائے جائیں گے، جیسا کہ آیت ذیل کے عموم کا اقتضار ہے۔
قل یحییٰ الذی انشاءہا اول سے وہ پیدا کرے گا، جس نے

۱۔ جامع ترمذی جلد ۱ ص ۸۲۔

۲۔ روح کا ایک بدن سے نکل کر دوسرے میں داخل ہونا ۱۲۔ غیاث الغات ص ۱۲۔

مرۃ و هو بكل خلق علیم۔ پہلی بار بتایا، وہ ہر مخلوق کا جانتے والا ہے۔ (یس ۷۹)

درندوں اور جانوروں میں ایک دوسرے سے قصاص لیا جائے گا اور پھر ختم کر دیئے جائیں گے۔

حساب اور نامہائے حساب حق ہے مسلمانوں کو دینے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا اعمال اور میزان کا جائے گا اور کافروں کو بائیں ہاتھ میں، اور پیٹھ کے پیچھے میزان اور اعمال نیک و بد کا میزان میں تمکنا حق ہے، مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں، نامہ اعمال کا وزن کیا جائیگا، بعض کہتے ہیں اعمال جو کہ اعراض ہیں، جو ہری صورت میں ہو جائیں گے۔ (والعلم عند اللہ)

پل صراط اور دوزخ کی پشت پر بال سے باریک اور تلوار سے تیز پل صراط حق مخلوق کا گذرنا ہے اس پر سے کچھ لوگ برق رفتاری سے گذر جائیں گے، کچھ ہوا کی طرح، بعض عمدہ گھوڑے کی رفتاریں۔ بعض پیدل چال میں، بعض چیونٹی کی طرح کوئی سالم پار ہو جائیں گے، اور کوئی زخمی ہو کر، اور بعض دوزخ میں گر جائیں گے۔ دیگر کوالف عالم حشر اگنا ہوں پر اعضا کا شہادت دینا حق ہے، ہوض کوثر حق ہے، شفاعت انبیاء، اولیاء، صلحاء، اور اطفال صغار حق ہے۔ مگر یہ شفاعت اللہ کے اذن کے بعد ہے۔

ارشاد ہے:-

من ذا الذی یشفع عندی الا باذن۔ (البقرة ۲۵۵) کون چو اس کے ہاں سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے۔

بہشت اور دوزخ حق ہے، اور اس وقت موجود و مخلوق ہیں ان پر ابد تک ایک ان کے سوا فائز آئیگی۔

جمیہ کہتے ہیں مدت مدید کے بعد بہشت و دوزخ اور ان کے ساکنین فنا ہو جائیں گے، اس پر اتفاق ہے کہ کافر جنوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، مسلمان

جنوں کے بارہ میں اختلاف ہے، ابو حنیفہؒ نے جنوں کی کیفیت ثواب میں توقف کیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرح بہشت میں ثواب دیئے جائیں گے، ابو یوسفؒ اور محمدؒ نے بھی یہی کہا ہے، اللہ تعالیٰ جنوں اور انسانوں پر بہشت کی نعمتوں کا احسان جلاتے ہوئے فرماتا ہے

لحریطہ ثمن النّس قبلہم ولا جان
فباى آلاء ربکما تکنان۔
حوروں کو ان سے پہلے کسی انسان
اور جن نے ہاتھ نہیں لگایا، پس
رب کی کون کون سی نعمتوں کا
انکار کر دے گے۔
(الدّجن ۵۶-۵۷)

نعمتہائے بہشت اور عذاب و دوزخ | حق تعالیٰ نے بہشت میں حورو و قصور، انہار
کے بارہ میں مبتدعین کے نظریات | و اشجار، اور اطعمہ و اشربہ کی اہل بہشت کے
لئے اور دوزخ میں زقوم اور جمیم سلاسل و اغلال اور گوناگوں عذابوں کی جہنمیوں
کے لئے خبر دی ہے، یہ سب حق ہے۔

منصور یہ، نزاریہ، قرامطہ، جناحیہ، کالمیہ، باطنیہ، خطابیہ، نزاریہ، ذمیہ، میمونہ،
خلیفیہ، مقتنیہ فرقے بہشت اور دوزخ کی مذکورہ چیزوں کا انکار کرتے ہیں،
مشرک کا خلود فی النار | مشترک ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس پر امت کا اجماع ہے،
مسلمانوں کے بہتر فرقوں میں اہل شرک کے سوا جو لوگ سودا اعتقاد کی وجہ سے دوزخ میں
پڑیں گے، اور مدت مدید تک وہیں سزا پائیں گے، مگر آخر کار دوزخ سے نکالے جائیں
گے، اور بہشت میں داخل ہوں گے، ان کے لئے خلود فی النار نہیں ہے،
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا
یرہ۔ (الزلزال ۷)
جو شخص ایک ذرہ کے قدر نیکی کرتا
ہے، اسے پالے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توحید اور اقرار رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
بہترین نیکی ہے، اس کا ضرور ثواب ملنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے۔

يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ
وَنُورٌ حَبِطَ مِنْ خُذُلٍ مَنْ
إِيمَانٍ -

جہنم سے وہ شخص نکالا جائے گا، جو
اللہ کی وحدانیت کا قائل ہے، اور اس
کے دل میں رائی کے دانہ کے قدر
ایمان ہے۔

اثنا عشریہ شیعہ کہتے ہیں مسلمانوں کے تمام فرقے اثنا عشریہ کے سوا ہمیشہ دوزخ
میں رہیں گے، اثنا عشریہ میں سے ایک شخص صاحب تقویم کہتا ہے، شیعوں میں بہتر فرقے
ہیں، ان میں اثنا عشری نجات یافتہ ہیں، دوسرے دوزخ میں عذاب دیئے جائیں گے،
اور پھر بہشت میں جائیں گے، شیعوں کے علاوہ بتنا اسلامی فرقے ہیں، سب ہمیشہ جہنم میں
رہیں گے، انتہی۔

ابن مظہر علی شریعہ تجرید میں کہتا ہے، امامیہ کے سوا اسلامی فرقوں کے بارہ میں امامیہ
کے تین قول ہیں۔

۱۔ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ۲۔ بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔
۳۔ عدم کفر کی وجہ سے جہنم سے باہر آجائیں گے، اور عدم ایمان کی وجہ سے بہشت
میں بھی نہ جائیں گے، بلکہ اعراف میں رہیں گے، اس کے برعکس شیعہ روایت ملاحظہ فرمائیے
ابن بابویہ ابن عباسؓ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے کہ فرمایا:۔
والذی یبغضنی لا یجذبہ إلی النار
موجباً أبداً -
مجھے اللہ کی قسم ہے، کسی موحّد کو کبھی
جہنم میں سزا نہ دی جائیگی۔

کلینی صحیح سند سے روایت کرتا ہے۔
عن زرارة عن أبي عبد الله قلت
أما أيت من حباب وصلی و

زرارة، امام ابو عبد اللہ سے پوچھتا
ہے کہ جو شخص روزہ رکھے، نماز

۱۔ الموضحة ۲۱۲ کلینی میں ہے ابو جعفر نے کہا یہ است بہتر فرقے ہوں گی، ان میں تیرہ فرقے ہماری محبت اور ولایت کے مدعی ہونگے
ان میں بارہ جہنمی ہیں، اور ایک فرقہ بہشت میں اور باقی ساٹھ فرقے جہنم رسید ہوں گے انتہی۔

پڑھے، اور محارم سے بچے پر ہینر گار
مگر اس نے امام کو نہ پہچانا، اور
اس کے مقابلہ میں کھڑا نہ ہوا، فرمایا اللہ
تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے جنت میں
داخل کرے گا۔

اجتنب عن المحارم وحسن
ورعه مہن لایحرف ولا
ینصب۔ قال ان اللہ یدخلہ
الجنت برحمتہ۔

یہ حدیث شیعہ کے نظریہ کی تردید کرتی ہے۔

کیا انسان اپنے مؤمن | اپنے ایمان کا دعویٰ قطعی طور پر کرنا چاہیے، اور کہنا چاہیے
ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ | میں اللہ کے فضل سے مؤمن ہوں۔" یا یوں کہے ہیں انشاء اللہ
مؤمن ہوں، ہاں غاتمہ کی نکر کرنی چاہیے، اس سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے،
ارشاد ہے:-

اللہ کے داؤ سے خاسر قوم ہی بے
خوف ہوتی ہے۔

فلا یامن مکر اللہ الا القوم
الخاسرون (الاعراف ۹۹)
صحیح حدیث میں آتا ہے:-

بعض وہ ہیں جو مؤمن پیدا ہوتے
ہیں، ایمان پر زندہ رہتے ہیں، اور
کفر پر مرتے ہیں، بعض کافروں کے
ہاں پیدا ہوتے ہیں، کفر پر زندگی بسر
کرتے ہیں۔ اور مؤمن ہو کر مرتے
ہیں۔

منہم من یولد مؤمناً
ویحیی مؤمناً ویموت کافراً
ومنہم من یولد کافراً ویحیی
کافراً ویموت مؤمناً۔

اس معنی میں اگر یوں کہے میں انشاء اللہ مؤمن ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
ناامیدی از رحمت خدا کفر ہے | اللہ کی رحمت سے ناامیدی اور یقین کر لینا کہ اللہ تعالیٰ
میرے گناہ نہیں بخشنے گا، کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سہ جامع ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۲۴ باب الامر بالعزیز۔

انہ لا یبئس من رادح اللہ الا
القوم الکافرون (یوسف ۸۷)
اللہ کی رحمت سے کافر قوم کے سوا
کوئی بھی ناامید نہیں ہے۔

اسی طرح خدا کے عذاب سے بے خوف ہو جانا اور قطعی سمجھنا کہ مجھ سے گناہوں
کا مؤاخذہ نہ ہوگا، مجھے یقیناً بخش دیا جائیگا، یہ بھی کفر ہے کہ اس سے آیات و عیدہ کا انکار
اور گناہوں کا استحلال لازم آتا ہے، اور یہ کفر ہے،

رضی امیر المؤمنین سے نہج البلاغۃ میں روایت کرتا ہے۔

لا تا من علی خیر ہذا
الامۃ عذاب اللہ -
اس امت کے خیر پر اللہ کے
عذاب سے بے خطر نہ ہو، کیونکہ

لقول اللہ تعالیٰ - فلا یأس من مکد
اللہ الا القوم الخاسرون (الاعراف ۹۹)
ولا تأس سر ہذا الامۃ من
روح اللہ لقولہ سبحانہ اندکایاأس
من روح اللہ الا القوم الکفرون
(یوسف ۸۷)
وہ فرماتا ہے، اللہ کے داؤ سے خاسر
قوم بے خطر ہوتی ہے، اور اس
امت کے شر پر اللہ کی رحمت سے
ناامید نہ ہو، وہ فرماتا ہے، اللہ کی
رحمت سے کافر قوم ہی ناامید
ہوتی ہے۔

شیعہ کی صحیح ترین کتاب میں اس روایت کے باوجود امامینہ کہتے ہیں جس نے
علی کے ساتھ نسبت کر لی چاہے وہ اللہ کی نافرمانی کبیرہ یا صغیرہ کرتا ہے، معذب نہ
ہوگا، اور جس نے نسبت حاصل نہ کی چاہے مطیع خدا ہو، معذب ہے، اور ابدی جہنمی۔
اس عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا انکار لازم آتا ہے۔

من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرک
جو ایک ذرہ بھرنکی کرتا ہے، اسے

اسے بلکہ کسی بھی امام سے نسبت حاصل کرے معذب نہ ہوگا، چاہے وہ ظالم و بدکردار کیوں نہ ہو، دیکھئے اصول کافی

باب من دان اللہ بغیر امام من ۱۹۱۔
جیسا کہ اصول کافی ص ۱۹۱ میں ابو جعفر سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو مسلمان قوم اعمال
میں نیک اور متقی ہے، مگر جابر امام کو مانتی ہے اس کو عذاب دیا جائے گا، اور جو مسلمان قوم ظالم اور گنہگار ہے، مگر
امام عادل کو مانتی ہے، موافق کر دوں گا، انتہی۔

ومن یعمل مثقال ذرة شرا
یراه۔
دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرتا ہے،
اسے بھی دیکھ لے گا۔ (الزلزال، ۱۸۰)

نیز یہ قول ان کے پہلے قول کے مطیع کو ثواب دینا اور نافرمان کو عذاب کرنا خدا پر واجب ہے۔ کے معارض و متضاد ہے۔

اور اس قول سے تمام شریعت کا انکار لازم آتا ہے، فرائض ہوں یا واجبات سنن ہوں یا مستحبات، محرمات ہوں یا مکروہات اس لئے کہ جو محبت علی نہیں رکھتا وہ کافر ہے، اور ابدی جہنمی تو اس کے لئے اور ابر و نواہی کا کیا فائدہ؟ اور جو اثنا عشری مومن ہے، چاہے فرائض و واجبات کا تارک ہے، اور محرمات کا ارتکاب کرتا ہے، اس حد تک کہ اپنے باپ کا قاتل ہو، اور ہمیشہ ماں کے ساتھ مجامعت کرتا رہا ہو، اپنے بیٹے سے نواطت کرے، اس پر کوئی حرج نہیں، اسے عذاب نہ ہوگا۔

یہ لوگ اپنے اس قول کی دلیل میں چند آثار بھی پیش کرتے ہیں۔

(۱) سادۃ ابن یابویہ القتی
عن مفضل بن عمرو قال
قلت لابی عبد اللہ بما
صار علی تقسیم الجنة والنار
قال حبہ ایمان وبغضہ کفر
وانما خلقت الجنة لاهل
الایمان والنار لاهل الکفر
فہو تقسیم الجنة والنار لایدخل الجنة الا بمو
ولا یدخل النار الا مبغضوہ۔
ابن بابویہ قمی مفضل بن عمر سے
روایت کرتا ہے، میں نے ابو عبد اللہ
سے کہا علیؑ جنت اور جہنم کے قاسم
کیسے ٹھہرے، فرمایا اس کی محبت
ایمان ہے، اور بغض کفر، جنت اہل
ایمان کے لئے پیدا کی گئی ہے، اور
دوزخ کافروں کے لئے، لہذا علیؑ
جنت اور جہنم کے تقسیم میں اتنے محب بہشت میں اور انکے ساتھ
دشمنی رکھتے دئے جہنم میں داخل ہوں گے۔

(۲) سادۃ ایضا عن ابن
عباس قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جاءنی
نیر ابن عباس سے مروی ہے،
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میرے پاس جبریلؑ خوش و خرم آئے،

جبریل و هو قراح مستبشر
فقال یا محمد ان الله الاعلى
یفاء لك السلام وقال محمد
نبی ورحمة وعلی لا ا عذاب
من والاه وان عصافی ولا
اراحه من عاداه وان
اطاعنی۔

(۳) وروای ابن المعلم الملقب
عندهم بالمفید فی کتاب
المعراج ان الله تعالی قال
یا محمد لو ان عبدی عبد فی
حتی یصیر کالشئ البالی
اتانی جا حدا بولایة محمد
وعلی وفاطمة والحسن
والحسین ما اسکنه فی
جنتی۔

اور کہا اے محمد! اللہ عظیم آپ کو سلام
کہتا ہے، اور فرمایا محمد نبی ہے، اور رحمت
اور علی کے ساتھ دوستی رکھنے والے
کو میں عذاب نہ دوں گا، اگرچہ میری
نافرمانی کرے، اور اس سے دشمنی رکھنے
والے پر رحمت نہ کروں گا، اگرچہ وہ
میری اطاعت کرے،

ابن معلم جس کا ان کے ہاں شیخ
مفید لقب ہے، کتاب المعراج میں
روایت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کہا
اے محمد اگر کوئی بندہ میری عبادت کرے،
اور سوکھ کر پرانی مشک کی طرح ہو جائے،
اور وہ ولایت محمد، علی، فاطمہ، حسن و
حسین کا انکار کر کے میرے پاس آئے
میں اسے اپنے بہشت میں جگہ نہ
دوں گا۔

امامیہ کا سردار اور ان کا بہت بڑا عالم حسن بن کبش ان روایات کے معارض اور
ان کو باطل قرار دینے والی ایک روایت لاتا ہے،

عن ابی ذر قال نظر النبی صلی
اللہ علیہ وسلم الی علی بن ابی
طالب فقال هذا خیر الاولین
وخیر الاخرین من اهل
السموات والارضین هذا

ابو ذر جیسے مروی ہے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن طالب کی
طرف دیکھا، اور فرمایا یہ آسمان وزمین
کے باشندے اولین و آخرین سے
افضل ہے، صدیقین اور وصیین کا سردار

سید الصديقين وسيد الوحيين
وامام المتقين وقائد الغر المحجلين
اذا كان يوم القيامة كان على
نوق من نياق الجنة قد
اضاءت القيامة من جنودها
على رأسه تاج موصع من
الذبيجد والياقوت فيقول
الملئكة هذا ملك مقرب
يقول النبيون هذا نبي مرسل
فنادى منادى من تحت
العرش هذا الصديق الاكبر
هذا وصي حبيب الله على
بن ابي طالب فيقف على متن
جهنم فيخرج منها من يحب ويدخل
فيها من يبغض ويبقى ابواب الجنة
فيدخل فيها من يشاء بتقدير حساب۔

ہے، اور متقین کا امام ہاتھ پاؤں اور
چہرے جن کے سفید ہوں گے ان کا
قائد ہے، قیامت کے دن بہشت کی
اونٹنی پر سوار ہوگا، قیامت اس کی
روشنی سے روشن ہو جائے گی، اس
کے سر پر زبرجد اور یاقوت سے مرصع
ایک تاج ہوگا، فرشتے کہیں گے،
یہ کوئی ملک مقرب ہے، نبی کہیں گے
یہ کوئی نبی مرسل ہے، عرش کے نیچے
سے ندا آئے گی، ”یہ صدیق اکبر ہے“، اللہ
کے حبیب کا وصی یعنی علی بن ابی طالب
جہنم کے اوپر کھڑا ہو جائے گا، اور اپنے
محبوں کو نکالے گا، اور دشمنوں کو اس
میں داخل کرے گا۔ بہشت کے دروازوں
پر آکر جسے چاہے گا داخل
کرے گا۔

یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ بعض گناہ گار مومن دوزخ میں جائیں گے، اور
بعد ازاں انہیں دوزخ سے نکالا جائے گا، اور بہشت میں داخل ہوں گے،
اگر یہ لوگ محب علی حقے، تو دوزخ میں کیوں گئے؟ اور اگر محب علی نہ تھے، تو بہشت
میں کیوں داخل ہوئے؟ اسی طرح ابن بابویہ وغیرہ جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں،
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال ان عبد امکت في النار
سبعين خريفا وخريف
نہی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہے، آپ نے فرمایا ایک بندہ جہنم میں
ستر خریف رہے گا، ایک خریف ستر

سبعون سنة قال ثم اتى
سأل الله بحق محمد وآله
ان يرحمه فاخرجه من
النار وعقاله۔

سال کا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے بحق محمد و
آل محمد سوال کرے گا کہ اے اللہ مجھ
پر رحم فرما اللہ سے جہنم سے نکال
دے گا اور اس کے گناہ معاف کر
دے گا۔

اگر یہ دوزخ میں جانے والا شخص محب علی تھا تو پچاس ہزار سال جہنم میں کیوں
رہا، اگر علی سے بغض رکھنے والا تھا، تو پھر بہشت میں اس کا داخلہ کیوں ہوا؟ بہر صورت
ان کا عقیدہ باطل ثابت ہوا، ان الباطل کان زہوقا۔

مسئلہ تنازع ارواح | تنازع ارواح باطل ہے، منصور یہ، مفضلیہ، میمونہ، خلیفہ،
مقنعبہ، جنابیر، زاریہ، قرامطیہ، اس کے قائل ہیں۔

جو مر گیا قیامت سے پہلے وہ اس دنیا میں رجوع نہیں کرے گا، اس کے برعکس
امامیہ کا مسلک ہے کہ علیؑ اور ان کے دشمن دنیا میں آئیں گے، اور دشمنوں کو اس دنیا
میں سزا دی جائے گی، یہ نظریہ باطل ہے، اس لئے کہ دنیا دارِ عمل ہے، دارِ جزا نہیں،
جابر جعفری جو کہ قدامت و افضل سے ہے کہتا ہے کہ علیؑ واپس دنیا میں آئیں گے، اور
آپ ہی دابة الارض کے مصداق ہیں، جو کہ قرآن میں واقع ہے،
امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جابر جعفری کذاب اور وضاع شخص تھا،
افضلیت انبیاء بر ملائکہ | کوئی دلی پیغمبروں کے ادنیٰ درجہ تک نہیں پہنچ سکتا
جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الله اصطفى ادم و
نوحا و آل ابراهيم و آل عمران
على العالمين۔ آل عمران ۳۳

اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم
اور آل عمران کو جہان والوں پر
انتخاب فرمایا۔

۱۔ اصل نسخہ میں جعفر جعفری ہے جو کہ کتابت کی غلطی ہے صحیح جابر جعفری ہے۔

اَل ابراہیم، اَل عمران سے مراد انبیاء ہیں (اس آیت سے انبیاء کی فرشتوں پر
افضلیت ثابت ہوئی) علماء کہتے ہیں کہ اولیا اور زہاد و مؤمنین عوام ملائکہ سے افضل ہیں،
مگر قاصد ملائکہ سے افضل نہیں ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو
انسانوں کے لئے پیدا کیا ہے، نہ کہ فرشتوں کے لئے اس بارہ میں فقیر کو کوئی دلیل نہ
مل سکی جس سے اولیا و مؤمنین کی عوام ملائکہ پر افضلیت ثابت کی جا سکے۔
اخذ میثاق از اولاد آدم | آدم علیہ السلام کی پشت سے اولاد آدم کا نکالنا اور ان سے توحید
و انرا نبیاء علیہم السلام باری پر عہد لینا اور پیغمبروں سے الگ میثاق لینا حق ہے کہ
تم نے تبلیغ دین الہی سرانجام دینا ہے، اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنا ہے۔
روح و قلم | روح و قلم حق ہے، لوح میں جو کچھ مسطور ہے سب حق ہے، جو ہونا ہے
اس کا فیصلہ ہو چکا۔

ایصال ثواب | زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے دعا، اور صدقہ و خیرات کا ایصال
مفید ہے، اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اور وہی حاجات پوری کرتا ہے۔
علامات قیامت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن علامات قیامت کا ذکر فرمایا ہے،
سب حق ہیں، جیسے خروج و جہاں۔ وابتہ الارض۔ خروج یا جوج ماجوج، نزول عیسیٰ علیہ السلام
طلوع آفتاب از مغرب، تین خسف، ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، اور ایک جزیرہ عرب
میں انسانوں کے نامہ اعمال نکھتے والے فرشتے حق ہیں، ملک الموت، کا قبض ارواح پر۔
کنٹرول بھی حق ہے، معتزلہ کراما کا تبیین کا انکار کرتے ہیں، احمد جمہیر ملک الموت کے
انکاری ہیں۔

ہمارے دلائل یہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

حتی اذا جاء احداکم الموت
توفتہ راسلتنا و ہمد لا
یفراطون (الانعام ۶۱)

جب تمہاری موت کا وقت آجائیکا
ہمارے بھیجے ہوئے جان لین گے،
اور وہ کمی نہیں کرتے۔

ملہ متن میں معنوں کا بیان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو ان کیسے پیدا کیا، کوئی لفظ کتابت سے روکیا ہے واللہ اعلم۔

نیز فرمایا۔

کداماً کاتبین یعلمون ما تفعلون (الانفطار، ۱۱-۱۲) باعزت مکھنے والے فرشتے تم جو کچھ کرتے ہو جانتے ہیں۔

آسمانوں کا پھٹنا، ستاروں کا تباہ ہونا، اور آسمانوں کا بجلی کی مانند لپٹنا، پہاڑوں کا روئی کی طرح اڑنا، زمین کا ورازد ہونا۔ جو کچھ زمین میں ہے، اس کا باہر پھینکنا، خزاں ہیں یا اموات، تین بار صورت پھونکنا۔ واحد قہاد حق تعالیٰ کے سوا سب چیزوں کا باقی نہ رہنا، اور ان کا فنا ہونا حق ہے، اسی طرح وہ تمام چیزیں حق ہیں جن پر کتاب و سنت ناطق ہے۔

کفار فلاسفہ کی روش اپنا کر نفوس شرعیہ کی تاویل کرنا کفر ہے، اور باطل۔ نعوذ باللہ منہا۔

تیسرا مقالہ

بحث امامت

اس مسئلہ کو زوافض اصول عقائد سے شمار کرتے ہیں، اور اس لئے وہ خود کو امام مہمہ کہتے ہیں، مگر اہل سنت اسے ایک فرعی مسئلہ قرار دیتے ہیں، پہلے لفظ امام کا معنی متعین ہو جانا چاہیے، تاکہ محل نزاع واضح ہو جائے۔

اہل سنت کے نزدیک امام اس شخص کو کہتے ہیں جو انسانوں پر مسلط ہو جائے، لوگوں کی خوشی و رضا سے یا قہر و غلبہ سے یہ بدیہی بات ہے کہ انسانوں کے معاشی اور اخروی معاملات کی اصلاح امیر کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے بغیر تمام نظام تباہ ہو جائے گا، حدود قائم کرنا، سرحدوں کی حفاظت، ظالم سے مظلوم کے لئے انصاف حاصل کرنا، ملکی و فاع، اور علاء کلمۃ اللہ کے لئے لشکر اسلام تیار رکھنا، اور مخلوق کے حقوق کا تحفظ کرنا سربراہ مملکت کی ذمہ داری ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی صریح نصوص اور اجماع امت والی ہے کہ اولوالامر کی اطاعت واجب ہے، اور ان کی نافرمانی موجب فساد ہے۔ اور اس کی سزا قتل اور قید کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول واولی الامر
منکم (النساء ۵۹)

اے ایمان قبول کرنے والو! اللہ
کی اطاعت کرو، رسول (اور حکومت
والوں کی اطاعت کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
اسمعوا ولو کان عبدا حبشیا
کان رأیہ من بیعتہ۔

سنو چاہے تمہارا امیر حبشی بد
شکل غلام ہی کیوں نہ ہو۔

اس بارہ میں بہت احادیث وارد ہیں، نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
قاتلوا الذی تبغی حتی تفیئ

جو بغاوت کرے، اس کے ساتھ

الی اموالہ (الحجرات ۹) لڑو۔ تا آنکہ اللہ کے حکم میں آجائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اذا بویع الخلیفتان فاقتلوا
جب دو خلیفوں سے بیعت کی
جائے، تو پہلے کو قتل کر دو۔

امت کا اجماع بھی اس پر واقع ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کو سب سے پہلے امام مقرر کرنے میں مشغول ہوئے، اس وقت سے آج تک مسلمانوں کا یہی نظریہ رہا ہے، کہ بادشاہ عادل یا ظالم قائم کرنے سے کوئی وقت خالی نہ چھوڑا ہے، جیسا کہ شام، روم، ہند، ایران میں کہ کبھی بھی یہ علاقے بادشاہ سے خالی نہ رہے، ایران جو کہ روافض کا گڑھ ہے، بھی بادشاہ کے تعین سے خالی نہیں رہا، اس حد تک اہل سنت اور امامیہ کے مابین اتفاق ہے۔

مسئلہ امامت میں اہل سنت | اہل سنت مذکورہ عقلی اور نقلی دلائل کی وجہ سے
وامامیہ میں وجہ اختلاف | کہتے ہیں کہ امام مقرر کرنا بندوں پر واجب ہے،

بلکہ اہم واجبات سے ہے۔ کیونکہ بہت سے دیگر واجبات اس پر موقوف ہیں، خدا تعالیٰ پر واجب نہیں کہ وہ امام مقرر کرے، کیونکہ اس پر کوئی بھی چیز واجب نہیں ہے، امامیہ کہتے ہیں، اصلح اور الطیف کام اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، ان کے اس نظریہ سے لازم آتا ہے کہ امام یعنی بادشاہ مقرر کرنا بھی خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ہے، مگر انہوں نے امامت کا معنی بگاڑ کر ایک نیا معنی ایجاد کر لیا ہے، اس لئے وہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کو بادشاہ بنانے کو واجب نہیں کہتے ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک | اہل سنت امام (سربراہ مملکت) مقرر کرنا بندوں کی ذمہ
امام بننے کی شرطیں | داری قرار دیتے ہیں، وہ امام کے لئے چند شرطوں کے
قائل ہیں۔

۱۔ وہ مسلمان ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

۲۔ صحیح مسلم باب اذا بویع الخلیفین ص ۱۲۸ ج ۲۔

لن يجعل الله للكافرين على
المؤمنين سبيلا (النساء ۱۳۱)

اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں پر

کافروں کے لئے کوئی سبیل نہیں بنائی

اس وجہ سے مؤمن کے خلاف کافر کی گواہی قابل سماعت نہیں ہے،

۲۔ مرد ہو، اس لئے کہ امارت کے اکثر معاملات عقل کامل اور دافر بہادری

کے بغیر انجام نہیں پاسکتے، اور یہ دونوں چیزیں عورتوں میں مفقود ہیں۔

۳۔ آزاد ہو۔ (۱۴)۔ عقلمند ہو۔ (۵) بالغ ہو کہ ان صفات کے بغیر تو اسے اپنے آپ

پر بھی ولایت حاصل نہیں ہے، ولایت عامہ کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

۴۔ صاحب عدالت ہو، کیونکہ فاسق شہادت کا اہل نہیں ہے، ولایت امیر

ولایت شہادت سے بڑھ کر ہے،

۱۵۔ قریشی ہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

الائمة من قریش۔ امام قریش میں سے ہوں گے

عدالت اور قریشی ہونے کی شرطیں حالت اختیار کی ہیں، دیدہ دانستہ اگر غیر عادل

یا غیر قریشی کو امام بنایا گیا تو گناہ ہوگا، امامت ثابت ہو جائے گی، اس کے خلاف خروج

اور بغاوت جائز نہ ہوگا، اگر فاسق یا غیر قریشی خود مسلط ہو جائے، تو عوام الناس پر اس

کی اطاعت فرض ہے، اس کے خلاف بغاوت حرام ہے، ہاں وہ خود گنہگار ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی

اطيعوا الله واطيعوا الرسول

اور تم میں سے حکومت پر فائز ہونے

والی الامر منکد۔

والوں کی۔

(النساء ۵۹)

غیر مسلم بزور مسلط ہو جائے، تو مسلمانوں پر اس کی اطاعت واجب نہیں ہے،

اس کے خلاف بغاوت جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کے ساتھ

۱۵۔ التاریخ الکبیر للامام بخاری بروایت انس و مسند احمد بروایت ابو ہریرۃ طاہر بکر صدیق رحمہ اللہ فتح الباری ج ۲ ص ۵۹۹ اس حدیث

کامتنی صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث میں موجود ہے دیکھئے صحیح بخاری ص ۱ باب الامر من قریش۔

منکم کی قید لگائی ہے، یعنی وہ تم میں سے ہو۔
نیز فرمایا،۔

لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا (النساء ۱۲۱)

اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں پر کافروں کو اختیار نہیں دیا۔

عورت یا غلام مسلط ہو جائیں، تو ان کی اطاعت کرنا واجب ہے، کیونکہ اولی الامر منکم ان کو بھی شامل ہے، نیز حدیث میں ہے،۔

اسمعوا واطيعوا ولو كان عبدا حبشيا كان رأسه بيبة۔
سنو اور اطاعت کرو، چاہے امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے واضح ہو گیا کہ امامت میں اسلام کے سوا اور کوئی شرط لازمی نہیں ہے۔ اسلام و خلافت معاویہؓ | حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کیا، یہ ایک دلیل ہے اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت حسنؓ، حضرت معاویہؓ کو مسلمان سمجھتے تھے، کیونکہ کافر بادشاہ کی اطاعت جائز نہیں ہے، حضرت حسنؓ کا معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کرنا اس بنا پر نہ تھا کہ ان کے ساتھی تھوڑے تھے، مہاجرین اور انصار کی جماعت کثیرہ ان کے ساتھ تھی، ان کے دوست جنگ کے ولادہ تھے، اور صلح کو پسند نہیں کر رہے تھے۔

جیسا کہ مرتضیٰ پیشوائے شیعہ اور صاحب فصول جو کہ امامیہ شیعہ سے تھا، روایت کرتے ہیں، کہ حسنؓ بن علیؓ نے اپنے خطبہ میں کہا کہ معاویہؓ کے ساتھ خلافت کی نزاع میں حق پر ہیں تھا، نہ کہ وہ میں صلح میں اہل بیت کی اصلاح اور فتنوں کا خاتمہ دیکھ رہا ہوں، تم نے میرے ساتھ اس بات پر بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو گے، اور جس سے میں جنگ کروں، اس سے جنگ کرو گے، میں مسلمانوں کی خوشی

۱۔ صحیح بخاری باب السمع والطاعة للامام مطلق معصية جلد ۱ ص ۱۰۵۔
۲۔ اردو منہ من الکافی الکلیتی منہ ۲۳ میں ہے من ابی جعفر قال اللہ الذی منعه الحسن بن علی من کان خیرا لہ الامۃ ما طلعت الشمس الخ۔ امام جعفرؓ فرماتے ہیں حضرت حسنؓ نے جو کچھ کیا تھا، امت کے لئے بہتر تھا، اس سے جس سے ہر سورج طلوع ہوتا ہے۔

سے ان کے خون کی حفاظت بہتر سمجھتا ہوں، صلح سے تمہاری بہتری مجھے مقصود ہے، اور حضرت حسنؓ کی یہ صلح اللہ کے نزدیک قبول ہوئی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی مدح میں فرمایا تھا۔

ابن ہذا سیداً ولعل اللہ یصلیہ
میرا یہ بیٹا سرور ہے، شاید کہ
اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے
من المسلمین۔
وہ عظیم دھڑوں میں صلح کر لے گا۔

اس صلح سے حضرت معاویہؓ کا اسلام اور ان کی عدالت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اپنی مرضی اور شوق سے بلا اجبار احمدی کس حضرت حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی، گو کہ انہوں نے یہ صلح مسلمانوں میں خون ریزی بند کرنے کے لئے کی تھی، ہاں اس سے حضرت معاویہؓ کی دوسروں پر افضلیت ثابت نہیں کیونکہ ان کی خلافت خلفاء اربعہ کی خلافت کی طرح اہل حل و عقد کے اجتہاد اور مشورہ سے نہیں ہوئی تھی،

امامیہ کے نزدیک | امامیہ اس شخص کو امام کہتے ہیں جو جھوٹے، بڑے گناہوں اور
امام کا تصور، | خطا و غلطی سے نبی کی طرح معصوم ہو۔ اور محدث ہو گا،
جبکہ اس کی آنکھ کے سامنے ہوئے بغیر فرشتہ نے اس کے ساتھ بات کی، اور خدا
کا پیغام اس کو دیا، مخلوق پر اس کی اطاعت پیغمبر کی اطاعت کی طرح واجب ہے
کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا، اور دیگر جملہ معاملات دین اس کے سپرد ہوتے ہیں
جو چاہتا ہے کرتا ہے، شریعت میں کوئی تبدیلی کر دے، کسی کو اس کے قول و فعل پر
اعتراض کرنے کی طاقت نہ ہے، اس کے حکم کے بعد کسی کو اپنا اختیار نہیں رہتا، امام
کے لئے دعویٰ امامت اور معجزہ ظاہر کرنا، اور پیغمبر یا پہلے امام کی صریح نص
اس کی امامت پر شرط قرار دیتے ہیں۔

امامیہ کے تصور امام کی تغلیط | اس قسم کا عظیم منصب جو کہ نبوت کے مثل یا اس کے قریب قریب ہے، بلکہ نبوت سے بھی اونچا کیونکہ روافض کے ہاں ان کے امام انبیاء سے افضل ہیں، سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل العزم رسولوں کے۔ اگر اس منصب کا وجود مان لیا جائے، اور یہ بھی کہ دعویٰ امامت، شہادت معجزہ اور صریح نص کے بغیر اس کا ثبوت نہیں ہوتا، کیونکہ تقیہ اور اخفا تو ان کے منافی ہے، تو ایسی صورت میں نصب امام متواتر قرار پائے گا، جیسا کہ امامیہ نے تواتر کا دعویٰ بھی کیا ہے، حالانکہ تواتر ثابت نہیں ہوا، کیونکہ بہتر فرقے اس کا انکار کرتے ہیں، تحقق تواتر کجا روایات امامیہ درجہ صحت تک بھی نہیں پہنچتیں، بلکہ ان کی روایات میں باہم ایسا اختلاف و تضاد ہے کہ ان کے مابین تطبیق محال ہے، اس لئے خود امامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئے، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ دعویٰ امامت، اظہار معجزہ اور نص صریح موجود نہیں ہے، جو کچھ اس سلسلہ میں پیش کرتے ہیں اسب روافض کا جھوٹ اور افترا کا پلندہ ہے، ان احمقوں کے زعم کے سوا ان کے پیش کردہ معنی میں وجود امام ہوا ہی نہیں ہے۔

نصب امام پر امامیہ | جن دلائل کی رو سے ہم امام یعنی بادشاہ جو کہ ملکی نظم و کے دلائل کی حقیقت | نسق کا ذمہ دار ہوتا ہے، کے مقرر کرنے کو واجب کہتے ہیں، انہیں دلائل سے امامیہ استدلال کرتے ہیں کہ امام مقرر کرنا مخلوق پر مہربانی ہے، اور لطف و اصلح خدا تعالیٰ پر واجب ہے، لہذا نصب امام اس پر واجب یہ استدلال بہ چند وجوہ باطل ہے۔

اولاً۔ اس لئے کہ اصلح و لطیف اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔

ثانیاً۔ اس لئے کہ امام اگر بادشاہ کے معنی میں ہے، جو ملکی نظام چلاتا ہے، تو واقعی اصلح ہے، جو بادشاہ یا امام پر شیعہ رہتا ہو اور کسی قسم کے تصرف سے عاجز ہو، وہ نہ تو بادشاہ کہلاتا ہے، اور نہ ہی اس کا وجود متضمن مصالح ہے، اگر اس

کے وجود میں کسی دیگر مصلحت کا تذکرہ کریں، تو یہ مصالح تو تہہ ہونے لگیں، جو ایک بادشاہ کے نصب میں تھیں، ان سے استدلال کرنا باطل ٹھہرا، ہاں وہ مصالح پیش فرمائیں، جو پوشیدہ اور عاجز قسم کے امام مقرر کرنے میں ہیں، تاکہ ان کے قبول و رد کی بحث کی جا سکے۔

اگر کوئی کہے ائمہ کے وجود میں بھی وہی مصالح ہیں، جو انبیاء کے وجود میں تھیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ کی دلیل پیش کیجئے، نیز انبیاء کے وجود کی مصلحت تب ہے، جب وہ اظہار فرمائیں، اور مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ ائمہ پر تو تفتیہ کرنا فرض تھا، انہوں نے اظہار امامت فرمایا ہی نہیں، الا نادرا۔ تو انبیاء کے وجود کی سی مصلحت ان میں کہاں؟۔
شتان ما بینہما۔ واللہ اعلم۔

خلافت و امامت میں فرق | اہل سنت کے نقطہ نظر سے امامت کے مفہوم سے آگاہ ہونے کے بعد جانتا چاہیے کہ خلافت، امامت سے اخص ہے، امام کا اطلاق جابر بادشاہ بلکہ ظالم عضو بادشاہ پر بھی ہو سکتا ہے، مگر خلافت کا اطلاق نہیں ہوتا، خلافت بمعنی خلافت نبوت یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد نبوت میں مخلوق کی رہنمائی فرمائی، اور اعلیٰ و کلمۃ اللہ کیا، ترویج شریعت اور علوم دینیہ میں اپنے اوقات صرف کئے، اور کفر کا استیصال اور اس کی بربادی فرمائی، خلیفہ رسول آپ کی نیابت میں انہیں امور کو سرانجام دے، اور اس میں نفس اور شیطان کی دخل اندازی نہ ہونے دے، یہ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس سال تک رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم
یکون ملکاً عضواً۔
میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر
شاہت قائم ہو جائیگی۔

لہ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۵ باب فی الخلافة ابواب الفتن۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق کے بعد ترتیب خلافت اور پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد ازاں چھ ماہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

رافضیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کے امام کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا اہل سنت کے دلائل آیات قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت اور آثار ہیں۔

خلافت خلفاء پر قرآنی آیات

تم میں سے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کئے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلوں کو بنایا، اور ان کے دین کو جسے اللہ نے پسند کیا ہے، تمہیں عطا فرمائے گا، اور ان کے خوف کو اس سے بدل دے گا۔

۱۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیمدللہم من بعد خوفہم امنا۔

(النور ۵۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم میں سے بعض کو زمین پر خلافت عطا کروں گا، جیسا کہ بنی اسرائیل کو خلافت دی تھی، اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں خلف محال ہے، واقع میں خلافت مذکورہ ترتیب سے وقوع پذیر ہوئی ظاہر ہوا کہ اللہ کا وعدہ یہی تھا، اور یہ سب کچھ اس کی رضا سے ہوا۔

اگر کوئی کہے کہ اس آیت استخلاف سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، تو میں کہوں گا

کہ رافضیوں کے زعم میں تو علیؑ اور ان کا گروہ اپنا دین اور عقیدہ تقیہ کرتے ہوئے اپنے مخالفوں کے خوف سے چھپاتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بننے والوں کے بارہ میں تو فرمادیا ہے۔

لیمکن لہم دینہم الذی
ارتضی لہم ولیدلہم من
بعد خوفہم امانا یصدونہ
لا یشرکون بی شیئا۔

ان کے دین کو جسے اللہ تعالیٰ
نے ان کے لئے پسند کیا ہے،
تمکین عطا فرمائے گا، ان کے خوف
کو ضرور امن سے بدل دے گا،
وہ میری عبادت کریں گے، اور
میرے ساتھ کسی کو شریک نہ
بنائیں گے۔

(النور ۵۵)

شیعہ نقطہ نظر سے یہ آیت حضرت علیؑ پر کیسے صادق آسکتی ہے؟

۲۔ قل للمخلفین من الاعراب
ستدعون الی قوم اذلی بائس
شدید یتقاتلونہم وایسلون
فان تطیعوا یؤتکم اللہ
اجرا حسنا وان تتولوا
نحذ بکم عذابا بالیما۔
(الفتح ۱۶)

پیچھے رہنے والے اعراب کو
کیسے تمہیں عنقریب ایک طاقتور قوم
کی طرف بلا یا جائے گا، تم ان سے
لڑو گے، یا وہ مسلمان ہو جائیں گے
اگر تم نے اطاعت کی تمہیں اللہ تعالیٰ
اچھا بدلہ عطا فرمائے گا، اور اگر
اعراض کیا، تو دردناک عذاب دے گا۔

اس داعی سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہے، اور طاقتور قوم سے مراد بنو حنیفہ
میں اس آیت میں داعی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، اس
لئے کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی، غزوہ تبوک کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی جنگ درپیش نہیں ہوئی، جیسا کہ ابوالعاص
بن شریح وغیرہ نے تصریح کی ہے، اور نہ ہی اس داعی سے مراد حضرت علیؓ

ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ طلب اسلام کے لئے حضرت علی کی خلافت میں کفار کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں ہوئی ہے، جو جنگیں ہوئیں وہ امامت کے لئے اور اس کے حقوق کی نگہداشت کیلئے تھیں، یہ بھی احتمال ہے کہ داعی سے مراد حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ ہوں، کیونکہ ان کے وقت میں بھی جہاد کی بہت مہمیں سر ہوئی ہیں۔

تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا، تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ایمان والوں کیلئے نرم اور کافروں پر بھاری ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

۳۔ من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ اذلة علی المؤمنین اعززة علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم۔

(المائدہ ۵۴)

اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند قبائل عرب بنو حنیفہ، بنو اسد، غطفان، اہل بحرین و عمان وغیرہ مرتد ہو گئے تھے، حضرت ابوبکرؓ ہی ان کے خلاف برسر پیکار ہوئے، حضرت ابوبکرؓ کے سوا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے بھی مرتدین کے ساتھ جنگ نہ کی، کہ اس آیت کا محل بن سکے، حضرت علیؓ نے تو اپنے دوستوں سے فرمایا تھا۔

تم اہل قبلہ کے ساتھ لڑائی میں آزمائے گئے ہو۔

ابتلیتم بقتال اہل القبلة۔

ہم اسلام میں داخل اپنے بھائیوں

نیز فرمایا: انا اصحبنا لقاتل اخواننا

فی الاسلام علی ما دخل فیہ
من الذیغ والاعوجاج و
الشبهة والتاویل۔
سے ہی لڑ رہے ہیں، اس لئے کہ
ان میں کجی، ٹیڑھ اور شبہ و تاویل
آگئی ہے۔

اسی وجہ سے حضرت علیؑ نے سب کرنے سے منع فرمادیا تھا جیسا کہ رضی
نے بیح البلاغۃ میں تحریر کیا ہے، نیز حضرت علیؑ کے دوست آیت میں مذکور
صفات سے متصف نہ تھے، حضرت علیؑ ان کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

واللہ نفسی بیداع لیظہرن
ہؤلاء القوم علیکم لیس لانہم
اولی بالحق منکم ولكن لاسراعہم
الی باطل صاحبہم وابطائکم
عن حق ولقد اصبحتم الامم
تخاف ظلم عاتہا واصبحت
اخاف ظلم رعیتی استنقرکم
للجہاد فلم تنفروا و اسمعتکم
فلم تستمعوا ودعوتکم سرا
وجہرا فلم تستجیبوا ونصحت
کم فلم تقبلوا شہود کغیاب
وعبید کا رب اب اتلو علیکم
الحکم فتنفرون منها واعظکم
اعظکم بالموعظة البالغة
فتنفرون عنہا واحشکم
اس ذات کی قسم ہے جس کے
قبضہ میں میری جان ہے، یہ لوگ
تم پر غالب آجائیں گے، اس لئے نہ
کہ یہ تم سے حق کے زیادہ قریب
ہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ اپنے امیر کے
باطل کی طرف تیزی سے چلتے
ہیں، اور تم میرے حق سے سستی کرتے
ہو، قومیں اپنے سربراہوں کی زیادتیوں
سے خائف ہیں مجھے اپنی رعایا کے ظلم
کا خطرہ ہے، میں تمہیں جہاد کے لئے
نکلنے کو کہتا ہوں، تم نہیں نکلتے
تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں تم قبول
نہیں کرتے، تمہارا ہونا نہ ہونے
کے برابر ہے، غلام ہو، مگر آقا کی
طرح تم پر احکام پڑھتا ہوں تم نفرت

۱۵ دیکھئے منہ ۵۲ جلد ۱۔

۱۶ بیح البلاغۃ منہ ۲۲۶ - منہ ۲۲۷ جلد ۱۔

على الجهاد فما اتى على آخر
القول حتى ازاكم متفرقين
ايادى سبا ترجعون الى مجالسكم
وتتخذون عن مواعظكم
اقومكم غداوة وترجعون
الى عشية كظهر الحية
عجز المقوم واعضل المقوم
ايها الشاهدا ابداء جهاد
الغائبة عقو لهم المختلفة
اهواءهم المبتلى بهم امراءهم
صاحبكم يطيع الله وانتم
تصرونه وصاحب اهل
الشام يعصى الله وهم
يطيعونه لوددت والله
ان معاوية لو صادفتي
بكم صرف الدينار
بالدارهم واخذ مني
عشرة منكروا عطا في
راجلا منهم :

کرتے ہو تمہیں وعظ کرتا ہوں، تم
مستغرق ہو جاتے ہو، تمہیں جہاد پر
آمادہ کرتا ہوں، ابھی آخری بات
پر نہیں آتا کہ میں تمہیں بکھرنے والے
پاتا ہوں، تم اپنی مجالس کی طرف
جاتے ہو، اور مواعظ سے ہٹ جاتے
ہو، تمہیں صبح کو سیدھا کرتا ہوں،
اور شام کو سانپ کی پیٹھ کی طرح
لوٹ آتے ہو، سیدھا کرنے والا
عاجز آگیا ہے، اور سیدھا کیا ہونا فرمائی
کرتا ہے، اے وہ لوگو! جن کے بدن
حاضر ہیں، مگر عقل غائب خواہشات
مختلف ان کے امراء ان کے ساتھ
مبتلا ہیں، تمہارا صاحب اللہ کی اطاعت
کرتا ہے، تم اس کی نافرمانی کرتے
ہو، اہل شام کا صاحب اللہ کی نافرمانی
کرتا ہے، اور وہ اس کی اطاعت کرتے
ہیں، قسم خدا ہے، میں پسند کرتا ہوں
اگر معاویہ تم میں سے دس لے لے
اور اپنے میں سے ایک مرد دیدے
تو ایسا سودا کر لوں گا۔

کتب امامیہ میں حضرت علیؑ سے لینے و وستوں کے بارے میں اس قسم
کی کافی روایات ملتی ہیں۔

۱۴۔ مہاجرین کی مدد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

الذین اخرجوا من
ديارهم بغير حق الا ان يقولوا
ربنا الله ولولا دفع الله
الناس بعضهم لبعض لهدمت
صوامع وبيع وصلوات
ومساجد يذكر فيها اسم
الله كثيرا ولينصرن الله
من ينصرة ان الله لقوى
عزيز۔ الذین ان مکنا هم
فی الارض اقاموا الصلوة
واتوا الزکوة وامروا بالمعروف
ونہوا عن المنکر ولله عاقبة
الامور۔

(الحج ۴۰-۴۱)

وہ جن کو ناحق، ان کے گھروں
سے نکال دیا گیا، اس لئے کہ انہوں
نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، اگر اللہ
لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ
دفع نہ کرتا، تو صوامع، بیع، عبادت
گاہیں، اور مساجد گرا دی جاتیں، جن
میں اللہ کا بہت نام لیا جاتا ہے،
جو شخص اللہ کے دین کی مدد کرتا
ہے، اللہ اس کی مدد کرتا ہے، تحقیق
اللہ قوی غالب ہے، وہ لوگ اگر
ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں،
تو نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں،
معروف کا حکم دیں، اور منکر سے
روکیں، اور نتائج امور اللہ کیلئے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مہاجرین کو زمین میں سلطنت
عطا فرمائے، تو وہ فرائض اقامت صلوٰۃ۔ ایثار زکوٰۃ، امر بالمعروف، اور نہی
عن المنکر سرانجام دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں گے، انہیں ناحق ان
کے گھروں سے نکالا گیا ہے، صرف یہی جرم ہے، کہ وہ کہتے ہیں ہمارا پالنے والا ایک
اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کی مدد نہ فرمائیں۔ تو مساجد ویران کر دی جائیں گی۔
بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو قوت عطا فرمائی، کفار کو ان کے ذریعہ دفع
فرمایا، فرائض اقامت صلوٰۃ۔ ایثار زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سر
انجام دیتے رہے، ایسا کیوں نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ تھا۔ ومن اصدق

من اللہ حدیثاً۔ (النساء ۸۷)

چونکہ مہاجرین میں خلفاء اربعہ کے علاوہ کوئی بھی مقام خلافت پر فائز نہ ہوا، اس لئے معلوم ہوا اس آیت میں خلافت سے مراد خلفاء اربعہ کی خلافت ہی ہے۔
اگر خلفاء اربعہ نہ ہوتے دنیا سے مساجد مٹا دی جاتیں، اور دین بکھرا دیا جاتا۔

خلافت خلفاء اربعہ پر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

خلفاء اربعہ کی خلافت پر بے شمار احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتب احادیث میں موجود ہیں ان میں سے چند خواب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیکھے یا بعض صحابہ کرامؓ نے دیکھے، اور ان کی تعبیر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت سے تعبیر فرمائی۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا، نیند میں خود کو ایک کنوین پر پایا، اس پر ڈول تھا میں اشر کی مشیت کے تحت اس سے کھینچا، پھر وہ ڈول ابو بکرؓ بنے لیا، انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے، ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی، خدا معاف فرمائے، پھر وہ بڑا ڈول بن گیا، اسے عمر بن الخطابؓ نے لیا، میں نے کوئی طاقت ور جوان نہیں دیکھا، جس نے اس کی طرح ڈول کھینچے ہوں

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول بیانا انا ناظر
رأیتنی علی قلب علیہا دلو
فنزعت منها ما شاء اللہ
ثم اخذ ابن ابی قحافة تنزع
بہا ذنوباً وذنوبین و
نزعہ واللہ یعرف لہ ضعف
ثم استحال غریبا فاخذہ
ابن الخطاب فلم اربع بقایا
من الناس مینزع نزع
عمر بن الخطاب حتی

ضارب الناس يعطون

حتی کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو
بٹھالیا۔

۴۔ عن ابن عمر بن نخوة
رواه البخاری ۵
مسلم ۶

حضرت ابن عمرؓ سے بھی اسی
طرح مروی ہے۔ بخاری اور مسلم نے
اسے روایت کیا ہے۔

۴۔ عن جابر بن عبد الله
ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال اريتني الليلة
رجل صالح ان ايا بكر خيط
برسول الله صلى الله عليه وسلم
ونيط عمر باني بكر ونيط عثمان
يعمر قلنا قنا من عند رسول
الله صلى الله عليه وسلم
قلنا اما الرجل الصالح فرسول
الله صلى الله عليه وسلم واما
نوط بعضهم ببعض فهم ولاة
الامر الذي بعثت الله به
نبيه صلى الله عليه وسلم
اخرجه ابوداؤد ۷
والحاكم ۸

جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مجھے رات صبح کی صورت میں
دکھایا گیا، کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باندھے گئے،
اور عمرؓ ابوبکرؓ کے ساتھ اور
عثمانؓ عمرؓ کے ساتھ، جب
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس سے آٹھے تو ہم نے کہا
رجل صالح مراد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہیں، اور بعض کا بعض
کے ساتھ بندھنا دین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
ان کا متولی امر ہونا ہے،
وابوداؤد وحاکم ۸

۵۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۱۹ نیز صحیح البخاری باب نزع الما من البرک کتاب التعمیر جلد ۱ ص ۱۲۱۔

۶۔ باب من قضا علی ابی بکر جلد ۱ ص ۲۴۵۔

۷۔ ابوداؤد باب فی الخفاء ص ۶۳ المستدرک باب فی لاف الشیخہ ثلاثون کتاب معرفة الصحابة ص ۴۔

۴۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رجلا اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال افي رأيت الليلة في المنام ظلة تنطفئ السمن والعسل فاري الناس يتكفون منها فلمستكثروا المستقل واذا سبب واصل من الارض الى السماء فاراك اخذت به فعلوت ثم اخذت به رجل اخر فعلا به ثم اخذ به رجل اخر فعلا به ثم اخذ به رجل اخر فعلا به رجال اخر فا قطع الحديث اخرجه البخاري

۵۔ عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم من رای منکم رؤیا فقال رجل انا رأیت کان میزانا نزل من السماء فوترت انت بائی یکر فرجعت انت بائی بکر ثم وزن ابوبکر وعمر فرجعا ابوبکر ثم وزن عمرو وعثمان

۱۔ جلد ۲ باب من لم یرا رؤیا لاول ما بین کتاب التفسیر ص ۱۳۳۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں نے آج رات نیند ایک سائبان دیکھی اس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، لوگ ہاتھ نیچے کئے ہوئے ہیں کوئی زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم ایک ریزہ زمین سے آسمان تک ہے، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اس کے ذریعہ آسمان پر چڑھ گئے، پھر دوسرے مرد نے اسے پکڑا وہ چڑھ گیا، پھر ایک اور مرد نے وہ بھی چڑھ گیا، پھر دوسروں نے اسے پکڑا مگر وہ ٹوٹ گیا۔ (بخاری)

ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا تم میں سے کسی نے خواب دیکھی ہے، ایک مرد نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے اتری، آپ اور ابوبکر کا وزن کیا گیا، آپ زیادہ ہو گئے، پھر ابوبکر و عمر کا وزن ہوا۔ ابوبکر بھاری ہوئے، پھر عمر و عثمان کا وزن ہوا عمر بھاری ہوئے پھر عثمان کا وزن ہوا عثمان بھاری ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے
میں ناپسندیدگی و کجی نہ تھی
ابوداؤد

سمرۃ بن جندب سے مروی ہے
ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ
میں نے رات دیکھا ایک ڈول
آسمان سے ٹکایا گیا، ابو بکر آیا
اور اس کے کندھے پکڑے، اور
آہستہ پانی پیا، پھر عمر آیا، اس
نے کندھے پکڑے، اور خوب سیر
ہو کر پیا، پھر عثمان آیا، اور خوب سیر ہو کر پیا پھر
علیؓ آیا، اور اس کے کندھے پکڑے، ڈول ہل گیا،
اور اس کے کچھ پھینکے اس پر گرے
(ابوداؤد)

سفینۂ غاوم ام سلمہؓ کہتا
ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب صبح کی نماز پڑھتے تو صحابہؓ
کی طرف متوجہ ہوتے، اور پوچھتے
تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟
ایک مرد نے کہا میں نے یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ ایک ترازو

فرج غم ثم رفع المیزان فرأينا الكراهة
فی وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اخرج الترمذی وابوداؤد۔

۶۔ عن سمرۃ بن جندب ان
رجلا قال یا رسول اللہ افی رأیت
اللیلۃ کان دلوادی من
السماء فجاء ابو بکر فاخذ
بعراقیہا فشرب شربا
ضعیفا ثم جاء عمر فاخذ بعراقیہا
فشرب حتی تضلع ثم جاء عثمان
فاخذ بعراقیہا فشرب حتی
تضلع ثم جاء علی فاخذ بعراقیہا
فانتشط او انتفخ علیہ منها شیء
اخرجہ ابو داؤد۔

۷۔ عن سفینۃ مولیٰ ام سلمۃ
رضی اللہ عنہا قال کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
صلی الصبح ثم اقبل علی اصحابہ
قال ایکم رأى رویا فقال
رجل انا یا رسول اللہ کان میزانا
نزل من السماء فوضعت فی کفۃ

۱۵ ترمذی جلد ۲ باب ما جاء فی رویا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المیزان والدرجات وابوداؤد باب فی الخلقاء ص ۶۳۴

۱۶ ابوداؤد باب فی الخلقاء ص ۶۳۴۔

ووضع ابوبکر فی کفۃ اخری
فرجحت بانی بکرفہا فعت و
نزل ابوبکر مکانک و جئی
بعمر بن الخطاب فوضع فی الکفۃ
الاخری فرجح ابوبکر بعمر ثم
مافع ابوبکر ونزل عمر مکانہما
فجئی بعثمان بن عفان فوضع
فی الکفۃ الاخری فرجح عمر
بعثمان ثم رفع ورفع المیزان
قال فتغیر وجه رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال خلافة
النبوۃ ثلاثون عاما ثم تكون
ملکا۔ اخرجہ المحاکم

کچھ احادیث میں خلفاء اربعہ کی خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں ہیں
۸۔ عن عائشة ؓ قالت اول
حجر حملہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لبناغہ المسجد ثم
حمل ابوبکر ثم حمل عمر حجرا
ثم حمل عثمان حجرا آخر فقلت
یا رسول اللہ الانزی ہولاء کیف

اسمان پر سے اتری آپ ایک ترازو
میں رکھے گئے، اور ابوبکرؓ دوسری
میں، آپ اونچے ہو گئے، اور پھر
ابوبکرؓ آپ کی جگہ آئے، اور عمر
بن الخطاب، دوسرے پڑے ہیں۔
ابوبکرؓ اونچے ہو گئے، ابوبکرؓ اٹھائے
گئے، اور عمرؓ ان کی جگہ آئے، اور
عثمانؓ دوسرے پڑے ہیں آئے،
عمرؓ عثمانؓ پر بھاری ہو گئے، پھر
ترازو اٹھالی گئی، سفینہ کہتا ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ
متغیر ہو گیا اور فرمایا خلافت تیس سال
ہے، پھر شاہت ہوگی، (دعالم)

عائشہؓ فرماتی ہے، پہلا پتھر مسجد
کی عمارت کے لئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا، پھر ابوبکرؓ نے
اٹھایا، پھر عمرؓ نے پتھر اٹھایا، پھر
پھر عثمانؓ نے پتھر اٹھایا، میں
نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ فی کتاب موزنہ الصحابة من المستدرک مسک۔ جلد ۲
لہ المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۹۷ قال ہذا حدیث صحیح

یسعدونک فقال یا عائشة
هو لاء الخلفاء من
بعدی۔

یہ آپ کی گھر طرح ساعت کرتے ہیں
آپ نے فرمایا اے عائشہ یہ میرے
بعد خلیفہ ہوں گے،

اسی سلسلہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کیلئے خلافت
تحریر فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا۔

۹۔ عن عائشة رضی قالت
قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم في مرضه ادعى
لى ابا بكر اباك واخاك
حتى اكتب كتابا فاني
اخاف ان يتمنى متمن او
يقول قابض انا اولى وياي
الله والمؤمنون اكابر
ابا بكر۔

عائشہؓ فرماتی ہے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں
مجھے فرمایا ابو بکرؓ تیرے والد اور
تیرے بھائی کو بلا تا کہ میں کتاب
لکھ دوں، مجھے خطرہ ہے، کوئی
تمنا کرنے والا خواہش کرے،
یا کوئی کہے میں اولی اور حقدار
ہوں، حالانکہ اللہ اور ایمان
والے ابو بکرؓ کے سوا کسی کو پسند
نہیں کریں گے، درنجاری مسلم،

متفق علیہ،
وہ احادیث جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ان کی پیروی
کرنے کا حکم دیا، اور اپنی خصوصیات کے فیصلوں کے لئے ان کی طرف مراجعت
کا حکم دیا، بھی ان کی خلافت حقہ پر دلیل ہیں۔

۱۰۔ عن عائشة رضی قالت
قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لا ينبغي ليقوم فيهم
ابو بكر ان يؤمهم غيره

عائشہؓ فرماتی ہیں، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس
قوم میں ابو بکرؓ موجود ہو کوئی
دوسرا ان کی امامت کرانے

طہ صحیح بخاری ج ۱ باب ما يقال للمؤمن في الصلاة
صحیح مسلم ج ۱ باب فضائل ابی بکرؓ ص ۲۲۳

اخرجہ الترمذی -

غیر مناسب ہے۔ (ترمذی)

۱۱۔ عن عریاض بن ساریۃ مرفوعاً قال علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالتواجذ۔

عریاض بن ساریہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا میری سنت اور خلفاء راشدین ہدایت یافتہ کی سنت کو لازم پکڑو، اور مضبوطی سے قابو رکھو،

رواہ ابن ماجہ واحد

(ابن ماجہ احمد)

۱۲۔ ۱۳۔ عن حذیفۃ وابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتدوا بالذين من بعدي ابوبكر وعمر واهما التزمذی صحیح والمحاکم۔

حذیفہؓ اور ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد والے ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرو، (ترمذی۔ حاکم)

۱۴۔ عن انس قال بعثني بنو المصطلق الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا سل لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الى من ندفع صدقاتنا بعدك قال فأتيتهم فسألتهم قالوا ابى بكر فأتيتهم قالوا ارجع اليه فاسأله فان حدث بابى بكر حدث فالى من

انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے بنو المصطلق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، کہ میں انہیں آپ سے پوچھ دوں کہ آپ کے بعد وہ صدقات کس کو ادا کریں، میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابو بکرؓ کو ادا کرنا۔ میں ان کے پاس آیا، انہوں نے کہا آپ سے پھر پوچھ

۱۔ باب بعد باب فضائل ابی بکر الصديق ص ۲۳۔ جلد ۲۔

۲۔ باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين ص ۵۔

۳۔ ترمذی باب فضائل ابی بکر ص ۲۳۔ مستدرک ص ۴۵۔ جلد ۳۔

فَاتَيْتَهُ فَسَأَلْتَهُ فَقَالَ إِلَى عَمْرٍ
فَقَالُوا ارْجِعْ إِلَيْهِ فَاسْأَلْهُ
فَإِنْ حَدَّثَ بِعَمْرٍ حَدَّثَ
فَالِي مِنْ فَاتَيْتَهُ فَسَأَلْتَهُ
فَقَالَ إِلَى عَثْمَانَ فَاتَيْتُهُمْ
فَاخْبَرْتُهُمْ فَقَالُوا ارْجِعْ فَاسْأَلْهُ
فَإِنْ حَدَّثَ بِعَثْمَانَ حَدَّثَ
فَالِي مِنْ فَاتَيْتَهُ فَسَأَلْتَهُ
فَقَالَ إِنَّ حَدَّثَ بِعَثْمَانَ
حَدَّثَ فَتَبَا لَكَر الدَّهْرَ فَتَبَا
اُخْرِجْهُ الْحَاكِمَ۔

۱۵۔ عن جبیر بن مطعم ان اباہ
سألت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم شیئاً فامرہا
ان ترجع الیہ فقالت یا
رسول اللہ ارایت ان جئت
فلما جدک تعنی الموت قال
قال ان لم تجدینی فأتی ابا بکر
سواء البخاری ومسلم۔

اگر ابو بکر رضی کے ساتھ کوئی حادثہ
ہو جائے، تو کس کو دیں، آپ
نے میرے سوال پر فرمایا، عمر رضی کو
ادا کریں، انہوں نے پھر مجھے
آپ کے پاس بھیجا کہ عمر پر کسی
حادثہ کی صورت تکس کو دیں، تو
آپ نے فرمایا عثمان کو۔ انہوں نے
مجھے پھر اسی سوال کے ساتھ آپ
کے پاس بھیجا، آپ نے فرمایا عثمان
پر حادثہ کی صورت میں تمہارے لئے
ہلاکت و بربادی ہو، (الحاکم)

جبیر بن مطعم فرماتے ہیں، ایک
عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے کوئی بات پوچھی آپ
نے فرمایا تو پھر میرے پاس واپس
آنا، اس نے کہا اگر میں آؤں، اور
آپ نہ ہوں، یعنی وفات پا جائیں
تو پھر آپ نے فرمایا، اگر مجھے
نہ پائے، ابو بکر رضی کے پاس چلی جانا۔

امام ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں، یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر رضی ہیں۔

۱۔ مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۷۷ کتاب معرفۃ الصحابہ۔
۲۔ صحیح البخاری باب الاختلاف من کتاب الاحکام ص ۱۰۷ صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر رضی ص ۲۴۳ جلد ۲۔
۳۔ دیکھئے ص ۲۴۳ یہ امام شافعی کا مقولہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خطبہ پڑھنے کا حکم فرمایا، یہ بھی ان کی خلافت پر دال ہے۔

۱۱۶۔ عن ابی الدرداء قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ خفیفة فلما فرغ من خطبہ قال یا ابا بکر تم فاخطب فلما فرغ من خطبہ قال لعمر تم فاخطب مقام ابی بکر فخطب فقصر دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودون ابی بکر ثم ساداهما المحاکم۔

ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا خطبہ سے فارغ ہوئے تو ابو بکرؓ کو کہا تم خطبہ دو، ان کے بعد فرمایا، عمرؓ تم خطبہ دو، انہوں نے ابو بکرؓ کی جگہ خطبہ دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے خطبات سے کم۔ (حاکم)

خلافت ابو بکرؓ پر یہ بھی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں ابو بکرؓ کو امام مقرر فرمایا، اور لوگوں کو ان کی اقتداء کا حکم دیا، اور امامت غیر ابی بکرؓ کے مشورہ کو سختی سے رد فرما دیا، چنانچہ حدیث میں ہے:-

۱۱۷۔ عن ابی موسیٰ الاشعری قال مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتد مرضہ فقال مروا بایا بکر فلیصل بالناس قالت عائشة یا ما رسول اللہ انہ رجل رقیق اذا قام مقامک لم یستطع ان یصلی بالناس

ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور بیماری سخت ہو گئی، تو فرمایا ابو بکرؓ کو حکم دو، لوگوں کو نماز پڑھا میں عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ ابو بکرؓ نرم دل ہے، جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا، نماز نہ پڑھا سکے گا،

فقال مری ابا بکر فليصل بالناس
فعادت فقال مری ابا بکر فليصل
بالناس فان کن صواحب یوسف
فاتاه الرسول فصلی بالناس
فی حیوة رسول الله صلی
الله علیه وسلم۔

رواه البخاری
مسلم

۱۸۔ وعن ابن عمر بنحوه
رواه البخاری۔

۱۹۔ عن عائشة عن ان النبی
صلی الله علیه وسلم قال مروا
ابا بکر فليصل بالناس فقالت
عائشة یا رسول الله صلی
الله علیه وسلم ان ابا بکر
اذا قام مقامک لیس یمح
الناس من البکاء فأمر عمر
فليصل بالناس قالت فقال
مروا ابا بکر فليصل بالناس

آپ نے فرمایا ابو بکرؓ کو کہو لوگوں
کو نماز پڑھائیں، عائشہؓ نے
دوبارہ کہا، آپ نے فرمایا ابو بکرؓ
کو کہہ لوگوں کو نماز پڑھائے، تم
یوسفؑ کی ساتھ والیوں کی طرح
ہو، ابو بکرؓ کے پاس قاصد آیا،
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی زندگی میں نماز پڑھائی
بخاری۔ مسلم

ابن عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی
ہے دیکھئے صحیح بخاری۔

عائشہؓ سے بیان ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ابو بکرؓ کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے
عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ جب آپ
کی جگہ کھڑا ہوگا، رونے کی وجہ
سے لوگوں کو قرأت نہیں سنوا
سکے گا، آپ عمرؓ کو حکم دیں، وہ
لوگوں کو نماز پڑھائے، آپ نے

۱۔ البخاری کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل حق بالامامة ص ۹۳ جلد ۱۔ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۹۔

۲۔ حدیث ابن عمر ص ۹۴۔

۳۔ جامع ترمذی باب فی فضائل ابی بکر صفحہ ۲۳ جلد ۱۔ صحیح بخاری باب اہل العلم
والفضل الخ جلد ۱ ص ۹۳۔ کتاب الاذان۔

قالت عائشة رضي فقلت لحفصة
قولي له ان ابا بكر اذا قام
مقامك لم يسمع الناس
من البكاء فامر عمر فليصل
بالناس ففعلت حفصة
فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم انكن صواحب
يوسف مروا ابا بكر فليصل
بالناس فقالت حفصة
لعائشة رضي ما كنت
لا صيب منك خيرا۔

فرمایا ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز
پڑھائے، عائشہؓ کہتی ہے، میں
نے حفصہ کو کہا کہ تم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابو بکر حبیب
آپ کی جگہ کھڑا ہوگا، رونے کی
وجہ سے لوگوں کو نہ سنوا سکے گا،
عمرؓ کو حکم دیں نماز پڑھائے حفصہؓ
نے آپ سے یہ بات کہی تو آپ
نے فرمایا تم یوسف کے ساتھ والیوں
کے طرح ہو، ابو بکرؓ کو حکم کرو لوگوں
کو نماز پڑھائے، حفصہؓ نے عائشہؓ
سے کہا میں نے تیرے سے
اچھائی نہ پائی۔

۱۲۰۔ عن عبد الله بن زمعة
قال لما استعزز برسول الله
صلى الله عليه وسلم ونجسوا
انا عنده في نفر من الناس دعا
بلال الى الصلوة فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم مروا
ابا بكر يصل بالناس فقال فخرجنا
فاذا عمر في الناس وكان ابو بكر
غائبا فقلت يا عمر قم فصل
بالناس فتقدم فكبر فلما سمع

عبد اللہ بن زمعہؓ فرماتے
ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیماری زیادہ ہو گئی، میں بھی
لوگوں کے ساتھ وہاں تھا، بلال
نے آپ کو نماز کے لئے بلایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ابو بکرؓ سے کہو لوگوں کو نماز
پڑھائے، ہم باہر آئے، ابو بکرؓ موجود
نہ تھے، عمرؓ موجود تھے، میں نے
عمرؓ سے کہا اٹھو اور نماز پڑھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صوتہ وکان عمر رجلاً جہیراً
قال فاین ابو بکر یا بی اللہ
ذلك والمسلمون فبعث الی
ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر
تلك الصلوة فصلی بالناس
ر زاد فی رواية) قال لما سمع
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صوت عمر خرج النبی صلی اللہ
علیہ وسلم حتی اطلع رأسه
من حجرته ثم قال لا لایصل
بالناس ابن ابی قحافة یقول
ذلك مغضباً اخرج ابو داود
وابو عمرو فی الاستیعاب۔

۲۱:- عن انس بن مالک ان

المسلمین بینا ہمد فی الفجر یوم
الاثنين وابو بکر یصلی بہم فجاءہم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قد کشف یتزججراً عائشۃ
فنظر الیہم وہم صمفوف
فتبسم یضحک فتکص ابو بکر۔

عمرؓ آگے بڑھا اور تکبیر کی، عمرؓ کی آواز اپنی تھی،
جب عمرؓ کی آواز سنی تو آپؐ نے فرمایا، ابو بکرؓ
کہاں ہے، اللہ تعالیٰ اور مسلمان
اس کا ابا کرتے ہیں، ابو بکرؓ کو
بلایا گیا، وہ عمرؓ کے نماز پڑھانے
کے بعد آئے، اور پھر ابو بکرؓ نے
نماز پڑھائی۔ ایک دوسری روایت
میں یہ الفاظ زائد ہیں، جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کی آواز سنی
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا سر مبارک کمرہ سے باہر نکالا،
اور غضناک ہو کر فرمایا نہیں نہیں۔
لوگوں کو ابو بکرؓ ہی نماز پڑھائے
(ابوداؤد۔ ابو عمر و استیعاب میں)

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں،
مسلمان سو مواری کے دن صبح کی نماز
پڑھ رہے تھے، اور ابو بکرؓ ان کو
نماز پڑھا رہے تھے، نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ کے حجرہ
کا پردہ کھولا، اور مسلمانوں کو صفوں
میں کھڑا دیکھا، آپ دیکھ کر مسکرائے

۱۴ باب فی استخلاف ابی بکرؓ من کتاب السنۃ جلد ۲ ص ۲۲۱۔

۱۵ الاستیعاب مع الامایۃ جلد ۲ ص ۲۲۱ یہ حدیث مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۲۲۱ میں بھی موجود ہے۔

على عقبية فظن ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يريد ان
يخرج الى الصلوة و هم
المسلمون ان يفتنوا في صلواتهم
فرحاً بالنبي صلى الله عليه
وسلم حين رأوه فاشار بيده
ان اتموا ثم دخلوا لجمعة وادخى
السند وتوفي ذلك اليوم صلى الله
عليه وسلم اخرجنا البخاري.

ابو بکر فرمائیے مٹنے لگے، اور یہ سمجھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں
آیا چاہتے ہیں، مسلمان نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی وجہ سے خوشی میں آکر
نماز میں بھولنے لگے، آپ نے اشارہ
فرمایا کہ نماز پوری کرو، اور پھر آپ
حجرہ میں داخل ہو گئے، اور یہ وہ
لشکادیا، اور اسی دن وفات پا گئے
صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکرؓ کو مرض موت
میں نماز کا امام مقرر فرمانا، تواتر سے ثابت ہے، مذکورۃ الصدر صحابہ رضی اللہ عنہم علاوہ
حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، وغیرہ جلیل القدر صحابہؓ
سے بھی مروی ہے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ایسے فقہا صحابہؓ تھے اس حدیث
سے استدلال کیا ہے، اس لئے یہ مسئلہ اجماعی ہوا، جیسا کہ امام حاکمؒ نے مستدرک
میں اور ابو عمرو بن عبد البرؒ نے استیعاب میں روایت کیا ہے۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، تو انصار نے کہا ایک امیر
ہمارا اور ایک امیر تمہارا ہونا چاہیے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے جماعت انصار
کیا تمہیں معلوم نہیں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو لوگوں کی
امارت کے لئے حکم کیا تھا۔ تم کون ہے، جس کا دل یہ گوارا کر سکے کہ، وہ
ابو بکرؓ کے آگے کھڑا ہو۔ انصار نے جواب دیا معاذ اللہ ہم ابو بکرؓ
کے آگے نہیں ہو سکتے۔

۱۵ باب اللغات فی الصلوة ۱۷۷ و باب العلم والعقل الحق بالامامة ۹۳ من کتاب الاذان جلد ۱
۱۸ المستدرک جلد ۲ ص ۱۷۷ کتاب معرفة الصحابة الاستيعاب مع الاصابة ۲ ص ۲۴۱۔

استیعاب ہیں ہے جن بصری قیاس بن عباد سے روایت کرتا ہے، کہ مجھے
حضرت علی بن ابی طالب نے کہا کہ کئی دن اور رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیمار رہے، جب ہی اذان سنتے فرماتے ابو بکرؓ کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، میں نے سوچا کہ نماز دین کا اصل
اور جوہر ہے، جس شخص کے ذمے ہمارا یہ دینی فریضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے لگایا ہے، اس پر ہم اپنی دنیاوی کاموں کے لئے راضی ہیں، اس لئے ہم نے
حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔

مستدرک حاکم میں بھی اس کے قریب قریب مفہوم کی روایت حضرت
علیؓ اور حضرت زبیرؓ سے مروی ہے۔

ایک سوال کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ایک اثر سے معلوم ہوتا ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا، جیسا کہ بخاری
میں ہے:-

عمرؓ نے کہا اگر میں خلیفہ بناؤں
تو میرے سے بہتر یعنی ابو بکرؓ
خلیفہ بنا چکا ہے، اور اگر خلیفہ مقرر
نہ کروں، تو میرے سے افضل یعنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ
مقرر نہیں کیا۔

قال عمران استخلف فقد
استخلف من هو خير مني
ابوبكر وان اترك فقد ترك
من هو خير مني رسول الله
صلى الله عليه وسلم۔
سماواة البخاري۔

۱۵ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲۔

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت علیؓ سے کتاب فضائل ابی بکرؓ لابن طالع محمد بن علی بن الفضل
الغضاری ص ۱۵۱ نام عثمانی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ابو بکرؓ کا نام اللہ تعالیٰ نے صدیق رکھا
ہے، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مقرر ہوئے اسے ہمارے دین کیلئے
آپ نے پسند کیا ہم اپنی دنیا کے لئے ان کو پسند کرتے ہیں۔

۱۶ جلد ۲ صفحہ ۱ باب الاستخلاف کتاب الاحکام۔

اور مستدرک حاکم میں ہے۔

قال علی ما استخلف
ما رسول الله صلی الله علیہ وسلم
علی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں کیا، کہ
فما استخلف
میں خلیفہ مقرر کروں!

احادیث مذکورہ اور ان آثار کے مابین تطبیق کی کیا صورت ہو سکتی ہے!

جواب ان آثار اور مذکورہ احادیث کے مابین تطبیق یہ ہے کہ ان آثار میں
استخلاف کی نفی سے مراد یہ ہے کہ معتاد طریق پر کہ آپ لوگوں کو جمع فرماتے
اور ان سے بیعت لیتے جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے بیعت
لی، خلیفہ نہیں بنایا۔

خلافت خلفاء اربعہ پر ہماری بیان کی ہوئی ترتیب پر خلفاء اربعہ کی خلافت
اجماع امت مسلمہ پر امت کا اجماع ہے حتیٰ کہ مخالفین بھی اس سے
انکار نہیں کرتے بلکہ فرطِ عصیت اور عناد کی وجہ سے یہ لوگ تکفیر صحابہ کے
مترکب ہوئے ہیں، اور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ فاطمہؓ اور حسن و حسین
کو ساتھ لے کر مہاجرین اور انصار اور اہل بدر کے گھر گھر گئے، اور ان سے مدد
طلب کی چار شخصوں کے علاوہ کسی نے بھی ساتھ نہ دیا۔ زبیر، مقداد و سلمان
اور ابوذرؓ

ایک سوال اگر کوئی کہے کہ علیؓ کے بغیر اجماع منعقد نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ
اکابر فقہاء صحابہ سے ہیں، اور علیؓ ہمیشہ اپنی مظلومی اور مقہوری کا اظہار کرتے
رہے، ہر جگہ قریش کی شکایت کی، اور ان کو بدو عاہل دیں۔

جواب یہ جھوٹ اور باطل اور رافضیوں کا اختراع ہے کسی صحیح یا حسن بلکہ
کسی ضعیف روایت میں بھی حضرت علیؓ کا شکایت کرنا ثابت نہیں ہے۔

بلکہ روایات صحیحہ معتبرہ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ نے خوشی و رضا سے بیعت کی، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ حضرت علیؑ سے باسائید متواترہ فضائل شیعین ثابت ہیں۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

خلافت ابوبکرؓ پر آثار صحابہؓ

۱۔ امام دارقطنیؒ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے وانہ پیدا کیا، اور روح پیدا فرمائی، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی وصیت فرماتے، میں اس کے لئے ضرور جہاد کرتا، اگرچہ میری چادر کے سوا کسی کو دلپنہ ساتھ نہ پاتا، اور میں ابوقحافہ کے بیٹے کو منبر کے ایک درجہ پر بھی نہ چڑھنے دیتا، لیکن جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا، ہم اسے اپنی دنیا کے لئے پسند کرتے ہیں۔

وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ
بَرَأَ النَّسَمَةَ لَوْ عَهْدَ آلِي
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدَ الْجَاهِدَاتِ
عَلَيْهِ وَلَوْ لِحَرَّاجِدِ الْإِزْدَادِ
وَلَحَرَّاتُكَ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ
يَصْعَدُ دَرَجَةً وَاحِدَةً
مَنْ مَنبَرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَكِنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَضِيَهُ لَدَيْنَا
فَرَضِينَا لَدَيْنَا.

۲۔ ابن ابی شیبہؒ محمد بن سیرینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ابو عبد الرحمن بن ابی بکرؓ فرماتا ہے، میرے پاس علیؑ بنو طبع پر سیا کے لئے تشریف لائے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، اور لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی میں نے بھی بیعت کی، اور راضی ہوا، پھر ابوبکرؓ فوت ہوئے اور عمرؓ خلیفہ بنائے گئے، میں نے بھی بیعت کی، اور راضی ہوا، پھر عمرؓ فوت ہو گئے، اور خلافت کو شوریٰ کے سپرد کر گیا، عثمانؓ کی بیعت ہوئی، میں نے بیعت کی، اور راضی ہوا۔
(کتاب فضائل ابی بکرؓ للامام العسکریؑ ص ۱۷)

ابو معاویہؓ عن عمرؓ عن جابرؓ عن ابن مسعودؓ

حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے وقت بعض لوگ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس بیعت کرنے کے لئے آئے، ابو عبیدہؓ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا، میرے پاس آتے ہو، حالانکہ تم میں ثالث ثالثہ موجود ہیں، یعنی حضرت ابو بکرؓ۔
۳۔ امام احمدؒ بھی ابن سیرین کا اثر روایت کرتے ہیں، مگر اس میں ابو عبیدہؓ کا استدلال ابو بکرؓ کا امام نماز مقرر ہونا مذکور ہے۔

۴۔ امام حاکم مستدرک میں مرۃ ثانی سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیانؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے، اور کہا خلافت کے معاملہ میں کیسا حال ہوا، کہ قریش کے کمزور گروہ میں چلی گئی، یعنی ابو بکرؓ کے پاس خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو تیرے لئے گھوڑوں اور فوج سے زمین پر کردوں گا، یعنی وہ علیؓ سے کہہ رہا ہے کہ تم دعویٰ خلافت کرو، میں تیرے لئے شکر فراہم کردوں گا حضرت علیؓ نے جواب دیا، ابوسفیانؓ تم اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کر رہے ہو تیری عداوت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، ہم نے ابو بکرؓ کو خلافت کا مستحق پایا ہے۔
حضرت علیؓ کا ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کا شیخینؓ کی مدح و تعریف کرنا عمرؓ کا مدح کرنا۔ | تو اس سے ثابت ہے۔

۱۔ امام احمدؒ عبد خیر سے روایت کرتے ہیں کہ علیؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اور ابو بکر خلیفہ بنائے گئے، وہ آپ کے عمل اور اس کی سیرت کے مطابق عمل کرتے رہے، پھر عمرؓ خلیفہ بنائے گئے

قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف ابوبکر فعلم بعلمه وسار بسيرته حتى قبض الله على ذلك ثم استخلف عمر فعلم بعلمهما

۱۔ المستدرک جلد ۱ ص ۱۱۱ کتاب معرفة الصحابة نیز الاستيعاب لابن عبد البر جلد ۱ ص ۲۳۵ مع الاصابہ۔

وسا را بسید گھما
حتی قبضہ اللہ عزو
جل علی ذلک۔
وہ بھی دونوں کی سیرت و سنت کے
مطابق عمل کرتا رہا، اور اس پر ان
کو اللہ تعالیٰ نے قبضہ فرمالیا۔

یہ روایت متعدد طرق سے ثابت ہے۔

۱۲۔ امام حاکم جعفر بن محمد الصادق سے وہ امام باقرؑ سے وہ عبداللہ بن جعفر
سے روایت کرتے ہیں۔

قال علی ولینا ابوبکر
فکان خیر خلیفۃ اللہ
وادرحمہ علینا واحنا
علینا۔
علیؑ نے کہا ابوبکر ہمارے والی ہونے
وہ اللہ کے اچھے خلیفہ تھے، اور ہم
پر رحم کرنے والے، اور شفقت
کرنے والے۔

۱۳۔ امام حاکم اور بخاری متعدد طرق سے حضرت ابن عباس کا یہ مقولہ روایت
کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے کے بعد ان کے پاس گیا، میں نے
کہا، اے امیر المؤمنین آپ کے لئے بہشت کی خوشی و مسرت ہو، آپ اس وقت
اسلام لائے، جب دوسرے کفر میں تھے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی معیت میں جہاد کیا، جبکہ لوگ آپ کو ناخوش کر رہے تھے، اور رسالت آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو آپ پر راضی تھے، اور آپ کی خلافت
میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا، اور بالآخر آپ شہادت کا مرتبہ پا گئے،
الحديث

فقیر کی کوشش یہ ہے کہ اس کتاب میں روایات اہل سنت کم ہی درج کی

۱۔ کتاب فضائل ابی بکر للبخاری ص ۵

۲۔ المستدرک جلد ۲ ص ۹۷ و فیہ قال عبداللہ بن جعفر ولینا الخ نیز الاستیعاب ص ۲۴۳ جلد ۲
۱۔ اور الامالیہ فی معرفۃ الصحابہ لابن حجر ص ۲۳۵ جلد ۲ میں بھی یہ مقولہ عبداللہ بن جعفر کا ہے، متن
میں علیؑ کی طرف نسبت سہو ہے۔ مستدرک جلد ۲ ص ۱۸۲ میں ہے قال علی خلیفۃ فی امتہ باسم الخلفۃ

۳۔ المستدرک جلد ۲ ص ۹۲

جائیں کہ اہل تشیع پر لازم نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اہل سنت کی احادیث قبول نہیں کرتے، چوتھ نمبر اس بارے میں روایات متواترہ اسانید سے ثابت ہیں، انہیں بھی ان سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے، الا یہ کہ وہ مکابرہ کریں۔

روافض اس قسم کی روایات کو تفسیر پر محمول کیا کرتے ہیں، تفسیر کا بطلان اور حضرت علیؑ کے بارہ میں عدم تفسیر کے قرائن پہلے بیان ہو چکے ہیں، انہیں وجوہ کی بناء پر یہ احادیث درج ہوئیں، اب کتب روافض سے آثار نقل کئے جاتے ہیں۔

۴۲۔ رضی نہج البلاغۃ میں حضرت علیؑ کا ایک مکتوب جو کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو لکھا درج کرتا ہے۔

اے معاویہ تجھ پر میری بیعت لازم ہے، جبکہ تو شام میں ہے، اس لئے کہ میرے ساتھ ان لوگوں نے بیعت کی ہے، جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی، اور انہیں باتوں پر جن پر ان سے بیعت کی کسی حاضر کو اب اختیار نہ ہے اور کسی غائب کو کہہ کر سکے۔ شوریٰ مہاجرین اور انصار کے لئے ہے، اگر یہ کسی مرد پر جمع ہو جائیں اور اس کو امام نامزد کریں، اس پر اللہ کی رضا ہے، اگر کوئی

اما بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمته وانت بالشام لانه یا یعنی القوم الذین بالیعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بالیعوہم فلم یکن للشاہدان یختاروہا للغائب ان یرد انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اما ما کان للہ رضی فان خرج منہم خارج بطعن او بدعتہ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی فقا تلوہ علی اتباعہ

غیر سبیل المؤمنین وولاءہ
ما تولی واصلہ جہنم
وساعت مصیبا۔
ہنج البلاغۃ۔

خروج کرتا ہے، طعن کر کے تو اسے
واپس لاؤ، اگر انکار کرے، تو اس
سے بڑو کہ ایمان داروں کی راہ
چھوڑے ہوئے ہے۔

۱۵۔ امیر المؤمنین نے فرمایا خدا کی قسم ہے فلاں نے کفار کے ساتھ جہاد
کیا، اور مرتدوں کے ساتھ لڑائی کی، ان کو قتل کیا، یا مسلمان ہو گئے اس کی
وجہ سے اسلام پھیلا جز یہ وضع کیا، مساجد بنائیں، اس کی خلافت کے ایام
میں فتنے نہ واقع ہوئے، انتہی۔ ہنج البلاغۃ۔ فلاں سے مراد یا ابو بکرؓ ہیں، اور
یا عمر فاروقؓ۔

۱۶۔ جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہوئے تو علیؓ گھر کے دروازے پر کھڑے
ہوئے، اور فرمایا:۔

كنت والله يعسوباً
للمؤمنين وكنت كالجبل
لا يحركه العواصف
ولا يذيله۔

خدا کی قسم تم ایمان والوں کے لئے
يعسوب کی مانند تھے، اور پہاڑ کی
طرح جسے تیز ہوائیں نہ ہلا سکیں،
اور نہ ہٹا سکیں۔

۱۷۔ حافظ ابو سعید بن السمان وغیرہ محمد بن عقیل بن ابی طالب سے روایت
کرتے ہیں، کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ وفات پا گئے، اور کفنائے گئے، مدینہ
رومنے کی آواز سے حرکت میں آگیا، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے دن ہوا، حضرت علیؓ روتے ہوئے آئے، اور کہا آج خلافت
بنوہ کا ایک دور ختم ہو گیا، علیؓ گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوئے، اور کہا:۔
رحمك الله ابا بکر كنت الف

۱۸۔ صفحہ ۷۷ جلد ۲۔
۱۹۔ یہ ہنج البلاغۃ کی عبارت کا اصل مفہوم ہے دیکھئے جلد ۱ ص ۵۶۱-۵۶۲۔ ۲۰۔ سند بزار ص ۱۸۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وانیسہ (وذكر الحديث
بطوله في فضائل أبي بكر وفيه)
وقمت بالامر ما لم تقم به
خليفة نبي فحضت حين وهن
اصحابك وبراأت حيز استكانوا
وقويت حين ضعفوا ولزمت
منها جرسول الله صلى الله عليه
وسلم اذ كنت خليفة حقا۔

فرمائے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھی اور انیس تھے، تم
نے ایسی ذمہ داری حکومت نبائی
کہ کسی نبی کے خلیفہ نہیں نبھائی
جب تیرے ساتھی کمزور تھے،
تو اٹھ کھڑا ہوا، اور طاقت کا
مظاہرہ کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے منہاج کو قابو رکھا
کہ تم اس کے سچے خلیفہ تھے۔

۸:- نیز کتب شیعہ میں ابو جعفر محمد باقر سے مروی ہے کہ جب حضرت
علیؑ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ دیکھا تو فرمایا۔

والله ما احدث من الناس
احب الي ان القى بصحيفته
من هذا المسجى۔

اللہ کی قسم لوگوں میں کوئی ایسا نہیں
ہے جس کا صحیفہ اعمال مجھے مل جائے
مجھے پسند ہو سوا اس ڈھانچے ہوٹلے کے،

یہ اثر ابو حنیفہؒ نے کتاب الآثار میں محمد باقر سے مرسل روایت کیا ہے، اور
امام حاکمؒ، محمد باقر سے وہ جابر بن عبد اللہ سے متسلل روایت کرتا ہے۔
۱۹:- امام احمد بن عمرؒ اور ابو حنیفہ سے روایت کرتا ہے، اور بخاری ابن
عباس سے کہ علیؑ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ دیکھا تو کہا۔

ما خلقت احدا احب الي
ان القى الله بمثل عمله
منك والحمد لله وان كنت

مجھے کوئی آدمی پسند نہیں کہ
اس کے سے اعمال کے ساتھ رب
سے ملوں تیرے سوا خدا کی قسم

۱۵: المستدرک ج ۲ ص ۱۴۲ کتاب معرفۃ الصحابہ۔

۱۶: صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۵۱ باب فضل ابی بکر کتاب المناقب۔

لاظن ان يجعلك الله مع صاحبك حيث اني كنت كشيذا سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول ذهبت انا وابوبكر وعمر دخلت انا وابوبكر وعمر وخرجت انا وابوبكر وعمر۔

میں یقین کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے تیرے ساتھیوں کے ساتھ کرے گا، کہ میں عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا، آپ فرماتے ہیں گیا: اور ابوبکر و عمر میں داخل ہو: اور ابوبکر و عمر میں نکلا: اور ابوبکر و عمر۔

۱۰۔ اردو پہلی کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ میں وہ روایات لاتا ہے، جنہیں اہل سنت و اہل شیعہ دونوں قبول کرتے ہیں یہ کہ:-

انه سئل الامام ابو جعفر محمد عن حلیۃ السیف هل يجوز قال نعم قد حلی ابوبکر الصديق سيفه بالفضة قال الراوى اتقول هكذا فوثب الامام عن مكانه فقال نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق فلا صدقه الله تعالى في الدنيا والاخرة۔

امام ابو جعفر محمد سے حلیۃ السیف کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ابوبکر صدیق نے ایسا کیا تھا، راوی نے کہا آپ اسے صدیق کہتے ہیں۔ امام اپنی جگہ سے کود پڑے، اور فرمایا، ہاں وہ صدیق ہے، جو اسے صدیق نہ کہے، خدا اس کی بات دنیا و آخرت میں سچ نہ کرے۔

۴۔ خلافت بلا فصل حضرت علیؑ پر شیعہ کے دلائل قرآن پاک سے

روافض اپنے مدعا پر خلفائ ثلاثہ اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطاعن

۲۲ صفحہ

سے استدلال کرتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ اور دیگر اصحاب اس قابل ہی نہیں تھے کہ ان کا اجماع حجت ہوتا، مطاعن کا تفصیلی جواب مقالہ رابعہ میں آجائے گا، انشاء اللہ، نیز چند آیات سے بھی ان کے مفہوم توڑ موڑ کر استدلال کرتے ہیں، کچھ اولہ عقیدہ جنہیں خرافات کا نام دیا جائے تو بہتر ہے بھی پیش کرتے ہیں، کچھ روایات بھی ہیں، جو ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتیں، اور کئی ایک موضوع روایات ہیں۔ اس بارہ میں سات آیات سے استدلال کیا کرتے ہیں۔

شیعہ کی پہلی دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

انہا ولیکم اللہ ورسولہ
والذین آمنوا یقیمون
الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ
وہم صراکعون (المائدہ ۵۵)
تمہارا دوست اللہ ہے، اور اس کا
رسول اور جو لوگ ایمان لائے
نماز قائم کرتے ہیں ازکوۃ ادا کرتے
اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ آیت باجماع مفسرین حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جبکہ انہوں نے رکوع میں اپنی انگشتیں ایک سائل کو صدقہ کر دی تھی، وہی تصرف کے معنی میں ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے لئے ولایت ثابت کی، جس طرح کہ اپنے اور اپنے رسول کے لئے ثابت کی۔ واضح ہے کہ خدا کی ولایت عام ہے، اس طرح علیؓ کی ولایت بھی عام ہوگی، لہذا وہی امام ہیں، کوئی اور نہیں۔ کیونکہ کلمہ انما کا تقاضا یہی ہے جو کہ صریح دلالت کرتا ہے۔

جواب | یہ استدلال بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً۔ اہل تفسیر کا اس پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے، نقاش ابو جعفر محمد باقرؑ سے روایت کرتا ہے کہ یہ آیت صحابہ مہاجرینؓ اور انصارؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔

ظاہر بھی یہی ہے جیسا کہ الذین اور جمع کی ضمائر سے واضح ہو رہا ہے، حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، ثعلبی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں آری ہے، ثعلبی حاطب لیل ہے، بلا تحقیق روایات درج کرتا ہے، صحیح ہوں یا ضعیف قاضی شمس الدین خلکان فرماتا ہے کہ ثعلبی عبد اللہ بن سبا کے اصحاب سے تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ والیں دنیا میں آئیں گے، کبھی اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت ضم کی جاتی ہے، وہ بھی ایک جھوٹا اور کذاب و ضاع رافضی تھا۔

صاحب لباب روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عبادۃ بن الصامت کے بارے میں نازل ہوئی، جب کہ انہوں نے اپنے حلیفوں اور ابن ابی ایسے منافقین سے بیزاری کی تھی، سیاق آیت کا تقاضا یہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا ایہا الذین آمنوا لاتخذوا
الیهود والنصارى اولیاء۔
اے ایمان والو! یہود
اور نصاریٰ کو ساتھی
نہ بناؤ۔
(المائدۃ ۵۱)

اہل سنت محدثین میں ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی، جبکہ انہوں نے فرمایا تھا، یا رسول اللہ ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، بہر صورت سبب نزول کی تخصیص سے آیت کے عموم میں تخصیص نہیں ہوا کرتی ہے۔

ثانیاً۔ لفظ ولی کے کئی معنی ہیں، محب صدیق، النصیر۔ الاولی بالتصرف الجار۔ ابن العم۔ المعتق۔ بغیر قرینہ کوئی ایک معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ اس مقام پر سیاق آیت قرینہ ہے کہ ولی کا معنی محب یا دوست یا مددگار کے ہیں، امام یا اولی بالتصرف کا معنی نہیں ہو سکتا،

صیغہ جمع بھی اس کا قرینہ ہے،
ثالثاً: حضرت علیؑ کا نماز میں انگشتی صدقہ کرنے کو اس بات کا قرینہ
بنایا جاتا ہے، کہ آیت میں وہی مراد ہیں، حالانکہ یہ قصہ اہل حدیث کے
ہاں ثابت ہی نہیں۔

اگر واقعہ کو سچا تسلیم کر بھی لیا جائے، وہ ایک نقلی خیرات تھی، اسے زکوٰۃ
نہیں کہا جاسکتا، وہم را کعون کا واو حال کے لئے نہیں، بلکہ مطلق عطف
کے لئے ہے، معنی یہ ہوگا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور وہ نماز میں رکوع
کرتے ہیں۔ ایمان دار اہل کتاب کی مانند نہیں کہ وہ بے رکوع نماز ادا کرتے
ہیں، اگر واو حال کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو را کعون کا معنی خاضعون ہے رکوع
کا اصل لغوی معنی خضوع کا ہے، جیسا کہ اہل لغت نے بیان کیا ہے۔

والجاء۔ نخاة کوفہ کے نزدیک کلمہ انما حصر کے لئے نہیں ہے، بلکہ وہ اسے
ان اور ما کا قہ سے مرکب کہتے ہیں، اس لئے آیت سے استدلال کرنا درست
نہیں ہے، بالفرض تسلیم کر لیا جائے، تو بھی حضرت علیؑ کو آیت میں ولی معنی
امام و خلیفہ قرار دینا غلط ہے، کیونکہ ولی وہ ہوگا جو اپنے معنی میں بالنعلم
متصف ہو، اور علیؑ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صفت امامت
و خلافت سے متصف ہوئے تھے، انکیف التطبيق۔

شیعہ کی دوسری دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

انما یرید اللہ لیذہب	اللہ ارادہ کرتا ہے کہ اے
عنکم الرجس اهل البیت	اہل بیت تم سے رجس دور کر
ویطہرکم تطہیراً (الاحزاب ۳۳)	وے، اور تمہیں پاک کر دے،
رافضی اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ علماء تفسیر	

۱۵ جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باجماع علماء روایت جھوٹ ہے، اور اس کے کذب ہونے
کی متعدد وجوہ بیان کیں، تفصیل کیلئے (منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۵۵)

کا اجماع ہے کہ یہ آیت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی، اور سیئیت انکی عصمت پر دلالت کرتی ہے
یہ معصوم ہیں اور دوسرے خلفاء معصوم نہیں تھے، اور امامت میں عصمت شرط ہے لہذا یہی امام ہے۔

جواب | یہ استدلال بھی بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً۔ دعویٰ اجماع مفسرین باطل ہے، بلکہ مفسرین اس کی سیب تنوّل میں اختلاف کرتے ہیں ابن ابی عامر حضرت ابن عباس
سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ آیت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس طرح ابن جریر نے عکرمہؒ
سے روایت کی چار سیاق آیت بھی اس کا مقتضی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

یا نساء النبی لستن کاحدا	اے نبی کی بیویو! تم عام
من النساء ان اتقین (التقوا)	عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم
واقمن الصلوة واتین الزکوة	تقویٰ کرو۔ (الی قولہ تعالیٰ) اور
واطعن الله ورسوله انما	نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دیتی رہو،
یرید الله لیذهب عنکم	اور اللہ کی اطاعت کرتی رہو، اللہ
الرجس اهل البیت و	ارادہ کرتا ہے، اگر تم سے رجس
یطہرکم تطہیرا۔ واذکرن	ختم کر دے، اے اہل بیت اور
ما یتلی فی بیوتکم من	تمہیں پاک بنا دے، اور یاد
آیات الله والحکمة۔	کرتی رہو، جو تمہارے گھروں
د الاحزاب ۳۲ - ۳۳	میں اللہ کی آیات اور حکمت

کی باتیں پڑھی جاتی ہیں۔

(۳۴)
بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت چار اشخاص کے بارے میں نازل
ہوئی، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے
جو کہ امام مسلم نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی
چادر میں کیا، اور یہ آیت پڑھی، نیز مستد احمد میں واثلہ بن اسقع سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت

کے بعد فرمایا:-

اللهم هؤلاء اهل
بیتی وخاصتی فاذهب
عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا۔
اے اللہ یہ میرے اہلبیت
ہیں، اور خصوصی ہیں، ان سے
گناہ دور کر، اور ان کو پاک بنا۔
مسلم اور احمد کی اس حدیث کا یہ اقتضاء قطعاً نہیں ہے کہ اس فضیلت
میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔

مفسرین کا ایک گروہ قائل ہے، کہ یہ آیت بنی ہاشم کے حق میں نازل ہوئی
محققین اہل تفسیر کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت جمیع اہل بیت کے حق میں اتری
ہے، اور اہل بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور اولاد سب
ہی داخل ہیں، ازواج کا داخل ہونا، سیاق آیت سے ثابت ہے، اور
دوسروں کا اس میں شریک ہونا تذکیر ضمیر سے واضح ہے، جیسا کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے حق میں ارشاد ربانی ہے:-

الاعجبین من امر الله
رحمة الله وبركاته عليكم
کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب
کرتی ہے، اللہ کی رحمتیں اور
برکات ہیں تم پر اے اہلبیت۔

اگر ثابت ہو بھی جائے کہ یہ آیت کسی ایک شخص کے بارہ میں اتری
ہے تو بھی یہ ضرور نہیں کہ کوئی اور اس میں داخل نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا
میں اہلبیت میں نہیں ہوں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں یعنی ہے، اور انہیں بھی چادر

۱۔ جامع ترمذی باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۲۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و فاطمہ کو
چادر میں ڈھانپا اور فرمایا اے اللہ اہل بیت ہیں ان سے رحمتیں دور کر اور انہیں پاک کر ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں
ساتھ ہوں آپ نے فرمایا تو انہی ہی سے ہے اور تو فضیلت پر اتنی اس حدیث سے معلوم ہوا ازواج ہی آیت شریفہ کی مصداق
ہیں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی بنا پر فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ اور علیؓ بھی اس میں داخل ہو گئے ۱۲۔
۲۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا و انت من اہلی یعنی تو میرے اہل
میں ہے۔ (رحمہ اللہ ابو جعفر بن جریر الطبری)

کے نیچے لیا، ایک اور روایت میں ہے کہ اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دوسری دختر ان اور رشتہ دار اور بیویوں کو بھی چادر میں داخل کیا تھا، اور بہت محلہ تھیں یہ بھی روایت کرتے ہیں، کہ حضرت عباسؓ اور ان کے فرزند ان فضل عبد اللہ عبد اللہ۔ قثم۔ سعید۔ اور عبد الرحمن کو بھی سیاہ محظطہ سرخی چادر میں لیا، اور فرمایا۔
اللہم هؤلاء اہل بیتی

وعدتی فاسترحم من النار
اور میری اولاد ہیں، ان کو آگ سے پردہ میں رکھ جس طرح میں نے چادر میں انہیں ڈھانپ لیا ہوا ہے۔
کستری بھذا الشملة۔

درود پوار میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ اس پر آمین نہ کہا، یہ حدیث ابن ماثہ اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

ثانیاً۔ اس لئے کہ یہ آیت عصمت پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس میں جس سے پاک کرنے کا عہد کیا۔ جس سے مراد شیطانی وساوس ہیں، تطہیر سے مراد خدا تعالیٰ کا ان کی نگہداشت کرنا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کے حق میں بھی وارد ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

فتیموا صعبا طيبا
فامسحوا بوجوهكم وایديکم
ما یرید اللہ لیجعل
علیکم من حرج ولکن یرید
لیطہرکم ولیتم نعمتہ ولعلکم
تشکرون (المائدة ۶)
پاک مٹی کا قصد کرو، اور چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرو، اللہ تعالیٰ تم پر حرج نہیں کرنا چاہتا، لیکن تاکہ پاک کرے، اور اپنی نعمت پوری کرے اور تم شکر کرو۔

اس میں بھی تطہیر سے مراد غلطی کا معصوم بنانا نہیں ہے، کمالا بخفی۔
ثالثاً۔ اس لئے کہ امام کے لئے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے معصوم کے

لہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں نہیں ہے، ممکن ہے ان کی کسی اور کتاب میں ہو۔

ہوتے ہوئے بھی ایک غیر معصوم امام بن سکتا ہے، جیسا کہ شہوعلی نبی علیہ السلام
(معصوم) اور داؤد علیہ السلام کی موجودگی میں طاووس کو حکومت دی۔
شیعہ کی تیسری دلیل (۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قل لا اسئالکم علیہ اجوا
الا المودة فی القربی .
(الشوریٰ ۲۳)

فرمائیں، میں اس پر مزدوری
نہیں لیتا۔ سوائے محبت
قربت کے۔
شیعہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے دریافت کیا گیا، وہ کون قرابت وار ہیں، جن کی محبت واجب ہے،
فرمایا علیؑ، فاطمہ اور ان کے پسران جبکہ محبت غیر علی واجب نہیں ہے اور جو
محبت، وجوب اطاعت کو مستلزم ہے، لہذا علیؑ کی اطاعت واجب اس
بناد پر وہی امام ہیں۔

جواب اس آیت سے استدلال بھی کئی وجوہ سے باطل ہے۔
اولاً۔ اس لئے کہ اس آیت کی مراد میں مختلف روایات آئی ہیں، احمد اور طبرانی
نے اسی طرح روایت کیا ہے، مگر یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ یہ سورت
مکی ہے، اور مکہ میں حسنین موجود ہی نہ تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں پیدا
ہوئے، اس حدیث کے رواۃ میں ایک غالی شیعہ ہے۔ صحیح بخاری کی
حدیث اسی بارہ میں واضح ترین ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ قرنی سے وہ لوگ مراد ہیں جن سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری ہے۔ اکثر ائمہ تفسیر نے ابن عباسؓ سے اس آیت
کے یہ معنی نقل کئے ہیں کہ میں رسالت پر تم سے اجرت نہیں مانگتا، ہاں ایک

۱۔ صحیح بخاری کی حدیث کا ترجمہ یہ ہے ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ الا المودة فی القربی کا مفہوم کیا
ہے، سعید بن جبیر نے جواب دیا، اس سے قرنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ابن عباس نے فرمایا قرنی سے مدنی کی
قریش کے سب ہی خاندان کی آپ سے قرابت ہے، صحیح مقصد آیت یہ ہے میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا، صرف
اتنا چاہتا ہوں کہ میرے بعد تمہارے درمیان جو قرابت ہے تم اس کا خیال کرو۔ دیکھئے صحیح بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۱۲۷۔

محبت جو تم مجھ سے قرابت کی وجہ سے رکھتے ہو۔ مہدی کبیر عبد الرحمن اور مفسرین کی ایک جماعت اس معنی کا یقین کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں قریش کے جمیع قبائل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری تھی، قریب یا بعید۔

ثانیاً۔ وجوب محبت ان چاروں کے ساتھ مخصوص نہ ہے، ابن بابویہ (شیعہ مصنف) "اعتقادات" میں ذکر کرتا ہے، کہ امامیہ کے نزدیک محبت علویان واجب ہے، اہل سنت کہتے ہیں کہ آل نبی اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنا بھی واجب ہے، غیر علی کی محبت کے وجوب کی نفی غلط ہے، صحیح حدیث میں وارد ہے۔

ابو بکر و عمر کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض کفر ہے۔

حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضہما کفر۔

آپ کے پاس علم آنے کے بعد جو جھگڑا کرتا ہے، تو اسے فرمائیں، اؤ تم اپنے رٹ کے لئے اؤ، ہم اپنے رٹ کے لائیوں، تم اپنی رٹ کیاں لاؤ، ہم اپنی رٹ کیاں لائیوں، اور تم خود اؤ ہم بھی اتنے ہیں

شیعہ کی چوتھی دلیل | فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع أبناءنا وأبناءكم ونساءنا ونساءكم وأنفسنا وأنفسكم

دال عمران (۶۱)

تقریباً استدلال یوں کرتے ہیں کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ ابتداء سے مراد حسنین ہیں، اور نساءنا سے مراد فاطمہؑ اور انفسنا سے علیؑ اس لئے کہ انہی چہار کس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ بنی نجران میں اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

۱۵ کتاب فضائل ابی بکر و العنباری و صلا عن علی بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضہما کفر۔

۱۶ بنی نجران کا وفد سورہ میں آیا تھا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی رٹ کی فاطمہؑ زندہ تھی، دیکھئے منہاج السنۃ لابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۸ نیز ج ۴ ص ۳۳ ص ۳۵ میں اس آیت سے شیعہ استدلال کی مفصل تردید فرمائی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علیؑ کو نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہے، اور اس سے مراد ان کے ساتھ برابری ہے، اور مساوی ہی اولیٰ بالتصرف ہوتا ہے، لہذا وہی امام ہیں۔

جواب | یہ استدلال کئی طریق سے باطل ہے۔

پہلا طریق یہ ہے، الفسنا سے مراد علیؑ نہ ہو اس پر دعویٰ اجماع جھوٹ اور لاف ہے، بلکہ اس سے مراد خود ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، کلام عرب میں ایک مشہور محاورہ ہے، دعوت نفسی بکذا۔ یا امرت بنفسی بکذا۔ ”میں نے خود یہ حکم دیا“ یہ بھی ہوتا ہے کہ النفس میں وہ لوگ مراد ہوتے ہیں، جو نسب اور دین میں باہمی اتصال رکھتے ہوں، جیسا کہ آیات ذیل میں ہے۔

(۱) لا تخرجون أنفسکم من ديارکم (البقرہ ۸۴) (۲) لا تقتلون أنفسکم

(البقرہ ۸۵) (۳) ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسہم خیرا (النور ۱۲)

(۴) ولا تلمزوا أنفسکم (الحجرات ۱۱)

دوسرا طریق یہ ہے کہ النفس سے مراد اگر بالفرض علیؑ ہی ہیں تو مساوات ضروری نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات میں۔

تیسرا طریق یہ ہے کہ علیؑ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکمل مساوات جمیع صفات میں باتفاق باطل ہے، کسی ایک صفت میں مساوات کا کوئی قائلہ نہیں کہ اس سے اولیٰ بالتصرف ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

چوتھا طریق یہ ہے، اگر اس آیت سے شیعہ کا دعویٰ ثابت ہو جائے، تو علیؑ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں امام ہونا لازم آتا ہے، و حالانکہ

یہ بالکل غلط اور باطل ہے،

شیعہ کی پانچویں دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انما انت منذر وکل قوم ہاد (الرعد ۷)

آپؐ وڑانے والے ہیں اور ہر قوم کا راہ نما ہے۔

ثعلبی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:-

انا المنذر وعلی الہاد۔ میں ڈرانے والا اور علی راہنما ہے۔

جواب یہ روایت ضعیف ہے، ثعلبی اور اس کی مرویات کی حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے، لہذا اس آیت سے استدلال باطل ہے۔ اگر اس آیت کا یہ مفہوم انما انت منذر وعلی ہاد تسلیم کیا جائے تو اس میں تقسیم کا مفہوم سمجھا جاتا ہے یعنی تم صرف ڈرانے والے ہو اور علی راہنما ہے

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہادی ہوتے کی نفی لازم آتی ہے اور اس آیت کا انکار بنتا ہے۔ جو کہ صریحاً باطل اور لغو ہے۔

وانک لتہدی الی صراط مستقیم۔ آپ سیدھے راہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

شیعہ کی چھٹی دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وقفوہم انہم مستولون۔ ان کو ٹھہراؤ ان سے یہ بوجھا جائے گا۔ (الصافات ۲۴)

مسند الفردوس میں اور تفسیر واحدی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

انکم مستولون عن ولایت تم سے علی کی ولایت کے بارہ

۱۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ثعلبی اور اس کا شاگرد واحدی بلا تحقیق موضوع روایات درج کرتے ہیں یہ حاطب لیل ہے، امام بغوی نے اپنی تفسیر میں ان کی موضوع روایت کو ترک کر دیا ہے، محقق تلمیذ تفسیر الثعلبی میں انہی منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۳۱ امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے، خلاصہ کے وضع کنندہ نے کو دلیل کرتے تلمیذ جلد ۱ ص ۱۳۱۔

۲۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں، یہ روایت باتفاق محدثین موضوع ہے، اس کی تکذیب اور تردید کرنا لازم ہے، (منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۳۱)

۳۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کتاب الفردوس میں موضوع روایات ہیں، اس کا مصنف شیروہ بن شہر یار دیلمی ہے، اگرچہ رواۃ حدیث سے ہے، مگر اس نے اسانید صحیح اور ضعیف اور موضوع کا امتیاز کئے بغیر حذف کر دی ہیں، اسی لئے اس کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں (منہاج السنۃ ص ۱۳۱ جلد ۱) واحدی بھی حاطب لیل ہے کما مر۔

میں سوال کیا جائے گا۔

علی رضہ -

جواب ۱ یہ حدیث باطل ہے اور اس کی سند میں ناقابل احتجاج راوی ہے نیز

لفظ ولایت اہل سنت کے نقطہ نظر سے امامت پر ولایت نہیں کرتا، جس

کی تائید یہ ہے کہ واحدی دوسری سند سے یہ الفاظ نقل کرتا ہے، عن ولایت

علی و اهل البیت۔ اور واضح ہے کہ تمام اہل البیت باتفاق امام نہیں ہیں۔

اگر اس آیت کی ولایت امامت علیؑ پر تسلیم کر لی جائے، تو میں کہتا ہوں،

اہل سنت کے نزدیک امامت علی بن ابی طالبؑ ہے، مگر حضرت عثمانؓ کے بعد اس

آیت سے امامت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی ہے۔

شیعہ کی ساتویں دلیل | السابقون السابقون | اذنك المقربون الآتية (الواقعة ۱۱۱)

طبرانی اور ابن مزیہ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اس یقون تین ہیں موسیٰ کی

السابقون ثلثة السابق

کی طرف سب سے پہلے سبقت

الى موسى يوشع والسابق

کرنے والا یو شمع ہے اور عیسیٰ کی

الی عیسیٰ صاحب یس و

طرف صاحب یسن اور محمد صلی اللہ

السابق الى محمد علي بن ابي

علیہ وسلم کی طرف علی بن ابی طالب۔

طالب -

جواب :- اس روایت کی سندیں ابو الحسن اشقری، جمہور نے اسے ضعیف

کہا ہے، امام عقیلیؑ فرماتے ہیں ابوالحسن شیعہ ہے، اور متروک الحدیث ہے۔

۱۴۱۴ھ میں یہ روایت اتفاق کذب اور موضوع ہے و منہاج السنۃ جلد ۲۴ ص ۱۲۱ جب یہ

صحیح مفہوم قرآن پاک آیات ہی متعین کر رہی ہے، ارشاد ہے۔

احشرو الذين ظلموا وازواجهم وما كانوا يعدون من دون الشرفا حدوهم الى صراط ايحيم وهو هذا ايم سكون
 فيك التا ص ٢٢٠ - الصافات ٢١ تا ٢٥ -

۱۔ سند کے ضعف کے ساتھ معنایی یہ روایت قاطع ہے اس لئے کہ اکثر علما کا قول ہے کہ سب سے پہلے ابو بکر صدیق

اسلام لائے، علیؑ سے بھی پہلے ان کا اسلام ثابت ہے، بعض کہتے ہیں، اعلیٰ کلمہ پہلے اسلام جنوں کیا امر وہ اس وقت دینا

اور بحرقہ تفصیل کیلئے منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد ۲۱ صفحہ ۴۲۳۔

اور یہ حق تفصیل کیلئے منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد ۱۱ صفحہ ۴۲-۴۳۔

نیز یہ روایت امامت علیؑ پر دلالت بھی نہیں کرتی، اس طرح تو اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کے حق میں بھی فرمایا ہے:-

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ
مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ -
سب سے پہلے اور فائق ایمان
میں۔
(التوبة: ۱۰۰)

مستدرکات شیعہ از احادیث

کتب اہلسنت میں مروی احادیث جن سے امامیہ مستدلال کرتے ہیں بارہ ہیں
احادیث سے شیعہ کی پہلی دلیل | بریدہ بن حصیف اور چند ایک دیگر صحابہ
روایت کرتے ہیں کہ مکہ مدینہ کے درمیان تالاب خم کے پاس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور کہا:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ مَوْلَى
وَأَنَا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنَا
أُولَىٰ بِهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ
فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَا فِهَذَا
مَوْلَاكَ اللَّهُمَّ وَالْأَمْرُ
دَالَاةٌ وَعَادٌ مِنْ عَادَةٍ
يَعْنِي عَلِيًّا -
اے لوگو! اللہ میرا مولیٰ ہے اور
میں مومنین کا مولیٰ اور میں ایمان داروں
کے اپنے نفس سے بھی ان کے لئے
اولیٰ ہوں، میں جس کا مولیٰ ہوں یہ
اس کا مولیٰ ہے، جو اس سے
دوستی کرے، اس کو دوست رکھ
اور جو اس سے دشمنی کرے، اس
سے دشمنی کر۔

یہ حدیث صحیح ہے، بلکہ درجہ تو اتنے تک پہنچی ہے، تیس صحابہ رسول صلی اللہ
علیہ وسلم اسے روایت کرتے ہیں، ان میں چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں، علی
بن ابی طالب - ابو ایوب - زید بن ارقم - براد بن عازب - عمرو بن مرقہ - ابو ہریرہ -
لہ بریدہ بن حصیف کی روایت مستدرک للحاکم علیہ امت میں ہے نیز زید بن ارقم کی مفصل روایت بھی۔

ابن عباس۔ عمارہ بن بريدة۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابن عمر۔ انس۔ جریر بن مالک
مالک بن حویرث۔ ابوسعید الخدری۔ طلحة۔ ابوالطفیل۔ حذیفہ بن اسید وغیرہ وغیرہ۔
محدثین نے اس حدیث کو صحاح۔ سنن اور مسانید میں روایت فرمایا ہے
بعض روایات میں یہ لفظ ہیں۔

من كنت أولى به
من نفسه فعلی ولیہ
اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه۔

میں جس کے اپنے نفس سے بھی
اولی ہوں، علی اس کا ولی ہے، اے
اللہ جو اس سے دوستی کرے، اسے
دوست بنا، اور جو دشمنی کرے، اسے
دشمن بنا۔

روافض اس حدیث کو استخلاف علی پر نص علی قرار دیتے ہیں، وہ مولیٰ
بمعنی اولی بالتصرف کہتے ہیں، فہوالامام۔

مذکورہ بالا الفاظ متواترہ پر رافضی ان الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں۔
وهو الخليفة من بعدی
وهو وليكم بعدی۔

حالانکہ یہ الفاظ اس روایت میں منکر اور موضوع ہیں، اور رافضی تغیرات کا ایک نمونہ
جواب اس حدیث سے امامت پر استدلال بوجہ باطل ہے۔

اولاً۔ اس لئے کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ کسی جگہ نہیں آتا۔ کوئی عالم عربیہ اس کا
قائل نہیں کہ مفعَل۔ اَفْعَل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ثانیاً۔ مولیٰ بمعنی اولیٰ بالفرض تسلیم کر لیا جائے، تو اولیٰ بالمحبۃ والتعظیم
والقرب کے معنی میں ہی ہو سکتا ہے، نہ اولیٰ بالتصرف کے معنی میں۔
جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

تحقیق ابراہیم کے ساتھ زیادہ
تعلق ان لوگوں کا ہے، جو اس کی

ان اولی الناس بابراہیم
للاذین اتبعوه وهذا النبی

والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین۔
 (ال عمران ۶۸)
 اتباع کرتے ہیں، اور اس نبی کا اور ایمان والوں کا اللہ مؤمنین کا دوست ہے۔

لفظ مولیٰ معانی ذیل میں مشترک ہے، معنوق۔ معنوق۔ دوست۔ مالک قریب، ہمسایہ۔ مددگار۔ منعم۔ منعم علیہ۔ رب۔ محب۔ محبوب۔ تابع۔ ظہیر۔ حدیث مذکورہ میں مولیٰ سے مراد محبوب ہے، حدیث کے آخری دعائیہ الفاظ اس پر قرینہ ہیں، حدیث میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں جو اس بات کا قرینہ بن سکے کہ مولیٰ سے مراد امام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں اس سے بعد والی بات کو سامعین کے ذہن میں پختہ کرنے کی غرض سے ہے۔ اگر آپ اس موقع پر امامت علی ہی کا اعلان فرما رہے ہوتے، تو اس سے صریح اور واضح تر لفظ میں امامت کا اعلان کر سکتے تھے، امام ابو نعیم امدادی فرماتے ہیں۔

حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ سے کسی نے کہا من کنت مولاه امامت علی میں نص ہے، تو فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے امامت اور حکومت مراد لیتے تو اس سے صریح اور واضح تر لفظ بول سکتے تھے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں میں سے زیادہ افصح تھے۔

عن الحسن المثنیٰ بن الحسن المجتبیٰ انه لما قيل له ان من كنت مولاة نص في امامته علي قال اما والله لو يعني النبي صلى الله عليه وسلم بذلك الامامة والسلطان لافصح لهم فانه صلى الله عليه وسلم كان افصح الناس للمسلمين۔

اس حدیث کے درود کا سبب یہ ہے کہ رسول
 حدیث من کنت مولاه کا سبب درود اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو من کا
 حاکم بنایا تھا آپ ایک لشکر کے امیر کی حیثیت سے وہاں تشریف لے گئے وہاں خمس کے
 مال سے ایک جاریہ اپنے لئے مخصوص فرمائی، لوگوں نے اس بات پر اعتراض کیا، صحابہ
 میں سے چار انہیوں نے باہم اتفاق کیا کہ ہم جب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں
 آپ تک علیؓ کی شکایت کریں گے، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
 تو انہوں نے علیؓ کی شکایت کی۔

ایک دوسری روایت میں واقعہ اس طرح ہے:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ کئے تھے، ایک لشکر کا امیر حضرت خالدؓ
 تھے اور دوسرے کا حضرت علیؓ۔ علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا، اور ایک لونڈی اپنے لئے مخصوص
 کر لی، خالدؓ نے حضرت براءؓ بن عازب کے ہاتھ ایک خط اس بارے میں رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کی شکایت
 سنیں، اور یہ خط ملاحظہ فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا چاہتے
 ہو جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے، اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں،
 اپنا خطبہ ارشاد فرمایا تاکہ لوگوں کے دلوں سے علیؓ کی شکایت نکل جائے، اور ان
 کے دل میں محبت کے جذبات جگہ لیں، وہ لونڈی حضرت علیؓ کے اپنے حصہ میں
 انہیں ملی تھی، اس کو سر یہ بنانے میں کوئی گناہ نہیں تھا، لوگوں نے غلط فہمی میں آکر
 اعتراض کر دیا تھا، جب آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا، تو حضرت عمرؓ کو ریا ہوئے
 اے ابوطالب کے فرزند خوش ہوؤ۔ تم ہر مومن اور مومنہ کے دوست بن گئے ہو۔
 احادیث سے شیعہ کی دوسری دلیل بخاری و مسلم میں ہے:-

۱۔ یہ تمام تفصیل المستدرک للحاکم ج ۳ باب من کنت مولاه فعلی مولاه ص ۱۱۰-۱۱۱ میں مذکور ہے، قال الحاکم ہذا الحدیث صحیح علی شرط مسلم

دلم یخرجا ۱۲۰
 لکھ صحیح بخاری ج ۲ باب غزوة تبوک ص ۲۳۳ صحیح مسلم ج ۲ باب فضائل علیؓ ص ۲۰۰ نیز اس لئے بھی اس حدیث سے استدلال
 نکلے گا اس حدیث میں ہے حضرت علیؓ نے فرمایا اتعلمون فی النساء والعیال کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پہچنے جھوٹے

حضرت یارون عازب روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو غزوہ تبوک میں مدینہ میں چھوڑا، علیؑ نے کہا کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا:-

اما ترضی ان تكون
منی بمنزلة هارون من
موسی الا انه لا نبی بعدی۔
کیا تم راضی نہیں کہ تمہارا مقام
وہی ہو جو ہارون علیہ السلام
کو موسیٰ سے تھا۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں، کہ لفظ "منزلة" اسم جنس ہے، اور علم کی طرف مضاف ہے، لہذا اس میں جمیع مراتب آجائیں گے، استثناء کی وجہ سے درجہ نبوت مستثنیٰ ہوگا، باقی تمام مراتب و مدارج میں شمول لازمی ہوگا۔
حضرت ہارون، حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور مقرر فی الطاعة تھے۔

جواب اس حدیث سے استدلال اس لئے باطل ہے کہ جمیع مراتب میں مشارکت یہ کوئی لفظ دلالت نہیں رکھتا۔ بلکہ سیاق قصہ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مدۃ غیبت میں استخلاف مراد ہے آپ کے مدینہ سے عبادت رہنے کے ایام میں حضرت علیؑ کے مدینہ میں موجود رہنے کا یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ خلیفہ ہیں اس حدیث میں اضافت یہ ائے عہد خارجی ہے۔ اور الایمعتی غیر برائے دفع توہم نیز حضرت ہارون تو حضرت موسیٰ کی زندگی میں وفات پا گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد کے لئے حضرت علیؑ کو خلیفہ نہیں بنا رہے بلکہ مدت غیبت کے لئے جانشین بنا رہے ہیں جیسا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی مدت غیبت کے لئے جبکہ وہ طور پر تشریف لے گئے تھے ان کے جانشین تھے۔

یقیمہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس لفظ سے معلوم ہوا علیؑ نے بھی اس سے افراد خانہ کی دیکھ بھال کی نیابت مراد لی تھی، نہ کہ خلافت قائم و ملت لعلات شرح مشکوٰۃ میں ہے، غزوہ تبوک کے موقع پر ابن ام مکتومؓ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ ۱۲۔

۱۵ دیکھئے شرح التوحید علی الصحیح مسلم ج ۲۔

احادیث سے شیعہ کی تیسری دلیل

عن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علی منی وانا من علی وهو ولی کل مؤمن من بعدی۔
بریدۃ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؑ میرے سے ہے، اور میں علی سے وہ میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے۔

جواب اس روایت کی سند میں اصل شیعہ راوی ہے، جو کہ متہم ہے اس کی روایت قابل احتجاج نہیں ہے، جیسا کہ ملا نصر اللہ نے کہا ہے۔
ہاں اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن حصین سے بسند صحیح روایت کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ولی معانی کثیرہ میں مشترک ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، لہذا اس سے استدلال باطل ہے۔

کتب احادیث سے شیعہ عن انس بن مالک فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندہ لایا گیا، جو کہ آپ کے لئے بھونا گیا، آپ نے فرمایا اے اللہ میرے پاس وہ آدمی لا، جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، میرے ساتھ کھائے، پس علیؑ آئے۔ (ترمذی)
بن مالک رحمہ اللہ کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم طائر قد طیر له فقال اللهم انتی یا حب الناس الی یا کل معی فجاہ علی سواہ الترمذی۔

جواب شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی تلخیص میں لکھتے ہیں، کافی مدت

۱۔ مستدرک حاکم ۳ ص ۱۱۱ میں عمران بن حصین کی حدیث موجود ہے اس میں بظاہر بعد کا موجود ہے اور نہ ہی بریدہ کی روایت میں۔
۲۔ ابواب فضائل علی ج ۲ ص ۲۲۱ امام ترمذی فرماتے ہیں ہذا حدیث غریب لا یفرق من حدیث السدی الامن ہذا الوجه
یہ حدیث غریب ہے متدی سے صرف اس سند سے مروی ہے
۳۔ تلخیص المستدرک للامام ذہبی ج ۲ ص ۱۱۱ نیز فرمایا اس میں محمد بن احمد بن عیاض غیر معروف راوی ہے۔

سے میں جانتا تھا کہ امام حاکم نے مستدرک میں حدیث طبرانی کی ہے، حیب اس کتاب کی میں نے تعلیقات لکھیں تو مجھے پتہ چلا کہ محدثین نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، اسی طرح شمس الدین جزیری نے بھی اس حدیث کے موضوع اور بناوٹی ہونے کی تصریح کی ہے، نیز یہ روایت امامت پر دلالت بھی نہیں کرتی۔ کمالاً میخفی۔

اس طرح کے الفاظ حضرت عباسؓ کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ ابن عساکر بروایت سبکی و حیر سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتا ہے۔

قدمت من الشام
وأهدیت الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
فاکھتہ یا بسۃ من نشتق
ولونہ وکفک فقال اللہم
انتی باحب اہلی الیک
یا کل معی فطلع العباس
فقال ادن یا عمر فجلس
فاکل۔

میں شام سے آیا، اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خشک میوے
پستہ بادام اور کلیجہ پیش کئے تو آپ
نے فرمایا اے اللہ میرے پاس میرے
اہل میں سے میرا محبوب ترین شخص
لا جو میرے ساتھ کھائے، چنانچہ
عباسؓ آگئے، آپ نے فرمایا بیچا جی
تشریف لائے، چنانچہ وہ بیٹھ گئے
اور کھایا۔

اس روایت کی سند بھی کمزور ہے۔

شیعہ کی پانچویں حدیثی دلیل

جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم قال انا
مدینۃ العلم وعلی بابہا
مداح البیاس والطبرانی
عن جابر وہ شواہد من حدیث

جابرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیان کرتا ہے، آپؐ نے فرمایا میں
علم کا شہر ہوں، اور علیؑ اس کا دروازہ
ہے، (بزار۔ طبرانی)۔ اس حدیث
کے شواہد بھی ہیں، بروایات ابن

ابن عمرو ابن عباس وعلی واخلہ۔

اس روایت کی اسنادی تحقیق

صحیح الحاکم۔ و ذکرہ ابن

الجوزی فی الموضوعات وقال یحییٰ

بن معین لا اصل له وقال البخاری

والترمذی انه منکر وليس

له وجه صحیح وقال النووی و

الجزمی انه موضوع قال المحافظ

ابن حجر الصواب خلاف

قول الفريقین یعنی من قال انه

موضوع ومن قال انه صحیح، فالحدیث

حسن لا صحیح ولا موضوع۔

ابن عمرو ابن عباس وعلی واخلہ۔

اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔

ابن الجوزی نے موضوعات میں درج۔

کیا ہے، یحییٰ بن معین کہتا ہے اس

کا کوئی اصل نہیں۔ بخاری اور

ترمذی فرماتے ہیں، منکر ہے اس

کی کوئی سند صحیح نہیں، نووی اور

جزری فرماتے ہیں، یہ موضوع ہے

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، دونوں

قول خلاف واقع ہے، نہ یہ موضوع

ہے، اور نہ صحیح۔ حدیث حسن ہے،

نہ موضوع اور نہ صحیح۔

فقیر کہتا ہے کہ اس کی سند کے اعتبار سے حافظ ابن حجر کا قول درست ہے

مگر شواہد کثیرہ سے یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

جواب اس حدیث سے استدلال کا یہ ہے کہ یہ حدیث شیعہ کے مدعی امامت پر

امام ذہبی تنقیص استدک میں فرماتا ہے، حاکم کی جرات پر تعجب ہے اس قسم کے باطل کو صحیح قرار دے رہا ہے۔ اس کی

سندیں احمد بن عبد اللہ بن یزید الحارثی کہتا ہے اسناد میں راوی ہے۔ دیکھئے جلد ۱۲ ص ۱۱۱ ابن عباس سے مذکور

روایت کو بھی امام ذہبی نے موضوع قرار دیا ہے۔ ص ۱۱۱۔

۱۲ کثرت طرق سے وہ حدیث صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے جس کی سند میں معمولی نقص سو حفظ وغیرہ کا ہو، موضوعات

اسانید کثرت سے بھی مراد ہوں نہ صحیح قرار پاتی ہیں اور نہ حسن۔ اگر کوئی روایت مذکورۃ العدر کے علاوہ حسن سند کے

ساتھ ثابت ہو بھی جائے، تو اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تک رسائی کا وہ وارثہ علی

کے سوا اور نہیں ہے۔ یہ تو ایک امام دروازہ بتایا گیا ہے، شیعہ سنی متفق ہیں، نماز کا امام اعلم ہی ہوتا ہے۔

علی بن ابی طالب صحابہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو بکر کو امام نماز بنانا دلیل ہے کہ کسب زیادہ

عالم ہیں۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تک پہنچنے کا ذریعہ اور دروازہ ہیں اسی طرح دوسرے

صحابہ کرام بھی جیسا کہ حقائق بھی یہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم امت تک پہنچانے میں جمیع صحابہ کرام نے حصہ لیا، اگر دوسرے

تفصیل علم کا دروازہ نہ تھے، تو آپ بلخواہی ولایت کا حکم کیوں دے رہے ہیں۔ اس روایت سے شیعہ کے دعویٰ

امامت پر استدلال اور بھی عجیب تر ہے۔ کمالاً بے بنیاد۔

وال نہیں ہے، جیسا کہ واضح ہے۔
شیعہ کی چھٹی حدیثی دلیل

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اراد
 ان ينظر الى آدم في علمه والى
 نوح في تقواه والى ابراهيم في
 حلمه والى موسى في هيبتہ والى
 عيسى في عبادتہ فلينظر الى علي بن ابي طالب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا جو شخص آدم کے علم۔ نوح کے
 تقویٰ۔ ابراہیم کے علم موسیٰ کی ہیبت
 کو اور عیسیٰ کی عبادت دیکھنا چاہتا
 ہے، وہ علیؑ کو دیکھ لے۔

جواب | یہ ہے کہ یہ روایت اہل سنت کی روایات میں سے نہیں ہے، ابن مظہر
 حلی نے اسے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، کبھی اسے بیہقی کی طرف منسوب کرتا ہے
 اور کبھی بغوی کی طرف حالانکہ ان کی کتابوں میں یہ روایت موجود نہیں ہے بلکہ
 نیز یہ روایت شیعہ کے مدعی پر وال بھی نہیں، اس لئے کہ کسی ایک چیز میں انبیاء
 سے مشابہت سے ان کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی، بعض احادیث میں حضرت
 ابوذرؓ کو زہد میں حضرت عیسیٰؑ کی مانند فرمایا ہے، اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لحن
 میں داؤد علیہ السلام کے مشابہ قرار دیا ہے۔

شیعہ کی ساتویں حدیثی دلیل

عن ابي ذر عن النبي صلی اللہ علیہ
 وسلم انه قال من ناصب
 عليا في الخلافة فهو كافر۔
 ابوذرؓ فرماتا ہے، نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خلافت
 میں علیؑ کا مقابلہ کرے وہ کافر ہے

جواب | یہ حدیث بھی اہل سنت کے مرویات سے نہیں ہے، ابن مظہر حلی
 نے اس کی نسبت خطیب کی طرف کی ہے، اور ابن مظہر نقل میں خائن ہے، ایسے

۱۵ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ہذا الحدیث کذب موضوع علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ روایت جھوٹی
 اور موضوع ہے منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۳۳
 ۱۶ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں اس روایت کی نسبت موقوف خطیب خواندہم کی طرف کی جاتی ہے، اس نے تو کذاب و کفر بھی کر دیا
 ہے حدیث کی صورت ملے شہادت دیتے ہیں کہ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۳۳۔

خطیب کی مرویات ضعیف ہوتی ہیں یا منکر یا موضوع، نہ اہل حدیث انہیں قوی قرار دیتے ہیں، اور نہ فقہا ان سے استدلال کرتے ہیں، پھر کسی ثقہ نے خطیبؒ سے یہ روایت نقل نہیں کی ہے، اگر اس حدیث کی صحت تسلیم کر بھی لی جائے، تو بھی واقع ہے کہ یہ حدیث مدعی بدالائے نہیں کرتی، کیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو علیؑ کے ساتھ اس کی خلافت میں نزاع کرے گا، وہ میرے احسانوں کا منکر ہے، نزاع تب ہی ممکن ہے جب علیؑ دعویٰ خلافت کریں۔

خلفاء ثلاثہؓ کے دور میں کبھی بھی حضرت علیؑ نے دعویٰ خلافت نہیں فرمایا، اگر یہ حدیث صحیح ہو تو معاویہؓ کے خلاف تو حجت بن سکتی ہے، خلفاء ثلاثہؓ کے خلاف نہیں۔
(جینہ) یہ روایت ثابت ہی نہیں تو حضرت معاویہؓ کے خلاف بھی اسے حجت نہیں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

شیعہ کی آٹھویں حدیثی دلیل

ماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال کنت انا وعلی بن ابی طالب
نورا بدین یدی اللہ قبل ان یخلق
آدم باربعۃ عشر الف عام فقسّم
ذلک النور جزئین جزءا نا وجزءا علی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہے، فرمایا میں اور علیؑ، آدمؑ کی تخلیق
سے چودہ ہزار سال پہلے نور تھے، اس
نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ
میں اور دوسرا حصہ علیؑ ہے۔

جواب ۱۔ ہر اجماع اہل حدیث یہ حدیث موضوع ہے، اس کی سند میں محمد بن خلف مزوری ہے، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کذاب ہے، دارقطنی نے اسے مترک قرار دیا ہے اس کے کاذب و جھوٹا ہونے میں کسی نے خلافت نہیں کیا ہے، اس کی دوسری سند میں جعفر بن احمد رافضی غالی ہے، جو کہ کذاب اور صنّاع تھا، اس نے قدرح صحابہ میں کافی احادیث وضع کیں، امام شافعی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں ابو بکر، عمر و عثمان اور علی

کنت انا و ابو بکر و عمر و

سے محبت کرتے ہیں۔

(المائدہ ۵۴)

مجاہدین کی شان میں یہ آیات آتیں۔

ان اللہ يحب الذين يقاتلون في

سبيله صفا كانوا بنيان موصوف

(الصفت ۴)

اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے،

جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں، صغیں بنا

کر گویا وہ مضبوط دیوار ہیں۔

اہل مسجد قبا کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فيه رجال يحبون ان

يتطهروا والله يحب المطهرين۔

(التوبہ ۱۰۸)

اس میں مرد ہیں، جو کہ پاکیزگی

پسند ہیں، اور اللہ تعالیٰ طہارت

پسندوں سے محبت رکھتا ہے،

شیعہ کی دسویں حدیثی دلیل

روایت کیا گیا ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ

علی پر رحم کرے، اے اللہ حق کو

علی کے ساتھ پھیر دے جلد ہر وہ

پھرنے۔

ماوی انہ صلی اللہ

علیہ وسلم قال رحم

الله علیا اللهم ادا الحق

مع علی حیث داس۔

جواب | یہ حدیث بھی مدعی پر ولایت نہیں کرتی، اس قسم کی حدیث حضرت عمار

کے بارے میں بھی وارد ہے ارشاد ہے:-

حق عمار کے ساتھ جہاں وارد ہو۔

الحق مع عمار حیث ما واد۔

اسی طرح طبرانی اور ویلی فیصل بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حق عمر کے ساتھ ہے جہاں بھی ہو۔

الحق مع عمر حیث ما کان۔

ما المتذکر للحاکم مرجع مسائل میں لفظ حدیث اس طرح ہیں، "تقریر و مرجع کتاب اللہ حیث ما واد۔ عمار رضی

اللہ عنہ کی کتاب ساتھ لڑتے ہیں جلد ہر پھرے۔

ما الجامع ترمذی مناقب عمرؓ میں ہے ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی سائرہ عمر و علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق بنایا ہے۔

عثمان و علی قبل ان یخلق آدم بافت
عام فلما خلق اسکننا ظہرہ
فلما نزل تنقل فی الاصلاب
المطاہرۃ حتی نقلت الی صلب
عبد اللہ ونقل ابابکر الی صلب
ابی قحافۃ ونقل عمر الی صلب الخطا
ونقل عثمان الی صلب عفان نقل
علیا الی صلب ابی طالب۔

آدم کی تخلیق سے ہزار سال پہلے تھے،
جب آدم کی تخلیق فرمائی، ہمیں اس
کی پشت میں رکھا، اور پاک نسلوں
میں منتقل ہوتے رہے، تا انکہ مجھے
عبداللہ کی پشت میں نقل کیا، ابوبکرؓ کو
ابوقحافہ کی پشت میں عثمان کو عفان کی
پشت میں اور علی کو ابوطالب کی
پشت میں۔

یہ حدیث بھی اگرچہ ضعیف ہے، مگر اس میں کذب کوئی راوی نہیں ہے۔
شیعہ کی نالیوں حدیثی دلیل | حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے روز فرمایا:-

لا عظیم الدرایۃ غذا
ما جلا یفتح اللہ علی
یدایہ یحب اللہ ورسولہ
و یحبہ اللہ ورسولہ۔
میں کل جھنڈا ایک شخص کو دوں گا،
جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا، اور
وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے،
اور اس سے اللہ اور رسول محبت
کرتے ہیں۔

جواب | یہ حدیث صحیح ہے، مگر شیعہ کے مدعی ذکر امامت بلا فصل حضرت علی رضی
کے لئے ہے، پر ولایت نہیں کرتی، اس صفت میں اکثر صحابہ کرام رضی داخل ہیں۔
قرآن پاک میں ہے:-

یحبہم و یحبونہ۔
اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، وہ اس

۱۔ اس قسم کی کوئی بھی روایت صحیح یا حسن سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس لئے
یہ روایات کسی حقیقہ کی بنیاد نہیں بن سکتیں، خلفاء اربعہ کی خلافت اور ان کے فضائل احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اس قسم کی
بے ثبوت روایات کی اس بارے میں کوئی ضرورت نہیں ہے، (مترجم)

حقیقت یہ ہے اس حدیث میں ایک خبر کا بیان ہے، جملہ خبریہ ثبوت مدعی کے لئے جملہ دعائیہ سے واضح تر ہے۔

تیز یہ حدیث جو کہ حضرت علیؑ کے بارہ میں وارد ہے، اہل سنت کی دلیل ہے، اس لئے کہ حضرت علیؑ خلفاء ثلاثہ کے ساتھ رہے، ان کی رفاقت اختیار کی، ان کی خیر خواہی فرماتے رہے، بیعت کی، ان کی خلافت میں منازعت نہیں کی، دیکھئے عمرؓ نے علیؑ سے مشورہ طلب کیا کہ رومیوں کے قتال کے لئے وہ خود جائے، یا افواج روانہ کرے، علیؑ نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ آپ خود حرکت نہ کریں، فوج بھیج دیں۔ اگر وہ فتح یاب ہوئے تو بہتر درہ ان کے لئے آپ پشت پناہ ثابت ہوں گے، اور قتال فارس کے موقع پر بھی حضرت علیؑ نے اسی طرح کا مشورہ دیا، معلوم ہوا، ان بزرگوں کی خلافت حضرت علیؑ کی رائے کے موافق تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اللہ اعاد الحق مع علی حیث داس کے بموجب ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

ایک سوال اگر کوئی کہے کہ علیؑ نے وصیت پیغمبر کے لئے نزاع اس لئے نہیں کی کہ ابو بکر و عمر و عثمان کے ساتھ انہیں منازعت سے روک دیا گیا تھا یا ان کے ساتھ معاون و مددگار تھوڑے تھے؟

جواب میں کہتا ہوں وصیت والی بات غلط ہے، اگر بالفرض ثابت ہو بھی جائے، تو اس سے محض یہ ثابت ہوگا کہ ان کی خلافت حق ہے، اور اس لئے حضرت علیؑ کو ان کے ساتھ منازعت سے روک دیا گیا، اگر ان کی خلافت درست نہ تھی، اور خلافت علیؑ ہی لطف تھی، تو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ پیغمبر معصوم نے کیوں بندگان خدا کو لطف سے محروم رکھا، اور علیؑ کو اس کا ظہار سے روکا؟ معاذین کی قلت والی بات بھی ممنوع ہے، ایک روایت میں ہے۔

ابان بن عیاش، سلیم بن قیس

سادی ابان بن عیاش

ہلالی وغیرہ سے روایت کرتا ہے کہ عمرؓ

عن سلیم بن قیس الہلالی

وغيره عن غيره ان عمر قال
لعلي والله لئن لم تبايح
ابا بكر لنقتلنك قال له
علي والله لولا عهدنا عهدا
اني خليلي لست اخوته
لعلبت اينما اصنعف ناصرا
واقول عددا كذا ذكره
الرضي في نهج البلاغة

وعن مرة قال جاء ابوسفیان
بن حرب الى علي بن ابي طالب
فقال ما بال هذا الامر في اقل
قریش قلت واذلهم ذلایعنی
ابا بكر والله لئن عشت
ملائتھا علیہ خیلا ورجالا
فقال لی علی لطالما عادت
الاسلام واهله یا ابا
سفیان فلم یضرب ذلک
شیئا انا وجدنا ابا بكر
لهذا هلا اخرجہ الحاکم

نے علیؑ کو کہا تو نے ابوبکرؓ سے بیعت
نہ کی، تو ہم تجھے قتل کر دیں گے علیؑ
نے کہا اگر ایک وصیت نہ ہوتی، جو
میرے دوست نے مجھے فرمائی ہے،
جس کی میں خیانت نہیں کرتا، تو تجھے
پتھر چل جاتا، کس کے مددگار کمزور
اور تعداد میں ٹھوڑے ہیں۔
(نہج البلاغہ)

مرۃ کہتا ہے، ابوسفیان بن حرب
علیؑ کے پاس آیا، اور کہا کیا وجہ ہے
یہ امر خلافت قریش کے کمزور گروہ
میں چلا گیا، یعنی ابوبکرؓ کے پاس اللہ
کی قسم اگر میں زندہ رہا، اس کی مخالفت
گھوڑ سوار اور پیدل فوج جمع کر لاؤں
گا، علیؑ نے فرمایا بہت مدت سے
تم اسلام اور مسلمانوں کی عداوت
کر رہے ہو، اے ابوسفیان، ابوبکرؓ
کو اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ ہم نے
ابوبکرؓ کو اس کا مستحق پایا ہے۔

شیعہ کی گیارہویں حدیثی دلیل

ابو سعید الخدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ

عن ابي سعيد الخدری ان

۱۔ المستدرک ج ۳ ص ۳۷۱ کتاب معرفة الصحابة فیروز الاستیعاب مع الامامة لابن عبد البر ج ۲ ص ۲۴۵
۲۔ اس روایت کا بھی کوئی حوالہ بیان نہیں کیا گیا۔ تاکہ اس کی اسنادی حالت معلوم کی جاسکے، اس قسم کی عجول
اسناد روایات کو کس طرح کسی عقیدہ کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

النبي صلى الله عليه وسلم قال لعلي
انك تقا تل علي تاويل القرآن
كما قاتلت علي تنزيله
صلى الله عليه وسلم نے علیؑ سے فرمایا
تم تاویل قرآن پر پڑو گے، جس طرح
میں نے تنزیل قرآن پر لڑائی کی ہے۔
جواب | یہ روایت خیر دیتی ہے، کہ کسی وقت حضرت علیؑ خلیفہ ہوں گے، چنانچہ
خلیفہ بھی ہوئے، اور خوارج کے ساتھ ان کی لڑائی بھی ہوئی، یہ حدیث خوارج کے
خلاف اہل سنت کے لئے حجت ہے۔

شیعہ کی بارہویں دلیل

زید بن ارقم روایت کرتے ہیں،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم
میں وہ چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اسے قابو
کر لو، گمراہ نہ ہوو گے۔ اللہ کی کتاب
اور میری اولاد۔ ترمذی۔
امام مسلم زید بن ارقم سے نقل
کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک تالاب پر کھڑے ہو کر
خطبہ دیا، جو کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان
تھا، اور جسے خم کے نام سے موسوم
کیا جاتا ہے، اللہ کی تعریف کی ثنا
کہی، وعظ فرمایا، اے لوگو! میں انسان
ہوں، قریب ہے، میرے پاس میرے
رب کا قاصد آجائے، اور میں اس کی
وجہیت کروں، میں تم میں دو عظیم الشان

زید بن ارقم ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال انی
تارک فیکم ما ان تمسکم
بہ لن تضلوا کتاب اللہ
وعترتی۔ (أخرج الترمذی)
وساوی مسلم عنہ قال
قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم خطیباً بباء یدعی خمابین
مکة والمدینة فحمد اللہ
واثنی علیہ، ووعظ و ذکر ثمر
قال اما بعد ایہا الناس انما
انا بشر یوشک ان یاتینی
مرسول ربی فاجیب وانا
تارک فیکم الثقلین اولہما
کتاب اللہ فیہ الہدای

والتور فخذوا بكتاب
الله واستمسكوا به
فحث على كتاب الله
وساغب فيه ثم قال
واهل بيتي اذكركم
الله في اهل بيتي
اذكرکم اللہ فی اہل
بیتی و فی روایت کتاب
اللہ و هو حبل اللہ من
اتبعہ کأن علی المہدی
ومن ترکہ کان علی
الضلالة۔

چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک
الش کی کتاب اس میں ہدایت اور نور
ہے، الش کی کتاب کو لو، اور اس کو
مضبوط پکڑو، الش کی کتاب کا شوق
دلایا، اور ترغیب دلائی، پھر فرمایا
اور میرے اہل بیت کے بارہ میں
میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں، ان کے
بارے میں پھر خدا یاد دلاتا ہوں، ایک
روایت میں ہے، الش کی کتاب الش
کارہا ہے، جو اس کی اتباع کرے گا
وہ ہدایت پر ہے، اور جو چھوڑ دے گا،
وہ گمراہی پر ہے۔

جواب یہ حدیث مسئلہ امامت پر دلالت نہیں کرتی، اس سے یہ واضح ہوتا
ہے کہ فلاح کے لئے اہل بیت کی دوستی بہت ضروری ہے، دینی مسائل میں ان
سے راہ نمائی حاصل کرنی چاہیے۔ یہ حدیث اہل سنت کے لئے حجت ہے کہ اہلسنت
کتاب الش کو محکم اور واجب الاتباع یقین کرتے ہیں، ایسے نہیں کہ فومن بعض و نکفر
بعض (النساء ۱۵) اہل بیت کے ایک ایک فرد سے محبت رکھتے ہیں، حدیث و فقہ میں
ان سے روایات لیتے ہیں۔

اس کے برعکس روافض کا دونوں باتوں پر عمل نہیں، الش تعالیٰ کے فرمان انالہ
لحافظون الاية (الحج۹) کا انکار کرتے ہیں (کیونکہ قرآن کی حفاظت خلفائ ثلاثہ کے ذریعہ
کی گئی ہے، تمام قرآن پر اعتماد نہیں رکھتے، اور اس میں تحریف کے قائل ہیں، انہوں نے
الش کی کتاب کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔

اہل بیت میں سے بعض زید بن علی کو امام مانتے ہیں، اور محمد بن علی کی تکذیب

کہتے ہیں۔ اور دوسرے اس کے برعکس کے قائل ہیں، اسی طرح بعض اسمعیل بن جعفر کو اور بعض اسحاق بن جعفر کو اور کچھ دوسرے عید الشریعہ بن جعفر کو اور ان کا ایک گروہ موسیٰ بن جعفر کو امام مانتا ہے، اور ہر ایک فرقہ دوسروں کی تکفیر و تکذیب کرتا ہے، اس کی پوری تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور دختران پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن پر لعنت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کا ذکر خیر فرمایا ہے۔

امامت علی پر شیعہ کے عقلی دلائل

پہلی دلیل حضرت علیؑ کی امامت پر پہلی عقلی دلیل یہ ہے کہ امامت کے لئے عصمت شرط ہے، لہذا امام وہ ہوتا ہے جو کسی وقت بھی کافر نہ رہا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا تھا، اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بَاقِرًا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ومن ذریعتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاینال عہدی الظالمین جو معصوم نہیں ہے وہ معاصی کا مرتکب ہوگا، لہذا وہ ظالم قرار پائے گا، کفر تو ایک بدترین جرم ہے، لہذا جس سے کبھی بھی کفر سرزد ہوا امام نہیں ہو سکتا۔

نیز غیر معصوم امام سے امامت کی مہمیں کماحقہ سرانجام نہیں پاسکیں گی، اس لئے غیر معصوم امام بنانے میں انسانوں پر کوئی لطف نہیں ہے۔

نصیر الدین طوسی نے تجرید میں اشراط عصمت پر چار دلیل دی ہیں۔

۱۔ غیر معصوم امام سے خطا کا احتمال ہوگا، اس کی اصلاح کے لئے اور امام ہو تو پھر تسلسل لازم آئے گا۔

۲۔ امام شریعت کا محافظ ہوتا ہے، اگر اس سے خطا کا امکان ہے، محافظ شریعت نہ ہو سکے گا۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران پہلے ہونے پر کتب شیعہ میں متفق ہیں جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء ۵۹) کی رو سے امام کے اوامر و نواہی واجب الامتثال ہیں، امام مقرر کرنے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے، اگر معصوم نہ ہو اور گناہ کر بیٹھے، تو اس پر انکار کرنا واجب ہو جائے گا، اور پھر غرض امتثال فوت ہو گئی۔
۱۴۔ اگر امام عصیت کا مرتکب ہو جائے، تو اس کا حدیہ عوام سے کمتر ہو جائے گا، اس لئے اس سے معاصی کا صدور ہوتا بہت برا ہوگا۔

چونکہ عصمت ایک صفت ہے، جس کا پترہ علام الغیوب کے سوا کسی کو نہیں چل سکتا لہذا نصب امام کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ شارع اس کی عصمت پر نص فرمائیں کہ یہ شرط امامت ہے۔

مذکور بالا شرط یعنی عدم سبق کفر عصمت، اور نص شارع صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں، کسی اور خلیفہ میں نہیں لہذا علی رضی اللہ عنہ ہی امام ہوئے۔
جواب یہ عقلی دلیل بخند و جبرہ باطل ہے

۱۔ امامت کے لئے امام کا معصوم ہونا شرط نہیں ہے۔ دیکھئے شمول نبی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت طاہر طاہر کو امام بنایا، نیز بیچ البلاغۃ میں رضی امیر المؤمنین سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔
لا یدل للناس من امیر
لوگوں کے لئے نیک یا فاجر

بنا و فاجر۔
امام کا ہونا ضروری ہے۔
کتب امامیہ میں اس اثر کے ثابت ہونے سے عصمت کی شرط باطل ہو گئی،
یہ فقرہ امیر المؤمنین نے خوارج کے کلام کے جواب میں فرمایا تھا۔ فرماتے ہیں:۔

کلمۃ حق ارید بہ الباطل
نعم لاحکم الا للہ ولكن
هو لاء القوم یقولون لا امرہ
وانہ لا یدل للناس من امیر
بدوا و فاجر یعمل فی امراتہ
یہ کلمہ حق ہے، جس کا غلط مطلب
لیا جاتا ہے، واقعی اللہ کے سوا کوئی
حکم نہ ہے، مگر یہ لوگ کہتے ہیں، امیر
اللہ کے سوا نہیں ہے، حالانکہ لوگوں کے
لئے امام ہونا ہے، نیک ہو یا فاجر

اپنی حکومت میں ایمان والوں کو درست بنائے گا، اور کافر فائدہ حاصل کریں گے اس کے ذریعہ فنی کا مال جمع ہوگا، دشمن کا مقابلہ کیا جائے گا، راستے پر امن ہوں گے، طاقت ور سے کمزور کے لئے حقوق لئے جائیں گے، تاکہ اس کے ذریعہ راحت حاصل ہوگی، اور فاجر سے راحت طلب کی جائے گی۔

وَيَسْتَمْتَعُ فِيهَا الْكَافِرُ
يَبْلُغُ اللَّهُ فِيهَا الْأَجَلَ
وَيَجْمَعُ بِهِ الْفَقِيرُ وَيَقَابِلُ
بِهِ الْعَدُوَّ وَتَأْمَنُ بِهِ
السَّبِيلُ وَيُؤْخَذُ بِهِ
لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوَى
حَتَّى يَسْتَرِيحَ بِهِ
لِاسْتِرَاحٍ مِنْ فَاجِرٍ۔

حضرت علیؓ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے، فاجر کی امارت بھی جائز ہے، اور یہ کہ غیر معصوم امام مال فنی جمع کر سکتا ہے، کفار کے ساتھ جہاد کر سکتا ہے، اور خصومات کے فیصلے صادر کر سکتا ہے، امام مقرر کرنے کی حکمت بھی یہی ہے۔

ہاں چھپ جانے والے اور دنیا سے الگ تھلگ رہنے والا امام تو یہ فراموش ادا نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔

اشرراط عصمت پر اللہ تعالیٰ کے فرمان لایزال عہدی الظالمین والبقرۃ ۱۱۳۴ سے استدلال کرنا بھی باطل ہے، اس لئے کہ آیت میں امامت سے مراد نبوت ہے، نہ کہ سلطنت، اس لئے کہ حضرت ابراہیم بادشاہ نہ تھے، اور نہ وہ مرتبہ رکھتے تھے جو روحانی نے اختراع کیا ہے، اور جس کی شرع ولادت میں کوئی اصل نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوت و رسالت کے علاوہ کسی دیگر صفت سے متصف نہ تھے، اور یہ یقینی بات ہے کہ نبوت و رسالت میں عدم سبق کفر اور عصمت شرط ہے۔

ویسے یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ اگر کبھی کسی سے کفر ہوا یا گناہ وہ اسلام اور توبہ کے بعد بھی ظالم ہے، اہم قائل اور اہم موصول کا مانع اشتقاق سے اتصاف نہ مان حال

میں ہوتا ہے، جمیع ازمینہ میں نہیں، تو یہ آیت عدم سبق کفر والی شرط پر دلالت نہیں کرتی، دیکھئے ایک شخص کافر تھا، پھر اسلام قبول کر لیا، اس پر ظالم کا اطلاق بدترین ظلم ہے، اسی طرح مؤمن سے گناہ کبیرہ یا صغیرہ سرزد ہو گیا، اور توبہ کرنی، پھر اسے فاسق یا ظالم نہیں کہا جاسکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

التائب من الذنب
کمن لا ذنب له۔
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے
جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

نیر سورہ فرقان میں توبہ کر لینے کے بعد امام کا اطلاق ہوا ہے۔
ارشاد حق تعالیٰ ہے:۔

یضاعف له العذاب
یوم القيامة ويحصد فيه
مهانا الا من تاب وامن
وعمل عملا صالحا اولئك
يبدل الله سيئاتهم حسنات
وكان الله عفورا رحیما۔
دالی قولہ تعالیٰ: یقولون
ربنا هب لنا من اذوانا وذریاتنا
قرة اعین واجعلنا للمتقین
اماما (الفرقان ۶۹ تا ۷۴)۔

یہ کہنا کہ امامت کی ذمہ داریاں غیر معصوم سرانجام نہیں دے سکتا، اگر اس کا مطلب ہے اکل ذمہ داریاں سرانجام نہیں دے سکتا، تو یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت علیؑ بھی کل ذمہ داریوں کے سرانجام دینے پر قدرت نہ پاسکے، جیسا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص لینا۔

شیعہ کے دیگر امام تو کسی بھی ذمہ داری کو پورا کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے، جیسا کہ محمد مہدی نو سو سال سے غائب ہے، تو معصوم بھی امامت کی جمیع ذمہ داریاں نہ پوری کر سکے، اگر مطلب ہے اکثر ذمہ داریوں کا پورا کرنا۔ تو مسلم عادل عالم بادشاہ ہی فرائض سرانجام دے سکتا ہے، نہ کہ گوشہ نشین چھپ جانے والا امام (وہ تو مخلوق کے کسی کام بھی نہیں آ سکتا)۔

نصیر طوسی کا خطا امام کموجیب تسلسل قرار دینا اور یہ کہنا کہ امام محافظ شریعت ہے، اور واجب الامتثال لہذا اسے معصوم ہونا چاہیئے، بالکل غلط ہے، اس لئے کہ کتاب و سنت کی رو سے خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اتباع اور اطاعت واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ رضی نہج البلاغۃ میں روایت کرتا ہے۔

لا طاعة لمخلوق في
معية الخالق۔
خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی
اطاعت نہیں ہے،

اولی الامر کی اطاعت مشروط ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ مخالف شرع حکم نہ کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اطيعوا الله واطيعوا
الرسول واولی الامر منكم
فان تنازعتم فی شئ فردوه
الی الله والرسول ان كنتم
تؤمنون بالله والیوم الآخر۔

اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی
اور تم میں حکومت والوں کی اطاعت
کرو، اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو، تو
اللہ اور اس کے رسول کی طرف رو
کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن
پر ایمان رکھتے ہو۔

(النساء ۵۹)

شریعت کی محافظ اولوالامر کی خطا کا ازالہ کرنے والی اللہ کی کتاب قرآن پاک ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و حدیث۔ اور اجماع امت معصومہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

انا نحن نزلنا الذکر وانالہ
لحافظون (الحجہ ۹)
ہم نے ذکر و قرآن اتارا ہے اور
ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لا یجتمع امتی علی
الضلالة۔
میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں
ہو سکتی۔

امام کی خطا کی اصلاح کتاب و سنت اور اجماع امت سے ہو جائیگی، لہذا
تسل لازم نہ آئیگا۔ اگر شریعت کی حفاظت امام پر ہی موقوف ہے تو نو سو سال
سے شریعت و دین غیر محفوظ چلا آ رہا ہے۔

طوسی کا یہ کہنا و ذکر اگر امام سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا مرتبہ عوام سے
کمتر ہو جائے گا یا امامیہ کے اپنے نظریہ کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو
ائمہ کے سپرد کر دیا ہے، وہ جو چاہیں کریں، اس نظریہ کی رو سے امام جو کچھ کرے
گا، وہ دین ہی ہو گا، گناہ اور خلاف شرع کیسے ہو سکتا ہے؟

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ معصوم ہونا امام کے لئے شرط نہیں ہے، لہذا
امام کا منصوص علیہ ہونا بھی شرط نہ ہوا۔

۱۲۔ مذکورہ عقلی دلیل کے یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے لئے دعویٰ عصمت
بطلان کی دوسری وجہ باطل ہے۔ پنج البلاغۃ میں ہے حضرت
علیؑ اپنے دوستوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:-

لا تکفروا عنی مقالۃ بحق
او مشورۃ بعدل فانی لست
بفوق ان اخطئ ولا اومن
من ذلک من فعلی۔
مجھے تمہاری حق بات اور اچھے
مشوروں کی ضرورت ہے، کیونکہ
میں خطا سے مافوق نہیں ہوں،
اور نہ ہی میرا فعل اس سے
مأمون ہے۔

اگر آپ معصوم ہوتے تو عوام لوگوں کے ساتھ مشورہ کے محتاج نہ ہوتے۔
نیز نبج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک دعا میں فرمایا:-

اللہم اغفر لی ما
تقربت به الیک
وخالفت قلبی۔
اے اللہ مجھے یہ بخش دے کہ
میں نے تیرے تقرب کے لئے کام
کیا، مگر میرے دل نے اس کی مخالفت
کی۔

شیعہ کا یہ کہنا کہ خلفاء ثلاثہ نے بت پرستی کی ہے، حضرت ابو بکرؓ کے بارے
میں ایسا کہنا غیر مسلم ہے، اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام سے قبل بھی موحّد
تھے، جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیلؓ تھے، شیخ ابو الحسن اشعریؒ اور اکابرین اہلسنت
نے وضاحت کی ہے کہ ابو بکرؓ قبل از بعثت اور بعد از بعثت مؤمن تھے، یہی
وجہ تھی کہ بعثت سے پہلے بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے
تھے، قاضی ابوالحسن زہدہؒ ایک طویل حدیث میں درج فرماتے ہیں:-

ان ابا بکر قال للنبی صلی
اللہ علیہ وسلم یحض من
المہاجرین والانصار وعیشک
یا رسول اللہ لیسجد صتما قط
فانزل جبریل علیہ السلام وقال
صدق ابو بکر۔
ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے مہاجرین اور انصار کی جماعت
کے سامنے کہا یا رسول اللہ میں نے
کبھی بھی بت پرستی نہیں کی۔ جبریل
نازل ہوا، اور ابو بکرؓ کی تصدیق کی

ایک ضروری فائدہ

اہل سنت غیر انبیاء سے عصمت کی جو نفی کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں
کہ اکابرین سے گناہ صادر ہوتے رہے ہیں، حاشا وکلا۔ بلکہ مقصد یہ ہے
کہ انبیاء کے علاوہ دوسروں کا معصوم ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں
ممکن ہے کہ صغیرہ یا کبیرہ یا اجتہاد میں خطا یا کسی حدیث کی روایت میں۔

ان سے نسیان ہو جائے۔

صوفیہ علیہ تو اس حد تک فرماتے ہیں کہ حب تک بائیں کاندھے کا فرشتہ
بیس سال تک بیکار نہ ہو جائے، مرید کے مقام میں انسان نہیں پہنچ سکتا، چہ جائیکہ
رتبہ شارح تک پہنچے۔

ایک سوال | صوفیا کا ایک مقولہ القطب قدی زنی اور حدیث ذنی ماعرفو جو
صوفیا کے متذکر الصدد قول کے مخالف ہیں۔

جواب | اگر کسی بزرگ سے بزرگ تقدیر کوئی معصیت ضغیرہ یا کبیرہ سرزد ہو
بھی جائے، فوراً انہیں توبہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے، اور اس قدر ندامت دامن
گیر ہوتی ہے کہ وہ معصیت اور اس پر ندامت اس کے لئے موجب قرب ہو جاتی ہے
حسنات الادوار سیئات المقربین۔ کامطلب یہی ہے، نیز ارشاد ہے۔

فاولئک ینزل اللہ سیئاتہم
یہ لوگ ہیں کہ ان کی برائیاں

نیکوں میں بدل دے گا۔

حسنات (الفرقان ۷۰)

چونکہ انہیں فوراً توبہ کی توفیق حاصل ہو گئی ہے، اس لئے کاتب شمال میں
گناہ کو نہیں لکھتا، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے، مسلمان سے گناہ صادر ہو جائے،
تو ملک مؤکل تین ساعت توقف کرتا ہے، اگر تین ساعت کے اندر توبہ کر لیتا
ہے، تو وہ اس گناہ کو تحریر نہیں کرتا، اس لئے یہ بات درست ثابت ہوئی کہ
آگہی والوں کا کاتب شمال بیس سال تک کوئی چیز نہیں لکھ پاتا۔ اہل سنت مرید اور
شیخ کے بارہ میں جب اتنا بلند نظریہ رکھتے ہیں، تو اکابرین اہل کمال اور خلفاء
راشدین کے بارہ میں کب کہہ سکتے ہیں کہ وہ خطا کار تھے۔

حالانکہ کتاب و سنت اور اجماع کی رو سے ان کے لئے شہادت بالخیر
ثابت ہے، اہل سنت کی اصطلاح میں اسے تحفظ خداوندی کا نام دیا جاتا
ہے، تاکہ انبیاء اور غیر انبیاء کے حال میں فرق ملحوظ رکھا جاسکے۔

تحفظ خداوندی برائے | خلفاء ثلاثہؓ کے لئے روافض تحفظ خداوند کا انکار
خلفاء راشدین کرتے ہیں اور حقیقت یہ کتاب و سنت سے

انکار کے مترادف ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

محمد رسول الله و
الذين معه اشداء على
الكفار رحماء بينهم الاية
(الفترہ ۲۹)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
رسول ہیں، اور آپ کے ساتھ والے
کافروں پر سخت اور آپس میں
رحم دل ہیں۔

نیز فرماتا ہے:-

كنتم خير امة اخرجت للناس
الاية (ال عمران ۱۱۰)

تم افضل امت ہو جو لوگوں
کے لئے لائے گئے۔

نیز فرماتا ہے:-

وكذلك جعلناكم امة وسطا
لتكونوا شهداء على الناس
الاية (البقرة ۱۴۳)

اسی طرح ہم نے تم کو افضل امت
بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن
جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ما سلك عمر فجا الاسد الشيطان
فجا غيره۔

عمرؓ جس گلی سے گزرتا ہے۔
شیطان دوسری گلی ہو جاتا ہے۔

امت کا اجماعی فیصلہ ہے:-

كل صحابي كرام عادل ہیں۔

الصحابة كلهم عادل۔

۱۳۔ شیعہ کی بیان کردہ عقلی
دلیل کے بطلان کی تیسری وجہ | یہ ادعا کہ حضرت علیؓ کی خلافت پر نص جلی
موجود ہے، باطل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا،

۱۴۔ صحیح بخاری باب مناقب عمرؓ صفحہ ۵۲ ج ۱۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ باب فضائل عمرؓ۔

۱۵۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے الاصابہ فی تمییز الصحابة ج ۱ ص ۱۷۰۔ ۲۳۔

اس کے برعکس واضح نص حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے لئے ثابت ہے حضرت علیؑ کے لئے جو نصوص پیش کی جاتی ہیں، ان کی حقیقت بھی واضح کی جا چکی ہے، اگر حضرت علیؑ کی خلافت میں کوئی نص موجود ہوتی تو حضرت معاویہؓ کے ساتھ احتجاج میں اسے ضرور پیش کیا جاتا، حالانکہ حضرت علیؑ نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھا تو اس میں اپنی خلافت کی دلیل پیش فرمائی کہ مجھے مہاجرین اور انصار کے شوریٰ کے ذریعہ خلیفہ تجویز کیا گیا ہے، دیکھئے بیچ البلاغۃ۔

خلافت و امامت علیؑ پر | حضرت علیؑ کے ہاتھ سے کئی معجزات ظاہر ہوئے،
شیعہ کی دوسری دلیل | درخبر اکھاڑ کر پینک دیا۔ جنوں کے ساتھ

مجارہ کیا، ایک پتھر جسے ایک بہت بڑی جماعت اٹھانے سے عاجز تھی، اٹھالیا، اور اس کے نیچے سے پانی نکلا۔

نماز عصر کے لئے سورج کا واپس آنا۔ ان خوارق عادت معجزات کی بنا پر ان کا دعویٰ امامت اس طرح قابل تسلیم ہونا چاہئے، جس طرح انبیاء کا دعویٰ نبوت۔

جواب | دعویٰ امامت سے مراد اگر خلفائ ثلاثہ کے بعد کا دعویٰ ہے تو یہ تسلیم ہے، اہل سنت کا نظریہ بھی یہی ہے کہ حضرت علیؑ خلفائ ثلاثہ کے بعد خلیفہ صادق تھے، اور اگر مقصد یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ خلافت کیا ہے تو یہ جھوٹ اور افتراء ہے، اگر انہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہوتا تو اسے ثابت ہوتا، جیسا کہ حضرت عثمان سے بعد ان کا دعویٰ امامت تواتر ثابت ہے، بلکہ حضرت علیؑ سے اس کے خلاف ثابت ہے، خود روافض بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو خاموش رہنے کا حکم دیا تھا۔ (کذا فی کتاب الہلال)

باقی رہا مذکورہ خوارق کا ان سے سرزد ہونا مسلم ہے، مگر ظہور کرامات و خوارق خفا دراشدین اور اکثر صحابہ سے ثابت ہے، بلکہ اولیاء امامت سے بھی بعض کرامات

و خوارق ثابت ہیں، مگر اظہار کرامات کو دعویٰ امامت کے مقارن سمجھنا باطل ہے، دیکھئے
 درخیر کا اکھیر نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سلسلہ میں ہوا، حضرت علی کا محاربہ
 جن اہل سنت کے نزدیک پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتا، شیعی روایات میں ہے کہ یہ
 غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر ہوا، اسی طرح دشمن کی روایت ہے، کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز عصر کے بعد کیفیت نزول وحی طاری ہوئی، جبکہ آپ کا سر مبارک
 علیؑ کے پہلو میں تھا، علیؑ نے نماز عصر نہ پڑھی تھی وحی سے اس وقت فارغ ہوئے،
 جب عصر کا وقت ختم ہو چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور سورج
 واپس آیا، اور علیؑ نے نماز ادا کی، یہ حدیث طحاوی، ابن مردویہ ابن شاپین نے اسناد
 بنت عیس سے روایت کی ہے، طحاوی وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ ابن الجوزی نے موضوع
 کہا، حق یہ ہے کہ اگر صحیح نہ بھی ہو حسن سے کمتر نہیں۔ ان دونوں خرق عادت امور
 کے ساتھ دعویٰ امامت ملانا کتنا غلط ہے، کہ (اس وقت دعویٰ امامت کا تصور
 بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے) پانی نکالنے کیلئے
 پتھر اٹھانے والی روایت اہل سنت کی روایت میں نہیں ہے۔

۱۔ یہ روایت بناوٹی ہے، کبھی۔ معتبر سند کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں محاربہ جن کی روایت نہیں ملتی،
 پھر غور فرمائیے جنات علیؑ کے ساتھ توڑتے رہے مگر عرضیں راستہ ہوتے شیطن اس راستہ پر ہی نہ آتے تھے کہ انہیں کیلئے منہاج السنہ ج ۱
 ص ۱۵۱ ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۵۵ مناقب عمرؓ میں مذکور فضیلت عمرؓ موجود ہے۔
 ۲۔ روایت دشمن حضرت اسامہؓ سے مروی ہے، اس کی سند میں فضیل بن مرزوق ہے، امام بخاری نے ضعیف قرار دیا، امام البیہق
 نے فرمایا موضوعات روایت کرتا ہے، اور ثقات پر خطا کرتا ہے۔
 ایک دوسری سند میں عبدالرحمن بن شریک موجود ہے، جو کہ داعی الحدیث ہے امام ابن الجوزی فرماتے ہیں،
 اس حدیث کے بارہ میں ہیں ابن عثمدہ کو متہم قرار دیتا ہوں، یہ رافضی تھا، مثالب صحابہ بہ بیان کیا کرتا
 تھا، جھوٹے نسخے تحریر کرتا، اور لوگوں کو ان سے روایت کرنے کے لئے آمادہ کرتا۔ ابن مردویہ نے یہ
 روایت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، اس کی سند میں داؤد بن خریج ہے، شعبہؒ نے
 اسے ضعیف قرار دیا۔ لہذا یہ روایت کی طریق سے ثابت نہیں اس بارہ میں ابن الجوزی کی تحقیق
 صحیح ہے، کہ یہ روایت موضوع ہے، تفصیل کے لئے منہاج السنہ جلد ۲ ص ۱۸۶۔
 بلخوظمہ کی داپسی سے وہ نماز ادا نہ قرار دی جائے گی، اسی دن سورج کی داپسی سے کیسے نماز
 ادا قرار دی جاسکتی ہے کہ غروب شمس سے وقت عصر فوت ہو چکا ہے۔

شیعہ روایت کرتے ہیں کہ حیب علیؑ نے صفین میں اپنے ساتھیوں کی طرف توجہ فرمائی تو انہیں پیاس میں مبتلا پایا، اس وقت ان سے یہ کرامت ظاہر ہوئی، یہ کرامت واقعی دعویٰ امامت کے معیار ہے، مگر اہل سنت کے خلاف نہیں کہ اس وقت ان کا دعویٰ امامت تھا، اور وہ خلیفہ وقت تھے، اس کے اہل سنت منکر نہیں ہیں۔

امامت علیؑ پر شیعہ | نصیر طوسی نے تیسری دلیل یہ دی کہ علیؑ سخاوت وغیرہ کی تیسری دلیل | فضائل و مناقب میں دوسری خلفا سے افضل تھے، افضل کے ہوتے مفضل کی امامت قبیح ہے، لہذا حضرت علیؑ ہی پہلے خلیفہ تھے۔

جواب | اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ افضل کے ہوتے مفضل امام ہو سکتا ہے، جیسا کہ شمول کے ہوتے طاہر امام بنائے گئے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؑ کا خلفاء ثلاثہ سے افضل ہونا باطل ہے، حق یہ ہے انصافیت بھی ترتیب خلافت کے موافق ہے، اس کی مکمل وضاحت آگے آئے گی، انشاء اللہ۔

امامت علیؑ پر شیعہ | حضرت علیؑ کے بارہ میں موافق و مخالف کسی نے بھی ان کی چوتھی دلیل | خلافت میں موجب قدر کوئی روایت ذکر نہیں کی جبکہ خلفاء ثلاثہ کے حق میں کافی روایات موجب قدر مروی ہوئی ہیں۔

جواب | یہ بات بالکل غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ اہل حق یعنی اہل سنت نے چاروں خلفاء کے بارے میں کوئی روایت موجب قدر بیان کی ہے، بعض احادیث اہل سنت سے روافض غلط فہمی کی بنیاد پر موجب اعتراض باتیں استنباط کرتے ہیں شیعہ مطاعن اور ان کا تفصیل جواب آگے مذکور ہوگا، انشاء اللہ۔

البتہ خارجی اور افضی اکابر دین کے بارے میں جھوٹی اور بے بنیاد باتیں خود بناتے ہیں! اور انہیں روایت کرتے ہیں۔ جس طرح خارجیوں نے حضرت علیؑ پر بدترین اور

سلسلہ یہ روایت بھی کسی صحیح سند کیساتھ ثابت نہ ہے، سفید جھوٹ ہے علیؑ کے فضائل کتب حدیث میں مذکور مسطور ہیں اس قسم کی روایات مکذوبہ پران کی فضیلت موقوف نہ ہے، دیکھئے منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۱۸۴۔

قبیح ترین باتیں نسبت کی ہیں، اسی طرح رافضیوں نے خلفاء ثلاثہ پر جھوٹ اور بہتان باندھے ہیں، ان خبیثوں نے حضرت علیؑ کی طرف دعویٰ الوہیت تک کی نسبت کی ہے کہ علیؑ نے کہا میں نے میثاق کے روز عہد لیا تھا میں ہی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں، دعویٰ الوہیت کفر کے بدترین اقسام سے ہے، اسی طرح دیگر شنائع ڈراویے عزتی اور جھوٹ وغیرہ کی نسبتیں حضرت علیؑ اور دوسرے خلفاء کی طرف ان لوگوں نے کیں ہیں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

چوتھا مقالہ مطاعن میں

یہ مقالہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام، اور جمہور اہل سنت پر عائد کردہ شیعہ مطاعن و معائب کی تردید میں ہے اس میں چھ فصل ہیں۔

فصل اول خلیفہ اول پر عائد کردہ مطاعن کے جواب میں

ابوبکر صدیق اکبر جو کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور اللہ کی مخلوق میں انبیاء و رسل کے بعد سب سے افضل و برتر ہیں۔ اس ذات گرامی پر شیعہ نے گیارہ طعن اور اعتراض کیے ہیں۔

پہلا طعن | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جہزوا جيش اسامة لعن الله اسامة كالشكر تيارا کرو جو اس سے من تخلف عنه۔
 یہ بھیجے رہا اس پر خدا کی لعنت ہے۔

چونکہ ابوبکرؓ جیش اسامہ میں شریک نہیں ہوئے لہذا اس وعید کے مستحق ہیں
جواب | اس روایت میں لعن اللہ من تخلف عنه کے الفاظ خود ساختہ ہیں کسی سنی روایت سے ثابت نہیں ہیں امام شہرستانی مؤلف الملل والنحل فرماتے ہیں یہ لفظ موضوع ہے، روایت کے یہ لفظ جہزوا جیش اسامہ یعنی اسامہ کا لشکر تیار کرو صحیح ہیں، اس کی بناء پر حضرت ابوبکرؓ پر کوئی اعتراض کرنا بوجہ باطل ہے۔

۱۔ یہ حکم تمام صحابہ کرام کیلئے نہیں تھا، ورنہ حضرت علیؓ پر بھی یہی اعتراض ہوگا، کیونکہ وہ بھی جیش اسامہ میں نہیں گئے تھے۔

۲۔ حدیث میں لشکر اسامہ کی تجہیز یعنی تیار کرنے کا حکم ہے، نہ کہ ہر ایک کو

الحجۃ ۱۴۲۱ھ میں بخاریں ہے بروایت عبد الرحمن بن عوف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا، اور ان کا امیر اسامہؓ کو مقرر کیا، لوگوں نے طعن کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسامہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے، اتنی ملحقنا۔

اس میں جانے کا تجہیز و تکہیز کا مطلب یہ ہے کہ ایک فوج تیار کی جائے، ان کے لئے سامان ہتھیار اور خور و نوش کا انتظام کیا جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے پورا پورا عمل کیا۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت نماز حکم فرما چکے تھے، انہیں شکر اسامہ میں جانے کا حکم ہی نہیں تھا۔

۴۔ اگر بالفرض شکر اسامہ میں جانے کا انہیں حکم تھا بھی تو ان کو امامت نماز کے حکم سے وہ منسوخ ہو گیا۔

دوسرا طعن ۱ ابوبکرؓ نے خود اقرار کیا ہے۔

میرے لئے شیطان ہے جو میرے
عارض آتا ہے، اگر سیدھا رہوں تو
میری مدد کرنا، اور ٹیڑھا ہو جاؤں
تو مجھے سیدھا کرو۔

لی شیطان یقریبی
فان استقمیت فاعینونی
وان زغت فقومونی۔

جس شخص کے ساتھ شیطان رہے، اور وہ عمل میں کچی کرتا ہو، وہ امام بننے کے قابل نہ ہے۔

جواب ۱ اس طعن کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ اثر موضوع ہے، حضرت ابوبکرؓ کا گفتہ نہیں ہے، اس کے برعکس حضرت ابوبکرؓ سے صحیح روایت یوں ثابت ہے، کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا۔

اللہ کی قسم ہے مجھے نیند میں
آوارہ خواب نہیں آتے، اور میں توہمت
میں مبتلا نہیں ہوتا، میں راستہ پر گامزن

واللہ ما أمت فحلمت و
ما شہدت فتوہمت وافی
لعلی السبیل فما تراغت

۱۵۔ امام ابن تیمیہؒ میں ذکر کو حالت غضب پر عمل کرتے ہیں، کہ اگر غصہ کی حالت میں میرے سے کسی پر نیایدی ہو جائے یا کوئی حکم سرزد ہو جائے تو مجھے بتانا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما ابشر ارضی کی یہ معنی ابشر و غضب کا یعنی ابشر انما دعوت علیہ من امتی بدعوة لیس لہا بل ان یجلبہا لہ طہور و ذکرۃ۔ ۱۲ منهاج السنہ جلد ۲ ص ۱۱۲۔

ولہ آل جہدا و ساری
اوصیک بتقوی اللہ۔
ہوں بھٹکتا نہیں، میں جہد و جہد میں کی نہیں
کی میں تجھے الشر کے تقویٰ کی وصیت
کرتا ہوں،

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اثر ثابت ہو جانے کی صورت میں حضرت ابو بکرؓ کے
امام ہونے میں خلل انداز نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ معصوم ہونا امام کے لئے شرط
نہیں ہے، امیر المؤمنین علیؓ سے بھی اس طرح کا کلام ثابت ہے، جیسا کہ بحوالہ
نیج البلاغۃ مذکور ہوا۔

نیز نیج البلاغۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:-
اللہم اغفر لی ما
تقربت الیک بلسانی ثم
خالفت قلبی۔
اے اللہ مجھے بخش کہ میں اپنی
زبان سے تیرا تقرب حاصل کروں، مگر
میرا دل میری مخالفت کرے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ خطرات شیطان تو انبیاء کی عصمت میں بھی محمل نہیں چھ
جائیکہ اولیاء کے بارہ میں اعتراض کیا جائے، قرآن پاک میں ہے:-

وما ارسلنا من قبلك
من رسول ولا نبی الا اذا غشی
القی الشیطان فی امنیۃ فینسخ
اللہ ما یلقی الشیطان الایۃ
ہم نے آپ سے پہلے جو رسول
اور نبی بھیجے ہیں، مگر شیطان نے
ان کے امنیہ میں القا کیا، اللہ تعالیٰ
شیطان کا القا کیا ہوا ختم کر دیتا
ہے۔ (الحجہ ۵۲)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فذلہما بخرور (الاعراف ۲۲)
ان کو دھوکہ دیکر بہلایا!

اس آیت کا مقصد یہ نہیں کہ شیطان انبیاء کے دل میں القا کر سکتا ہے۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم
السلام کے پاس جو احکام آتے ہیں، ان کے بارہ میں شیطان لوگوں میں اپنی باتیں اپنے ساقیوں کے ذریعے پھیلا دیتا
ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ختم کرتا ہے، اور اپنے احکام کی حفاظت فرماتا ہے۔

فوسوس لهما الشيطان (الاعراف ۲۰) اور ان کو شیطان نے وسوسہ کیا۔

جو تھا جواب یہ ہے اس طرح کا کلام بطور کسر نفسی اکثر اکابر دین سے ثابت ہے ضرور نہیں کہ واقع میں بھی ایسا ہی ہو، چونکہ کسر نفسی کے طور پر اور حق تعالیٰ کے اس فرمان فلا تزکوا لانفسکم کی تعمیل میں ایسا کلام صادر ہوتا ہے، اس لئے جھوٹ بھی نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ یہ لایو اخذ کہ اللہ بالغوفی ایمان کفر (البقرہ ۲۲۵) کے قبیل سے ہے۔ یوسف صدیق علیہ السلام نے فرمایا:-

وما ابرئ نفسي ان النفس لامادة بالسوء (یوسف ۵۳) میں اپنے نفس کا تبریہ نہیں کرتا نفس آمادہ بالسوء ہے۔

علی بن الحسین ضوعا میں فرمایا کرتے تھے:-

قد ملک الشيطان عنا في سوء الظن وضعف اليقين وافي اشكوا سوء فجاورتني طاعة نفسي له۔ شیطان میری باگ کا مالک بن گیا ہے۔ میرے سوء ظن اور ضعف یقین میں۔

پانچواں جواب یہ ہے، ابو بکرؓ کا یہ مقولہ شرطیہ ہے، اس وقت یہ مقولہ صادق ہوگا۔ جب اس کے دونوں طرف (مقدم، تالی) صادق ہوں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:-

قل ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين (الزخرف ۸۱) اگر رحمن کا ولد ہے تو میں سب سے پہلے عابد ہو جاؤں گا۔

اس کے برعکس زین العابدینؓ کا مقولہ قضیہ حملیہ ہے:-

تیسرا طعن | عمر بن الخطابؓ نے کہا:-

كانت بيعة ابي بكر بغيعة وتمت وفق الله ابوبکرؓ کی بیعت اچانک ہوئی اور مکمل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں

۱۔ النجم ۳۲۔ ۲۔ کہ ذاتی اصل اسی لئے ترجمہ نہیں ہوا۔

۳۔ صحیح بخاری ۲۸ ص ۱۰۹ معناه باب جیم الجلی من الزنا کتاب الحارین من اهل الکفر والردة۔

المؤمنین شرھا فمن عاد الے کو اس کے شر سے بچالیا، جو ایسا کام دوبارہ
مثلاً فاقتلوه۔ کرے، اس کو قتل کر دو۔

کہتے ہیں عمرؓ کے اس صحیح اثر کا تقاضا ہے کہ ابوبکرؓ کی خلافت مبنی بر اصل نہیں ہے،
لہذا امام حق نہ ہوا۔

جواب اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت فوراً بلا تامل اور بلا تردد
ہو گئی تھی، اس لئے کہ ابوبکرؓ کی فضیلت و برتری دوسروں پر نہایت واضح اور عیاں تھی،
تامل اور تردد کی ضرورت ہی نہ تھی، ان کی خلافت ثابت ہو جانے کے بعد اگر کوئی کسی
اور کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے، اسے قتل کر دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:-

اذا بویع للخلیفتین جب دو خلیفوں کے لئے بیعت
فاقتلوا اخرهما۔ کی جائے، تو دوسرے کو قتل کر دو۔

ان کے کلام کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ بیعت صحیح نہیں ہے، مذکورہ بالا مطلب
کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عمرؓ اور ابوعبیدہؓ نے مہاجرین اور انصار کے
سامنے فرمایا:-

ابوبکر خیرنا و سیدنا ابوبکر ہم سب سے افضل اور ہمارا
ولیس بیننا من ہوا افضل سردار ہے، ہم میں اس سے افضل اور
کوئی نہیں ہے۔

ابوبکرؓ کی اس فضیلت کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔

شرھا میں شر کی اصناف بیعت کی طرف زمان کی طرف اصناف ہے، یعنی

۱۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸۔
۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۵ میں یہ لفظ ہے: "انت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"
۳۔ بعض علما یہ بھی کہتے ہیں شرھا کی تفسیر بعتہ کی طرف راجع ہے یعنی جلدی کرنے کے شر سے بچالیا، اور یہی معنی زیادہ صحیح
ہے، اس لئے کہ لفظ بعتہ مرجع قریب ہے (مترجم) حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ ایک شخص کے جواب میں ہے جس نے کہا تھا میں حضرت
عمرؓ کی وفات کے بعد نکال شخص سے بیعت کرونگا، حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اگر چاہا تک ہوئی، اگر حق بحق دار سیدنا
کہ ابوبکرؓ ایسا تم میں صلہ فضل و کمال موجود نہیں تھا۔ اس لئے امت کے جماع سے ان کی بیعت قائم ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے جلدی (بقیہ مضامین)

بیعت کے وقت کے شر سے بچا لیا، اور اتفاق ہو گیا، جس طرح کہ قرآن میں ہے:-
 بل مکر اللیل والنہار (سبا ۳۳)
 دن اور رات کا فریب۔

اگر اس وقت بیعت نہ ہوتی تو شر اور اختلاف واقع ہو جاتا۔ واللہ اعلم۔

چوتھا طعن ابو بکر نے کہا:-

لست بخیر کھد علی علی تمہارے اندر موجود ہو میں تم سے

فیکم۔ اچھا نہیں ہوں۔

شیعہ کہتے ہیں، اگر یہ قول صحیح ہے تو ابو بکر امام بننے کے قابل نہیں، اگر غلط ہے، تو
 کاذب انسان امام نہیں بن سکتا۔

جواب اہل سنت کے ہاں یہ اثر ثابت نہیں ہے، کہ ابو بکرؓ نے ایسا فرمایا ہو، نیز

علی بن الحسینؑ اسے صحیفہ کاملہ میں شیعہ روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے دعائیں فرمایا۔

انا الذی افنت الذنوب میں وہ ہوں جس کی عمر گناہوں نے

عمری۔ فنا کر دی ہے۔

یہ قول صادق ہے یا کاذب؟ اسے بھی امامت میں حارج بننا چاہیے وما ہو

جواب کہ وہ جوابنا۔

پانچواں طعن ۱۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو سورۃ برآۃ کے

اعلان کے لئے مکر بھیجا بعد ازاں انہیں معزول کیا، اور علیؓ کو سورۃ برآۃ کے اعلان

کے لئے بھیجا، جو شخص ایک سورۃ پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، امامت جس میں

جملہ احکام کی ادائیگی ضروری ہے کے کب قابل بن سکتا ہے؟

جواب یہ طعن کئی وجوہ سے باطل ہے (اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ

کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا، اور اس کے بعد حضرت علیؓ کو سورۃ برأت کے اعلان کے لئے

(بقیہ صفحہ ۲۷۸) کے شر سے امت کو بچایا الخ۔ دیکھئے صحیح البخاری ص ۱۹۱ باب وجیم البلی من الزنا۔

۲۔ یہ الفاظ حضرت ابو بکرؓ کے فرمودہ نہیں ہیں، بلکہ شیعہ نے افتر کر کے ان کی طرف منسوب کئے ہیں، فمن ادعی الصیوۃ

فعلیہ البیان۔ امام ابن تیمیہؒ بھی اس کی محنت کے انکاری ہیں، دیکھئے منہاج السنۃ ج ۴ ص ۲۱۹۔

بھیجا، اس لئے کہ عہد اور برأت از عہد میں عربوں کا دستور یہی تھا کہ خود والی سے سمرانجام دے یا اس کے خاندان کا کوئی فرد (کذا ذکرہ البخاری فی صحیحہ) نیز اس لئے بھی علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سورۃ برأت کی ابتدائی آیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد نازل ہوئی، اس سے ابوبکر کے معزول ہونے کی بات کہاں بنی؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض اس سے معزول ہونا ثابت ہو بھی جائے، تو ان کی عدالت و استحقاق امانت پر اس سے کوئی حرف نہیں آتا، اور نہ ہی یہ بات کوئی موجب طعن ہے۔

جیسا کہ حضرت علیؓ نے عمرو بن سلمہ مخزومی ربیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولایت بحرین سے معزول کیا، اور ان کی جگہ نعمان بن عجلان ورقی کو متعین کیا حالانکہ عمروؓ ورقی سے حسب و نسب میں افضل تھے، حضرت علیؓ نے ان کی ولایت اور امانت کی تعریف فرمائی کہا:۔

احسنت الولاية وادیت
للامانة فاقبل غیر الضنین
تو نے ولایت اچھی کی، امانت
ادا کی، یہ فیصلہ قبول کر، بخل نہ کر تجھ پر
کوئی دلاست اور اتھاہ نہیں ہے۔

تیسری وجہ اس طعن کے بطلان کی یہ ہے کہ اگر ابوبکرؓ ایک سورۃ پہنچانے کی استعداد نہ رکھتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر الحج بنا کر ولایت حج ان کے کیوں سپرد کی، یہ اعتراض درحقیقت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنتا ہے۔ (لغوذ باللہ)

شیعہ کا ابوبکرؓ پر چھٹا طعن | ابوبکرؓ نے ایک چور کا بایاں مانف کاٹا حالانکہ بایاں مانف نہیں کاٹنا چاہیے تھا۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۲۶ باب حج ابی بکرؓ ان اس کتب الغازی میں ہے، ابوبکرؓ نے ابوبکرؓ کو اس سال اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، اور بیت اللہ کا کوئی شخص تنگناطواف نہ کرے۔ انتہی۔ اس سے معلوم ہوا اس سال امارت حج ابوبکرؓ نے ہی سمرانجام دی مگر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، اسی سورۃ برأت میں حضرت ابوبکرؓ کی نفیست نازل ہوئی اور علیؓ کی زبان سے مشہور کیا گیا کہ لوگوں پر فضل ابی بکرؓ اور استحقاق خلافت محقق ہو جائے تفصیل کیلئے مہناج السنۃ ج ۴ ص ۲۲۱۔

جواب یہ ہے کہ کسی سنی روایت میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ چور کی پہلی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹا ہو، بلکہ نسائی، طبرانی اور حاکم اپنی اپنی کتابوں میں حارث بن حاطب سے روایت فرماتے ہیں کہ اس چور کا بایاں ہاتھ تیسری چوری میں کاٹا تھا، حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا، اسی طرح امام مالک، الموطا میں عبدالرحمن بن قاسم سے وہ قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ چور مقطوع الید والرجل تھا، یعنی پہلی چوریوں میں اس کا دایاں ہاتھ اور ایک پاؤں کٹ چکا تھا، اس لئے ابوبکرؓ نے تیسری چوری میں اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اور یہی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

ماوی عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ
ابو سلمۃ ابو ہریرۃ سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور چوری کرے، تو اس کا ہاتھ کاٹو، پھر چوری کرے، تو پاؤں کاٹو، پھر چوری کرے، تو ہاتھ کاٹو، اور پھر چوری کرے، تو اس کا پاؤں کاٹو۔

ان سلسلہ قال فی السارق
ان سرق فاقطعوا یدہ
ثم ان سرق فاقطعوا رجلہ
ثم ان سرق فاقطعوا یدہ ثم
ان سرق فاقطعوا رجلہ۔

امام قتادہ، مالک، شافعی، اسمٰعیل بن راہویہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ اور احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کٹنے کے بعد تیسری چوری میں ہاتھ نہیں کاٹنا چاہیے، بلکہ قید کر دینا چاہیے۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی مروی ہے، فرماتے ہیں۔

انی لا استجی من اللہ ان
لا یكون لسانہ یا کل منها
ولیستنجی منها۔

مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی ہاتھ نہ رہے۔ جس سے وہ کھائے گا، اور استنجا کرے گا۔

لف سنن نسائی ص ۲۶۱ باب قطع الرجل من السارق بعد الید
لہ شکرۃ المعانیع باب قطع الرقۃ ص ۳۳۳ بحوالہ شرح السنۃ۔

اصول وقواعد کی رو سے ابو بکرؓ کا قول راجح ہے، اس لئے کہ نص کے مقابلہ میں عقلی استحسان غیر معتبر ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس استحسان سے مانع ہے ارشاد ہے:-

لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ - اللہ کے دین میں تمہیں ان پر شفقت کا جذبہ نہ آجائے۔

نیز قرآن پاک میں بصیغہ عام ارشاد ہے:- السارق والسارقة فاقطعوا

چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹو۔

ایدہما (المائدہ ۳۸)

اس حکم کا اطلاق دائیں ہاتھ کٹنے کے بعد دوسری چوری پر بھی ہے، کیوں کہ ابھی ایک ہاتھ موجود ہے، ظاہر نص کا تقاضا یہی ہے کہ دوسری چوری میں بایاں ہاتھ کٹے۔ مگر حدیث ابو ہریرہؓ مذکور بالا کی بناء پر اجماع امت ہے کہ دوسری چوری میں پاؤں کاٹنا چاہیے۔ اور تیسری چوری میں نص کتاب و سنت کی بناء پر بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

اس طعن کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے، کہ ابو بکرؓ نے پہلی سرقہ میں ہی بایاں ہاتھ کاٹا تو وہ اس بناء پر ہے، کہ انہوں نے آیت سرقۃ کے اطلاق پر عمل کیا، قرآن میں مطلق ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے، دائیں یا بائیں کی قید نہیں ہے، یہ فیصلہ کرنا کہ کون سا کاٹا جائے، امام کی سمجھ پر موقوف کر دیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا دایاں کاٹا یہ اتفاق پر محمول ہے، باقی رہا پہلی چوری میں دایاں ہاتھ کاٹنے پر اجماع امت، سو یہ اجماع حضرت ابو بکرؓ کے بعد متفقہ ہوا ہے، اس لئے انہیں اس کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔

نشیعہ کا ابو بکرؓ پر ایک شخص نے لوطی عمل کیا، حضرت ابو بکرؓ نے اسے آگ سا تو اٹھ طعن میں جلادیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ کی سزا دینے سے منع فرمادیا تھا۔

جواب اس طعن کے کئی جواب ہیں۔ (۱) تعذیبِ نار سے منع کی روایت ابو ذر سے مروی ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ اس بارہ میں کوئی حدیث صحیح یا حسن موجود نہیں ہے۔

بر تقدیر صحت روایت یہ بھی ہو سکتا ہے، یہ روایت حضرت ابو بکرؓ تک نہ پہنچی ہو، یہ بھی ممکن ہے، ان کو کوئی ناسخ یا مخفی روایت معلوم ہو، یا ان کے نزدیک یہ ہنی تنزیہی ہو۔

۱۲۔ اس اثر میں یہ نہیں ہے کہ ابو بکرؓ نے اسے زندہ جلایا تھا، بلکہ سوید بن غفلہ کی روایت میں ہے کہ ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ گردان اڑا کر جلایا جائے، امامیہ کا مرتضیٰ اس معنی کا اعتراف کرتا ہے۔

۱۳۔ لوطی کے آگ میں جلانے کا حکم حضرت علیؓ سے بھی بروایت امامیہ ثابت ہے، مرتضیٰ نہ تنزیہ الانبیاء والائمہ میں لکھتا ہے۔

ان علیا احق رجلا اقی غلاما
علیؓ نے ایک شخص کو جلادیا جس
نے نوکر کے ساتھ دبر میں بد فعلی کی تھی۔
فی دبرہ۔

۱۴۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوطی کے جلانے کا حکم حضرت علیؓ کے مشورہ سے دیا تھا، بیہقیؒ الشعب میں اور ابن ابی الدنیا محمد بن المنکدر سے باسناد جدید اور واقدی کتاب الردۃ میں روایت کرتا ہے۔

ان ابا بکر لما استشار
الصحابۃ فی عذاب اللوطی
قال علی اری ان یحرق بالنار
واجتمع رأی الصحابة علی
ذلک فامرہ ابو بکر
ابو بکرؓ نے لوطی کی سزا کے بارہ
میں صحابہؓ سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ
نے کہا میرا خیال ہے، اسے آگ سے
جلادیا جائے، اور اس پر صحابہ کی
راے مجتمع ہو گئی، چنانچہ ابو بکرؓ

سہ اندر روایت سنید بھی دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود ص ۱۲۱ قال ابن عباس ان علیا احرقہما دایا بکر
ہلم علیہما عاٹھا۔ یعنی علیؓ نے ان کو جلادیا، اور ابو بکرؓ نے ان پر دیوار گرائی (بحوالہ ابن ابی

فاحرقہ بالنار۔

نے حکم دیا اور آگ سے جلا دیا۔

یہ اعتراض حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے، مابہر حال جو حکم فرمایا جاتا ہے۔

شیعہ کا ابو بکرؓ پر میراث جلدہ کے بارہ میں ابو بکرؓ کو کوئی جواب نہیں بن آیا
اٹھواں سوال طعن | حتیٰ کہ مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ نے انہیں خبر دی،
 اسی طرح مسئلہ کلاہ میں توقف کیا، اور کوئی جواب نہ دیا۔

جواب | دونوں اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ کسی مسئلہ کا عدم علم کوئی طعن نہیں ہے
 قدادی عبد اللہ بن
 بشیر ابن علی ابن ابی طالب
 سئل عن مسئلۃ فقال
 لا علم لی بہا۔
 عید الشہد بن بشیر روایت کرتا
 ہے کہ علی بن ابی طالب سے ایک
 مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا مجھے
 اس کا علم نہیں ہے۔

اس طرح کے واقعات سے ابو بکرؓ کی ایک خوبی کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی عادت
 تھی کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش فرماتے
 تھے، کوئی حدیث نہ ملتی تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ فرماتے
 ان کا متفقہ فیصلہ صادر ہوتا تو اجماع منعقد ہو جاتا، جس میں خطا اور غلطی کا امکان
 نہ تھا، حضرت عمرؓ کی عادت شریفہ بھی یہی تھی، اکثر اجماع انہیں کے زمانہ میں
 واقع ہوئے، اور شریعت اسلامیہ کا تیسرا اصل اجماع جو کہ علم قطعی کا موجب ہے
 کی بنیاد پڑی۔ اور اختلاف کا سرِ باب ہوا۔ جزاھا اللہ عن امتہ محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیعہ کا دسواں طعن | ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو ان کے باپ کا میراث نہیں
 بابت رشتہ انبیاء | دیا، فاطمہؓ نے کہا تھا، تو ت اباک ولا ارت
 ابی ابو بکرؓ نے ایک ایسی صورت سے استدلال کیا جسکی روایت میں وہ منفرد تھے کہا۔
 قال سہ رسول اللہ صلی اللہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سہ صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یرث ما ترکنا صدقہ ج ۱ ص ۹۹۵-۹۹۶

علیہ وسلم نحن معاشر الانبیاء نے فرمایا ہم انبیاء نہ وارث ہوتے
لا نرث ولا نورث ما ترکناہ ہیں، نہ ہمارا ورثہ ہوتا ہے، جو
صدقہ تھا۔ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہے۔

یہ حدیث قرآن پاک کے صریح حکم کے خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔
یوصیکم اللہ فی اولادکم اللہ تمہیں تمہاری اولادوں کے
لذکر مثل حظ الانثیین۔ بارہ میں حکم دیتا ہے، لڑکے کو دو لڑکیوں
کا حصہ ملے گا۔ (النساء ۱۱)

یہ آیت عام ہے، نبی اور غیر نبی سب اس میں آجاتے ہیں۔
نیز قرآن میں ہے۔

وورث سلیمان داؤد (النمل ۱۶) سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔

نیز حضرت زکریا کے واقعہ میں ہے۔

فہب لی من لدنک ولیاً میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔
یرثنی ویرث من آل یعقوب مجھے اپنی طرف سے ولی عطا کر جو

(مذہب ۵)

جواب | اولاً: یہ ہے اس حدیث کے بیان کرنے میں اگر ابو بکرؓ اکیلا بھی ہو تو بھی ان
کے حق میں تو اتار سے بھی قوی ہے، کیونکہ ابو بکرؓ نے خود زبان پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، خبر واحد اس روایت کو کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیان کرنے والا کوئی ایک شخص ہو، اور تو اتار کے مقام تک نہ پہنچے۔ مذکورہ حدیث
ابو بکرؓ تک کسی اور نے نہیں پہنچائی۔ کہ ان کے حق میں خبر واحد قرار دی جائے، بلکہ خود
سنی ہے، تو ان کے حق میں یہ حدیث قطعی ہے، گو دوسروں کے حق میں ظنی ہو،
ان کے حق میں اسے خبر واحد کہنا حاکمیت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے میں ابو بکرؓ منفرد بھی نہیں ہیں
ایک جماعت صحابہؓ اسے روایت کرتی ہے، مثلاً عذیفہ بن الیمان، زبیر بن العوام،

ابو الدرداء عائشہؓ اور ابو ہریرہؓ بھی اسے بیان کرتے ہیں۔
صحیح بخاری میں ہے:-

”مالک بن اوس روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے علیؓ، عباسؓ، عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، زبیر بن العوامؓ، سعد بن ابی وقاصؓ رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا، میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری وراثت نہیں ہوتی، جو چھوڑ جاتے ہیں اصلہ قرہ ہوتا ہے، صحابہؓ نے جواب دیا قسم بخدا واقعی ایسا ہی ہے، حضرت علیؓ اور عباسؓ کو کہا میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں تم جہاد کیا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے، دونوں نے جواب دیا ہاں آپ نے ایسا فرمایا ہے، عمرؓ نے کہا اب میں اس معاملہ میں تم سے گفتگو کرتا ہوں۔ تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے نے مال فنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص کیا۔ اور یہ آیت پڑھی۔
وما انا واللہ علی رسولہ دالی قوله تہذیب الخضر ۶۔ یہ مال فنی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا، اسے تنہا اپنے لئے اختیار نہ فرمایا، بلکہ تمہیں بھی اس میں سے دیتے رہے، باقی رہا بنو نضیر کا مال اس میں سے آپ اپنے اہل و عیال کا ایک سال کا خرچہ نکالتے، جو باقی بچتا اسے راہ خدا تقسیم فرمادیتے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے رہے، حاضرین نے حضرت عمرؓ کے اس بیان کی تائید کی، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے بھی تائید کی، حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وفات دی، اور ابو بکرؓ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوں، وہ تمام احوال ابو بکرؓ نے اپنے قبضہ میں لے لئے، اور ان میں وہی عمل فرمایا، جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے، خدا جانتا ہے، ابو بکرؓ راست گو، نیکو کار، اور حق پر عمل کرنے والا تھا۔“

۱۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقہ من کتاب القرآن ج ۲
۲۔ نیز سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۱۱ باب صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو داؤد میں مالک بن اوس سے یوں مروی ہے۔

”حضرت عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین صفایا تھے“

۱۱) بنو نضیر۔ ۱۲) خیر۔ ۱۳) فذک۔ بنو نضیر کو اپنے ذاتی خرچہ جات کے لئے موقوف فرمایا فذک کی آمدنی مسافروں پر خرچ فرماتے تھے، خیر کے تین حصے کئے ایک حصہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، ایک حصہ میں اپنے اہل کا خرچ نکالا۔ اس سے جو بچتا فقراء و مہاجرین پر صرف فرماتے“

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ابو بکرؓ کے پاس مطلق میراث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ آیا، انہوں نے اس کے جواب میں لانوت والی حدیث مذکور پیش فرمائی، اور عمر فاروقؓ کے سامنے بنو نضیر کے اموال کا تنازعہ آیا انہوں نے کتاب و سنت اور عقلی دلیل سے استدلال کیا، قرآنی آیات فللہ وللرسول الایۃ (الحشر: ۸۰) للفقراء والمہاجرین والذین تبوؤ الدار والایمان الایۃ (الحشر: ۹) والذین جاءوا من بعدھو الایۃ (الحشر: ۱۰) سے انہوں نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے حضرت عمرؓ نے استدلال کیا، پہلے مذکور ہو چکی ہے، یعنی لانوت ما ترکناہ صدقۃ اور عقلی دلیل یہ دی کہ ان اموال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف بحیثیت مالک رقبہ نہیں تھا، بلکہ بحیثیت متولی بیت المال کے تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال فنی کو اپنی ملکیت میں نہیں لیا تھا، بلکہ بیت المال میں رکھا، اس سے آپ کی ملکیت رقبہ ثابت نہیں ہوتی کہ وراثت کا سوال پیدا ہو۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ نے اس مال فنی کو مالک رقبہ کی حیثیت میں حاصل کیا تھا، تو یہ مسئلہ اپنی جگہ موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ملکیت وراثت میں تقسیم نہیں ہوتی، جیسا کہ جملہ حاضرین صحابہؓ نے اس کی شہادت دی، اور علیؓ و عباسؓ نے بھی اس حدیث کا اقرار فرمایا۔ یہ حدیث ہمارے حق میں بھی تو اتنے کے درجہ تک پہنچ

گئی ہے کہ ایک جماعت صحابہؓ سے یہ حدیث مروی ہے۔
 امامیہ بھی اس حدیث کو اپنی صحاح میں روایت کرتے ہیں، چنانچہ محمد بن یعقوب
 الرازی کافی میں بروایت ابوالنختری امام ابو عبد اللہ جعفر الصادقؑ سے روایت
 کرتا ہے، انہوں نے فرمایا:-

العلماء ورثة الانبياء و
 ذلك ان الانبياء لم يؤثروا
 درهما ولا دينارا وانما ادرثوا
 احاديث من احاديثهم فمن
 اخذ بشي منهن فقد اخذ
 بحظ وافر۔
 علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس
 لئے کہ انبیاء درہم اور دینار ورثہ میں
 نہیں چھوڑ جاتے وہ اپنی باتیں
 وراثت میں چھوڑتے ہیں، جو
 انہیں لے لیتا ہے، اس نے
 پورا حصہ پالیا۔

کلمہ انما امامیہ کے نزدیک بھی حصہ تخصیص کے لئے ہے، لہذا انبیاء کی
 وراثت صرف احادیث ہیں۔

اکثر اہل سنت اور جمہور امامیہ کے نزدیک کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص
 خبر واحد کے ساتھ ہو سکتی ہے، جیسا کہ علی نے شرح المناوی للہدوی للعلی میں
 تصریح کی ہے۔

نیز اکثر ائمہ نے بعض ترکہ سے اپنے وارثوں کو حصہ نہیں دیا، جیسا کہ تلوار
 اور مصحف وغیرہ سے اور خبر واحد سے استدلال کیا، جس کی روایت میں وہ
 منفرد ہے، یہ کہنا کہ امام معصوم ہے، وہ جو کہے یا کرے لازماً صحیح ہے، باطل
 ہے کہ ان کا دعویٰ عصمت ثابت نہیں ہوا۔ باقی رہا آیت وراثت سلیمان
 داؤد والنمل (۶) اور آیت پرثنی ویرث من آل یعقوب (مریم ۵) سے استدلال
 شیعہ سورہ غلط ہے اس لئے کہ ان آیتوں میں وراثہ علم و نبوت مراد ہے
 نہ کہ وراثہ مال۔ چنانچہ کلینی روایت کرتا ہے:-

۱۵ اصول کافی باب صفۃ العلم وفضل العلماء ص ۱۰۸
 ۱۶ اصول کافی ص ۱۱۱۔

عن ابی عبد اللہ ان سلیمان درت
داؤد وان محمدا درت
سلیمان -
ابو عبد اللہ کہتے ہیں سلیمان علیہ
السلام کے وارث ہیں، اور محمد صلی
اللہ علیہ وسلم سلیمان کے -

دیہ روایت بابت گدھل اعلان کرتی ہے کہ سلیمان کی وراثت علم و نبوت کی
وراثت تھی) آیت میں مال کی میراث مراد ہوتی تو وہ صرف حضرت سلیمان کے لئے
نہ ہوتی، بلکہ ان کے بھائی اور بہنیں بھی اس میں ان کے شریک ہوتے۔ و کذا
رواہ الکلینی عنہ

یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ یحییٰ علیہ السلام نہ کر یا علیہ السلام سے میراث مال لے
جائے، ممکن ہے، مگر تمام آل یعقوب سے میراث مال لینا کیسے متصور ہو سکتا ہے
آیات مذکورہ کا سیاق بھی یہی دلالت کرتا ہے کہ وراثت سے مراد علم و حکمت
کی میراث ہے۔

ایک سوال | ابو بکرؓ نے ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرات کیوں دیئے
جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جائیداد وراثت میں تقسیم نہ ہو سکتی تھی۔

جواب | جن گھروں میں ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم سکونت پذیر تھیں، وہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ان کی ملکیت تھے، قرآن پاک میں ہے:-
وَقَدْ رَفَعْنَا فِيهِ لَكَ الْاٰیٰتِ
(الاحزاب ۳۳)
تم اپنے گھروں میں بٹھری
رہو۔

بیوت کی اصناف ازواج کی طرف اس پر دلالت کرتی ہے۔
نیز ازواج کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ عام لوگوں سے
مختلف تھا، عام انسانوں کے فوت ہونے کے بعد ان کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے،
اس لئے ان کی عورتیں عیث گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں، مگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ کا نکاح فسخ نہیں ہوتا
قرآن پاک میں ہے:-

ولا ان تنكحوا اذواجه من

بعدہ ایدان (الاجزاء ۵۳)

اس دلیل کی بنیاد پر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نفقہ سکنی بیت المال کے

ذمہ تھا۔

ایک سوال اگر مسئلہ یہ تھا تو حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے رسول خدا صلی

اللہ علیہ وسلم کی تلوار کیوں دی؟

جواب حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث نہیں تھے، کہ ان کو

وراثت میں تلوار دی جاتی، بلکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی بناء

پر تلوار دی تھی، لہذا حضرت ابوبکرؓ کے قول و فعل میں کوئی تضاد و اختلاف نہیں تھا،

ابوبکرؓ پر شیعہ کا فاطمہؓ نے دعویٰ کیا تھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

گیارہواں طعن اسے فدک ہبہ فرمایا تھا۔ باوجودیکہ فاطمہؓ معصوم تھیں، ابوبکرؓ

نے تصدیق نہ کی، علیؓ اور ام ایمنؓ کو گواہی میں پیش کیا، تو ان کی گواہی رد کر دی فاطمہؓ

اس پر غضب ناک ہو گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :-

فاطمہ بضعة منی

فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جو اسے

من ا غضبها فقد ا غضبني

ناراض کرے گا، اس نے مجھے

ناراض کیا۔

جواب فاطمہؓ کا دعویٰ ہبہ کرنا، اور پھر اس پر حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ کا گواہ ہونا شیعہ

مفروضہ ہے، کسی صحیح روایت میں یہ بات نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہؒ قدس سرہ نے

قرۃ العینین میں اسی طرح فرمایا ہے :-

ابو داؤد میں ہے :-

۱۔ جھوٹے اصول کافی میں تو ہے کہ گواہی قبول کی، اور فدک کی تحریر کر کے فاطمہؓ کے سپرد کر دی دیکھئے اصول کافی ص ۳۰۳۔

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ باب اجماع فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۔

عن المغيرة بن شعبة ان عمر بن
عبد العزیز جمع بنی مروان
حين استخلف فقال ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كانت له
فداك فكان يتفق منها ويعود
منها على صخير بنی هاشم ويروح
منها اليهم مروان فاطمة
سالت ان يجعلها لها فاني فكانت
كذلك في حياة رسول الله
صلى الله عليه وسلم حتى مضى
لسبيله فلما ان ولي ابو بكر عمل
فيها بما عمل رسول الله صلى
الله عليه وسلم حتى مضى لسبيله
فلما ان ولي عمر بن الخطاب
عمل فيها بمثل ما عمل حتى
مضى لسبيله ثم اقطعها مروان
ثم صارت لعمر بن عبد العزيز
فرايت امرا منع رسول
الله صلى الله عليه وسلم وسليما
فاطمة ليس لي بحق واني
اشهد كما اني ردتها على ما
كانت يعني على عهد رسول
الله صلى الله عليه وسلم

مغيرة بن شعبة فرماتے ہیں عمر
بن عبد العزیز نے بنی مروان کو جمع
کیا، حیب کہ وہ خلیفہ ہوئے کہا
فداک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے تھا، آپ اس سے خرچ
کرتے، بنی ہاشم کے چھوٹے بچوں پر
خرچ کرتے، ان کے بیوگان کی
شادی پر خرچ کرتے، فاطمہؓ نے
آپ سے مانگا تھا، مگر آپ نے انکار
کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی زندگی میں اسی طرح رہا، آپ
چلے گئے، ابو بکر اس کا متولی بنا، اور
اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے وہ بھی چلے
گئے عمرؓ نے بھی اسی طریق پر عمل کیا جو
پہلے تھا۔ وہ بھی چلا گیا۔ بعد ازاں
مروان نے اسے جاگیر بنالیا۔ اب
عمر بن عبد العزیز کے پاس ہے
میں سوچتا ہوں کہ جو چیز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو نہ
دی۔ میرا اس میں کوئی حق نہیں
ہے۔ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دور کی پوزیشن میں واپس

کرنا چاہتا ہوں۔

یہ حدیث پوری وضاحت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک فاطمہؓ کو بخشیش نہیں کر دیا تھا۔ اور نہ ہی فدک آپ کی ملکیت تھا، بلکہ آپ کا اس پر تصرف بحیثیت متوفی بیت المال کے تھا۔ اس لئے کہ یہ جائیداد اگر آپ کی ملوک ہوتی تو فاطمہؓ ایسی عزیز بیٹی کو آپ انکار نہ فرماتے۔

بالفرض واقعہ مذکورہ بالا کی صحت تسلیم کر لی جائے، تو بھی مدعی کے دعویٰ کو چاہے وہ بقول شیعہ معصوم ہو کیونکہ اہل سنت کے نزدیک ان کی عصمت ثابت نہیں، ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی پر حضرت ابو بکرؓ نے تسلیم نہیں کیا، تو قرآن پاک کے عین مطابق کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

واستشهدوا شہیدین من رجالکم
فان لکم یكونا دجلین فدرجل
وامرأتان (البقرة ۲۸۲)

تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ
بناؤ، اگر دو گواہ نہ ہوں تو ایک
مرد اور دو عورتیں۔

یہ حکم معصوم اور غیر معصوم سب کے لئے یکساں ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بھی مطابق ہے، اس لئے کہ ہمہ موبہوب لہ کے قبض کئے بغیر نام نہیں ہوتا۔ اور موبہوب لہ کے ملک میں نہیں آتا، موافق و مخالفت سب ہی اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضہ میں نہ آیا، یہی وجہ ہے کہ علیؓ نے بھی یہ جائیداد اپنے ایام خلافت میں فاطمہؓ کی اولاد میں تقسیم نہ فرمائی۔

امامیہ علما میں سے مؤلف منہاج الالکین وغیرہ اور علامہ زبیدی نے بیان کیا ہے کہ جب فاطمہؓ عفتہ ہو گئیں، اور اس بارہ میں ابو بکرؓ سے گفتگو کرنا چھوڑ دی، تو یہ بات ابو بکرؓ پر شاق گزری انہوں نے فاطمہؓ کو منانا چاہا۔ آپ فاطمہؓ کے ہاں گئے، اور فرمایا اے دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کا آپ نے دعویٰ کیا ہے، میں دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تمہارا خرچہ نکالتے

اور باقی فقراء مساکین اور مسافروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ فاطمہؓ نے فرمایا تم بھی اسی طرح کرتے رہو، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، ابو بکرؓ نے فرمایا قسم بخدا میں اسی طرح کروں گا، فاطمہؓ نے کہا تمہیں خدا کی قسم ہے، اسی طرح کرو گے، ابو بکرؓ نے کہا اے اللہ آپ میرے اس عہد پر گواہ ہیں، تو فاطمہؓ راضی ہو گئیں ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو ان کا خرچہ دیا اور باقی فقراء مساکین اور مسافروں میں تقسیم کیا۔
 ابن مطہر حلی منہج الکرامۃ میں لکھتا ہے:-

لما دعت فاطمة باپی بکر رضی اللہ عنہما فی فداک کتب لہما کتابا وردہا علیہا۔ جب فاطمہؓ نے ابو بکرؓ کو فدک کے بارہ میں دعوت کیا، تو اس کے لئے ایک تحریر لکھی، اور فاطمہؓ کے سپرد کر دی۔

علامہ امامیہ کی روایات مذکورہ سے واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی باقی نہ رہی تھی۔ اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے، کہ فاطمہؓ راضی نہ ہوئیں، اور وفات تک عفتہ میں رہیں۔ تو بھی ابو بکرؓ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا، فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غضبہا فقد اغضبہنی سے مراد وہ شخص ہے، جو اپنی ذاتی ضرورت کی بنا پر کوئی ایسا کام کرے، جو فاطمہؓ کے غضب کا موجب بنے یا اس قسم کی کوئی بات اس سے سرزد ہو، اور اس کا منشا فاطمہؓ کو ناراض کرنا ہی ہو، وہ شخص اس کی زد میں نہ آئے گا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ میں فرمان پیش کرے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ کرے، اور فاطمہؓ ناراض ہو جائے، کیونکہ یہ قول و فعل اس صورت میں ابو بکرؓ کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ شارع علیہ السلام کی طرف منسوب ہوگا۔
 دیکھیے اللہ کا ارشاد ہے:-

ومن یقتل مؤمنا متحداً فجزاءہ جہنم (النساء ۹۳) جو جان بوجھ کر مؤمن کو قتل کرتا ہے، اس کی سزا جہنم ہے۔

اگر کوئی حاکم وقت حد یا قصاص میں کسی مؤمن کو قتل کر دے، تو وہ اس

لے فاطمہؓ کا رضی ہونا ابن سنت کی مشہور کتاب السنن الکبریٰ علیہما السلام میں بھی مذکور ہے۔ صفحہ ۶۱۵

آیت کی زد میں نہ آئے گا۔

حضرت فاطمہؓ پر
ایک اعتراض

قصہ طلب میراث یا دعویٰ ہبہ میں جو یہ لفظ مردی ہیں۔

نقضیت یعنی فاطمہؓ ولادت تک اس سے ابو بکرؓ پر کوئی اعتراض

نہیں آتا، اٹا، اٹا حضرت فاطمہؓ پر اعتراض آگے آ سکتا ہے۔ کہ حبیب ابو بکرؓ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث سے استدلال فرمایا یا دعویٰ ہبہ میں قرآن پاک کے حکم کے مطابق فاطمہؓ سے گواہ طلب کئے۔ اور نصاب شہادت پورا نہ ہونے کی وجہ سے باتباع نصوص کتاب و سنت شہادت غیر مسموع قرار دے دی، اور فاطمہؓ کی مرضی کے مطابق فیصلہ نہ کیا، تو اس پر فاطمہؓ ناراض کیوں ہوئیں، ان کا اس فیصلہ پر ناخوشی کا اظہار کرنا۔ آیات ذیل کے خلاف ہے۔

کسی مؤمن مرد یا عورت کو لائق نہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد انہیں اپنا اختیار باقی ہو۔

۱۱۔ ما کان المؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امران یكون لہما الخیرة من امرہما۔

(الاحزاب ۳۶)

تیرے رب کی قسم یہ لوگ مؤمن نہ ہوں گے، حبیب تک اپنے تنازعات میں آپ کو حکم نہ مان لیں، اور پھر آپ کے فیصلہ پر دل میں تنگی نہ پائیں اور تسلیم کر لیں۔

۱۲۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموا فیما شجر بیتہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیمًا۔

(النساء ۶۵)

جواب بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فاطمہؓ بھی ایک انسان تھیں وہ بھی نفس رکھتی تھیں بعض اوقات صفات نفس بے اختیار ظاہر ہو جاتے ہیں جس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ (لا یمکن اللہ نفسا الا وسعہا) ابو بکرؓ کا فیصلہ ہر چند شرع کے عین موافق تھا، مگر حضرت فاطمہؓ کی طبیعت کے خلاف تھا، اس لئے بے اختیار انہیں غصہ آگیا اور ناراض ہو گئیں۔

فقیر کے نزدیک یہ جواب کمزور اور غیر پسندیدہ ہے، کیونکہ اس طرح کے نفوس
مطمئنہ سے صفات نفسانی کا ظاہر ہو جانا بعید ہے، درحقیقت یہ کوئی جواب ہی نہیں
ہے، اٹا تسلیم کرنا ہے کہ صفات نفسانی نے اپنا کام کیا تھا، اگرچہ اس سے عدالت
میں خلل واقع نہ ہوا۔

فقیر کے نزدیک صحیح جواب یہ ہے:-

طلب میراث کا جو واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے، اس میں یہ لفظ وارد ہیں:-
فوجدت ولجرتکلم حتی ماتت۔
نادم ہوئی یا غمگین ہوئی، اور گفتگو
نہ کی حتی کہ فوت ہو گئی۔

وجدت ایک مشترک لفظ ہے، اس کے معانی غضبیت - ندمت - اغتمت
آتے ہیں۔ اس جگہ اصل راوی نے وحدت بمعنی ندمت یا اغتمت استعمال کیا تھا، بعض
رواۃ نے سمجھا کہ شاید وحدت بمعنی غضبیت کے ہے، اور پھر اس نے روایت یا بمعنی
کرتے ہوئے غضبیت روایت کر دیا، اس حدیث کے صحیح معنی یہ ہیں:-

جب حضرت فاطمہؓ نے ابو بکرؓ کا جواب سنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان سن کر پتہ چلا کہ سوال درست نہ تھا، تو نادم ہوئیں، یا غمگین ہوئیں کہ یہ فعل
مجھ سے کیوں ہوا، اس صورت میں لغت تکلم حتی ماتت کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ
اسن بارہ ہیں پھر کوئی بات چیت نہ کی۔

ایک سوال | حضرت فاطمہؓ میراث طلب کرنا نص قرآن کے موافق تھا، اور حدیث
لاذوت کی آپ کو اطلاع نہ تھی۔ اطلاع کے بعد طلب میراث سے دست بردار ہو گئیں
پھر نادم ہونے اور غمگین ہونے کی کیا وجہ ہے۔

جواب | اس سلسلہ میں فاطمہ الزہراءؓ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا، بات یہ ہے
کہ اللہ کے مقرب ترین بندوں سے اگر کوئی ایسا قول یا فعل بھول کر صادر ہو جائے
جو جان بوجھ کر نہیں صادر ہونا چاہیے تھا۔ اسے بھی یہ عظیم انسان معصیت تصور

کر کے نادام ہوتے ہیں، اور غمزدہ ہوتے ہیں کہ کاش ایسا نہ ہوتا تو بہتر تھا۔

جس طرح آدم علیہ السلام نے پودہ بھول کر کھا لیا، ارشاد ہے:-

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزًّا
یَسْ وَه بھول گیا، اور ہم نے اس

میں پختگی نہ پائی۔ (طہ ۱۱۵)

اسی طرح نوح علیہ السلام نے اپنے کافر فرزند کے بارہ میں حق تعالیٰ کی جناب میں فریاد کر دی ارشاد ہے:-

رَبِّ اِنَّ ابْنِي مِنْ اَهْلِي
اے میرے رب میرا بیٹا میرے

اہل سے ہے، اور آپ کا وعدہ سچا

ہے، اور آپ احکم الحاکمین (ہود ۴۵)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ قبول فرمایا

فدیہ لینے کے مباح ہونے کی بناء پر، مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ
اگر اللہ کی طرف پہلے فیصلہ نہ

ہو چکا ہوتا تو تمہیں فدیہ لینے پر

عذاب عظیم (الانفال ۶۸)

یہ افعال صراحتہ اللہ کی نافرمانی نہیں تھے، مگر اللہ کی منشا اور اس کی رضا کے

مطابق نہ تھے، یہ ظاہر ہوتے ہی انھیں انھیں استغفار کرتے ہیں، اور نادام ہو جاتے

ہیں، چنانچہ آدم علیہ السلام نے فرمایا:-

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اَنْ لَّحَمِ

تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنْ كُنَّا مِنْ

مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

(الاعراف ۲۳)

نوح علیہ السلام نے عاجزی کی:-

اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ

میں آپ کی حفاظت میں آتا ہوں

مالیس لی بہ علمہ دا ۷۰
تغفر لی و ترحمتی اکن من
الخاسرین۔
(ہود ۳۷)

کہ وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہے، اور
اگر آپ نے مجھے نہ بخشا، اور میرے
پر رحم نہ کیا، تو نقصان والوں سے
ہو جاؤں،

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر بہت غلین ہوئے
روئے، اور فرمایا اگر اللہ کا عذاب آجاتا، تو اس سے عمرِ نبی کے سوا کوئی نجات نہ پا سکتا
کیونکہ اس نے قیدیوں کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا، واللہ اعلم۔
بزرگوں کا مقولہ ہے حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اور کسی نے آیا سچ کہا ہے
کارِ پاکاں راقیاس از خود بیگر گر چہ ماند در نوزشتن شیر و شیر
شیراں باشد کہ آدم می خورد شیراں باشد کہ آدم می خورد

دوسری فصل حضرت عمرؓ پر شیعہ عائد کردہ مطاعن کے جواب میں

اس فصل میں فاروقِ اعظم خلیفہ ثانی امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب پر شیعہ کے عائد کردہ
گیارہ اعتراضات کا جواب پیش کیا گیا ہے۔
حضرت عمرؓ پر پہلا شیعہ | بخاری اور مسلم حضرت ابن عباس رض
طعن مسئلہ و روایات | سے راوی ہیں۔

انہ اشتد برسوں! اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وجہ۔
فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایتونی بکتاب
اكتبکم کتابا لن تضلوا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تکلیف زیادہ ہو گئی، آپ نے فرمایا
کاغذ لے آؤ تمہیں کتاب لکھ دوں،
اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوؤ گے،
جھگڑا کیا، اور کہنے لگے، آپ کا کیا

۱۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۰۱ باب الاموال باللائکہ فی مخرقة بدر و باعۃ الغنائم۔
۲۔ صحیح بخاری باب جواز الفداء من کتاب الجہاد جلد ۱ ص ۲۳۹ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۱ باب ترک الامیۃ لمن لیس فی شئ یومنی فیہ۔

بعده ابدًا فتننا دعوا فقالوا
ما شأنه أ هجر استقرهموه
فذن هبوا يرددون عليه فقال
دعوني فالذي أنا فيه خير
مما تدعونني إليه وأوصاهم
بثلاث فقال أخرجوا المشركين
من جزيرة العرب وأجيزوا
الوفد بنحو ما كنت أجزهم
وسكت عن الثالثة أو
قال فتسيتها وفي رواية
وفي البيت رجال منهم
عمر بن الخطاب فقال قد
غلب عليه الوجع وعندكم
القرآن حسبكم كتاب
الله -

حال ہے، کیا آپ چھوڑ رہے ہیں
آپ سے پوچھو، اور بار بار دہرائے گئے۔
آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس
میں ہوں، وہ بہتر ہے، اس سے
جس کی تم دعوت دیتے ہو، آپ
نے ان کو تین وصیتیں فرمائیں مشرکین
کو جزيرة العرب سے نکال دینا
وفد کو اسی طرح صلہ و اکرام سے نوازنا
جس طرح میں کرتا تھا، اور تیسری
چیز سے خاموش ہوا، یا کہا، میں
بھول گیا ہوں، ایک روایت میں ہے
گھر میں مرد تھے، ان میں عمر بن الخطاب
بھی تھے، انہوں نے کہا آپ کو بہت
تکلیف ہے، تمہارے پاس الشریکا
قرآن موجود ہے، تمہیں الشریکی کتاب
کافی ہے۔

اس روایت کی وجہ سے یہ ملعون اس طرح اعتراض کرتے ہیں کہ عمرؓ نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو رد کر دیا، جو کہ اللہ کی طرف سے وحی تھا، ارشاد ہے:
وما ينطق عن الهوى ان هو الا
وحى يوحى (النجم ۳-۴)

اور وحی کو رد کر دینا کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
ومن لم يحكم بما أنزل الله
جوا اللہ کے اتارے کے مطابق

اصحیح بخاری منہ باب کتابہم جلد ۲ ص ۲۰۰ ج ۲ ص ۲۰۰ لفظاً بلفظ

قَالَ لَكَ هَذَا الْكَافِرُونَ (المائدة ۴۳) فیصلہ نہیں کرتا یہ لوگ کافر ہیں۔
 نیز عمرؓ نے اوب و احترام کو ملحوظ نہیں رکھا کہ کہا قد علیہ الوجع یعنی آپ پر
 تکلیف کا غلبہ ہے نیز اھل بیتؑ میں ہدیان کی نسبت رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی طرف کی، جو کہ عصمت نبوت کے متافی ہے، اور انکار عصمت
 سے انکار نبوت لازم آتا ہے۔

جواب پہلی بات کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ
 اظہار وحی کی کیفیت اور کفار کے ساتھ جہاد کے طریقوں میں اور جن معاملات میں
 ابھی وحی الہی نازل نہ ہوئی تھی، ان سب امور میں آپ فقہا صحابہؓ سے بحکم خدا
 و شامد صدق الامور آل عمران ۱۵۹) مشورہ فرمایا کرتے تھے، خصوصاً شیخین ابوبکر
 و عمرؓ سے جن کے بارہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَذِيْلَايَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ ابُو بَكْرٍ
 وَعُمَرُ اخْرَجَهُ التَّرْمِذِيُّ۔
 زمین والوں میں میرے وزیر
 ابوبکر و عمرؓ ہیں

لا غنى في عنهما اتخما من الدين
 كالسمع والبصا۔ اخرجہ
 الحاکم۔
 میں ان دونوں سے بے نیاز
 نہیں ہو سکتا، یہ دین میں کان اور
 آنکھ کی طرح ہیں۔

یعنی ابوبکر و عمرؓ کو میں باہر بھیج کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا، یہ دونوں
 مجھے ہمیشہ آپ کو مشورے دیتے، اور عام طور پر ان کی رائے کے مطابق
 وحی اتری،

جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں اور اندواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بارے میں اس طرح منافقوں کے جنازہ پڑھنے میں اس طرح کے اور بھی کہی

۱۵ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۱ باب مناقب ابی بکر۔

۱۶ المستدرک کتاب معزۃ الصحابہ جلد ۳ ص ۳۱۔

واقعات ہیں، حضرت عمرؓ کا مذکورۃ الصلوٰۃ واقعہ میں توقف فرمانا گویا آپ کا مشورہ ہے کہ اس بارۃ ترک کتابت زیادہ بہتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی رائے کو درست قرار دے کر تسلیم کر لیا، خمیس کا بقیہ دن اور جمعہ، ہفتہ اور اتوار تک آپ زندہ رہے، پھر کتابت کا حکم نہیں دیا، اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی کتب احادیث میں ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اس ارشاد کے لوگوں تک پہنچانے کے انداز میں عمر بن الخطاب کی رائے کو آپ نے قبول فرمایا، اور حضرت ابو ہریرہؓ کو عام منادی کرنے سے منع فرما دیا۔

اس سے معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے کھردینے پہ اللہ کی طرف سے ممانعت تھے، اور نہ رکاوٹ کرنے والوں کو زبرد فرماتے اور قلم دوات پیش کرنے کا تاکید ہی فرماتے، جس طرح کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو حضرت عمرؓ کے امام بنانے کے مشورہ میں زبرد تو بیخ کی اور تاکید فرمایا۔

مردوا ابابکر فليصل
بالناس۔
ابو بکرؓ کو حکم کرو، وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

اگر اللہ کی طرف سے کوئی حکم پہنچانا تھا، جو کہ نہ پہنچایا جاسکا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ آپ نے اس آیت پر عمل نہ فرمایا، اور یہ بات عصمت کے خلاف ہے۔
يا ايها الرسول بلغ ما
انزل اليك من ربك و
ان لم تفعل فما بلغت
رسالتك والله يعصمك
الناس (المائدة ۶۷)
اے رسول آپ کے رب کی طرف سے جو آپ کی طرف اتارا گیا، اسے پہنچا دیں، اگر آپ نے نہ پہنچایا تو رسالت کو نہ پہنچایا، اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس لئے یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی

۱۔ صحیح مسلم ج ۱ باب الدلیل علی ان کلمات علی التوحید دخل الجنة ص ۲۵۔

۲۔ صحیح بخاری جلد ۱ کتاب الاذان باب حدیث اللین ان شہد الجماعة ص ۱۔

بات لکھوانا چاہتے تھے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، اور نہ لکھ سکے، اور نہ پہنچا سکے۔ نفوذ باللہ۔

آپ اپنی خواہش کے تحت

نہیں بولتے یہ تو صرف وحی ہے،

جو آپ کی طرف القا ہوئی اس تحت

قوت کے مالک نے آپ کو

تعلیم کی۔

ما ينطق عن الهوى

ان هو الا وحى يوحى علمه

شديد القوى۔

(النجم ۳ تا ۵)

اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے:-

ما ينطق القرآن عن

الهوى ان هو ليعنى القرآن

الا وحى يوحى۔

قرآن کو آپ اپنی خواہش سے

نہیں بولتے، بلکہ یہ قرآن اللہ کی

طرف سے وحی شدہ ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع منطوقات مراد نہیں ہیں

ورنہ علمہ شدید القوى (النجم ۲-۵) میں بھی جمیع منطوق کی تعلیم جبریل مراد

ہونی چاہیے، حالانکہ ایسا کوئی نہیں کہتا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع منطوق اللہ کی وحی ہوتے تو

اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا:-

آپ نے ان کو اجازت کیوں

دی؟

لما اذنت لهما۔

(التوبة ۲۳)

نیز یہ آیت نازل نہ ہوتی:-

لما تحرم ما احل الله لك،

(التحريم ۱)

آپ وہ چیز کیوں حرام کہتے

ہیں، جو اللہ نے حلال بنائی۔

امامیہ بھی اس کے قائل نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بولتے ہیں۔

سب وحی ہوتا ہے، دیکھئے محمد بن الحنفیہ امیر المؤمنین علیؑ سے راوی

ہیں، انہوں نے فرمایا:-

لقد اكثر الناس على مارية
القبطية اما ابراهيم ابن
النبي صلى الله عليه وسلم في ابن
عم له اقبطي كان يزورها ويختلف
اليها فقال لي النبي صلى الله
عليه وسلم خذ هذا السيف
وانطلق فان وجدت عندها
فاقتله فلما اقبلت نحو عرتي
اريدة اتي خلة فرقي اليها ثم
رعى بنفسه على قفاه وشغرا
رجله فاذا به احب امسحه
ماله ما للرجال لا قليل ولا
كثير قال فعمدت السيف
ورجعت الى النبي صلى الله
عليه وسلم فاخبرته فقال
الحمد لله الذي صاف
عنا الرجس اهل البيت -
كذا ذكره الشريف الرضي في كتاب
الدلائل الغراء -

مارية قبطیہ کے بارہ میں
جو کہ ابراہیمؑ فرزند رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی والدہ ہیں، لوگوں نے
اس کے چہرے بھائی سے متعلق بہت
باتیں بنائیں، جو اس کے پاس آتا جاتا
تھا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا یہ تلوار لو، اگر تم اسے ماریہ
کے پاس پاؤ تو قتل کر دو، علیؑ اس
کی طرف گیا تو وہ ایک کھجور کے درخت
پر چڑھ گیا، اور گدی کے بل خود کو
نیچے گرایا، اس کی ٹانگ اٹھ گئی، وہ
مقطوع الذکر تھا، مردوں کی طرح
نہ تھا، نہ تھوڑا نہ زیادہ میں نے
تلوار میان میں کی، اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا، اور
آپ کو اس کی اطلاع دی، آپ
نے فرمایا اللہ کا شکر ہے، اس نے
ہمارے اہل بیت سے جس کو دور
فرما دیا ہے۔

اگر جمع منطوق وحی ہوتا، حضرت علیؑ کو قبطی کے قتل کرنے کے لئے نہ
بھیجتے، اشورہ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مراجعت حرم
نہیں ہے، بلکہ اس کا حکم ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ

کے مشورہ سے دوبارہ اللہ کی جناب میں مراجعت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم پچاس نماز کا ہو چکا تھا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو حکم مل چکا ہے۔

ان ائت القوم الظالمین قوم
فراعون الا یتقون۔ الایۃ

ظالم قوم یعنی قوم فرعون کے پاس
جاؤ، وہ کیوں نہیں ڈرتے۔

مگر موسیٰ علیہ السلام اس کے بعد رب قدوس کی جناب میں مراجعت فرماتے ہیں
ا فـی اخاف ان یکذلکون
دالی قولہا تعالیٰ

مجھے اندیشہ ہے مجھے جھٹلائیں
گے۔ (دالی) میں ڈرتا ہوں، مجھے
قتل نہ کر دیں۔

فاخاف ان یقتلون۔

(الشعراء ۱۲-۱۳)

لہذا حضرت عمرؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بارہ میں مراجعت
فرمانا کیسے رحمی رو کرنے کے مترادف بن سکتا ہے؟
حضرت عمرؓ کا مقولہ ”قد غلبہ الوجد“، اظہار شفقت کے طور پر ہے، تکلیف
کا غلبہ ایک لیشری تقاضا ہے، انبیاء و غیر انبیاء سب اس میں برابر ہیں، اس
میں ترک ادب کی کوئی بات نہیں۔

نیز مقولہ ”احجدا استفہمۃ وومعانی کا محتمل ہے۔ (۱) جو لوگ قلم و دوات لانا
چاہتے تھے۔ وہ استفہام انکار کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ کیوں نہ قلم و دوات لائی
جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہذا بیان محال ہے اس لئے آپ جو فرماتے ہیں
اس پر عمل کرنا چاہیے۔ (۲) وہ لوگ جو قلم و دوات لانے میں توقف کر رہے

لہ تاضی عیاض نے یہی مفہوم واضح کیا ہے، دیکھئے، شرح النووی علی مسلم مسئلہ ج ۲۔ نیز لفظ ”بحرہ“ بحران
سے ہے جس کا لغوی مفہوم چھوڑنے کا ہے، قائل کا مقصد یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں
چھوڑ رہے ہیں؟ آپ سے یہ چھوڑ اور تحقیق کرو، یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے، یا دوسرے قد غلب علیہ الوجد اور عندکم
القرآن حسین کتاب اللہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مقابلہ میں نہیں فرمایا، بلکہ عمرؓ
کے ساتھ کسی نے منازعت کی ہے۔ اس کے جواب میں کہا ہے، دیکھئے شرح النووی علی
الصیحح المسلم ج ۲ مسئلہ ۴۔

تھے، یہ ان کا مقولہ ہے، اس صورت میں ہجر کا مقصد یہ ہے کہ آلات تکلم کے کمزور ہونے اور زبان پر خشکی کے غلبہ کی وجہ سے آپ کی بات بخوبی نہیں سمجھی جاسکی، دوبارہ آپ سے پوچھو تاکہ آپ کے حکم کی بجا آوری کریں، کسی صحیح روایت میں نہیں ہے کہ یہ مقولہ اھمداستقہوہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا۔

کیا قلم و روایت منکوانے کا مقصد یہ سوچنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علیؓ کو لکھوانا تھا؟ حضرت علیؓ کی خلافت لکھوانا چاہتے

تھے، باطل ہے، ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ کچھ اور لکھوانا چاہتے ہوں، امام احمد بن نعیم بن زید سے روایت کرتے ہیں۔

عن علی بن ابی طالب قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اتیہ بطبق یکتب فیہ ما لا تضل امت من بعدہ فخشیت ان یفوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوۃ والزکوۃ وما ملکت ایمانکم۔

علیؓ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا میں ایک طبق لاؤں جس پر آپ لکھ دیں تاکہ امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو، میں نے خطرہ محسوس کیا، آپ میرے لانے سے پہلے نہ فوت ہو جائیں، میں نے کہا جی آپ مجھے بتا دیں میں یاد رکھوں گا، آپ نے فرمایا میں نماز اور زکوٰۃ اور غلاموں کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں۔

اگر خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے، تو وہ ابو بکرؓ کی خلافت ہی ہو سکتی ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

ادعی لی ایاک و اناک اکتب لابی بکر کتابا الحدیث میرے لئے ابو بکرؓ اور اپنے بھائی کو بلاؤ میں ابو بکرؓ کے لئے کتاب

صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۲ باب مناقب ابی بکرؓ۔ علیہ سند ج ۲ ص ۶۹۳ سند حسن

لکھ دوں۔

اکابرین امت پر شیعہ کی غلط بیانیوں

شیعہ گروہ ائمہ عظام پر غلط بیانی کر کے ان کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرتا ہے جن میں صریح مخالفت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفت احکام قرآن لازم آتی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو قاسد اور کمزور تاویلین کر کے مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کرتے ہیں، اور ان کی تکفیر کرتے ہیں ما اضلہم وما اکفرھم۔

ائمہ پران کی غلط بیانیوں کے چند حوالے ملاحظہ کیجئے۔

۱۱، محمد بن بابویہ امالی میں اور دہلی ارشاد القلوب میں روایت کرتے ہیں: ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو سات درہم دیئے، اور کہا علیؓ کو دسے، وہ اہل عیال کے لئے طعام خرید کر لائے، کیونکہ ان پر بھوک کا غلبہ تھا۔ فاطمہؓ نے علیؓ کو دسے دیئے، اور کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہمارے لئے طعام خرید لاؤ، علیؓ درہم لے کر دروازہ سے باہر نکلے ایک سائل کی آواز سنی وہ درہم اس کو دے دیئے۔“

شیعہ کی بیان کردہ اس روایت میں علیؓ کو مخالف امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے، اور اس میں دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف بھی ہے، اور اہل پرستختی کرنا بھی کلام کی بھوک کا خیال نہ کیا، اور یہ بھی کہ ایک متذوب کام کیا، اور اہل و عیال کا نفقہ جو کہ واجب تھا۔ ترک کر دیا، عمرؓ اور علیؓ کے افعال پر رضا ظاہر کرنا، اور ان کی بزرگی کا خیال رکھنا اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دونوں برابر ہیں۔

۱۲۔ ما نزل اللہ کے خلاف اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے غیر ملوک لونڈی کے ساتھ باذن مالک مجامعت کی اجازت دی ہے، حالانکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

لے فروع کافی ج ۵ ص ۵۵ کتاب النکاح باب الرجل یحل جاریۃ لاخیر المرأة علی جاریۃہا نزد جہا۔

والذین هم لقوا وجہہم
حافظون الاعلیٰ ازواجہم
او ما ملکت ایمانہم فانہم
غیر ملومین فمن ابیتقی
وراء ذلک فاولئک ہم
العادون (المجادہ ۲۹-۳۱)

جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
کرتے ہیں، بیویوں اور اپنی ملکوں
لوٹڈی کے سوا کہ ان کو کوئی ملامت
نہ ہے، ان کے علاوہ جو تلاش
کرے گا، پس وہ حد سے بڑھنے
والے ہیں۔

دیکھئے عاریۃ لی ہوئی لوٹڈی نہ بیوی کے حکم میں ہے، اور نہ ملک یمین
کے حکم میں۔

۱۳۔ خون اور زخم سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھنا جائز کہتے ہیں، حالانکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وشیابک فطہر (المائدہ ۴)

اپنے کپڑے پاک کر۔

۱۴۔ جس ذمی نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا ہے، اس کی اولاد کو غلام بنالینا حکم لگاتے
ہیں، حالانکہ حکم الہی اس بارہ میں قصاص ہے۔

۱۵۔ بعض ترکہ میں بعض وارثوں کو مخصوص کر دیتے ہیں، حالانکہ نص قرآنی عام ہے،

۱۶۔ امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عورت کو مسئلہ اختلام کی
تعلیم سے منع کر دیا ہے۔ اور امام کاظم سے نسبت کیا کہ اس نے مخلوق کو اصول دین
سیکھنے سے روکا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم علوم کا حکم فرمایا ہے۔

۱۷۔ فردع کافی ج ۲ ص ۳۴۴ باب رجل یعلیٰ فی الثوب وہو غیر طاهر علما و جابلا۔
۱۸۔ فردع کافی ج ۲ ص ۳۴۴ میں ہے نصرانی نے مسلمان کو قتل کر دیا، امام ابو جعفر کہتے ہیں مقتولی کے درشا
کے سپرد کر دیا جائے، چاہیں قتل کر دیں چاہیں معاف کریں، اور چاہیں اسے غلام بنالیں۔ انتہی۔
کتاب الدیات باب العلم یقتل الذمی او یقتل الذمی مسلما

۱۹۔ فردع کافی جلد ۲ ص ۷۶-۷۵ کتاب الموارث باب ما یرث البکیر من الولد دون خیرہ میں ہے۔
ابو عبد اللہؑ فرماتے ہیں جب ایک شخص فوت ہو جائے تو اس کی تلوار، انگشتری، مصحف، اس کی کتابیں اور رہائشی
مکان اور سامان اور اس کی سواری اور کپڑے بڑے بیٹے یا بیٹی کو ملین گئے۔ انتہی۔

۲۰۔ فردع کافی جلد ۳ ص ۲۹ لفظ لا تحرثون بہذا یعنی نہ علمہ انتہی۔ باب احکام الرجل والمرأة۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا دوسرا طعن | عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے
حضرت فاطمہؓ کا گھر جلانا | گھر جلانے کا حکم دیا۔

جواب | یہ باطل ہے، اور روافض کی من گھڑت کہانیوں میں سے ایک کہانی
 روافض اس بارہ میں باہم مختلف ہیں۔ اکثر کہتے ہیں کہ گھر جلایا، بعض کہتے ہیں جلانے
 کا ارادہ کیا۔

اگر بقول روافض گھر جلایا یا جلانے کے لئے سامان جمع کیا تو ایسے اہم واقعہ کو امت
 تک متوازن ذرائع سے پہنچنا چاہیے تھا۔ اگر دل میں جلانے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی اطلاع
 کیسے ہوئی۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ | عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے انکار
کا تیسرا طعن | کر دیا تھا، اور حلفیہ کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فوت نہیں ہوئے۔

جواب | یہ بات طعن کے قابل نہیں ہے، اور نہ ہی اس پر دلیل کہ عمرؓ کو اُن حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے جواز کا علم نہ تھا۔ یہ سب حضرت عمرؓ کے والدہانہ محبت
 اور فرط عشق کی بناء پر ہوا جو حضرت عمرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی
 آپ کی وفات سے عمرؓ حواس باختہ ہو گئے، اور معلومات سے ذہول ہو گیا۔ ایسے موقع
 میں عارضی طور پر ایسا ہونا بعید نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ پر | عمرؓ مسائل شرعیہ کا علم نہ رکھتا تھا، ایک حاملہ عورت کے رحم کا
چوتھا شیعہ طعن | حکم دیا، حضرت علیؓ نے سمجھایا۔

اگر عورت قصور وار ہے تو اس
 کے پیٹ والا تو قصور وار نہیں ہے
 عمرؓ نے کہا علیؓ نہ ہوتا، عمرؓ
 ہلاک ہو جاتا۔

ان کان ذلک علیہا سبیل
 فلیس لك علی ما فی بطنہا
 سبیل فقال عمرؓ لولا علی
 لہلك عمرؓ۔

اسی طرح ایک پاگل عورت کے رجم کا حکم صادر کیا تو حضرت علیؑ نے کہا:-

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا قَعِ
الْقَلَمُ عَنْ النَّائِمِ حَتَّى
يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى
يَعْقِلَ وَعَنِ الطِّفْلِ حَتَّى
يَحْتَلِمَ -
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا نیند
والے سے قلم اٹھا دیا گیا ہے، حتیٰ کہ
جاگے، اسی طرح مجنون سے عقل آنے
تک اور اسی طرح نابالغ بچہ سے
بلوغت تک۔

اسی طرح اپنے فرزند ابوشمہ کو حد زنا میں درے مارے حتیٰ کہ وہ مر گیا اور
باقی درے موت کے بعد لگا دیئے، حالانکہ میت غیر مکلف ہے، اس پر حد
قائم نہیں کی جاسکتی۔

اسی طرح عمر بن کو شراب پینے کی حد کا پتہ نہیں تھا، ان واقعات سے معلوم
ہوا عمر بن کو مسائل شرعیہ کا علم نہیں تھا، لہذا وہ امامت کے قابل نہیں ہے۔
جواب حضرت عمر بن کا حاملہ عورت کو رجم کرنے کا حکم دینا موضوع ہے، کسی
روایت میں ثابت نہ ہے، مجنونہ کے رجم کا ارادہ بھی اہل سنت کی کسی کتاب
میں بسند صحیح ثابت نہیں ہوا۔

اگر بالفرض حضرت عمر بن نے مذکورہ دو حکم صادر فرمائے تھے، تو ہو سکتا ہے،
انہیں عورت کے حمل اور مجنون کا علم نہ ہوا ہو، امام پر یہ واجب نہیں کہ وہ حمل کے
بارہ میں سوال کرے،

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو ایک عورت پر حد مارنے کا حکم دیا جو
کہ نفاس میں تھی، علیؑ نے اس خطرے کی بنا پر کہ کہیں یہ عورت مر نہ جائے، حد قائم نہ
کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی، تو آپؐ نے فرمایا: تم نے

۱۔ جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۵۵ باب فیمن لا یجب علیہ الجون کتاب الحدود۔
۲۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ باب حد الزنا من کتاب الحدود و سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۱۱۔

ٹھیک کیا ہے، حبیب نفاس سے فارغ ہوگی، اس وقت اس پر حد قائم کر دینا۔
محمد بن بابویہ قمی "فتاویٰ من لہ بحضرت لا الفقیہ" میں لکھتا ہے کہ علیؑ نے ایک نابالغ
لڑکے پر چوڑی کی حد مارنے کا حکم دیا۔

یہ روایات وال ہیں کہ حضرت عمرؓ کا مبینہ قصہ کہ انہوں نے رجم مجنونہ کا حکم
دیا، اور علیؑ نے اعتراض کیا، یاروں کا خود ساختہ ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علیؑ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرے، اور اپنی مرویہ روایت کے
برعکس نابالغ لڑکے کو حد سرقہ مارنے کا حکم دے، اور پھر حضرت عمرؓ پر رجم مجنونہ
کا اعتراض کرے۔

ابو شحمہ کی موت کے بعد سوڈرے مکمل پورے کرنے کا واقعہ بھی دروغ اور باطل
ہے، ایسے یہ ہے کہ ابو شحمہ کی زندگی میں ہی سوڈرے مارے گئے، اس کے بعد وہ
زندہ رہا، زخم درست ہو گئے، کافی مدت بعد انہوں نے وفات پائی۔
شراب کی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعین نہ تھی۔
صحیح مسلم میں ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلد في الخمر بالجريد
والنعال وضرب مرة في شرب
الخمر بجريدتين نخواريين۔
ثم جلد ابو بكر ربيعين
ولما افضت نوبة الخلافة
الى عمر استشار الصحابة
في حد الخمر فقال له علي ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب
کی حد میں کھجور کی چھڑیاں اور جوتوں سے
مارتے تھے، ایک دفعہ دو چھڑیاں
اندازہ چالیس بار ماریں۔
پھر ابو بکرؓ نے بھی چالیس ماریں
عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں
صحابہؓ سے اس بارہ میں مشورہ کیا،
علیؑ نے کہا میرا خیال ہے، اس

۱۔ ان اعتراضات کے تفصیلی جوابات کے لئے دیکھئے منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۱۱۔
۲۔ ص ۱۱۱ باب حد الخمر کتاب الحدود۔

بجلد ثمانین جلدۃ واتفق ذلك اصحاً
رسول الله صلى الله عليه وسلم۔
دفعہ ماروا اس پر صحابہ رضی کا اتفاق ہو گیا۔

امامیہ کے ہاں بھی یہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ الحلی نے منہج الکرامۃ میں بیان کیا ہے۔

حضرت عمر کا لسان حق ہونا | یہ گروہ (علیم، علیم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت کرتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا۔
ان الله جعل الحق على
لسان عمر وقلبه۔
یقیناً اللہ تعالیٰ نے عمر رضی کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔

علی رضی نے ان کے بارہ میں فرمایا۔
ما كنا نجده ان السكينة تنطق
علی لسان عمر۔
ہم یہ بات بعید نہ سمجھتے تھے کہ عمر کی زبان پر سکینیت بولتی ہے۔

عثمان رضی ان کے حق میں ارشاد فرماتے ہیں۔
هل استطيع ان اكون مثل
لقمان الحكيم۔
کیا میں لقمان حکیم کی طرح بن سکتا ہوں۔

ابن مسعود رضی نے کہا۔
لو وضع علم احياء
الحرب في كفة الميزان و
وضع علم عمر في كفة
لرجح علم عمر و لقد
كانوا يردون انه ذهب
سبعة اعشار العلم۔
اگر قبائل عرب کے علوم ایک ایک پلڑے میں رکھ لئے جائیں اور عمر رضی کا علم دوسرے پلڑے میں تو عمر رضی کا علم بھاری ہو جائے، ان کے بارہ میں لوگوں کا تاثر یہ تھا کہ علم کے دس حصوں میں سے سات

۱۔ جامع ترمذی باب مناقب عمر جلد ۲ ص ۲۳۱ و مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۸۲ باب مناقب عمر۔
۲۔ دلائل النبوة للبيهقي ج ۱ ص ۲۵۵ باب مناقب عمر ص ۲۵۵ ج ۲ ص ۸۲ ح ۸۲۔
۳۔ روضة الصالحين ج ۱ ص ۸۲ ح ۸۲۔

حصے عمرض کے ہاں ہیں۔

اگر بالفرض ابو شجرہ کا مذکورہ قصہ تسلیم کر لیا جائے، کہ ان کی موت کے بعد بھی دسے مارے گئے تو کور چشم حاسدین کی نظر قباحت کی طرف گئی، اس میں یہ خوبی نہ نظری کہ اس مرد مجاہد نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے حد میں اپنے فرزند کو قربان کر دیا، مگر سستی نہ کی۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا پانچواں طعن

زیادہ مہرباندھنے سے عمرؓ نے منع کیا، اور کہا جو شخص زیادہ مہر مقرر کرے گا، وہ مہر بیت المال میں

داخل کر دی جائے گی، ایک عورت کمطی ہوئی، اور کہا حق تعالیٰ ہمیں دیتا ہے، اور تم منع کرتے ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اور تم ان میں سے کسی کو ڈھیروں

مال دے چکے ہو، تو ان سے واپس نہ کرو۔

وَأَتَيْتُمْ أَحَدًا هُنَّ

قَنَاطِرًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا۔

عمرؓ نے جواب دیا۔

ہر ایک عمرؓ سے بڑا فقیہ ہے؟

حتیٰ کہ گھروں کی پردہ نشیناں بھی۔

كُلُّ أَفْقَةٍ مِنْ عَمْرِ حَتَّى

الْمَخْدَاطَاتِ فِي الْمَحَالِّ۔

جواب | حضرت عمرؓ کا غلو مہر سے منع کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشاد گرامی کے عین مطابق تھا۔

خطابی در غریب الحديث میں روایت کرتا ہے:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا مہروں میں سانی کو ملحوظ رکھو۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال تینا سوا فی الصداق الحدیث

جامع ترمذی باب فی مہور النساء کے الفاظ یہ ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا مہر زیادہ نہ بناؤ، اگر مہر زیادہ مقرر کرنا دنیا میں یا اللہ کے ہاں قابلِ بُرائی ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مہر مقرر فرماتے الحدیث بیت المال میں زیادہ مہر کو داخل کرنے والی روایت قطع ہے، دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷۔

صحیح ابن حبان میں ہے:-

عن ابی عیاس قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خیر النساء ایسرہن صداقا-

عن عائشة رضی اللہ

عنها انه صلی اللہ علیہ وسلم

قال من بین المرأة سهل امرها و

قلة صداقها-

امام احمد اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں:-

اعظم النساء بدکة ایسرهن

صداقا-

اس کی سند جدید ہے:-

حضرت عمرؓ کا عورت کی بات تسلیم کر لینا، اس وجہ سے تھا کہ مہر بہر حال مشروع

ہے چاہے کثرت ناپسند اور مکروہ ہے، حکام وقت کو یہ اختیار ہے کہ مباح امور

پر جن میں کراہت ہو، بوقت ضرورت پابندی لگا سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت زیدؓ کو زینب کی طلاق سے منع فرمایا:-

ایہی بیوی اپنے پاس رکھو اور

امسک علیک زوجک

خدا کا خوف کرو-

فاتق اللہ-

حالانکہ طلاق مباح ہے حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ زیادہ مہر بیت المال میں

جمع کر دی جائے گی، ایک سیاسی حکم ہے، اور منع کرنے میں مبالغہ کے طور پر ہے،

۱۔ مسند احمد بن حنبل (جمع القوائد ص ۲۸)

۲۔ بیہقی شعب الایمان میں دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۸-

۳۔ بیت المال میں جمع کرنا والی روایت کی سند منقطع ہے مگر

واخطانا وفوق كل ذي علم عليم۔
ہم نے غلط کہا۔ اور ہر علم والے کے
اور پر علم والا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

پسندیدہ و شاہ مروان جواب
حضرت عمر رضی اللہ عنہ
شعبہ کا چھٹا طعن | القربی کی حیثیت سے اس کے مستحق تھے، قرآن پاک میں ہے:-
کہ من برخطا لودم داد بر صواب
عمر نے اہل بیت کو خمس سے محروم کر دیا، جبکہ وہ ذوی

واعلموا انما غنمتم من شئ
فان لله خمسہ ولذو سولہ
لذی القربی والیتامی والمساکین
وابن السبیل (الانفال ۴۱)
جو چیز بھی غنیمت میں آئے، اللہ
کے لئے خمس ہے، اور اس کے رسول
کے لئے اور قرابت والوں، یتامی
مساکین اور مسافروں کیلئے بھی۔

جواب ذوی القربی کو حصہ دینے یا نہ دینے میں حضرت عمرؓ سے مختلف
روایات آئی ہیں۔ ابو داؤد میں ہے:-

عن عبد الرحمن بن ابی
لیلی عن علی ان ابا بکر وعمر قسما
سہما لذوی القربی۔
علیؓ سے مروی ہے، ابو بکرؓ اور
عمرؓ ذوی القربی کا حصہ نکالتے
تھے۔

نیز ابو داؤد میں ہے:-

عن جبیر بن مطعم ان عمر
کان یعطی ذوالقربی من خمسہ۔
جبیر بن مطعم کہتا ہے، عمرؓ ذوی
القربی کو خمس سے حصہ دیتے تھے۔

حافظ عبد العظیم المنذری فرماتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے، امام شافعیؒ اور
امام مالکؒ کے نزدیک بھی مختار یہی ہے، کہ غنیمت میں سے خمس پانچ سہام
پر تقسیم ہوگا۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا تھا، خمس میں سے رسول

ﷺ ج ۲ باب فی بیان مراحق خمس و سہم ذی القربی ص ۱۶۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ سربراہ کو ملے گا۔ اور باقی چار حصے ذوی القربیٰ
یتامیٰ و مساکین، اور بناء سبیل میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے، جو موثر حق نے نقل کی۔ اس روایت کو
ابو حنیفہؒ نے ترجیح دی، اور اختیار کیا، وہ فرماتے ہیں، رسول میں لام تمہیک کے
لئے نہیں ہے، ورنہ آپ کے لئے حصہ نکالنا واجب ہو جاتا، جس طرح کہ جمیع افراد فقراء
کے لئے خمس اور زکوٰۃ تقسیم ہوتی ہے، جبکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، اور نہ اس پر
عمل ممکن ہے، بلکہ لام برائے عاقبت ہے، اور مصرف کا بیان، جس طرح الصدقات للفقراء
میں لام برائے عاقبت اور بطور بیان مصرف ہے، فقرار، مساکین اور مسافروں کے مستحق
ہونے کی علت ان کا حاجت مند ہونا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
علت کفایت ضروریات ہے، اور ذوی القربیٰ کے لئے علت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی مناصرت ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ذوی القربیٰ کے حصہ سے بنی
ہاشم اور بنی المطلب کو ہی دیا، بنی نوقل اور بنی عبد الشمس کو نہ دیا۔ استفسار پر
آپ نے وضاحت فرمائی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب سلام اور جاہلیت میں ہاشم اکٹھے
رہے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو حصہ دینے کی علت
ان کا تعاون کرنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چونکہ آپ کا حصہ ساقط
ہو گیا، مددگاری کی وجہ سے جو حصہ تھا، وہ بھی ساقط ہو گیا، کیونکہ جس بنا پر وہ مستحق
تھے، وہ بنا نہ رہی، اس لئے خمس غنیمت فقراء مساکین اور مسافروں میں تقسیم کیا جانے
لگا۔ البتہ فقراء ذوالقربیٰ، مساکین ذوالقربیٰ اور مسافرا ذوالقربیٰ کو دوسرے فقراء
مساکین اور مسافروں پر فوقیت دی گئی، لہذا آیت پر عمل متروک نہ ہوا، کیونکہ آیت
شریعت کا مقتضا بھی یہی ہے، کہ مذکورہ مصارف پر خرچ کیا جائے، البتہ ان کے

۱۔ اس بارہ میں سنن ابی داؤد کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں خمس خمس کی تو فیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سپرد کی تھی، آپ کے بعد ابوبکر اور عمرؓ کے دور میں بھی میں تقسیم کرتا رہا، ایک نعم مال آیا حضرت عمرؓ
نے مجھے بلایا اور کہا یہ مال تمہیں نہ کہا میں اس کو نہیں دیتا چاہتا عمرؓ نے کہا تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ تو علیؓ نے کہا اب ہم اس سے بے نیاز ہو
چکے ہیں، کثرت دولت کی وجہ سے عمرؓ نے وہ مال بیت المال میں جمع کر دیا سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۴۱۔

ایک ایک فرد تک پہنچانا ضروری نہ ہے۔ بلکہ محال ہے، حضرت عمرؓ نے ذوالقربیٰ کے جمیع افراد سے حصہ نہیں روکا تھا بلکہ غیر مستحق افراد سے منع کیا تھا۔ جیسے بن مطعم وغیرہ کی روایات کا محل بھی یہی ہے، تاکہ دونوں طرح کی روایات میں تطبیق کی صورت پیدا ہو سکے، اس سے کسی طرح بھی حضرت عمرؓ پر طعن ثابت نہیں ہوتا ہے۔

امامیہ میں ایک جماعت کا مسلک بھی حضرت عمرؓ اور ابو حنیفہؒ کے مذہب و مسلک کے مطابق ہے، اس جماعت کا استدلال اپنے ائمہ سے مروی روایات سے ہے۔ نیز امیر المومنینؑ نے بھی خمس غنیمت کی تقسیم میں حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں فرمائی، جب کہ کئی دیگر مسائل میں اپنی رائے پر چلے اور حضرت عمرؓ کی مخالفت کی۔ طحاوی اور دارقطنی محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔

محمد بن اسحاق نے محمد بن علی بن حسین سے دریافت کیا، کہ علیؓ جب لوگوں کے امور کے متولی ہوئے ذوی القربیٰ کے حصہ میں کیا کیا، فرمایا وہ بھی عمرؓ کے مسلک کے مطابق عمل کرتے رہے۔

انہ قال سألت ابا جعفر محمد بن علی بن الحسين ان علی بن ابی طالب لما ولی امر الناس کیف صنع فی ذوی القربی قال سلك به والیہ مسلك ابی بکر وعمر۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا سا تو اں طعن مغیرہ پر حد زنا قائم نہ کی اور گواہ کو خود تلقین کی۔

جواب ایہ جھوٹ اور افترا کا پلندہ ہے، صحیح بات وہ ہے جو طبری۔ امام بخاری، ابن جوزی، شمس الدین سبط ابن جوزی نے اپنی اپنی کتب تواریخ میں درج کی ہے۔ کہ

مغیرہ بصرہ کے امیر تھے، وہاں کچھ لوگوں نے ام جمیل کے۔ تھے اس پر زنا

لے بلکہ خمس خود حضرت علیؓ نے کہہ کر روایا اور اسے بیت المال میں جمع کرایا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

کا دعویٰ کر دیا، اور حضرت عمرؓ کے پاس کچھ بھیجا، عمرؓ نے مغیرہ اور گواہوں کو طلب فرمایا، گواہی میں ایک گواہ نے کہا میں نے مغیرہ کو عورت کی دورانوں کے درمیان دیکھا ہے، عمرؓ نے کہا یہ گواہی غیر معتبر ہے، کیا تو یہ گواہی دے گا، کلاس نے عورت کے ساتھ دخول کیا، جس طرح سراداق میں میل ہوتا ہے، گواہ نے کہا ہاں میں نے ایسے ہی دیکھا ہے، دوسرے گواہ نے کہا میں پہلے کی طرح گواہی دیتا ہوں، عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ یہ گواہی دے کہ اس نے دخول کیا، جس طرح مکملہ میں میل ہو، گواہ نے کہا ہاں، تیسرے نے بھی پہلے دو گواہوں کی طرح گواہی دی، چوتھے گواہ کو طلب فرمایا، وہ موجود نہ تھا، جب آیا، اس نے جماع کے لئے بیٹھنے۔ اور دیگر دواعی جماع کی شہادت دی، عمرؓ نے پوچھا کیا تو نے ایسے دیکھا جیسے مکملہ میں میل ہو، اس نے کہا نہیں۔

حضرت عمرؓ نے گواہوں کو انتہی اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا، حد زنا لگانے سے حضرت عمرؓ کا رک جانا بالکل صحیح تھا، کیونکہ نصاب شہادت پورا نہیں ہوا، تھا، گواہوں کو تلقین کرنا۔ یہ حضرت عمرؓ پر بہتان محض ہے، احمد بن بابویہ قمی فقہ میں روایت کرتا ہے، کہ ایک شخص امیر المؤمنین علیؓ کے پیش ہوا، جس نے چوری کا اقرار کیا، جس سے اس پر ہاتھ کا قطع لازم آتا تھا، مگر امیر المؤمنین نے ہاتھ قطع نہ فرمایا۔

فقر کے خیال میں امیر المؤمنین کو بھی کوئی شبہ پیدا ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے حد نہ لگائی، ان الحدود تندری بالشبهات۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ | عمرؓ نے دین میں اصنافہ کیا، تراویح کو باجماعت کا آٹھ ال طعن | قائم کرنے کا حکم دیا جبکہ وہ خود اس کے بدعت ہونے کا ترف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کل بدعة ضلالة ہر بدعت گمراہی ہے

۱۷ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵ باب فی خطبۃ الجمعۃ۔

جواب نماز تراویح بدعت نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا:-

فرقش عدیکہ صیا مہ
وسن لکم قیا مہ۔
روزہ تم پر فرض کیا گیا، اور رات کا قیام تمہارے لئے مستحب ہوا۔

آپ نے تین رات تراویح (قیام رمضان) باجماعت ادا فرمائی۔ دیکھئے سنن ابی داؤد۔ جامع ترمذی۔ مسند احمد۔ سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ بروایت ابو ذر۔ باجماعت قیام رمضان بعد ازاں آپ نے ترک کر دیا، اور اس کی معذرت بیان کی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:-

عن عائشة انه صلى الله

عليه وسلم صلى في المسجد وصلى بصلوته ناس ثم صلى من القابلة فكثرت الناس ثم اجتمعوا في الثالثة فلم يخرج اليهم فلما أصبح قال قد رأيت الذي صنعتكم فلم يمنعني من الخروج اليكم الا في خشيت ان يفرض عليكم وذلك في رمضان۔

عائشہ فرماتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، آپ کے ساتھ لوگوں نے نماز پڑھی، اگلی رات بھی نماز پڑھی، لوگ بہت جمع ہو گئے، پھر تیسری رات آپ ان کی طرف نہ نکلے، صبح کے وقت آپ نے فرمایا تم نے جو کیا میں نے دیکھا میں اس لئے نہیں نکلا کہ مجھے تمہارے اوپر اس کا فرض ہونے کا خطرہ تھا، اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک مواظبت باجماعت کی وجہ بیان کرنا

۱۔ شعب الایمان للبیہقی ولقط جیل اللہ صیامہ فریفتہ د قیام لیلہ تطوعاً۔ مشکوٰۃ ص ۳۱۳ کتاب الصوم۔
۲۔ سنن ابوداؤد باب قیام شہر رمضان من کتاب القطوع جلد ۱ ص ۱۵۵ جامع ترمذی ص ۱۳۸ باب قیام شہر رمضان من کتاب الصوم سنن نسائی جلد ۱ ص ۲۳۸ باب قیام شہر رمضان من کتاب قیام اللیل سنن ابن ماجہ ص ۹۵ باب باجماعت قیام شہر رمضان۔
۳۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۲ باب طول السجود فی قیام اللیل من کتاب التہجد صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان جلد ۱ ص ۲۵۹۔

در حقیقت یہ اطلاع دیتا ہے کہ اس علت کے زائل ہونے کے بعد پھر مواظبت مستون ہوگی۔
حضرت عمرؓ کے قول لغت البدعۃ ہذا میں بدعت سے مراد لغوی ہے، شرعی
بدعت نہیں، شرعی بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اصل کتاب اللہ، سنت رسول
اللہ، سنت خلفاء راشدین اور اجماع امت میں نہ پائی جائے، سنت خلفاء بھی سنت
میں داخل ہے، نہ کہ بدعت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم
بسنתי وسنة الخلفاء الراشدين
المهديين عضوا علیہا بالتواجد
وایاکم ومحدثات الامور
فان کل بدعة ضلالة۔ اخرجه
الترمذی وابن ماجه عن
العریاض بن ساریة۔

جو تم میں سے میرے بعد زندہ
رہا، وہ بہت اختلاف دیکھے گا، تم
میری سنت اور خلفاء راشدین کی
سنت کو لازم کرنا، اور اس کی
پوری پابندی کرنا نئی باتوں سے
خود کو بچاؤ، کہ بدعت گمراہی ہے
ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بروایت عرباض
بن ساریہ۔

قابل افسوس وہ جماعت ہے، جو دین میں ایبادات کر کے ائمہ کرام کی طرف
منسوب کرتی ہے، جیسا کہ تحلیل فردج، نماز غدیر، حضرت عمرؓ کی وفات کے روز
نماز گزارنا، بعض اولاد کو بعض ترک نہ دینا۔ مثلاً کہتے ہیں کہ دختر کو زرع زین نہ دی
جائے۔ جیسا کہ کلینی نے لکھا ہے، یہ سب باتیں دین میں اختراعی ہیں، اور بے بنیاد۔
صحابہ کرامؓ نیز پر جنہوں نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجرا فرمایا طعن
کرتے ہیں، اور ادھر ان کا دعویٰ ہے کہ شریعت سازی ائمہ کے سپرد تھی، درحقیقت

۱۔ مسئلہ جو فرض میں سنت خلفاء راشدین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طرز عمل بھی تو موجود ہے کہ آپ نے
تین روز جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی، اور پھر جماعت سے منع نہیں کیا، کہ تم آئندہ جماعت نہ کرانا، بلکہ فرض
ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا، جس کے ختم ہونے کے بعد پھر جماعت کا مستون ہونا ثابت ہوا، جیسا کہ صحابہ کرامؓ
نے درجہ کہ آپ کے حکم کے طاعت۔ لکھا سمجھا۔

۲۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۰۸ باب الاخذ بالسنة الاباب العلم۔ ابن ماجہ ص ۵ باب اتباع الخلفاء
الراشدین۔

ان کے اس قسم کے باطل نظریات سے ختم نبوت کا انکار لازم ہے۔
حضرت عمرؓ پر شیعہ | عمرؓ نے حد زنا میں سو شاخ مارنے کا حکم دیا حالانکہ
کانا نواں طعن | حدیث میں سو درے مارنے کا حکم ہے۔

جواب | یہ جھوٹ اور افتراء ہے، حضرت عمرؓ سے کوئی ایسا واقعہ ثابت نہیں،
 بالفرض اگر صحیح ہو تو جسے حد ماری وہ صحت مند تھا، اسے صحیح اور مضبوط شاخ سے
 مارا یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

عن انس بن النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم ضرب فی النجاء بالجرا
 والنعال و جلد ابو بکر
 اربعین سواۃ البخاری
 و مسند۔

انسؓ سے مروی ہے، نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم نے شراب کی سزا میں
 کھجور کی چھڑی سے اور جھرتے مارے
 اور ابو بکرؓ سے چالیس مارے،
 (بخاری و مسلم)

اس حدیث کے مطابق صد شاخ درجہ کے بجائے ماریں، کیونکہ وہ محدود
 غیر محصن تھا۔ ہو سکتا ہے، وہ شخص ناقص الاعضاء اور بیمار ہو، اور صد شاخ سے
 مراد کھجور کے خوشے کے شمار ہوں تو یہ بھی سنت رسول سے ماخوذ ہے۔

عن سعد بن سعد بن عبادۃ
 ان سعد بن عبادۃ اقی النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم برجل
 کان فی الحی مخدج سقیم
 فوجد علی امتۃ من ماء دم
 یجث بہا فقال النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم خذوا به عثکالا
 فیہ مائة شمراخ فاضربوه

سعد بن عبادۃؓ نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کے پاس ایک شخص کمزور
 خلقت اور بیمار کو لائے کہ یہ ایک
 لونڈی کے ساتھ بد فعلی کرتے
 ہوئے پایا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ایک خوشہ لے لو جس
 میں ایک سو شماراخ ہوں، اور وہ
 اسے ایک بار دو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے، حضرت عمرؓ نے سو شاخ حد خمیر میں ماری ہوں، جس وقت شراب کی حد متعین نہیں ہوئی تھی، (زمانہ میں سو شاخ ماریوالی بات غلط محض ہے) حضرت عمرؓ پر شیعہ کا دسواں طعن | عمرؓ نے متعہ نکاح سے منع کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ نکاح کیا جاتا تھا، حکم خداوندی کو کیوں منسوخ کیا، اور اللہ کے حلال کردہ کو حرام کیوں قرار دیا۔

جواب | متعہ نکاح کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی منسوخ فرمایا دیا تھا، اور حرام قرار دے دیا تھا، چند ایک افراد کو حدیث تخریج پہنچی، وہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے رہے، تاآنکہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتے ہوئے اس سے سختی کے ساتھ روکا، اور اصل حقیقت حرمت متعہ سب پر آشکارا ہو گئی، اس پر اجماع ہو گیا، اور اختلاف ختم، اس مسئلہ اور ایسے ہی چند ایک دیگر متفق علیہ مسائل کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی خصوصی منقبت ثابت ہوتی ہے، اور امت پر یہ ایک طرح کا احسان ہے، یہ کوئی طعن کی بات نہیں۔ حرمت متعہ کی روایت حضرت علیؓ پر عمرؓ ابو ہریرہؓ، سمرۃ الجہنیؓ اور سلمۃ بن الاکوعؓ اور دیگر جماعت صحابہؓ سے مروی ہے۔ امام مالکؒ اور دوسرے محدثین اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔

عن عبد اللہ و عن الحسن	عبد اللہ سے اور حسن سے مروی
ابن محمد بن علی بن ابی طالب	ہے، جو کہ محمد بن علی کے فرزند تھے، وہ
عن ابیہما عن علی قال امرنی	اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علیؓ سے کہا مجھے رسول اللہ صلی
ان انادی بالنہی عن المتعہ	اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ متعہ کی ممانعت
وتحریمہا بعد ان کان امرہا	اور حرمت کا اعلان کر دوں، جب کہ

فمن بلغ النہی انتہی عنہا
ومن لم يبلغ النہی کان يقول
یا باحتہا فعلم ذلک عمر
ایام خلافتہ نہی عنہا و
بالغ فی النہی ۔

مسلم شریف میں ہے :- عن سلمۃ
بن الاکوع انہ قال رخص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم المتعۃ یوم او طاس
ثلاثا ثم نہی عنہا انتہی وانما
رخص المخطوۃ من اهل العسکر
لا المسلمین کافۃ کما رخص
زبیرا لبس الحریر لدفع تولد
القمل ثم نہاہم فہما موبدا

نیز مسلم میں ہے :-

انہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال قد کنت اذ مت لکم
فی الاستمتاع من النساء و

پہلے اس کا امر تھا جنہیں ممانعت کا
پتہ چل گیا، وہ رک گئے، اور جنہیں
پتہ نہ چلا، وہ اس کی اباحت کے
قائل رہے، عمرؓ کو پتہ چلا تو اپنے
دور خلافت میں شدت سے روکا
اور نہی میں مبالغہ فرمایا ۔

سلمہ بن الاکوعؓ فرماتا ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے او طاس
کے دن تین روزہ کے لئے متعہ کی
اجازت دی، پھر اس سے منع فرما دیا
رخصت بھی مجبوراً اور مخطوطہ لوگوں کو
دی تھی، عام مسلمانوں کو نہیں، جس
طرح کہ ایک ضرورت کے تحت کوریشم
پہننے کی رخصت دی، بعد میں ان
کو ہمیشہ کے لئے متعہ سے منع
فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میں نے تمہیں عورتوں کے متعہ
کی اجازت دی تھی، اب قیامت تک

کے لئے حرام قرار دیتا ہوں جس کے پاس ایسی کوئی عورت ہو، اس کو چھوڑ دے، اور جو دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

أحرم ذلك الى يوم القيامة فمن كان عندا متهم شيئا فليخل سبيلها ولا تاخذوا مما اتيتوهن شيئا۔

حضرت ابن عباسؓ نے بھی اضطراری اور مجبوری کی حالت میں جواز متعہ کا فتویٰ دیا تھا۔ جیسا کہ امام حازمیؒ یہ طریق خطابیؒ سعید بن جبیرؓ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا لوگ آپ سے یہ فتویٰ نقل کر رہے ہیں کہ متعہ جائز ہے، تو انہوں نے فرمایا۔

خدا کی تشریح میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا۔ یہ تو مرد پر اور خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح ہے مضطر کے لئے البتہ حلال ہے۔

سبحان الله ما هذا افتيت وانما هي كالميتة والدم ولحم الخنزير لا يحل الا للمضطر۔

مگر بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ نے اس فتویٰ سے بھی رجوع فرمایا تھا، اور مطلقاً حرمت متعہ کا فتویٰ دیا، جیسا کہ جہور کا فتویٰ ہے۔

سوال حضرت علیؓ نے جنگ خیبر کے موقع پر جو کہ شہ میں واقع ہوئی متعہ روایت کی ہے، جنگ ادطاس شہ میں متعہ ہوا۔ لہذا متعہ ناسخ حرمت ہوا۔

جواب اس اشکال کے دو جواب ہیں، (۱) متعہ کی حرمت درحقیقت غزوہ ادطاس کے موقع پر صادر ہوئی رواۃ غزوہ خیبر کے واقعہ میں تحریم متعہ کا ذکر نہیں کرتے بعض لوگوں کو یہ گمان اس وجہ سے ہوا کہ حضرت علیؓ نے تحریم متعہ اور تحریم حمزہ کا ذکر ایک ہی حدیث میں کیا ہے، اور حمزہ اہلی کی تحریم کا موقع غزوہ خیبر بتلایا، اس سے لوگوں کو وہم لگ گیا کہ دونو تحریم ایک ہی موقع پر ہوئیں، یہ وہم بے دلیل ہے اصل میں ابن عباسؓ نے تحریم متعہ اور تحریم حمزہ اہلی میں اختلاف کیا، تو ان کو الزام

۱۔ کتاب الاعتبار للحازمی ج ۲ المتوفی ۵۸۴ھ ص ۱۹۰۔

۲۔ دیکھئے جامع ترمذی جلد ۱ ص ۱۲۴ باب نکاح النوا۔

دینے کے لئے حضرت علیؑ نے دونوں کا ذکر ایک حدیث میں کر دیا۔ (۲) دوسرا جواب یہ ہے متعہ دو بار حلال ہوا، اور دو بار حرام۔ غزوہ خیبر کے موقع پر حلال ہوا، اور پھر حرام۔ بعد ازاں غزوہ اوطاس میں پہلے حلال ہوا، اور پھر ہمیشہ کے لئے حرام۔ جیسا کہ حضرت علیؑ کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے، اس پر جامع امت متفقہ ہوا۔ قرآن پاک سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:-

والذین هم لفوا وجماع
حافظون الا علی اذوا جماع
او ما ملکک ایمانہم فانہم
غیر ملومین فمن ابغی
وراء ذلک فاولئک هم
العادون۔

اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں اور ملک لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہ ہے، جو اس کے سوا راستہ تلاش کرے گا، وہ حد سے گزرنے والے ہیں، (المعارج ۲۹ تا ۳۱)۔

متعہ والی عورت زوجہ نہیں ہے، جیسا کہ ابو نعیم رافعی امام صادقؑ سے روایت کرتا ہے:-

انہ سئل عن المتعة
اھی من الاربع قال لا ولا
من السبعین۔

کہ ان سے متعہ والی عورت کے بارہ میں پوچھا گیا، کہ یہ چار میں داخل ہے، فرمایا نہ اور نہ ستر میں سے۔

اس پر زوجہ کے احکام عدة، ایلا، طہار، احصان، لعان، وراثت کوئی بھی جاری نہیں ہوا، لہذا زوجہ نہیں، اور نہ ہی ملوکہ ہے۔

نیز اگر متعہ والی عورت بیوی ہوتی تو متعہ سے احصان ثابت ہو جاتا بقاضا فرمان خدا:-

واحد لکم ما وراء ذالک
مذکورة بالاربعون کے علاوہ

۱۔ فرع الکافی ج ۵ ص ۲۵ کتاب النکاح باب جن بمنزلہ الاماء ولیست من الاربع۔
۲۔ فرع کافی حوالہ بالا ص ۲۵ ابو جعفر فرماتے ہیں یہ نہ طلاق دی جاتی ہے، نہ وراثت ہوتی ہے بلکہ یہ کراہی پر حاصل شدہ ہے۔

ان تبتغوا باموالکم محصنین
غیر مسافحین
(النساء ۲۴)

تمہارے لئے حلال ہیں یہ کہ اپنے اموال کے
ساتھ جاہل کرو، گھر بسانے کے لئے نہ
کہ شہوت رانی کے لئے۔

حالانکہ فریقین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے،
حلت متعہ کیلئے | ردافض متعہ کی حلت ثابت کرنے کے لئے یہ آیت
شیعہ کی دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔

فما استمتع بہ منہن
فاتوہن اجورہن
(النساء ۲۴)

ان میں سے جس سے فائدہ حاصل
کرو، ان کو لازمًا ان کی مزدوری
دو۔

کہتے ہیں اس آیت میں متعہ مراد ہے، نہ کہ نکاح۔

اولاً۔ اس لئے کہ نکاح میں محض عقد سے نصف مہر لازم ہو جاتی ہے، اور
دخول کے بعد پوری مہر دینا پڑتی ہے، اس آیت میں کوئی ایسا عقد مراد ہے جس
میں دخول کے بغیر کچھ بھی واجب نہیں ہوتا (اور ایسا عقد متعہ ہی ہے)
ثانیاً۔ اس لئے کہ متعہ درحقیقت عقد موقت کا نام ہے، جس میں ولی اور گواہوں
کا ہونا شرط نہیں ہے، لہذا آیت میں یہی معنی مراد ہے، اگر کوئی اور معنی مراد لیا جائے
تو وہ مجازی معنی ہوگا، حقیقی معنی کے ہوتے مجاز نہیں ہو سکتا۔

ثالثاً۔ ابن مسعودؓ کی قرأت میں الفاظ یوں ہیں۔

فما استمتع بہ منہن
ان میں سے جس عورت سے مقرب
الی اجل مسمی۔

ابن عباس اور ابی بن کعب بھی اسی طرح قرأت کرتے تھے۔ یہ قرینہ ہے کہ آیت
میں متعہ ہی مراد ہے۔

جواب | پہلی وجہ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بات تو موجود ہے کہ
دخول سے مہر لازم ہو جاتی ہے، مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بے دخول واجب نہیں

ہوتی، اس سے آیت میں سکوت ہے، ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے، دخول سے پہلے نصف مہر واجب ہے، ارشاد حق تعالیٰ ہے:-

وان طلقتموهن من قبل
ان تمسوهن وقد فرضتم
لهن فريضة فنصف ما
فرضتم۔ الآية
اور اگر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے
طلاق دیا اور ان کے لئے مہر مقرر کر چکے
ہو، تو جو مقرر کر چکے ہو، اس کا نصف
ان کو دے دو۔ (البقرة ۲۳۷)

نیز حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے، کہ
بغیر دخول بھی نصف مہر دینا واجب ہے۔

دوسری وجہ کا جواب یہ ہے، کہ آیت میں مرد جو شیعہ متعہ مراد لینا اس کا حقیقی معنی
ہونا غیر مسلم ہے۔ متعہ ہی اگر مراد ہو تو مہر محض عقد متعہ سے لازم ہو جانی چاہیے تھی،
حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، تو آیت میں متعہ سے مراد معروف متعہ نہیں ہے،
بلکہ اس سے عقد نکاح صحیح میں وطی کرنا مراد ہے، جس کا قرینہ لفظ منہن ہے، جو
کہ شادی شدہ عورتوں کی طرف راجع ہے، (معنی یوں ہو گا جب ان منکوح عورتوں
سے تم فائدہ حاصل کر لو تو ان کی مہریں مکمل ادا کرو۔)

نیز آیت سابق میں لفظ صنات بھی اس کا قرینہ ہے، کیونکہ متعہ موجب
تخصیص نہ ہے۔

تیسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صحابہ کرامؓ سے یہ قرأت ثابت نہیں ہے۔
اگر بالفرض تسلیم کر لی جائے، تو یہ متروک ہے، جامع ترمذی میں ہے:-

عن ابن عباس قال انما
المتعة في اقل الاسلام
كان الرجل يقدم الليلة
ليس له بها معرفة فتزوج
ابن عباس فرماتے ہیں، ابتداء
اسلام میں متعہ تھا، ایک ناواقف
مرد آتا کسی عورت سے وہ شادی
کر لیتا، اتنا دن کے لئے جتنا وہاں

المراة بقدر ما يرى انها
مقيمة تحفظ له متاعه و
تصلح له شئ حتى نزلت
الآية الا على انما واجها و
ما ملكت ايمانهم قال ابن
عباس كل فاجر سواها
فهو حرام۔

رہتا ہوتا، وہ اس کے سامان کی
حفاظت کرتی، اور اس کے حال کی
درستگی کرتی۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ
نے یہ آیت اتاری۔ الا علیٰ اذواجہم
او ما ملکت ایمانہم (المجادلہ ۴۹) ابن
عباس رضی فرماتے ہیں، ان مسئلہ
دو طرح کی عورتوں کے علاوہ سب
عورتیں حرام ہیں۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ
کا گیارہواں طعن | عمرؓ نے متعرج سے منع کیا، حالانکہ متعرج قرآن پاک
سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے، قرآن
پاک میں ہے:-

فمن تمتع بالعمرة الى
الحج فباستيس من الهدى
الآية (البقرة ۱۹۶)

جو حج کے ساتھ عمرہ سے فائدہ
حاصل کرتا ہے، تو جو قرآن بانی آسان
لکھے دے۔

جواب | حضرت عمرؓ کے متعرج سے منع کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حج
کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع کر دیا تھا، یہ تو قرآن پاک۔ حدیث، اور اجماع سے
ثابت ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس بات سے منع کیا تھا کہ کوئی شخص جو حج کا احرام باندھ
چکا ہے اور احرام توڑ کر عمرہ کرے، اور پھر حج کا احرام باندھے، ایسا کوئی نہ کرے،
حضرت عمرؓ کا یہ حکم منشاء قرآن کے موافق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
واقموا الحج والعمرة لله (البقرہ ۱۹۶)

اللہ کے لئے حج اور عمرہ کا
اللہ کے لئے حج اور عمرہ کا

سہ حضرت عمرؓ کے متعرج سے منع کی اہم نودی نے یہ توجیہ کی ہے کہ عمرہ کے نزدیک افراد افضل تھا اور چاہتے تھے، دوسرے لوگ بھی
افضیت پٹیل پیرا ہوں، ان کا سدکا تنزیہ تھا نہ کہ تمتع کی تحریم مقصود تھی، چکھے شرح منودی علی مسلم ج ۱ ص ۲۰۲۔

اتمام کرو۔

اتمام حج کا تقاضا یہ ہے کہ حج مکمل کیا جائے، حجتہ الوداع کے موقعہ پر البتہ صحابہ کرامؓ نے حج فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا تھا، یہ اسی سال کے لئے جائز قرار دیا تھا، کیونکہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا گناہ سمجھتے تھے، صحابہ کرامؓ مکہ میں آئے، وہ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام حج فسخ کرنے کا حکم صادر فرمایا صحیح مسلم میں ہے:-

عن ابی ذر انہ قال کانت
المتعة بالحج لا بحجاب محمد
صلی اللہ علیہ وسلم خاصة
سنن نسائی میں ہے:-

البرذر فرماتے ہیں متعہ حج
صرف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لئے تھا۔

حارث بن بلال کہتا ہے میں
نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حج فسخ کرنا صرف ہمارے لئے ہی
ہے، یا عام لوگوں کے لئے بھی فرمایا
صرف ہمارے لئے ہی ہے۔

عن حارث بن بلال قال
قلت یا رسول اللہ فسخ الحج
لنا خاصة ام للناس عامة
فقال بل لنا خاصة

دلائل مذکورہ سے ثابت ہوا، حضرت عمرؓ کا متعہ نکاح اور متعہ حج سے
منع کرنا شریعت کے عین مطابق ہے، اتباع ہوا کی بنا پر انہوں نے ایسا حکم نہیں
دیا تھا، نعوذ باللہ۔

سوال حضرت عمرؓ سے مروی ہے:-

دو طرح کے متعہ رسول اللہ

متعہان کا متا علی عہدا

۱۔ باب جواز التمتع حج امت ۳۱
۲۔ اباحۃ فسخ الحج لبعرة الخ مسئلہ ۲۰
۳۔ صحیح مسلم ج ۱ امت ۳۱ فقط قال جابر متعہان فطنا ہما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نبانا عنہ عمرؓ فلم نعد لہما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تکھے، اور
وسلحہ دانا انہی عنہما۔
میں ان سے منع کرتا ہوں۔

اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب | یہاں عبارت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجاز ہے، ان کا مقصد ہے، انا
اظہر التحريم میں ان کی تحريم واضح کر رہا ہوں، جیسا کہ عبارت ذیل میں کہا جاتا ہے۔
نہی الشافعی عن شراب
امام شافعی نے ہر مسکر کے پینے
کل مسکر قليلا کان اذ كثيرا۔
سے منع کیا ہے، قلیل ہو یا کثیر۔

حضرت عمرؓ کا ان دونوں متعہ کی حرمت ظاہر کرنا، اس قبیل سے نہیں، جیسا کہ
امامیہ اپنے ائمہ پر تہمت لگا کر ان سے تحلیل کو مباح قرار دیتے ہیں، کیونکہ محلہ نہ زوجہ
ہے، اور نہ ملک، یہیں ایسی تحلیل ثابت کرنے سے حکم خداوندی کا نسخ لازم آتا ہے، اور
اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال بنانا (افاذنا اللہ)

تیسری فصل حضرت عثمانؓ پر شیعہ مطاعن کی تردیدیں

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالثؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر پندرہ طعن کرتے
ہیں، جن کے جوابات پیش ہیں، وفقتا اللہ لما یحب ویوینا۔

حضرت عثمانؓ پر | عثمانؓ نے ایسے اشخاص کو والی اور حاکم مقرر کیا جن سے
شیعہ کا پہلا طعن | خیانت سرزد ہوئی۔

جواب | حضرت عثمانؓ نہ علم غیب نہیں رکھتے تھے، جس شخص کو جس کام کے لائق
سمجھا اس کے ذمہ حکومت کے کام سپرد کئے، اگر ان میں سے کسی فرد سے کوئی خیانت
ظاہر ہو گئی، اسے معزول کر دیا، والمراۃ ما یجوز عند المعاملہ۔

۱۔ حضرت عثمانؓ کے بارہ میں علیؓ فرماتے ہیں، کان عثمان اوصلتنا بالوحود کان من الذین
امنوا ثم اتقوا والی حسنوا واللہ یحب المتحین ۲۔ ج ۳ ص ۲۷ یعنی عثمانؓ ہم سب سے زیادہ
صلہ رکھی گئے تھے، اور ایمانداروں میں اور تقویٰ والوں میں اور احسان والوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں سے محبت کرتا ہے۔

حضرت علیؓ بھی اپنے حسن ظن سے لوگوں کو ولایت و حکومت پر فائز فرما کرتے تھے، اور چند ایک سے جن میں ان کے بعض چچیرے بھی تھے، خیانت ظاہر ہوئی، ان کو معزول کر دیا، جیسا کہ حضرت علیؓ کا ایک مکتوب گرامی اس پر دال ہے۔

اما بعد فانی اشركتک فی
امانتی وجعلتک شعاری و
بطانتی ولحمیک فی اہلی رجل
ادثت منک فی نفسی لمواساتی
ومواساتی واداء الامانة
الی فلما رأیت الزمان علی ابن
عمک قد کلب والعدو قد
حرب وامانة الناس قنخزیت
وهذه الامة قد فنکت
وشغرت قلبت لابن عمک
ظہرا لمجن فقارقتہ مع الفارقین
وخاذلتہ مع الخاذلین و
خنتہ مع الخائنین فلا
ابن عمک واسیت ولا
الامانة ادیت۔

اما بعد میں نے تمہیں اپنی امانت
میں شریک کیا، اور اپنا راز دان بنایا۔
میرے خاں دان میں میرے نزدیک
تجھ سے زیادہ با اعتماد آدمی نہ تھا،
جو میری مواساتہ کرتا، اور ادا امانت
میں میرا ساتھ دے، مگر حبیب تو نے
دیکھا کہ زمانہ تیرے ابن عم (علیؓ) کے
کے خلاف ہے، اور دشمن آمادہ جنگ
ہے، اور لوگوں کی امانت فساد میں ہے،
اور یہ امت غیر محتاط ہو گئی ہے، جس
کے محافظ نہ ہیں، تو بھی اپنے ابن عم
کے لئے بدل گیا، اور جدا ہو نیوالوں
کے ساتھ جدا ہو گیا، اور بد عہدی
کی، اور خیانت کرنے والوں کے
ساتھ خیانت کی، نہ تو تو نے ابن عم
کی مواسات اور سہمدردی کی، اور
نہ ہی امانت کو ادا کیا۔

سلسلہ شکایات جاری رکھتے ہوئے، آگے فرماتے ہیں:-
کیف تشبع طعاما دشربا یا
طعام وشراب سے تو کیسے

وانك تعلم انت تا كل
حراما و تشرب حراما
وتتبع الاماء وتنكح النساء
من اموال اليتامى والمساكين
والهؤميين والمجاهدين
الذين افاض الله عليهم
هذه الاموال -

اپنا پیٹ بھر رہا ہے، حالانکہ تو جانتا
ہے کہ تو حرام کھا، اور پی رہا ہے،
تو لونڈیاں بیچتا ہے، اور عورتوں
سے نکاح کرتا ہے۔ یتیموں اور
مساکین کے مال سے اور ایمان
داروں، اور مجاہدین کے مال سے
جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ اموال فنی میں
عطا کئے ہیں،

اس خط کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:-

لا ضربتك بسيفي الذي
ما ضربت احدا الا دخل
النار -

میں تجھے اپنی تلوار سے اڑا
دوں گا جس کو بھی وہ تلوار مارتا ہو،
وہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کے مقرر کردہ ایسے اشخاص میں منذر بن جبار و عبدی بھی تھا اسے
حضرت علیؓ نے کئی جگہ عامل مقرر کیا۔ اس کی خیانت معلوم ہونے پر آپؓ نے لکھا:-

اما بعد فصلاح ابيك
غرفي منك وظننت انك
تتبع هداية وتسلك سبيله
فاذا انت فيما رقي الى عنك
لا تدع لهواك انقيادا
ولا تبقى لآخرتك عتادا
..... نعم دنياك بخراب
آخرتك وتصل عشيرتك

تیرے باپ کی نیکی نے تیرے
بارہ میں مجھے دھوکے میں رکھا، میں نے
سمجھا تو بھی اس کی سیرت پر چلے گا، اور
اس کی راہ پر گامزن ہوگا، تیرے متعلق
میرے پاس جو معلومات پہنچ رہی ہیں
تو اپنی خواہش کی انقیاد کر رہا ہے،
اور آخرت کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں
چھوڑے گا، آخرت برباد کر کے دنیا آباد

بقطیعة دیتک فمن
کان بصفتک فلیس
باهل ان یسر به
الثغرا وینفذ به
امراء و یعلی له قدر
او یشرک فی امانته
او یؤ من علی خیانت
فاقبل الی حین یصل
الیک کتابی هذا
ان شاء اللہ۔

کر رہا ہے، دین ختم کر کے اپنی رشتہ
داری بنا رہا ہے، جو شخص تیری سی
صفات کا حامل ہو، وہ اس قابل نہیں کہ
سرحدوں کی حفاظت کر سکے، اور کوئی
حکم نافذ کر سکے، اور نہ اس قابل کہ
اس کا قدر بلند کیا جائے، یا اسے کسی
امانت میں شریک کیا جائے، یا اسے
کسی امانت میں شریک کیا جائے،
یا کسی خیانت پر امین سمجھا جائے، جب
میرا خط تیرے پاس پہنچے، فوراً میرے
پاس آؤ۔

مذکورہ بالا دونوں خطوط حضرت علیؓ کے مشہور مکتوبات سے ہیں، جنہیں رضی نے
بیج البلاغہ میں ذکر کیا ہے، امامیہ کا عقیدہ ہے حضرت علیؓ اور تمام ائمہ مآکان
وما یکون کے علوم سب کچھ جانتے ہیں، محمد بن یعقوب کلینی نے اس معنی میں
کافی روایات اپنے آئمہ کی نقل کی ہیں، امامیہ کے اس فاسد عقیدہ کی رو سے
حضرت علیؓ پر یہ وزنی اعتراض لازم آتا ہے، کہ جان بوجھ کر آپؓ نے اس قسم
کے لوگ کیوں مقرر فرمائے، اہل سنت کے نقطہ نظر سے کوئی اعتراض نہیں آتا،
کیونکہ اہل سنت کسی شخص کے لئے علم غیب کے قائل نہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت
من الخیر وما مستی السوء۔
نیز علیؓ نے فارسی کا امیرزادہ کو مقرر کیا تھا، جس کی والدہ کا نام سمیہ تھا، اس کا

۱۔ اصول کافی ص ۱۲۹ باب الامۃ یعلمون علم ماکان وما یکون۔

۲۔ بیج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳

جاہلی دور میں ابوسفیان کے ساتھ ناجائز تعلقی تھا، اس وقت یہ عبید بن ہمارث کی بیوی تھی، انہیں ایام میں زیاد پیدا ہوا۔ بڑا ہو کر اس نے فصاحت و بلاغت اور تہذیب کی بنیادیں رکھیں، ایک دن عمرو بن عاص نے کہا یہ نوجوان قریش سے ہوتا تو عرب کو لامطی سے چلاتا، ابوسفیان نے کہا میں اس کی وضع جو اس کی ماں کے شکم میں تھی کو جانتا ہوں، علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسے؟ ابوسفیان نے کہا یہ میرے لطف سے ہے زیاد اپنے زنا زادہ ہونے پر فخر کرتا تھا، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے کسی مصالحت کی بناء پر اس زیاد کو امیر فارس بنایا، اور اس کے فسق و فجور پر نظر نہ کی، اس علاقہ میں اس کے ہاتھ سے نظم و نسق درست ہو گیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کی طرف لکھا تاکہ اسے اپنی طرف کھینچے۔

علی رضی اللہ عنہ نے زیاد کو کھٹا محبہ پتہ چلا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تجھے اپنی طرف کھینچنے کیلئے خط لکھ رہا ہے، اس سے بچ کر رہ یہ ہر طرف سے حملہ آور ہوگا، تیری نسبت ابوسفیان سے ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی تو اس کی وراثت کا مستحق ہے، علی رضی اللہ عنہ کی وفات تک زیاد ان کے ساتھ رہا۔ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کے بعد وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔

۳۴ھ میں زیاد کی نسبت ابوسفیان کی طرف کر دی گئی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اسے عراق کا والی بنایا، وہ ادلا د علی کا بدترین مخالف بن چکا تھا، سعید بن سرح ایک شخص کو زیاد نے دھمکایا، سعید مدینہ میں حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور زیاد کی شکایت کی، زیاد نے اس کا گھر منہدم کر دیا، اس کا مال لوٹ لیا، اور اس کے اہل و عیال کو بکڑ لیا، حسین رضی اللہ عنہ نے لکھا زیاد تم مسلمانوں کے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو، اس کا گھر بنواد اس کا مال واپس کرو، جواب میں زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کو سخت وسعت کہا، اور بے ادبی کے کلمات لکھے۔

حسین رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حالات کی اطلاع دی، معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو تنبیہ کی کہ تو نے

سعید پر ظلم کیوں کیا، اور حسینؑ کے ساتھ بے ادبی سے کیوں پیش آیا۔ اسے حکم دیا کہ سعید کا گھر بنوادے اور اس کا مال واپس کر دے۔

زیاد نے عراق میں بہت خون ریزی کی، ایک رات میں پندرہ سو آدمی بے گناہ قتل کر دیئے۔ امیر المؤمنین علیؑ اگر زیاد کی خباثت نفس اور اس کے کاموں کے انجام سے واقف ہوتے لے سے کیوں امیر فارس مقرر کرتے۔

حضرت عثمانؓ پیر | حکم بن ابوعاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ بدر
شیعہ کا دوسرا طعن | کر دیا تھا، ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی اسے مدینہ میں واپس نہ آنے دیا، عثمانؓ جب خلیفہ ہوا اسے مدینہ میں جگہ دے دی،

جواب | اس بارہ میں خود حضرت عثمانؓ سے لوگوں نے استفسار کیا تھا، آپ نے جواب میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں ہیں نے حکم کے داخلہ کی اجازت حاصل کر لی تھی، جبکہ حکم جس جرم کی بنا پر نکالا گیا تھا، اس سے توبہ کر چکا تھا، چونکہ عثمانؓ اس اجازت حاصل کرنے میں تنہا تھے، کوئی دوسرا شاہدان کے پاس نہ تھا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے ایک شخص کی گواہی پر حکم کو داخلہ کی اجازت نہ دی، اس لئے اسے مدینہ میں نہ آنے دیا۔ حضرت عثمانؓ چونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے داخلہ کی اجازت سن چکے تھے، اس لئے اس پر عمل کیا، اور اسے مدینہ میں جگہ دی، اس لئے عثمانؓ پیر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عثمانؓ پیر | عثمانؓ نے اپنی رشتہ داروں کو مالہائے عظیم
شیعہ کا تیسرا طعن | کئے جس کا انہیں حق حاصل نہ تھا۔

جواب | جو دوسرا اور صلہ رحمی ایک ممدوح صفت ہے، طعن اس صورت میں ہوتا

۱۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابة ج ۱ ص ۳۲۵ میں ہے۔ یقال ان عثمان بن عفان اعتذر لما ان عادۃ الی المدینۃ بانہ کان استاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ وقال قد کنت شفقت فیہ فوجدنی بحدۃ یعنی حضرت عثمانؓ نے معذرت یہی کہی تھی کہ میں نے اس کے واپس لانے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سفارش کی تھی، آپ نے اس کے واپس بلانے کا وعدہ کر لیا تھا۔

کہ حضرت عثمانؓ یہ سخاوت اور صلہ رحمی بیت المال سے کرتے، حالانکہ صورت حال ایسے نہیں، بلکہ حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی دولت مند تھے، حبشہ، عسرة کو سامان جنگ مہیا کیا، اور نو سو پچاس اونٹ دیئے، دور خلافت میں بھی اپنے ذاتی مال و جائیداد سے صلہ رحمی فرماتے تھے، اور سخاوت کرتے تھے۔ ان کے عطایا جو بیت المال سے دیئے جاتے تھے، وہ رشتہ داروں کے ساتھ خاص نہ تھے، بلکہ جمیع اہل اسلام میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

عن الحسن البصری قال سمعت عثمان یخطب یقول یا ایہا الناس ما تنقہون علی ذما من یوم الادزنا تم تقسمون نیر خیرا۔
 حسن بصریؒ فرماتا ہے میں نے عثمانؓ سے سنا کہ کہہ رہے تھے اے لوگو مجھ پر کیا اعتراض کرتے ہو، جب کہ تم سب روزانہ مال تقسیم کرتے ہو۔
 امام ابو عمروؒ نے استیعاب میں حضرت عثمانؓ کے عطایا کا تذکرہ کیا ہے، امام ذوالنورینؒ نے اس طعن کے جواب میں ارشاد فرمایا:-

عن سالم بن جعد کہتا ہے عثمانؓ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کچھ لوگوں کو بلایا ان میں عمار بن یاسر بھی تھے، فرمایا میں تم سے پوچھتا ہوں اور توقع ہے تم میری تصدیق کرو گے، میں تمہیں قسم دیتا ہوں تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو باقی لوگوں پر فوقیت دیتے، اور بنی ہاشم کو باقی قریش پر، لوگ خاموش ہو گئے، عثمانؓ نے فرمایا

عن سالم بن ابی الجعد قال دعا عثمان ناسا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہم عمار بن یاسر فقال انی سائلکم وانی احب ان تصد قونی الشدکہ اللہ هل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یؤثر قریشا علی سائر الناس ویؤثر بنی ہاشم

علہ سائر قریش فسکت القوم فقال عثمان : اگر میرے ہاتھ میں بہشت کی کنجیاں
لو ان بیدی مفاتیح الجنة لاعطیتها ہوں تو میں بنی امیہ کو دے دوں تاکہ
بنی امیہ سے یدخلوا من اخرهم۔ وہ سب اس میں داخل ہو جائیں۔

البتہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا، میں خطرہ پاتا ہوں کہ عثمان بنو امیہ کو لوگوں کی گردنوں
پر سوار کر دے گا۔ یہ قول ارشاد ہے کہ حضرت عثمانؓ کی رائے اس بارہ میں زیادہ مفید نہ تھی
چونکہ وہ مجتہد تھے، اس لئے معذوریں۔ واللہ اعلم بالصواب

شعبہ کا حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چراگاہ متعین کرتے سے
پر چڑھا طعن منع فرمایا تھا کہ پانی اور گھاس میں سب مسلمانوں کا حصہ
ہے، مگر عثمانؓ نے چراگاہ (حمی) مقرر کی۔

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی کامطلب ہے کوئی شخص اپنی ذاتی چراگاہ
(حمی) متعین نہیں کر سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے بیت المال کے مولشی کے لئے حمی متعین
کی تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ جس زمین کو حمی کے لئے مقرر کیا گیا، وہ حضرت عثمانؓ کی
اپنی ذاتی ملکیت تھی جو کہ بیت المال کے مولشی کے لئے چراگاہ کے طور پر وقت کی یہ
بھی مروی ہے، مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے ایام قحط میں باجماع صحابہ کرامؓ حمی کا
تعین ہوا۔

شعبہ کا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں
پر پیا پچواں طعن ٹوٹ گئیں۔

جواب یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے، اگر کسی جرم میں تعزیر اور تادیب ثابت
ہو بھی جائے تو حق حضرت عثمانؓ کی جانب ہوگا۔ ہو سکتا ہے وجہ یہ ہو کہ حضرت
عثمانؓ نے تمام مسلمانوں کو ایک مصحف پر جمع کیا تھا، تاکہ امت میں اختلاف کا قلع
قمع کیا جائے، مگر عبداللہ بن مسعود اپنی قرأت پر مصر رہے، اور اولوالامر کی اطاعت

اسے یہ محض مفروضہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس بنا پر مارا ہو۔ مارنا ثابت ہی نہیں تو محض مفروضات قائم کرنا
بے فائدہ ہے، لہذا صحیح جواب پہلا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے۔

نہ کی، اور مسلمانوں کے ایک اجماعی فیصلہ کی خلاف ورزی ہوئی، اس لئے کسی تعزیر کے مستحق ہو گئے ہوں۔

حضرت عثمان پر چھٹا طعن | عمار بن یاسر کو اتنا مارا کہ انہیں فتن ہو گئی۔

جواب | حضرت عثمانؓ نے حضرت عمار بن یاسر کو نہ خود مارا نہ مارنے کا حکم دیا، بات اتنی ہے کہ ایک موقع پر حضرت عمارؓ نے حضرت عثمانؓ سے ذرا سخت انداز میں گفتگو کی، جو کہ سربراہ مملکت کے ساتھ ایسی گفتگو لائق نہ تھی، حضرت عثمانؓ کے بعض نوکروں نے جنہیں حضرت عمارؓ کی جلالت شان اور بلند مرتبت کا پتہ نہ تھا، انہیں مارا حضرت عثمانؓ کو پتہ چلا تو بہت معذرت کی، اور قسم اٹھائی کہ میری اطلاع کے بغیر ایسا ہوا، ان کے منانے کے لئے حضرت نے سعی بسیار کی۔ وہ راضی ہو گئے، فتن ہو جانے کی بات جھوٹ ہے۔

حضرت ابو النورینؓ | حضرت ابو ذرؓ کو مدینہ سے دور ربذہ مقام پر برساتوں طعن | جلا وطن کر دیا۔

جواب | یہ سب جھوٹ ہے، ابن جویاری اور ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ذرؓ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد مدینہ سے شام کی طرف چلے گئے، اور حضرت عثمانؓ کی خلافت تک وہیں رہے، حضرت ابو ذرؓ اظہار حق میں سخت مزاج رکھتے تھے، دور خلافت عثمانؓ میں معاویہؓ نے عثمانؓ کو اس بارہ میں لکھا۔

عثمانؓ نے ابو ذرؓ کو مدینہ میں طلب فرمایا، اور انہیں نصیحت کی، ابو ذرؓ نے حج یا عمرہ کے لئے مکہ جانے کی اجازت چاہی، اس عبادت سے قانع ہو کر وہ از خود ربذہ چلے گئے، اور تا وقت وفات وہیں رہے، یہ بات نہ تھی کہ انہیں کسی نے مدینہ سے نکالا تھا، اگر فرضاً ضرب اور جلا وطن کرنا ثابت ہو جائے، تو اس

سے یہ حدیثی انداز پر مفروضہ ہے، ورنہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی اتفاقی دنیا میں مفروضات کے جواب دینے کی ضرورت ہے۔

کی وجہ یہ ہو سکتی ہے، اگر ان کی رائے اجماع کے خلاف تھی، دیکھئے کعب احبار کو حضرت ابوذرؓ نے ایک بار ایک حق بات کہنے پر لالچی سے مارا، اور بعض کہتے ہیں، کعبؓ کو زخمی کر دیا، ایسی صورت میں ابوذرؓ کی تعزیر یا جلا وطنی، اگر ہو گئی ہو تو اس میں امام ہی حق پر ہے، روایت مذکورہ کا متن یہ ہے۔

عن مالك بن عبد الله

يحدث عن ابي ذرانه جاء

بيستان عثمان بن عفان فاذن

لمويدة عصاة فقال عثمان

يا كعب ان عبد الرحمان

توفى وترك مالا فما تدرى

فيه فقال ان كان يصلي فيه

حق الله عزوجل فلا بأس

به. فرجع ابوذر عصاة

فغضب كعبا وقال سمعت

رسول الله صلى الله عليه

وسلم يقول ما احب لوان

لي هذا الجبل ذهبا انفقته

ويقبل منى. اذ خلقني ست

اواقى انشدك الله يا

عثمان اسمعته ثلاث

مرات اخرج احمد.

قرآن پاک میں ہے۔

لہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۶ باب الاتفاق وکرہیۃ الاساک۔

مالک بن عبد الشربان کرتے

ہیں، ابوذرؓ عثمان کے پاس آئے۔

اجازت طلب کی، اجازت مل گئی

ان کے ہاتھ میں لالچی تھی، عثمانؓ

نے فرمایا کعب عبد الرحمن فوت ہو گیا

ہے، اور کثیر مال چھوڑ گیا، تمہارا اس

بارے میں کیا خیال ہے، کعبؓ نے

نے کہا، اگر وہ اللہ کا حق ادا کرتا تھا، تو

کوئی خرچ نہیں، ابوذرؓ نے لالچی اٹھائی

اور کعبؓ کو دے ماری، اور کہا میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے

تھے، اگر میرے لئے یہ پہاڑ سونائیں جائے

تو میں اسے خرچ کر ڈالوں، اور میرے

سے قبول ہو جائے، اپنے پیچھے چھوڑ دیتے

بھی نہ چھوڑوں، اے عثمانؓ میں

تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں، تو نے یہ

حدیث سنی ہے، تین بار فرمایا۔

والذین یکنزون الذہب
والفضة ولا یتقونها فی
سبیل اللہ فیشاء عذاب
الیم۔ (التوبة: ۳۴)

وہ لوگ جو سونا چاندی جمع رکھتے
ہیں، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ
نہیں کرتے، انہیں عذاب الیم کی
خوشخبری سنا۔

ابو ذرؓ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مال مطلقاً رکھنا ناجائز ہے،
کل مال کا اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا لازم ہے، مگر حق مذہب یہ نہیں ہے،
ابو ذرؓ کی پیش کردہ روایت جس پر حضرت عثمانؓ کو گواہ بنایا، اس بارہ میں خاموش
ہے کہ یہ اسراستجاب ہے، یا فرض ہے، مفروض الفاق زکوٰۃ کے قدر ہے زائد نہ۔
ابو ذرؓ اپنے قول سے باز نہ آئے، کعبؓ نے مذکورہ بالا حرکت کی، اور انہیں یہودی کہا، ہو سکتا
ہے، حضرت عثمانؓ نے اس پر ان کو سزا دی ہو۔

حضرت عثمانؓ پر شیعہ صحابہؓ عثمان سے بری الذمہ ہو گئے تھے، یہی وجہ ہے
کا اٹھواں طعن محاصرہ دار کے وقت کوئی بھی ان کے ساتھ نہ ہوا، جب
قتل ہو گئے، اس کی لاش کو مزبلہ پر ڈال دیا گیا، تین روز تک کسی نے دفن نہ کیا۔
جواب حضرت حسینؓ کے واقعہ شہادت کی طرح یہ واقعہ بھی ایک عظیم اور ہولناک
حادثہ تھا، بلکہ اس سے بھی اشد ہوتا وہی ہے، جو منظور خدا ہو۔

اہل سنت و جماعت دونوں حادثات پر منہ پیٹنے۔ گریبان پھاڑنے اور نوحہ
الیسے جاہلی کبار کے مرتکب نہیں ہوتے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا
ہے، ارشاد ہے۔

قالوا انا لله. وانا الیہ
راجعون اولئک علیہم صلوٰت
من ۱۰ بھروسہ رحمتہ واولئک
ہم المہتدون۔
(البقرة ۱۵۶-۱۵۷)

کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں، اور
ہم نے اسی کی طرف رجوع کرنا ہے
ایسا کہتے والوں پر اللہ کی رحمتیں ہیں،
اور مہربانی اور یہی لوگ ہدایت
یافتہ ہیں۔

صحابہؓ کا ان سے بری ہو جانا بالکل غلط اور جھوٹ بات ہے اس قسم کے بہتان
روافضی کے اختراعی ہیں، صحابہؓ دفع قتلہ، اور باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے تھے،
اکٹھے ہو کر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے، ان میں عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ بھی
تھے، زیدؓ نے کہا، انصار کہتے ہیں، حکم ہو تو ہم اب بھی انصار اللہ ہیں، عثمانؓ نے
فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں، حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کے گھر میں حسنؓ و حسینؓ
عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عامرؓ اور ربیعہؓ مسلح ہو کر
آئے، حضرت عثمانؓ نے ان سب کو ہتھیار اوتار کر اپنے اپنے گھر چلے جانے کا حکم
ارشاد فرمایا، اور کہا میں قتل ہو جاؤں خون ریزی سے یہ بہتر ہے، جب یہ سب حضرات
باہر آئے، تو حضرت علیؓ نے اپنے فرزند ان اور حضرت جعفرؓ کے فرزند ان اور قنبر
کو دروازہ پر متعین کر دیا، اسی طرح اکثر صحابہؓ نے اپنے اپنے فرزند ان کو بھیج دیا کہ باغیوں
کو اندر جانے سے روکیں، وہ باغیوں کو اندر جانے سے روکتے رہے، اس مہم میں
حسنؓ بن علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ زخموں سے خون آلود ہو گئے، قنبر کو بھی سر پہ چوٹیں آئیں
جب باغی دروازہ سے اندر نہ جا سکے، اور انہوں نے محسوس کیا کہ حسنؓ بن علیؓ کے زخمی
ہو جانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے، بنو ہاشم غصہ میں آجائیں، اس لئے انہوں نے جلدی
کی، اور مکان کے عقب سے اندر داخل ہو کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا، حضرت عثمانؓ
کے قتل ہو جانے کے بعد قتلہ اتنا بڑھا کہ موجود صحابہؓ کو اس پر کنٹرول نہ ہو سکا، نیر
حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کے بعد پھر قتال و جہاد میں کوئی فائدہ بھی نہ تھا، چونکہ
حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کے بعد ہنگامہ برپا تھا، اس لئے دن سے رات تک
حضرت عثمانؓ اسی طور پر پڑے رہے، جب رات ہوئی، جبر بن مطعمؓ اور کچھ دیگر

۱۵ حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا، آپ طائی کا حکم کیوں نہیں دیتے، آپ نے فرمایا جھالٹہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
وصیت فرمائی ہے، میں اس پر قائم ہوں، الاستیعاب جلد ۳ ص ۴۵۔
۱۶ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ جو شخص عثمانؓ کے دین سے میری گواہ ایمان سے خالی
ہے، الاستیعاب جلد ۳ ص ۴۷۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سن کر علیؓ کا پہلا مرد علیؓ یہ
نہا، کہ قاتلوں کے حق میں ابدی بربادی کی پندھادی، الاستیعاب جلد ۳ ص ۴۹۔

اشخاص نے جنازہ پڑھا، اور جنت البقیع میں دفن کیا، یہ بات جھوٹ ہے کہ تین دن تک کسی نے نہ دفنایا۔

شہادت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کا افسوس کرنا | حضرت عثمانؓ کی شہادت فاجعہ پر حضرت علیؓ نے بہت افسوس کیا، اور اپنے فرزند ان کو زبردستی بیچ

کی، اور حسنؓ کو منہ پر پھیر کر سید کیا، حسینؓ کو سینہ پر ہاتھ مارا۔ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو گالیاں دیں۔ کیونکہ یہ پارٹی حضرت عثمانؓ کے دروازہ کی حفاظت پر مامور تھی، بیچ البلاغۃ میں ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا:-

واللہ قد دفعت عنہ۔

خدا کی قسم میں نے اسکی طرف سے دفاع کیا، اکثر شرح بیچ البلاغۃ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے باغیوں کو ہٹانے کی پوری کوشش کی، ان میں سے بعض کو درے مارے، اور سخت و سخت کہا، ان دلائل سے ثابت ہوا کہ روافض کا یہ ادعا کہ صحابہؓ حضرت عثمانؓ سے بری ہو گئے تھے، باطل ہے، اور سفید جھوٹ۔

ابو نعیم، ابن عساکر، خطیب اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی ہے:-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دن عثمانؓ وفات پائیں گے، آسمان کے فرشتے دعائیں کریں گے، میں نے کہا صرف عثمانؓ کے لئے یا سب انسانوں کے لئے فرمایا عثمانؓ کے لئے۔

شہادت زوی النورینؓ پر حضرت سعید بن المسیبؓ کے تاثرات | بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کی امداد میں مبالغہ نہیں فرمایا، انہیں شبہہ پیدا ہو گیا تھا۔

حضرت علیؓ نے قتل عثمانؓ کے الزام سے خود کو بری الزم فرمایا ہے، بیچ البلاغۃ ج ۲ ص ۱۵۲

زہری نے سعید بن المسیب سے حضرت عثمان کے قتل اور لوگوں کے کردار پر روشنی ڈالنے کو کہا تو سعید نے فرمایا:-

قتل عثمان مظلوما ومن
قتله کان ظالما ومن خذله
کان معذوسا۔

عثمان مظلوم شہید ہوئے، قتل کرنے والے ظالم تھے، اور جو ان کی مدد کو نہ پہنچے وہ معذور تھے۔

اس وقت موجود صحابہؓ کے معذور ہونے پر سعیدؓ نے ایک طویل بیان دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے، دراصل مصر نے عبداللہ بن سعد بن سرح (جو کہ والی مصر تھا) کی حضرت عثمانؓ کے پاس شکایت کی۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے مشورہ سے عبداللہ کو مصر کی ولایت سے معزول کر دیا، محمد بن ابی بکر کو ولایت پر متعین کیا، محمد بن ابی بکر نے تین منزل پر حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے ایک سیاہ غلام کو پکڑا، جو کہ حضرت عثمانؓ کی اونٹنی پر سوار تھا، تفتیش کے بعد اس کے ہاں سے ایک خط بھر حضرت عثمانؓ پر آ رہا۔ جس میں تحریر تھا۔ محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں تیرے پاس حبس پہنچیں، انہیں قتل کر دینا، اور اپنے منصب پر قائم رہنا۔ محمد وہ خط لے کر واپس مدینہ آ گیا۔ علیؓ طلحہ اور زبیر کو خط دکھایا، علیؓ نے عثمانؓ کو ملے اور خط اور غلام پیش کئے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا غلام، اونٹ اور مہر واقعی میری ہیں، لیکن قسم بخدا مجھے اس خط کی کوئی خبر نہیں۔

رسم الخط مروان کے خط کی طرح تھا جس سے معلوم ہوتا تھا، یہ سارا فتنہ اس کا کھڑا کیا ہوا ہے، اسی وجہ سے صحابہؓ کو اجتہادی خطا ہو گئی، جس طرح کہ علیؓ و معاویہؓ

۱۔ یہ ایک ایسا ادعا ہے جس کا تاریخ میں ثبوت نہیں ملتا، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سارا فتنہ بلو امیوں کا کھڑا کیا ہوا تھا، جب حضرت عثمانؓ نے اس علاقہ کے لوگوں کا مطالبہ تسلیم کر لیا تو خلافت اسلامی کے خلاف زیر زمین تحریک کو محسوس ہوا کہ اب مال نہیں لگتی تو انہوں نے خود بخود ہنگامہ رچایا۔ حضرت عثمانؓ کے غلام کو اپنے ساتھ سادش میں شریک کرنا، اونٹ حاصل کر لینا، اور مہر چاہ لینا ایسی مواقع میں مستحکم نہیں سمجھے جاتے۔ خط کے مشابہ خط بھی کھا جاسکتا ہے اس فتنہ کا قتل عثمانؓ مزید متنبہ ہونا اس بات کو ہی قرین قیاس بناتا ہے، یہ بھی کہ وہ غلام اسی راستہ کیوں چاہتا ہے جس راستہ پر محمد بن ابی بکر اور اس کے ساتھی جا رہے ہیں۔

مناقشات میں اجتہادی غلطی سے گئی گروہ ہو گئے، جیسا کہ آگے تفصیل بیان ہوگی، صحابہؓ اس میں معذور تھے، جبکہ حق خلفا کی جانب تھا، حضرت عثمانؓ سے نہ تو علیؓ بری ہو گئے تھے اور نہ ہی دیگر صحابہؓ اگر وہ برأت کا اظہار کرتے تو اتر روایات مہیا ہوتیں۔۔۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور ان کے متبعین اہل سنت و جماعت جب عثمانؓ کو اسلام کا ایک جتو دیکھتے ہیں، حضرت عثمانؓ کی مدح میں تواتر کے ساتھ احادیث صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں۔۔۔

حضرت عثمانؓ پر ہرمزان جو کہ ابوزکریا کا بادشاہ تھا، اسلام قبول کر چکا تھا، شیعہ کانالوال طعن عبید اللہ بن عمرؓ نے اس کو قتل کر دیا، مگر عثمانؓ نے

ہرمزان کا قصاص نہ لیا۔

ایک وضاحت ہرمزان کے قتل کا پس منظر مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام ابو لؤلؤؓ نے جب حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا، حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کو پتہ چلا کہ ابو لؤلؤؓ کو اس کام پر ہرمزان نے لگایا تھا، جب عبید اللہؓ اپنے والد کے دفن سے فارغ ہوئے تو ہرمزان کو جا کر قتل کر دیا۔

جواب حضرت عثمانؓ نے ہرمزان کے وارثوں کو مال کثیر دے کر راضی کر لیا تھا جس کی وجہ سے قصاص ساقط ہو گیا، نیز یہ ثابت نہ ہے کہ ہرمزان کے وارثوں نے حضرت عثمانؓ کے پاس کبھی بھی قصاص کا مطالبہ کیا ہو۔

حضرت عثمانؓ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو رکعت فرض ادا کرتے تھے، مگر عثمانؓ نے رسول خدا کے تعامل کے خلاف **دسواں طعن** چار رکعتیں ہی ادا کیں۔

جواب ایسا دو وجہ سے ہوا ایک یہ کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک سفر میں قصر اور اکمال دونوں جائز ہیں، جیسا کہ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

فلیس علیک جناح انت
تم نماز میں قصر کرو، تم پر کوئی
تقصیر (النساء ۱۰۱) گناہ نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے
دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مکہ میں اہل بنالیا تھا، اس لئے چار رکعتیں
پڑھتے تھے چنانچہ مسند احمد میں ہے:-

عن عبد الله بن عبد الرحمن
بن ابي ذياب عن ابيه ان
عثمان جلي بمكة اربع ركعات
فاثكر الناس عليه فقال ايها
الناس اني تاهلت بمكة مذ
قدمت واني سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم
يقول من تاهل في بلدته فليصل
صلوة المقيم - وروى ابن ابي شيبة
والطحاوي واليعقوبي عن عبد البر بنحوه -

عبد الرحمن بن ابي ذياب روایت
کرتا ہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں
چار رکعت پڑھیں، لوگوں نے
انکار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا لوگو!
جب سے میں مکہ میں آیا ہوں، مکہ
والا ہو گیا ہوں، اور میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،
فرمایا جو کسی شہر میں متاہل ہو جائے
وہ مقيم کی طرح نماز پڑھے۔ (ابن
ابی شیبہ: طحاوی)

شیخ کا خلیفہ ثالثؓ | ولید بن عقبہ پر حد قائم
پر کیا رہا طعن | کرنے میں توقف کیا۔

جواب | حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے توقف فرمایا تھا، اصل حقیقت
واضح ہو جانے کے بعد توقف نہیں کیا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ماعزؓ پر حد زنا قائم کرنے میں پہلے توقف فرمایا، بعد کو حد قائم کر دی،

عن حصين بن المنذر ان
ركب الى عثمان فاخبره بقصة
الوليد وقد مر على عثمان رجلا
فشهدا عليه بشرب خمر وانه صلى

حصین بن منذر سے روایت ہے
وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور ولید
کا حال سنایا، عثمانؓ نے اس
دو مرد آئے، جنہوں نے اس پر

الخذاة بالكوفة اربعاً ثم قال
ازید کہ قال احدہما سرأیتہ
یشربہا وقال الآخر سرأیتہ
یتقیہا فقال عثمان انہ لم
یتقیہا حتی شربہا فقال
لعلی اقم علیہ الحد فقال علی
لا بن اخیه عبد اللہ بن جعفر
اقم علیہ الحد فاخذ السوط
فجلده و عثمان یعد حتی
بلغ اربعین فقال علی امسک
جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی الخمر اربعین و جلد
ابوبکر اربعین و جلد عمر ثمانین و
الکل سنتہ و روی ابن عیینہ عن
عمرو بن دینار عن ابی جعفر
محمد بن علی قال جلد علی
الولید بن عقیقۃ فی الخمر جلدہ
بسوط لہ طرفان۔ اخرجه
ابو عمرو۔

شراب پینے کی گواہی دی، اور یہ کہ
کوفہ میں صبح کی چار رکعت نماز پڑھی
ہے، پھر کہا میں مزید بتاتا ہوں، ایک
نے کہا تھا، میں نے اسے شراب پیتے
دیکھا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے
اسے قہقہہ کرتے دیکھا ہے، عثمانؓ
نے فرمایا قہقہہ ہی کرے گا، جب
کہ پی ہے، علیؓ کو کہا اس پر حد قائم
کرو۔ علیؓ نے اپنے بھتیجے عبد اللہ بن جعفر
کو کہا تم اس پر حد قائم کرو، اس نے چابک
لی، اور مارنے لگا، جب کہ عثمانؓ مگن
رہا تھا، جب چالیس لگ گئے، علیؓ نے
تے کہا رک جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے شراب میں چالیس ماری ہیں،
ابوبکرؓ نے چالیس اور عمرؓ نے اسی، اور کل
سنت ہیں، اسی طرح ابن عیینہ عمرو بن
دینار وہ ابو جعفر محمد بن علی سے روایت
کرتا ہے، کہ علیؓ نے ولید کو شراب میں
جلد ماری (استیعاب)

محمد بن ابی بکر کی عثمانؓ
نے فریاد رسی نہ کی۔

حضرت عثمانؓ پر شیعہ
کا بار ہواں قطع

اسے نشہ میں غمزدہ ہونے کی وجہ سے صبح کی چار رکعت پڑھی تھی، نیز حضرت عثمانؓ نے ولید کو اس کی یہ کوتاہیاں
ثابت ہو جانے کے بعد منہ زور کر دیا تھا۔ (الاصابة ج ۳ ص ۶۰۱ لکھ الاستیعاب مع الاصابہ ج ۲ ص ۵۹۸۔)

جواب | حضرت عثمان ذوالنورین کے نزدیک محمد بن ابی بکر کی خطا اور غلطی ظاہر ہو چکی تھی، جس کی بنا پر اسے زبردستی تہدیب کا مستحق سمجھا۔

حضرت عثمانؓ پر شیعہ کا تیر ہواں | عثمانؓ جنگ بدر میں شریک نہ ہوا ۱۴ بیعت
چود ہواں | پندرہواں طعن | الرضوان میں بھی شریک نہ تھے۔ اور ۱۵ احد کے
دن بھی بھاگ گئے۔

جواب | ان تینوں شبہات کا جواب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ارشاد فرمایا ہے۔
صحیح بخاری میں ہے:-

”حضرت عثمان بن مہب روایت کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص حج کے ارادہ سے مکہ آیا اس نے وہاں ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا، پوچھا یہ کون لوگ ہیں جواب ملا یہ قریشی ہیں، اس نے کہا یہ بزرگ کون ہے، جواب ملا، عبداللہ بن عمرؓ ہے اس نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں اتنا بیٹے عثمان احد کے دن بھاگ گیا تھا نا؟ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں اس نے پوچھا غزوہ بدر سے بھی عثمان غائب تھے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا یہ بھی صحیح ہے، اس نے کہا بیعت الرضوان میں بھی حاضر نہ تھا؟ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں، اس شخص نے کہا اللہ اکبر۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ادھر آؤ میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاؤں، احد کے دن عثمانؓ کا ایک طرف ہٹنا اس کو اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے، غزوہ بدر سے ان کا غائب ہونا اس لئے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں چھوڑا تھا، اور فرمایا تھا، تجھے بھی جنگ میں شریک مجاہد اتنا ثواب ملے گا، بیعت الرضوان میں ان کا حاضر نہ ہونا اس لئے تھا کہ بیعت الرضوان اس وقت ہوئی، جبکہ حضرت عثمانؓ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر گئے ہوئے تھے۔ اگر کوئی اور شخص عثمانؓ سے زیادہ عزیز ہوتا اسے بھیجتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر مارا، اور فرمایا یہ عثمانؓ

۱۴ جلد ۱ ص ۵۲۳۔

۱۵ قرآن پاک میں ہے ولقد عفا اللہ عنہم ان اللہ غفور رحیم الایۃ۔

۱۶ جس طرح حضرت علیؓ کو جنگ تبوک کے موقع پر مدینہ میں چھوڑا تھا۔

کا ہاتھ ہے، اور یہ اس کی طرف سے بیعت ہے، ابن عمرؓ نے اس شخص کو فرمایا یہ ہے
یہ جواب بھی پکے باندھ لے، حضرت عثمانؓ کا غزوہ بدر سے غائب رہنا اور بیعتہ الرضوان
میں موجود نہ ہونا، الثمان کے لئے مزید منقبت کا باعث بنا اس لئے کہ مجاہد کے ثواب
کے ساتھ ساتھ، خدمت مرلیض اور جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا ثواب اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی اور امثال حکم کا اجر مزید حاصل کیا، بیعتہ الرضوان
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان کا ہاتھ قرار پایا، دوسروں نے اپنے ہاتھوں سے
بیعت کی، اور عثمانؓ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے سے

این سعادت بزور بازو نیست تا بخشند خدائے بخشندہ

اور یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمانؓ پر مکمل وثوق اور اعتماد حاصل
تھا، تب ہی تو ان کی عدم موجودگی میں ان کی طرف سے بیعت ہوئی ہے۔

چوتھی فصل

حضرت طیبہ طاہرہ ام المؤمنین زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ الصدیقہؓ
الکبریٰ بنت ابوبکر الصدیقؓ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم پر عائدہ کردہ شیعہ الزامات کے جواب
میں حضرت طیبہ طاہرہؓ پر دس طعن کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ پر پہلا | عائشہؓ نے بصرہ کا سفر کیا صحابہ کے حکم کی خلاف ورزی
شیعی اعتراض | کر کے خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی، سولہ
ہزار افراد کی جماعت کی معیت میں سفر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:-

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن
تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ۔
تم اپنے گھروں میں بٹھری رہو
اور جاہلیت اولیٰ کی طرح تزیین
نہ کرو، (الاحزاب ۳۳)

جواب | اس آیت سے سفر کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے، اس لئے
کہ قرن یا تم و قریقہ و قار سے مشتق ہے، اور یا قلد یقار سے جس کا معنی اجتماع کا ہوتا

ہے، ہو سکتا ہے، قرینہ قرار سے ہو، احتمال کی وجہ سے استدلال تام نہیں۔ اگر استقرار کے معنی میں بھی ہو تو بھی ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد تسبیح اور پردہ کرنا ہے جس کی تاکید تہرج کی نہی سے کی جا رہی ہے، تو اس میں سفر کرنے کی نہی نہیں ہے، اس لئے کہ پردہ رکھتے ہوئے بھی سفر ہو سکتا ہے، دیکھئے اندراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی معیت میں حج کے موقع پر اور غزوات کے متعدد مواقع پر آپ کے ساتھ جاتی تھیں، اگر آیت میں مطلق خروج سے منع ہوتی تو آپ نہ لے جاتے۔

حضرت عائشہؓ کا بصرہ جانا کسی فساد کے لئے نہ تھا، بلکہ آپس کی اصلاح کے طور پر تھا، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت جو کہ طلحہ اور زبیرؓ کے بارہ میں ہے اس پر دال ہے، اس لئے کہ یہ دونوں بزرگ اس جنگ میں قتل ہوئے، اگر باغی ہوتے تو حدیث بالا میں ان پر شہید کا اطلاق نہ ہوتا۔

حضرت عائشہؓ پر | عائشہؓ حضرت عثمانؓ کے قتل کرنے میں کوشاں رہی، وہ شیعہ کا دوسرا طعن | کہتی تھی کہ عثمانؓ فاجر ہے، حبیب عثمانؓ قتل ہو گئے، تو اتنا ہی عداوت کی وجہ سے علیؓ کے ساتھ لڑائی اختیار کر لی۔

جواب | یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے، نہ وہ قتل عثمانؓ پر جرحیں تھیں، اور نہ علیؓ سے کوئی دشمنی رکھتی تھیں، اس کے برعکس عثمانؓ کو امام حق سمجھتی رہیں، محبت علیؓ کو عبادت جاتی تھیں، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔

عن عائشہؓ ما قال قال
النبي صلى الله عليه وسلم
لعثمان يا عثمان لعبد الله
عائشہؓ فرماتی ہے، نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے عثمانؓ کو فرمایا اے عثمان
امید ہے، اللہ تعالیٰ ایک قمیص پہنائے گا

صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۲ میں ہے عن ابی ہریرۃؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی حراہ ہو و
ابوبکر و عمر و علی و عثمان و طلحہ و الزبیر فخرکت الصخرة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اهدوا
فا حلیک الابن او مدلق او شہید انتہی۔
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراہ پر تھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، ایک خان
متحرک ہوئی، آپ نے فرمایا سکون کر تجھ پر نبی ہے یا مدلق یا شہید۔
جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۴۔ سنن ابن ماجہ ص ۵۔

يقبضك قبضاً فان ارادوك
على خلعه فلا تخلعه لهدو
في ما ياتي لا تخلعه ثلاثاً -
لوگ اگر اسے اتارنا چاہیں، تو
ان کے لئے اتارنا نہیں۔ ایک روایت
یعنی تین بار فرمایا۔

دریختی میں ہے۔

عن عائشة رضي قالت قال
ما رسول الله صلى الله عليه
وسلم حب على عبادة -
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہے، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کی محبت
و مسلمہ حب علی عبادت ہے۔

حضرت عائشہؓ پر انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، ابو نعیم
تیسرا شیعہ طعن کتاب الفتن اور ابن مسکونہ کتاب تجارت الامم میں اور
ابن قتیبہ کتاب السیاسة میں لکھتا ہے، کہ حب حضرت عائشہؓ کا لشکر آب حود
پر پہنچا تو محمد بن طلحہ سے پوچھا یہ کون سا تالاب ہے، جواب دیا آب حود عائشہؓ
نے کہا میں خیال کرتی ہوں، یہاں سے واپس چلی جاؤں، ابن طلحہ نے کہا کیوں؟ جواب
دیا، اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تالاب کے عبور سے منع فرمایا تھا،
جواب | یہ روایت صحیح نہیں ہے بر تقدیر تسلیم صحت جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ
کا واپس جانے کا ارادہ تھا، مگر دوسرے لشکریوں نے ان کا ساتھ نہ دیا، اور انہیں مجبوراً
لے گئے، یہ بھی مروی ہے کہ مروان بن الحکم نے ستر گواہ پیش کر دیئے تھے، کہ یہ مکان حود
نہیں ہے، وہ کوئی دوسرا مکان ہے، اس سے معلوم ہوا ان سے اہل عسکر نے دھوکہ کیا۔

حضرت عائشہؓ پر جب عائشہؓ کا لشکر مکہ سے نکلا تو مسلمانوں کے بیت المال
شیعہ کا چوتھا اعتراض | کو تباہ کر دیا، علیؓ کے عاملوں کو قتل کیا، عثمان بن حنیف انصاری

لہذا یہ لفظ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہیں، طبرانی کبیر میں ضعیف سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی ہیں النظر الی علی
عبادة۔ دیکھئے جمع الفوائد من جامع الاصول در مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۶۷ -

ابو نعیم، ابن مسکونہ اور ابن قتیبہ بلا تحقیق موضوع روایات اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں، اس لئے قابل
استناد نہ ہیں، جمع الفوائد ج ۲ ص ۳۶۷ میں ہے یہ روایت احمد بن الوصل، اور بزار نے روایت کی ہے، مگر اس میں
ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ عائشہؓ نے کہا میں واپس جاتی ہوں، زبیرؓ نے کہا نہ جائیں، امیرؓ ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ
لوگوں میں صلح کر دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ صلح کا تھا۔

کہ جو کہ حضرت علیؑ کی طرف سے بصرہ کے عامل تھے نکال دیا۔

جواب یہ روایات صحیح نہیں ہیں محدثین کا فیصلہ ہے کہ واقعہ جبل کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے، وہ ابن سبا یہودی منافق کی افتر پردازیوں میں، یہ شخص یہودی تھا اور وارض کی شکل میں نمودار ہوا، علیؑ کو خدا لکھتا۔ اس نے وارض کی بنیاد رکھی، مؤرخین نے اس کی بیان کردہ باتوں سے جو کہ تحقیق سے کوسوں دور تھیں، یہ واقعہ اخذ کیا ہے، ابن قیس نے ابن اعثم کوئی اور سماطی نے جو کچھ اپنی کتابوں میں درج کر دیا ہے، سب اسی قبیل سے ہے، یہ واقعات درجہ صحت کو نہیں پہنچتے۔ اس قسم کی خرافات اور زیادہ گویوں کو حضرت عائشہؓ پر طعن قائم کرنے کے لئے بنیاد بنانا اس انسان کا کام ہے، جو اللہ کے کلام قرآن پاک پر ایمان والیقان نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ نے سورہ نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل فرمائی، اور آخر میں فرمایا۔

الطیبت للطیبین و
الطیبون للطیبات اولئک
مدرءون مما یقولون لہم
مغفرة و ساق کدرہ۔

(النور ۲۶)

پاک عورتیں، پاک مردوں کے
لئے، اور پاک مرد پاک عورتوں کے
یہ بری ہیں اس سے جو لوگ باتیں
بناتے ہیں، ان کے مغفرۃ اور
باعزت روزی ہے۔

حضرت عائشہؓ پر شیعہ
کا پانچواں طعن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہؓ نے
رازد ظاہر کر دیا، قرآن پاک میں ہے۔

فلما نبأت بہ و اظہرہ
اللہ علیہ عرف بعضہ
واعرض عن بعض۔

جب اس نے اس کی خبر دی،
اور اللہ تعالیٰ اس پر ظاہر کر دیا
بعض بات بتادی، اور کچھ سے
اعراض کیا،

(التحریم ۳)

۱۔ دیکھئے رجال کشی ص ۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲۔ امامت علیؑ کو فرض کہنے والا سب سے
پہلے یہی شخص ہے، حوالہ مذکور ص ۱۰۱۔

جواب عائشہؓ نے راز فاش نہیں کیا، مفسرین کا متفقہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہؓ کے فراش پر ماریہؓ سے صحبت فرمائی، حفصہ اس وقت حاضر نہ تھی، حفصہؓ کی تو یہ بات ان پر شاق گزری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہؓ کو خود پر حرام کر دیا، اور فرمایا یہ بات کسی کو نہ کہنا، حفصہؓ نے سمجھا قصہ صحبت کے اظہار سے منع فرما رہے ہیں، نہ کہ اظہار تحریم سے اس اجتہادی غلطی کی وجہ سے تحریم والی بات عائشہؓ پر ظاہر کر دی، تو یہ آیات نازل ہوئیں، اس سے معلوم ہوا یہ اعتراض عائشہؓ پر کسی طرح وارد نہیں ہوتا، حفصہؓ بھی اجتہادی خطا کی وجہ سے معذور ہے، یہ بات بھی ہے کہ اہل سنت و جماعت عائشہؓ اور حفصہؓ کو معصوم نہیں کہتے ہیں، کہ اہل سنت کے مذہب پر کوئی قدر لازم آئے۔

حضرت عائشہؓ پر عائشہؓ نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شیعہ کا چھٹا طعن | انہ واج میں سے کسی پر اتنا غیرت نہیں آئی، جتنا کہ خدیجہؓ پر آتی ہے، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا تک نہیں ہے، بات اتنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر اس کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔

جواب یہ بات محل اعتراض نہیں ہے، غیرت عورتوں کی فطرت میں داخل ہے۔ اس روایت سے حضرت عائشہؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہ طعن نہیں، بلکہ عائشہؓ کی منقبت ہے۔

شیعہ کا آٹا انونیر پر
ساتواں اعتراض عائشہؓ نے کہا :-

۱۵ مفسرین نے بعض روایات اس مفہوم کی اپنی کتب میں درج کی ہیں، اگر ترجیح ایک دوسری روایت کو دی ہے، ابن کثیرؒ فرماتے ہیں واللعن ان ذلک لان فی تحریرہ اصل کا قال البخاری حدیث ۵۰۰۰۰ الایۃ یعنی صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا نزول آپ کے شہر کو حرام کہنے پر ہوا جس طرح کہ امام بخاریؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے، چنانچہ صحیح بخاری ص ۲۵ ص ۴۹ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس شہر پیارے تھے، میں نے اندر حفصہؓ نے اتفاق کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس بھی تشریف لائیں وہی کہے، آپ نے معاف کر لیا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، آپ نے فرمایا میں نے شہر پیارے نہ کہیں، میں نے کہا، تم یہ بات کسی کو نہ بتانا، انتہی ماریہؓ کا واقعہ دوسری حضرات سے بڑی ہے، اس بارہ میں عائشہؓ کا بیان ہی زیادہ قابل وثوق ہے کہ یہ براہ راست واقعہ سے متعلق ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

قانت علیا ولو ددت ا فی
 میں نے علیؑ سے جنگ کی ہے
 کنت نسیا منسیا۔
 کاش کہ میں نہ ہوتی۔

جواب | اس سے بھی حضرت عائشہؓ پر کوئی الزام نہیں دیا جاسکتا۔ مصنف مزاج
 انسانوں کی عادت ہے کہ اجتہادی کوتاہی کی وجہ سے کوئی غلطی صادر ہو جائے تو
 کوتاہی معلوم ہو جانے پر ندامت کرتے ہیں، اور اس سے استغفار کرتے ہیں۔
 شیعہ کا اٹھواں طعن | اپنے گھر کو ابو بکرؓ اور عمرؓ کے لئے مقبرہ بنا دیا، حالانکہ یہ مکان

ان کی ملکیت نہ تھا۔

جواب | یہ باطل ہے، قرآن پاک کی آیت دقن فی بیوتکم میں بیوت کی ازواج
 کی طرف اضافت ان کی ملکیت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ان کو گھروں کا مالک بنا دیا تھا۔ ان کی ملکیت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے، کہ
 حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے عائشہؓ سے اجازت طلب فرمائی، اس وقت
 تمام صحابہ حاضر و موجود تھے، کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔

حضرت حسنؓ نے بھی حجرہ میں دفن ہونے کی حضرت عائشہؓ سے اجازت چاہی
 تھی، مگر مروان نے جو کہ اس وقت والی مدینہ تھا، دفن نہ ہونے دیا، عیا کہ فضول المہتم
 فی معرفۃ الائمۃ وغیرہ کتب امامیہ میں مذکور ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو پیشگی اطلاع دی تھی، جبکہ
 حضرت عائشہؓ نے حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت چاہی تھی، آپؐ نے فرمایا۔

انی لك ما فیہ الاموضع
 تیرے لئے اس میں کہاں
 قبری وقبراہی بکر
 جگہ ہے، اس میں میری، ابو بکر
 وعمر وقبراہی بن
 اور عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبروں
 کی ہی جگہ ہے۔
 مدینہ۔

سہ یہ بات بھی کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

شیعہ کا عائشہ صدیقہؓ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور
 پر نالواں طعن عائشہ کا حجرہ جو کہ منبر سے مشرق کی جانب تھا اشارہ
 کر کے کہا، اس جگہ فتنہ ہے، جہاں سورج طلوع ہوتا ہے، شیعہ کہتے ہیں، فتنہ
 سے مراد عائشہ ہے، جو کہ امیر المؤمنین کے ساتھ رہنے کے لئے بصرہ گئیں، اور
 ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا باعث ہوئیں۔

جواب | یہ سب باطل اور زعم فاسد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مشرقی
 جانب تھی، ایسا کہ الفاظ حدیث :-

من حیث تطلع قران الشمس . جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے،

اس پر دلالت کرتے ہیں، روافض کوفہ سے برآمد ہوئے معتزلہ بصرہ سے قرامطہ
 سواد کوفہ سے اور خوارج تہذیبان سے ظاہر ہوئے، یہ سب مقامات مدینہ سے مشرق
 کی طرف واقع ہیں، و جہاں بھی مشرق کی طرف سے ظاہر ہوگا، اور ایران جو کہ روافض
 کا گڑھ ہے، بھی مشرق کی طرف واقع ہے، اگر عائشہ مراد ہوتی تو ان کے بارہ میں قرآنی
 آیات کیوں اتریں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بدلہ میں دوسری عورتیں لانے سے
 کیوں ممنوع ہوئے، اس سلسلہ میں اصل عائشہؓ تھیں، جن کی وجہ سے یہ منع آئی
 دوسری ان کے تابع ہیں۔

چونکہ روافض کا قرآن پر ایمان نہ ہے، اس لئے یہ خرافات بکتے رہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ پر سوال طعن | ایک لڑکی عائشہؓ نے تیار کی اور کہا:-

لعلنا نصید بہا بعض ہم اس کے فریجہ کسی نو جوان

شبان قدیش - قریشی کا شکار کریں گے۔

جواب | اس اثر کے اول سے آخر تک سب روایات مجہول ہیں، ایک مجہول راوی

بھی روایت کو ناقابل اعتبار بنا دیتا ہے، چہ جائیکہ سارا سلسلہ ہی مجہول ہو۔

لہذا یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے، بر تقدیر صحت روایت جواب یہ ہے،
 کہ یہ کوئی طعن کی بات نہیں کیونکہ ایک شریف لڑکی کے لئے مناسب کفو تلاش

کمرنا کوئی عیب کی بات نہیں رط کے والوں کی عورتوں کے سامنے رط کی کے حسن و جمال اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ مندوب ہے، کسی بھی مہذب معاشرہ میں یہ بات قابل طعن و عیب نہ ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے، شکار کرنے سے عائشہؓ کی مراد اپنے لئے ہے، نص قطعی سے ایسا شخص خبیث ہے، مؤمن نہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سبحانک هذا بہتان عظیم
یظلم اللہ ان تهودا ملثہ
ابدان کنتہ مؤمنین۔
(النور ۱۶-۱۷)

ہم اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں
یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تمہیں
نصیحت کرنا کہ آئندہ ایسی بات نہ
کہنا، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا:۔

الخبیثات للخبیثین
واللخبیثون للخبیثات۔
(النور ۲۶)

خبیث عورتیں، خبیث مردوں
کے لئے، اور خبیث مرد خبیث عورتوں
کے لئے ہیں

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نازل ہو جانے کے بعد جو شخص بھی عائشہؓ پر
اس قسم کی بہتان تراشی کرے گا، وہ مؤمن نہیں ہے، منطقی قضایا کی رو سے یہ نتیجہ
واضح ہے:۔

ان کنتہ مؤمنین لا تهودا
لکنہم عادوا لملثہ فما ہم
بمؤمنین۔

اگر تم ایمان دار ہو ایسی بات
پھر نہ کہنا۔ لیکن انہوں نے ایسی
بات کہی۔ نتیجہ پس یہ مؤمن نہ ہیں۔

ایسا شخص خبیث ہے، اگر ایسا کلمہ خبیثہ اس کے ساتھ مختص ہے۔

پانچویں فصل صحابہ کرامؓ پر عائشہؓ کا کردہ مطاعن کے جواب میں

اس فصل میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، جو کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کے حق میں شیعہ نے عائد کئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگاروں پر طعن کرنا درحقیقت خدا اور رسول پر طعن کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ ہستیوں کی قرآن پاک میں مدح و تعریف فرمائی ہے، یہ عظیم ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں آپ کے ساتھ رہے، اگر شیعہ موقف درست قرار دیا جائے، تو آپ کی صحبت کا فائدہ اتنا ہی ہوا کہ مطعون بمطاعن شیعہ اشخاص آپ کی صحبت سے نکلے؟
نعوذ باللہ۔

حالانکہ شیعہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

لقد رأيت أصحاب محمد
صلى الله عليه وسلم فمأدري
أحدا يشبههم شعثا غبرا۔
الحديث بطوله

میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پایا، کہ کوئی بھی ان کی طرح کا نہیں غبار آلود اور پرانگندہ رہتے۔

جیسا کہ مقالہ اوّل میں منہج البلاغۃ کے حوالہ سے پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

صحابہ کرامؓ پر بھی شیعہ دشمن طعن ذکر کیا کرتے ہیں:-

صحابہؓ پر پہلا شیعہ طعن | جنگ سے فرار کبیرہ گناہ ہے، صحابہؓ دوبارہ فرار کے مرتکب ہوئے، ایک اہل حد کے دن دوسرا حنین میں۔

جواب | اہل حد کے دن جنگ سے فرار اس بنا پر ہوا کہ اس وقت فرار کی نہی نازل نہ ہوئی تھی، نیز حق تعالیٰ اسے معاف بھی فرما چکے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

ان الذين تولوا منكم
يوماً لتقى الجمعان انما استزلمهم
الشيطان ببعض ما كسبوا و
لقد عفا الله عنهم ان الله
غفور حلیم۔ (آل عمران ۱۵۵)

جو لوگ دو جماعتوں کی دو بصیطر کے دن پیچھے پھر گئے تھے، ان کو شیطان نے پھسلایا ان کی بعض کوتاہیوں کی وجہ سے، اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر چکا۔ یہ شک اللہ معاف

کرنے والا حوصلہ والا ہے۔

حنین میں قبائل عرب پیادہ اور سوار آئے تھے، ان کے ساتھ ان کی اولاد، عورتیں اور غلام سب ہی موجود تھے، مسلمانوں نے دور سے سب کو لڑنے والی فوج سمجھا، اور تصور کیا کہ یہ لوگ ہم سے دشمن کا زیادہ ہیں، اس لئے پیچھے ہٹنے کو اس حکم ربانی کی بنا پر جائز سمجھا۔

الآن خفت الله عنكم
اب اللہ نے تم پر تخفیف کر دی
وعلما ان فيكم ضعفاء (الانفال ۶۶) وہ جانتا ہے کہ تمہارے اندر کمزوری ہے
نیز کفار کے مقدمۃ الجیش میں تیر انداز تھے، جنہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی، مسلمانوں نے ہلاکت کا یقین کر لیا، اور واپس ہٹے، درحقیقت مسلمانوں میں خود پسندی کے جذبات ابھرنے لگے تھے کہ اب ہم بہت زیادہ ہیں، ہمیں کوئی طاقت شکست دے سکے گی، حق تعالیٰ نے تادیب کے طور پر اسباب فرار قائم فرمائیے، تاکہ معلوم ہو کہ فتح کثرت لشکر سے نہیں بلکہ تائید خداوندی سے ہوتی ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

لقد نصر كما الله فموافن
کثیرۃ و یوم حنین ۱ ذ
عجبتکم کثرتکم (التوبہ ۲۵)
اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت جگہوں میں مدد فرمائی، اور حنین کے دن جب تمہیں اپنی کثرت کا گھمنڈ ہو گیا۔
امام بیہقی موت کے اندیشہ سے فرار کو جائز قرار دیتے ہیں، ابوالقاسم بن سعید نے الشرائع میں اس کی تصریح کر دی ہے۔

جب حضرت عباسؓ نے آواز دی، اور نصرت خداوندی نے ساتھ دیا، تو پھر مسلمان واپس آ گئے، اور شدید لڑائی ہوئی، فرار کے بعد رجوع کرنا، اور لڑائی میں بھرپور حصہ لینا جرم کی تلافی اور توبہ ہے،

کتنا افسوس ہے یہ لوگ ایک ایسی جماعت کے حق میں طعن کرتا رہا سمجھتے ہیں، جنہوں نے تمام زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، اپنے خون سے دین کے پودے

کو سینچا، اور کمال تک پہنچایا، قرآن پاک انہیں ورع، شجاعت، شدت برکفار آپس میں ان کا مہربان ہونا، اور ان کے زبرد وغیرہ صفات سے متصف کرتا ہے، اس جماعت پر کمزور اور لایعنی شبہات کی آڑے کر طعن کرتے ہیں، اور تمام زندگی میں ایک بار یا دو بار کی کسی معمولی کوتاہی کا تذکرہ زبان پر جاری رکھتے ہیں، اور آیات مغفرت اور رضا الہی کی بشارتوں سے چشم پوشی کرتے ہیں، کیا ان لوگوں پر قرآن پاک کا حکم صادر نہ ہوگا؟

لیغیظ بہم الکفار الایۃ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ کفار کو

غصہ دلاتا ہے۔

(الفترہ ۲۹)

صحابہ پر شیعہ کا دوسرا طعن | ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ترک کی، اور تجارت کے لئے چلے گئے، جیسا کہ سورہ جمعہ میں وارد ہے۔

جواب | ایسا کرنا تمام عمر ایک بار ہوا، اور پہلے جمعہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ادا فرمایا، مہاجرین جو کہ تجارت سے نا آشنا تھے، وہ گئے ہی نہیں، البتہ اہل مدینہ جو اس وقت تفصیلی احکام سے واقف نہ تھے، اپنی عادت کے مطابق چلے گئے، جب ان کے ایسا کرنے پر عتاب الہی نازل ہوا، پھر انہوں نے یہ حرکت نہ کی، ان کی بھی توبہ مستحق ہو گئی، نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امر فرمایا کہ ان کے لئے استغفار فرمائیں، اس لئے مغفرت الہی ان کے شامل حال ہوئی۔

صحابہ پر شیعہ کا تیسرا طعن | ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے کچھ افراد کو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دے کر دوزخ کی طرف روانہ کیا جائے گا، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح عرض کروں گا۔

كنت علیہم شہیدا ما
بین ان پر گواہ تھا، جب تک

دمت فیہم فلما توفیتنی
ان میں رہا جب تو نے مجھے لے لیا،

كنت انت الرقیب علیہم (المائدہ ۱۱۷)
تو تو ہی ان پر نگران تھا،

حق تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جائے گا، کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔

جواب | جو شخص بھی عقل و دین سے معمولی تعلق رکھتا ہے، اس پر یہ بات مخفی نہ

ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چند افراد مرتد ہوئے تھے جو کہ کفر پر مڑے، یا قتل کر دیئے گئے، وہ بنو حنیفہ، بنو تمیم وغیرہ قبائل میں سے تھے، تمام صحابہؓ انہیں جن کے بارہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

اوصاف صحابہؓ قرآن میں

۱۔ للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون والذين تبوءوا الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة (الحشر ۸-۹)

واسطے مہاجرین فقراء کو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں، اور جو لوگ مہاجرین سے پہلے یہاں گھر بنا چکے ہیں، اور ایمان لائے ہیں وہ مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کو جو دیا جائے اس پر حسد نہیں کرتے، ان کو چاہے سبک ہو، مگر دوسروں کے لئے ایشیاء کرتے ہیں۔

نیز فرمایا:-

۲۔ الذين هم من خشية ربهم مشفقون والذين هم بآيات ربهم يؤمنون والذين هم بربهم لا يشركون والذين يؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلت انهم الى ربهم راجعون اولئك يشارفون في الخيرات وهم لها سابقون

وہ جو اپنے رب کی خشیت رکھتے ہیں، اور اپنے رب کے احکام تسلیم کرتے ہیں، اور اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے، اور جو دیتے ہیں، دل میں ڈر رہے ہوتے ہیں، انہوں نے رب کی طرف لوٹنا ہے یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور نیکی

المؤمنون ۵۷ تا ۶۱)

کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں۔

نیز فرمایا:-

۴۔ والذین معاشد اء علی
الکفار رحما و بیئتم تراحمہما کما
سجدایبتغون فضلا من
اللہ و رضوانا سیما ہم فی
وجوہہم من اثر السجود و ذلک
مثلہم فی التوراة و مثلہم فی
الانجیل کذریعہ اخراج شطاہ
فازماتہ فاستغلظ فاستوی
علی سوقہ یعجب الذراع
لیغیظ بہم الکفار وعد
اللہ الذین امنوا و عملوا
الصالحات منہم مغفرة و
اجرا عظیما۔

(الفترہ ۲۹)

نیز فرمایا:-

۴۔ وکذلک جعلناکرا فترہ وسطا
لتکونوا شہداء علی الناس و یکون
الرسول علیکم شہیدا (البقرہ ۱۴۳)

نیز فرمایا:-

۵۔ کنتم خیر امۃ اخرجت
لناس تا مرون بالمعروف

اور جو لوگ آپ کے ساتھ ایمان
لائے، کافروں پر سخت ہیں اور آپس
میں نرم تم انہیں رکوع اور سجدے میں
پاؤں کے اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں
اور اس کی رضا مندی ان کی نشانی ان
کے چہروں پر ہے سجدہ کے اثرات
سے تورات اور انجیل میں ان کی یہی
صفت مذکور ہے، جیسے کھیتی نکالے
اپنی سوئی پھر اس کو موٹی کرے، وہ اپنی
جڑ پر کھڑی ہو جائے، کھیتی کرنے والے
کو خوش لگتی ہے، تاکہ ان کے سبب کافروں
میں غصہ میں لائے، اللہ تعالیٰ کا ایمان والوں
اور نیک اعمال کرنے والوں کے ساتھ
مغفرت اور بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

اسی طرح ہم نے تم کو افضل امت
بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو، اور رسول
تم پر گواہ ہو۔

تم افضل ہو، جو لوگوں کیلئے لائے
گئے، اچھائی کا حکم کرتے ہو، اور برا

سے روکتے ہو، اور الشّر پر ایمان لاتے ہو۔

وتتأمنون عن المنكر وتؤمنون بالله۔

دال عمران۔ (۱۱)

نیز فرمایا:-

الشّر ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں صفیں بنا کر، گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

۶۔ ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا
كانهم بنيان مرصوص۔ (الصفا)

نیز فرمایا:-

مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے اور جو اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرتے ہیں ان پر راضی ہوا، اور وہ اس پر راضی ہوئے، الشّر نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہا کریں یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

۷۔ والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدا لهم جنات تجري من تحتها الانهار خالدین فیہا ابدًا ذلك الفوز العظيم۔
(التوبة۔ ۱۰۰)

نیز فرمایا:-

فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے، اور لڑنے والے تم میں برابر ہیں، بلکہ یہ ان لوگوں سے درجہ ہیں فائق ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا، اور لڑائی کی، اور ہر ایک سے الشّر اچھائی کا وعدہ کرتا ہے۔

۸۔ لا يستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعطی درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعدا الله احسنی۔

(الحديد۔ ۱۰)

نیز فرمایا:-

معذوروں کو مستثنیٰ کر کے دوسرے
بیٹھ رہنے والے ایمان دار اور وہ
جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں
کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، برابر ہیں،
اللہ نے اپنے اموال اور اپنی جانوں کے
ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے
والوں پر فضیلت دی ہے، بڑے
اجر کی۔ اس کی طرف سے درجے ہیں،
اور مغفرت و رحمت اور اللہ تعالیٰ
بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

مگر وہ مرد اور عورتیں اور بچے
جو کمزور ہیں کوئی حیلہ نہیں کر سکتے نہ
راستہ کی سوچ رہہ کھتے ہیں، ایسے
لوگوں کو امید ہے، اللہ معاف فرما
دے گا، اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے
والا بخشنے والا ہے۔

اور دوسرے جو اپنے گناہوں
کا اعتراف کرتے ہیں، اور عمل صالح
اور عمل برے دونوں کر چکے ہیں، امید
ہے، اللہ تعالیٰ ان پر رجوع
فرمائے گا۔

۹۔ لا یتوی القاعدون من
المؤمنین غیر اولى الضرر و
المجاهدون فی سبیل اللہ
باموالہم وانفسہم فقتل اللہ
المجاہدین باموالہم وانفسہم
علی القاعدین درجۃ وکلا
وعدا اللہ الحسنی وفضل اللہ
المجاہدین علی القعدین اجرا عظیما
درجت مند و مغفرت و رحمت و کان
اللہ عفورا رحیما۔ (النساء ۹۵-۹۶)

نیز فرمایا:-

۱۰۔ الا المستضعفین من
الرجال والنساء والولدان
لا یتطیعون حیلۃ ولا یتدانون
سبیلا۔ فاولئک عسی اللہ ان
یعفو عنہم وکان اللہ عفورا
(النساء ۹۸-۹۹)

نیز فرمایا:-

۱۱۔ وَاٰخِرُونَ اعترفوا بذنوبہم
خلطوا عملًا صالحًا وَاٰخِرُ سَيِّئًا
عسی اللہ ان یتوب علیہم
(التوبۃ ۱۰۲)

نیز فرمایا:-

۱۲۔ وَلٰكِن اللّٰهُ حَبِيبُ الْيٰكُمُ الْاِيْمَانِ
وَنَزَّيْنُهُ فِي قُلُوْبِكُمْ وَكَرِهَ
الْيٰكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَ
الْحَصِيّٰنَ اَوْلٰئِكَ هُمُ
الرّٰشِدُوْنَ - فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَنِعْمَةً وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ -
(الحجرات ۷)

مگر اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان کو
تمہارا محبوب بنایا، اور تمہارے دلوں
میں اسے مزین کیا، اس نے کفر،
حدود شرعیہ سے نکلنا اور نافرمانی
کی تمہارے اندر نفرت پیدا کی،
یہی سعادتمند ہیں، یہ اللہ کا فضل
ہے اور اس کی نعمت اور اللہ جاننے
والا حکمت والا ہے۔

نیز فرمایا:-

۱۳۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
الَّذِيْنَ اٰوَدُوْا وَنَصَرُوْا اَوْلٰئِكَ هُمُ
الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَ
مَّازٍ كَرِيْمٌ -
(الانفال ۷۲)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور
ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد
کیا، اور جنہوں نے جنگ دی، اور مدد
کی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں، ان
کے لئے مغفرت ہے، اور باعزت
روندی۔

نیز فرمایا:-

۱۴۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ
اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ
اَوْلٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ
وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ

جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن
پر ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہ
دیکھیں گے کہ ان لوگوں سے دوستی
رکھیں، جو اللہ اور اس کے رسول
کے مخالف ہیں، چاہے ان کے
باپ، یا بیٹے یا بھائی یا قبیلے والے

ہی کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دل میں
 اللہ نے ایمان ثبت فرمایا ہے، اور
 اپنی روح کی تائید دی ہے۔ ان کو
 باغات میں داخل کرے گا، جن کے نیچے
 نہریں بہتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہا کریں،
 اللہ ان پر راضی ہوا، اور یہ اللہ پر راضی
 اور یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، اور
 یہی کامیاب ہیں۔

جنت تجری من تحتہا
 الانہار خالدین فیہا
 راضی اللہ عنہم ورضوا
 عنہ اولئک حزب اللہ
 الا ان حزب اللہ ہم
 المفلحون۔

(المجادلہ: ۲۲)

نیز فرمایا:-

اسی نے تمہیں چن لیا ہے، اور
 تم پر دین میں کوئی حرج نہیں بنایا،
 یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کی ملت
 ہی ہے، اسی نے تمہارا نام پہلے سے
 مسلمان رکھا ہے، رسول تم پر گواہ ہوگا
 اور تم لوگوں پر گواہ ہو گے، پس نماز
 قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کے
 دین کو مضبوطی سے تھامو، وہی تمہارا
 مددگار ہے، وہ اچھا معاون اور بہتر
 مددگار ہے۔

۱۵۔ ہوا جتباکم وما جعل
 علیکم فی الدین من حرج
 ملت ابیکم ابراہیم فو سماکم
 المسلمین من قبل لیکون الرسول
 شہیداً علیکم وتکونوا شہداء
 علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واتوا
 الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ہو
 مولاکم فنعم المولیٰ ونعم
 النصیر۔

(الحجہ: ۷۸)

نیز فرمایا:-

لیکن رسول اور ایمان قبول کرنے
 والے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ
 جہاد کرتے ہیں، انہیں لوگوں کے

۱۶۔ لکن الرسول والذین آمنوا
 جاهدوا بأموالہم وانفسہم
 واولئک لہم الخیرات

وادلئك هم المفلحون - اعد
الله لهم جنت تجرى من تحتها
الانهار ما خالدين فيها ذلك
الفوز العظيم -

(پ ۱۰ رکوع ۱۷۶)

نیز فرمایا :-

۱۱۷۔ يوم لا يخزي الله النبي
والذين آمنوا معه نورهم
يسعى بين ايديهم وبأيمانهم
يقولون ما بنا الله لنورنا
واعفانا انك على كل شيء
قدير -

(التحريم ۲۴)

نیز ارشاد ہے :-

۱۱۸۔ ولا تظروا الذين يدعون
سماهم بالغداة والعشي
بيدون وجوه ما عليكم من
حسابهم من شيء وامن حسابك
عليهم من شيء فتظروهم فتكون
من الظالمين -

(الانعام ۵۲)

نیز فرمایا :-

۱۱۹۔ قل سلام عليكم كتب

لئے اچھائیاں ہیں، اور نبی لوگ
کامیاب ہیں، اللہ نے ان کے لئے
باغات تیار کر رکھے ہیں، ان کے نیچے
ندیاں بہتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے
یہ بہت بڑی کامیابی ہے -

جس دن نہ رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ
نبی اور اس کے ساتھ ایمان لانے
والوں کو ان کا نور ان کے آگے دائیں
دوڑ رہا ہوگا، کہتے ہیں اے ہمارے
رب ہمارا نور مکمل کرا اور ہمیں بخش
بے شک آپ ہی ہر چیز پر قادر
ہیں -

ان لوگوں کو نہ بھگائیں جو صبح
شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس
کی ذات ان کا مطلوب ہے، آپ
پر ان کا حساب بالکل نہیں ہے، اور
نہ آپ کے حساب سے کچھ ان پر ہے،
کہ تو ان کو بھگاؤ، اور ظالموں
سے ہو جائے -

فرمائیں رتم پر سلام ہوتا تمہارے

ربکم علی نفسہ الرحمة انه
من عمل منکم سوءا بجهالة
ثم تاب من بعده واصلاح
فانه غفور رحيم۔
(الانعام ۵۲)

نیز فرمایا۔

۲۰۔ ان الله اشترى من
المؤمنين انفسهم واموالهم
بان لهم الجنة يقاتلون في
سبيل الله فيقتلون ويقتلون
وعدا عليه حق في التوراة و
الانجيل والقرآن ومن اوفى
بعهده من الله فاستبشروا
ببيعكم الذي بايعتم بها و
ذلك الفوز العظيم۔
التوبة (۱۱)

نیز ارشاد ہے۔

۲۱۔ وبشرا المؤمنين بان لهم
من الله فضلا كبيرا۔
(۲۲ رکوع ۳)

نیز ارشاد ہے۔

۲۲۔ والذين هاجدوا في
سبيل الله ثم قتلوا ادماتهم

رب نے اپنے پر رحمت لکھی ہے جو
تم میں سے از روئے جہالت برائی
کرے گا، پھر اس کے بعد توبہ کرے،
اور نیکی کرے، تو وہ بخشنے والا
مہربان ہے۔

یقیناً اللہ نے ایمان داروں سے
ان کی جان اور ان کے مال خرید لئے
ہیں، اس میں کہ ان کے لئے بہشت
ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے
ہیں، قتل کرتے ہیں، اور قتل کئے جاتے
ہیں، تورات، انجیل اور قرآن میں یہ اللہ
کا پختہ وعدہ ہے، اور اس سے بڑھ
کہ کون وعدہ پورا کر سکتا ہے، تم اس
بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس
سے کی، اور یہ بڑی کامیابی ہے،

ایمان داروں کو خوش خبری دیں
کہ ان کے لئے اللہ کی طرف بڑا
فضل ہے۔

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ
میں ہجرت کی، قتل کئے گئے یا

ان کو اللہ تعالیٰ بہترین رزق دے گا،
اور بے شک وہی اچھا رزق دینے والا
ہے، ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جسے
یہ پسند کریں گے، اور اللہ جانتے
والا علم والا ہے۔

اگر یہ لوگ آپ سے دھوکہ کرنا
چاہیں، تو آپ کے لئے اللہ کافی ہے
اس نے اپنی مدد سے آپ کی تائید
کی، اور ایمان داروں کے ذریعہ اور
ان کے دلوں کو جوڑ دیا، اگر آپ تمام
زمین کی چیزیں خرچ کر ڈالتے تو
بھی ان کے دل نہ جوڑ سکتے، مگر
اللہ نے ان کے مابین تالیفِ قلب
کی بے شک وہی غالب حکمت والا ہے

یقیناً اللہ ایمان داروں سے راضی
ہو چکا ہے، اس لئے کہ انہوں نے
درخت کے نیچے آپ سے بیعت
کی، اللہ ان کے دل کی بات جانتا ہے
اور ان پر سکینت اتاری، اور ان کو
قریبی فتح کا بدلہ دیا، اور بہت غنیمتیں
دیں، جو لیں گے، اور اللہ تعالیٰ غالب

لیدر قہر اللہ رازقا حسنا و
ان اللہ لہو خیر الرائقین
لین خلتہم مدخل یرضونہ
وان اللہ لعلم حلیم۔

(پ ۱، ع ۱۵)

نیز ارشاد عالی ہے:-

۲۳۔ وان یرید وان یخدعوك
فان حسبك اللہ هو الذی
ایدك بنصرہ وبالمؤمنین
والف بین قلوبہم لو انفقت
ما فی الارض جمیعاً ما الفت
بین قلوبہم ولكن اللہ الف
بینہم انہ عزیز حکیم۔

(پ ۱، ع ۲۴)

نیز فرمایا:-

۲۴۔ لقد رضى اللہ عن
المؤمنین اذ یبایعونک تحت
الشجرة فعلم ما فی قلوبہم و
انزل السکینۃ علیہم واثابہم
فتحاقر بیا ومغانہ کثیرۃ
یاخذونہا وكان اللہ عزیزا
حکیم۔ (پ ۲۶، ع ۱۰)

حکمت والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارہ میں جن کے حق میں قرآن پاک کی مذکورہ شہادتیں آپ نے ملاحظہ کیں۔ انہیں کہتے ہیں یہ لوگ مرتد ہو گئے یا منافق تھے۔
(لَعُوذُ بِاللّٰهِ)

یہ صرف قرآن پاک ہی نکار نہیں بلکہ تورات و انجیل و زبور کا بھی انکار ہے اس عقیدہ کا حامل انسان خدا تعالیٰ کے علم عواقب امور کا گویا انکاری ہے ایسی بات کوئی صاحب عقل و فراست اور کوئی صاحب دین و علم نہیں کہہ سکتا۔

صحابہ پر شیعہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں صحابہ نے مخالفت کی
کا چوتھا طعن | کہ آپ کو باوجود طلب فرمانے کے قلم و دوات نہ لاکر دی اور
کہا۔ احمرا استفہوہ۔

جواب | یہ اعتراض تمام صحابہ کے حق میں نہیں ہو سکتا، انہیں لوگوں کے بارہ میں کہا جا سکتا ہے جو حجرہ میں موجود تھے حجرہ میں اکثریت اہل بیت کی تھی، وہ بھی دو فریق ہو گئے تھے، کچھ کہہ رہے تھے قلم و دوات لاکر دیں، ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، بعض اس بارہ میں توقف کر رہے تھے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی حالت میں کوئی تسکین نہیں دینا چاہتے تھے، جبکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ یہ امر حرام نہیں ہے یا وہ یہی پوچھ رہے تھے کہ یہ امر پیچھے ہے، اسی لئے انہوں نے کہا استفہوہ یعنی اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو، اس کا مکمل جواب پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

صحابہ پر شیعہ کا | قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتثال اور امر کی بار بار تاکید
پانچواں طعن | مذکور ہے، مگر صحابہ نے اس بات کو بھلا دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے امتثال میں سستی کا مظاہرہ کیا، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۱۵۔ الردۃ من الکافی ص ۲۹ میں ہے۔ ان الناس عادی الجہل ما قبض رسول اللہ اهل جاہلیۃ الخ اصول کافی ص ۲۲۴ میں ہے ثم کفر و احین معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ادوا کفر یاخذہم من بالیہ یا لیسۃ ثم لا یبق فیہم من الایمان شیئاً البقی۔

جنگ خندق کے موقع پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا، مگر سردی کی شدت کی وجہ سے کسی نے جواب نہ دیا آخر نام لے کر مجھے فرمایا اٹھو۔ مجبور ہو کر میں نے جواب دیا آپ نے فرمایا کفار کا پتہ لگاؤ، وہ کیا کر رہے ہیں، میں حبیب باہر نکلا سردی کا مجھ پر مطلق اثر نہ ہوا، ان کے حالات کا جائزہ لیا، اور واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اطلاع دی۔

جواب | یہ ایک خبر دی واقعہ ہے اس سے مطلقاً استدلال لینا کہ صحابہ کرامؓ آپ کے فرامین مقدسہ کے امتثال میں سستی کرتے تھے، بالکل غلط استدلال ہے۔ اس موقع پر چونکہ صریح امر کسی کو نہ تھا، آپ نے اشارۃً ایک حکم دیا، بشیری کمزوری سے جواب میں توقف ہو گیا، صحابہ کرامؓ کے پیروی احکام کو قرآن پاک ان الفاظ سے بیان فرماتا ہے۔

اولئك يسارعون في الخيرات
یہ حضرات نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور بڑھ چڑھ کھ کھستہ لیتے ہیں۔

وہدہا سابقون (المؤمنون ۶۱)
اگر یہ اعتراض تمام صحابہ کرامؓ پر وارد ہو سکتا ہے، تو حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو گا، کیونکہ وہ بھی صحابہ کرامؓ میں داخل ہیں، آپ کے اوامر پر عمل کرنا ان پر بھی ضروری تھا، انہوں نے جواب کیوں نہ دیا۔

صحابہ کرامؓ پر شیعہ کا چھٹا طعن | صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
انا اخذ بحجزكم ههنا
میں تمہاری کمریں پکڑ رہا ہوں تاکہ جہنم سے بچ جاؤ، مگر تم مجھ سے غالب ہوئے جا رہے ہو، اور اس میں داخل ہوتے ہو۔

جواب | یہ خطاب صحابہ کرامؓ سے نہیں ہے، اس کی مخاطب کوئی ایسی قوم ہے، جسے

۱۔ اس روایت میں یہ وضاحت نہیں کہ کل صحابہ کرامؓ اس موقع پر جمع تھے ہو سکتے ہیں، چند افراد ہوں ان سے یہ کہتا ہی ہو گا اس سے کل صحابہؓ کے متعلق عدم اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرنا منکر طریق استدلال ہے۔

۲۔ باب شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ وما لفتہ فی تخذیرہم ما یضربہ ص ۲۳۸ ج ۲ کتاب النقب۔

دعوت اسلام دی جا رہی ہے، یا وہ لوگ ایمان قبول کر کے مرتد ہو گئے تھے یا مولفہ القلوب میں سے کوئی گروہ ہے ہو سکتا ہے، منافقین میں سے کچھ افراد سے یہ مخاطب ہو۔ صحابہ کرامؓ سے یہ خطاب قطعاً نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کی مدح قرآن پاک میں وارد ہے، نیز علیؓ بھی اسی جماعت صحابہ میں داخل ہیں۔

شیعہ کا صحابہ کرامؓ پر ساتواں طعن صحیح مسلم میں ہے۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فتحت عليكم خزائن فارس والروم تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے اوپر فارس اور روم کے خزانے فتح ہو جائیں گے، تم حربیں بن جاؤ گے، اور حسد کرو گے، ایک دوسرے کی مخالفت کرو گے اور بغض رکھو گے۔

جواب اس حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو فتوحات کے مواقع پر تنافس، تحاسد اور تباغض ترک کرنے کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں، انشاء کی جگہ عربی میں جملہ خبریہ بھی اکثر آجاتا ہے، ہمزہ محذوف مانا جائے، اور استفہام کا معنی پیدا ہو رہا بھی ہو سکتا ہے۔

نیز میر جمیع صحابہؓ سے خطاب بھی نہیں ہے، اس لئے کہ ایک دوسری روایت میں الفاظ ذیل کا اضافہ ہے۔

ثم تنطلقون الى مساكن المهاجرين ففجعلون بعضهم على رقاب بعض۔

پھر تم مہاجرین کے گھروں کی طرف لوٹو گے، پھر بعض کو بعض کی گردلوں پر سوار کرو گے۔

لہذا مذکورہ روایت کی بناء پر جمیع صحابہؓ کو مطعون کرنا درست نہ ہے۔

صحابہ پر شیعوں کا اکھڑاں طعن | حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من أذى علياً فقد أذى
جس نے علیؑ کو ایذا دی، اس
نے مجھے ایذا دی۔

تمام صحابہؓ نے علیؑ کو ایذا دی اس سے دشمنی اور جنگ کی، ابو بکرؓ نے
حضرت عمرؓ کے فرزند کو بھیجا کہ علیؓ سے بیعت کے لئے کہے، علیؓ نہ آئے،
عمرؓ غضبناک ہو گیا، لوگوں کو کہا سحر پایا اٹھاؤ، وہ علیؓ کے دروازہ پر آئے اور
دی، دروازہ کھولو، دروازہ توڑ دیا، اور چلا یا، فاطمہؓ باہر آئیں، اپنے ابا کا نام یاد کیا،
عمرؓ نے تلوار اٹھائی، اور فاطمہؓ کے پہلو کی طرف چلائی، علیؓ کو کہا بیعت کرو،
اگر تم بیعت نہیں کرو گے، میں قتل کر دوں گا۔ صحابہؓ نے بھی اس پر اتفاق کیا، اور علیؓ اور
دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا استحقاق کیا، اور آپؐ کی وصیت، پس پشت ڈال دی،
جواب | یہ قصہ ناول تا آخر سب جھوٹ اور فترازہ و افض ہے، صحابہؓ علیؓ کی تعظیم کرتے
تھے، ان سے اور ان کی اولاد سے محبت رکھتے تھے۔ مشکل افعات میں علیؓ کے
ساتھ معاون اور مددگار تھے۔

عبدالرحمن کہتا ہے، بیعت

قال عبد الرحمن بن

رضوان میں شامل ہونے والوں میں

شهدنا حقیقین مع علیؓ فی

سے آٹھ سو جنگ صفین میں علیؓ

ثمان ما شئت ممن بايع بيعة

کے ساتھ تھے، اور اس موقع پر

الرضوان قتل منهم ثلث

ان میں سے تریسٹھ شہید ہو گئے۔

وستون۔

ان بزرگوں میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے، مہاجرین اور انصار میں سے ایک

جم غفیران کے ساتھ تھے۔ حضرت علیؓ نے اپنے خطبوں اور اپنے خطوں میں اس

کی خود گواہی دی ہے، ابو بکرؓ بھی علیؓ سے محبت رکھتے تھے، ان کے فضائل و معارف کے قائل تھے

دارقطنی روایت فرماتے ہیں

سہ دارقطنی کے مدعیہ آثار السنن میں نہیں ان کی دوسری کتاب میں ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

عن الشعبي ان قال بينا ابو بكر جالس
اذ طلع علي بن قلمار اذ قال من سورة ان
ينظر الى اعظم الناس منزلة واقرب
وافضل حالة واكثر عناية
عند رسول الله صلى الله عليه وسلم
فليتنظر الى هذا الطالع۔

شعبي فرماتے ہیں ابو بکر بیٹھے تھے
کہ علیؓ آئے، ابو بکرؓ نے دیکھا تو فرمایا
جو لوگوں عظیم المرتبتہ رسول اللہؐ سے
اللہ علیہ وسلم کا قرابت دار اور جس کا
آپؐ خصوصی خیال رکھتے تھے، دیکھنا
چاہتا ہے، اس آنے والے کو دیکھ لے

حضرت عمرؓ بھی ان کی تعظیم و توقیر فرماتے تھے، امام دارقطنیؒ روایت کرتے ہیں۔

عن سعيد بن المسيب قال
قال عمر لا يتم شرف الابولانية
على رضى۔

سعید بن المسیب فرماتے ہیں، عمرؓ
نے کہا علیؓ کی دوستی کے بغیر شرف تمام
ہو نہیں ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کی جنگوں سے پیچھے رہنے پر افسوس کیا کرتے تھے۔

طبرانیؒ معجم اوسط میں اور بزارؒ باسناد حسن روایت کرتے ہیں، جب حضرت عبداللہ
بن عمرؓ کو پتہ چلا کہ حسینؓ عراق جا رہے ہیں، مدینہ سے روانہ ہو کر تیسری منزل پر حسینؓ کو ملے
اور فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ حسینؓ نے فرمایا عراق جا رہا ہوں، عراقیوں کے خطوط دکھائے
اور ان کے بیعت کرنے کا حال سنایا، ابن عمرؓ نے فرمایا وہاں نہ جاؤ، ان کے خطوط کا
اعتبار نہ کریں، میں آپؐ کو ایک حدیث سناتا ہوں، جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے، اور دنیا و آخرت میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دیا، آپؐ
نے آخرت کو اختیار کیا، آپؐ بھی جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ نے
آپؐ کو دنیا سے آخرت کے لئے باز رکھا، ابن عمرؓ کے کہنے سے حضرت
حسینؓ رنہ واپس نہ ہوئے، ابن عمرؓ نے انہیں روک کر اپنے بازوؤں میں لیا،
اور رخصت کیا۔

۱۔ دیکھئے الاستیعاب ج ۳ ص ۳۵، نو سی علی شئی الا فی لم اقاتل مع علی الفتنۃ الباغیۃ انتہی۔ یعنی
مجھے اتنا غم کسی بات پر نہیں ہوا کہ علیؓ کے ساتھ ہو کر باغی گرد سے نہ بھاؤں۔

دور خلافت خلفاء ثلاثہ میں صحابہؓ کا علیؓ کے ساتھ مخالفت ثابت کرنا و افضل کا حضرت علیؓ کا طرز عمل افتر ہے اور جھوٹ۔

خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں کوئی اختلاف ہوا ہی نہیں ہے، علیؓ سے ابوبکرؓ کی بیعت میں معمولی توقف ہوا وہ اس وجہ سے تھا کہ علیؓ کہتے تھے ہمیں مشورہ میں شریک کیوں نہ کیا گیا۔ در نہ ہم بھی ابوبکرؓ کی فضیلت جانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہمارے دین کے لئے انتخاب فرمایا ہم انہیں دنیا کیلئے کیوں نہ انتخاب کرتے، حضرت علیؓ ساری زندگی خلفاء ثلاثہ کی جبر خواہی کرتے رہے، لڑائیوں میں ان سے تعاون کیا، دینی اور دنیاوی مشوروں میں ان کے شریک اور مشیر رہے، اخیر زندگی تک ابوبکرؓ و عمرؓ کو جمیع مسلمانوں پر ادا اپنے آپ فضیلت دیتے رہے اس کا اظہار نجی مجلسوں میں اور برسر منبر فرمایا۔ اگر کسی نے ان کے سامنے علیؓ کو شیخیں پر فضیلت دی، اسے فوراً ڈانٹ دیا۔ اور فرمایا اگر کسی نے ایسا کہا میں اس پر حد افتر لگاؤں گا، حضرت عثمان کی شہادت کے وقت تک علیؓ کی صحابہ کرامؓ کے ساتھ کوئی مخالفت اور نزاع پیدا نہ ہوئی، اگر ایسا ہوتا تاریخ اسلامی اس سے بھر پور ہوتی جیسا کہ علیؓ اور معاویہؓ کے مابین منازعات بتواتر مذکور ہیں۔

اسلامی حکومت میں پہلا رختہ | اسلامی حکومت میں پہلا رختہ جو واقع ہوا یہ تھا کہ چند ارباش اور آوارہ جمع ہوئے، اور حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا، حضرت عثمانؓ نے لڑائی کی اجازت نہ دی، اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ یہ آگ بڑھتی رہی، اس وقت جتنا لوگ مدینہ میں موجود تھے، اس آگ کو بجھانا چاہتے تھے۔ ان کے بس میں نہ رہا، حضرت عثمانؓ کے قاتل خود کو حق پر کہتے تھے۔ اور خلیفہ شہید کو باطل پر وہ اس قتل پر فخر کرتے تھے، اکابر صحابہؓ طلحہؓ، زبیرؓ، کعب بن بشرؓ، محمد بن مسلمہؓ وغیرہ اس قتل پر متأسف تھے، اور قتل عثمانؓ کو ظلم قرار دیتے، اور با عینوں کو ظالم کہتے، یہ بات حبیب با عینوں تک پہنچی، انہوں نے ان بزرگوں کو سزا دینا چاہی، تو ان کے شر کے خوف سے مختلف اطراف میں چلے گئے۔

جنگ جبل کا پس منظر طلحہؓ اور زبیرؓ مکہ چلے گئے، ام المومنین عائشہؓ بھی حج کے لئے مکہ گئی ہوئی تھی، وہ دونوں مکہ میں آپؐ سے ملے اور کہا ہم اعراب کے شر سے ڈر کر یہاں آئے ہیں، اگر آپؐ ہمارے ساتھ ہو جائیں، تو ہو سکتا ہے، وہ لوگ آپؐ کے ام المومنین ہونے کی وجہ سے آپؐ کا احترام کریں، انہوں نے مشورہ قبول نہ کیا، طلحہؓ اور زبیرؓ نے اس سے استدلال کیا۔

الاخیر فی کثیر من نجواہم
الامن امر بصدقۃ او معصودت
او اصلاح بین الناس (النساء ۱۱۳)

ان کے اکثر سرگوشیوں میں خیر نہ
ہے، الا یہ کہ صدقہ کا حکم دے یا نیکی کا
یا لوگوں میں اصلاح کا۔

اس کے بعد عائشہؓ نے مشورہ قبول کیا، اور کسی ایسی جگہ جاتا چاہا، جہاں ان باغیوں کا اثر و رسوخ نہ ہو، اس مقصد کیلئے بصرہ کا انتخاب ہوا۔

حضرت عثمان کے قتل کر دینے کے بعد باغیوں کو مسلمانوں کے انتقام کا اندیشہ تھا، انہوں نے خیریت یہ دیکھی کہ حضرت علیؓ کے دامن میں پناہ لینا چنانچہ علیؓ سے انہوں نے بیعت کی، اس وقت علیؓ کے مثل دوسرا کوئی موجود نہ تھا، قبول خلافت فرض کفایہ اور دین کی مہمات سے ہے، اس لئے علیؓ نے ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے خلافت قبول کر لی، ان لوگوں نے بھی بیعت کی، مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت نے۔ یعنی مکہ میں موجود تھی، بیعت کی حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی اس وقت مدینہ میں موجود تھے، اور علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے، علیؓ مذکورہ ادبائشوں سے انتقام اور بدلہ لینے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ بصرہ کو روانہ ہو گئیں، علیؓ کو اطلاع ملی کہ عائشہؓ صدیقہؓ اور مسلمانوں کی ایک جماعت بصرہ کی طرف جا رہے ہیں، علیؓ نے حضرت قعقاعؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کیا، قعقاعؓ پہلے حضرت عائشہؓ کو ملے اور سلام کے بعد کہا، اے ماں آپؐ کس وجہ سے ادھر تشریف لائیں، صدیقہؓ نے جواب فرمایا بیٹے لوگوں میں اصلاح کے ارادہ سے۔ عائشہؓ نے قعقاعؓ کو طلحہؓ

اور زبیرؓ کے پاس بھیجا قعقاعؓ نے ان سے پوچھا صلح کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟
دو دنوں نے کہا عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینا چاہیے، قعقاعؓ نے جواب دیا مسلمانوں
کے باہمی اتفاق اور صلح کے بعد ہی یہ ممکن ہے، دو دنوں نے جواب دیا، ہمیں یہ بات
منظور ہے، حضرت قعقاعؓ نے تمام واقعات علیؓ کو پہنچا دیئے، علیؓ بہت خوش
ہوئے، اور دو دنوں فریق صلح پر خوش اور راضی تھے، علیؓ نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو سلام
بھیجے، اور اسی طرح جواب میں انہوں نے پیغام سلام بھیجا، قاصد درمیان آ جا رہے تھے
اس اثنا عبداللہ بن سبا منافق یہودی نے باغیوں سے ایک رات باہمی مشورہ کیا اور
کہا تمہاری خیریت اس میں ہے، کہ ان کے درمیان صلح نہ ہونے دو، کل صبح صلح ہونے
سے پہلے ہی تم جنگ و قتال شروع کر دو، چنانچہ انہوں نے رات کے پچھلے حصہ سے
لڑائی شروع کر دی، دوسرے فریق کی طرف سے بھی جوابی اقدام کیا گیا، یہ جنگ جل
کے نام سے مشہور ہوئی، فریقین میں سے کوئی بھی قتال کرنا نہ چاہتا تھا، یہ محض ابن
سبا کی شرارت اور خباثت کا نتیجہ تھا۔ د قرطبی اور جہور علماء نے اسی طرح
کہا ہے)

جنگ جمل بغاوت کا نتیجہ نہ تھی | اس جنگ میں تیرہ ہزار مسلمان مارے گئے تھے، طلحہؓ
اور زبیرؓ بھی شہید ہو گئے، ہمارے اس ادعا پر کہ حضرت عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ باغی
نہ تھے، بلکہ اصلاح کیلئے ادھر تشریف لائے تھے یہ دلیل ہے۔

قال ابوہریرۃ ان رسول	ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرا و پر تھے،
علی حرا ہو و ابو بکر و عمار و عثمان	آپ اور ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ
و علی و طلحہ و الزبیر	علیؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ چٹان نے
فخرکت الصخرة فقال رسول	حرکت کی، آپ نے فرمایا آرام کر۔
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اهدأ فبا	تجھ پر، بنی ہے یا صدیقؓ
علیک الا بنی او صدیق او شہید۔ (مسلم)	یا شہید ہیں۔ (مسلم)

نیز سنن ابن ماجہ میں ہے:-

عن سعید بن زید قال اشہد
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انی سمعہ یقول اثبت
حراء فم علیک الانبی او صدیق
او شہید وعدہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر
وعمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر
وسعد و ابن عوف و سعید
بن زید :

سعید بن زید فرماتے ہیں میں
شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ
نے فرمایا اے حراء ٹھہر تجھ پر نبی یا
صدق، یا شہید ہی ہیں، شمار کیا کہ اس
وقت حراء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ،
زبیر، سعد، ابن عوف، اور سعید
بن زید تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو شہید فرمایا، معلوم ہوا
وہ باغی نہ تھے، بلکہ ابن سبا یہودی کے گروہ کے ہاتھوں مظلوم شہید ہوئے۔
حضرت معاویہؓ کا علیؓ سے نزاع اس وقت معاویہؓ شام میں تھے، وہ بھی حضرت
علیؓ سے لڑنا نہ چاہتے تھے، ان کا مطالبہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کو سپرد کریں،
یا ان کو اپنے پاس سے بھگادیں۔ علیؓ جب کامیاب ہو کر جنگ جمل سے فارغ ہوئے،
اس کی اطلاع معاویہؓ کو بھی ہو گئی، وہ مجبوراً شام سے نکلے، ادھر سے امیر المؤمنین علیؓ نے
نے بھی کوچ کیا، دریا فرات پر آنا سامنا ہوا، علیؓ نے بشر بن عمرو بن محض انصاری
کو بمعیت دیگر افراد حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا تاکہ انہیں اطاعت امام کی دعوت دیں۔
بشر نے کہا میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں، مسلمانوں میں افتراق نہ پیدا کریں، اور خون

سلف باب فضائل العشرہ مسئلہ -

سلف الاصابہ ج ۲ صفحہ ۵ میں ہے یہ شام میں معاویہؓ کے جبر کہ عثمانؓ کے عامل تھے، انہوں نے عثمانؓ کے خون
کا مطالبہ کیا، اور صفین کی لڑائی ہوئی، علیؓ کی رائے تھی کہ تم میری اطاعت میں آ جاؤ، پھر عثمانؓ کا دلی میرے پاس
دعویٰ کرے، اس کے بعد شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا، ان کے مقابل والوں کا خیال تھا کہ قاتلوں کو تلاش کرادے قتل کرانے
علیؓ کی رائے تھی کہ غیر دعویٰ اور بیعت کے قضا میں لینا غیر مستحب ہے، دونوں فریق مجتہد تھے، حضرت عمارؓ کے قتل سے معلوم ہوا
کہ اس اجتہاد میں حضرت علیؓ کی رائے صحیح تھی، اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے، اتنی۔

ریزی نہ ہونے دیں، معاویہؓ نے کہا میرا علیؓ سے صرف ایک مطالبہ ہے، یہ کہ قاتلین عثمانؓ کو ہمارے سپرد کر دے، بشر وغیرہ واپس ہوئے، اور علیؓ کو مطالبہ پہنچا دیا، حضرت علیؓ نے قاتلین عثمانؓ نہ دیئے، جس کا سبب یہ تھا ان کے خیال میں ایسا کرنا خلافت میں اضطراب کا باعث ہوگا۔ انہوں نے بہتر یہ سمجھا کہ تمام مسلمان خلافت پر متفق ہو جائیں، استحکام کے بعد باغیوں کی قوت کمزور پڑ جائیگی، اور ان پر ہاتھ ڈالنا آسان ہوگا۔

چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے:-

”حضرت علیؓ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا، آپ قاتلوں سے انتقام لے لیں تو بہتر ہوگا۔ علیؓ نے کہا اے بھائی میں اس پر قوت نہیں رکھتا، یہ لوگ قوت میں ہیں اور مجھ پر غالب ہے۔ غرضیکہ حضرت علیؓ نے اس مطالبہ کے تسلیم سے توقف کیا، معاویہؓ نے سمجھا کہ علیؓ باغیوں کی حمایت کر رہے ہیں، اس لئے ان سے لڑنا واجب ہے، کیونکہ حضرت عثمانؓ کے قاتل ظالم ہیں، اور جو ان کی مدد کرتا ہے، وہ بھی انہیں کی طرح ہے، اس سے معلوم ہوا، معاویہؓ نے خلافت کے لئے جنگ نہیں کی، وہ بھی علیؓ کی خلافت کے معتقد تھے، بعض کہتے ہیں، ”ابتداء میں حضرت معاویہؓ نے قاتلوں کا مطالبہ کیا تھا، بعد میں خلافت کا دعویٰ بھی کر دیا تھا، ان کے خیال میں حضرت علیؓ کی خلافت صحیح نہ تھی، کیونکہ باغیوں کی بیعت علیؓ کے ساتھ غیر معتبر ہے، اہل حل و عقد میں سے جن بزرگوں نے بیعت کی طلحہ وغیرہ وہ ان سے جبرانی گئی تھی، اور اسی لئے انہوں نے بیعت توڑ دی، معاویہؓ نے یہ حدیث بھی سن رکھی تھی:-

اذا ملکت الناس فادفع
جب تو لوگوں کا بادشاہ بنے تو

ان سے نرمی کرنا۔

برہم۔

اس حدیث سے انہیں خلافت کی طمع پیدا ہوئی، اور اہل شام سے بیعت لی۔

حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا اور اس معاملہ میں حضرت معاویہؓ سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ باغیوں کی حضرت عثمانؓ پر زیادتی مسلم ہے، جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے، اور حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے، اور انہوں نے بیعت کر لی، تو بغاوت خلیفہ

ختم ہو گئی، ہاں حضرت عثمان کا قصاص لینا باقی رہ جاتا ہے، تو اس کا مطالبہ دشمن کر سکتے ہیں۔ اور یہ امام کی ذمہ داری ہے، کہ وہ مطالبہ کے بعد قصاص لے، بشرطیکہ کسی متعین شخص یا اشخاص پر قتل کرنا ثابت ہو جائے، اور امام بھی بدلہ لینے پر قدرت رکھتا ہو۔
بالفرض اگر امام قصاص لینے میں سستی بھی کرے، تو بھی اس وجہ سے اس کے ساتھ قتال جائز نہیں ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ اہل حل و عقد سے زبردستی بیعت لی گئی، یہ باطل ہے، حقیقت یہ ہے تمام مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے، یہی وجہ ہے کہ علیؓ نے معاویہؓ کے دعویٰ کے خلاف یہ دلیل دی کہ میری بیعت تم پر لازم ہے، چاہے تم شام میں ہو، اس لئے تم میرے ساتھ بھی مہاجرین و انصار کی اس جماعت نے بیعت کر لی ہے، جنہوں نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ بیعت کی تھی، اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت برحق تھی، اور حضرت معاویہؓ باطل پر تھے اور بغاوت کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا تھا: **تقتلک الفتنۃ الباغیۃ** تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

اس نزاع نے ایمان | چونکہ حضرت معاویہؓ کا ارادہ بغاوت کا نہ تھا، بلکہ طلب قصاص معاویہؓ پر کوئی اثر نہ ڈالنے کی بناء پر ایک اجتہادی غلطی کے مرتکب ہوئے، اس میں ان کو ایک ذرا بے گناہی ملے گا، اس بناء پر معاویہؓ اور ان کے ساتھی گنہگار نہیں قرار دیئے جاسکتے۔
اگر بالفرض حضرت معاویہؓ نے عداوت اور دیدہ و استہ بغاوت کی تھی، تو بھی ان پر اس وجہ سے کفر کا فتویٰ عاید نہیں کیا جاسکتا، کہ پھر قرآن پاک کی اس آیت سے انکار لازم آتا ہے۔

جو کچھ اللہ کی طرف سے آرا، رسول
اس پر ایمان لایا، اور ایمان والے
ہر ایک اللہ پر ملائکہ، کتابوں اور

آمن الرسول بما أنزل

الیہ من ربه والمؤمنون

کل آمن بالله وملتکته و

کتبہ ورسلہ الایۃ (البقرة ۲۸۵) رسولوں پر ایمان لائے۔

اس آیت مبارکہ اور دیگر آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ، ملائکہ، کتب اور رسولوں کا عقیدہ رکھے، اور ایمان لائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو تسلیم کرے، وہ مومن ہے، کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ سے انسان کافر نہیں ہو جاتا۔

اگر حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمراہیوں پر کوئی معصیت ثابت ہو جائے تو آیت ذیل کے مصداق قرار پائیں گے۔

وَأَخْرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرَ سَيِّئًا عَسَىٰ اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (التوبة ۱۰۲)

وہ لوگ جو صالح اور برے اعمال ملا چکے ہیں، امید ہے اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرمائے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے، ان کے مالوں کا صدقہ لیں، ان کو پاک کریں، اور تزکیہ فرمائیں، ان کے حق میں دعا کریں، آپ کی دعا ان کے لئے سکون کا باعث ہوگی، اور اللہ سنتے والا جاننے والا ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المؤمنین سے یہ روایت منسوب ہے۔

إِنَّمَا أَصْبَحْنَا نَقَاتِلَ إِخْوَانَنَا فِي الْإِسْلَامِ عَلَىٰ مَا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالْأَعْوَجَاجِ وَ الشُّبُهَةِ وَالتَّوَدِيلِ

ہم اپنے اسلام کے بھائیوں سے لڑ پڑے ہیں، اس زلیغ و ٹیڑھ اور شبہ و تاویل پر جو اس میں موجود ہے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ۔

حضرت معاویہ اسلام میں داخل تھے اور یہ جنگ شبہہ و خطا کی بنا پر تھی، نہ کہ
نقمت اور عناد کی بنیاد پر،

نزاع معاویہ و علیؓ میں صحابہؓ میں سے حضرت معاویہؓ کے ساتھ چند گنتی کے افراد
دیگر صحابہ کرام کا طرز عمل تھے، اکثر حضرت علیؓ کا ساتھ دے رہے تھے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا

فقہا صحابہؓ میں سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، ابو موسیٰ اشعری اور ابو سعید
غیر جانبدار ہو گئے تھے، اکثر علماء کا خیال ہے کہ ان بزرگوں نے قتال بن المسلمین کی ممانعت
کے عموم سے استدلال کیا، مگر محققین کے نزدیک ان کے الگ ہونے کی وجہ یہ نہیں، کیونکہ
امام حق کے ساتھ ہو کر اس کے مخالف سے بڑا شرع میں جائز ہے، اور قتال بن المسلمین
کی یہی عام سے یہ مستثنیٰ ہے، علیؓ کا امام حق ہونا مذکورہ بزرگوں پر محضی نہ تھا، اصل وجہ
وہ احادیث ہیں جنہیں یہ لوگ اپنے کانوں سے سن چکے تھے، اور ہم تک بھی، وہ
احادیث باسانید متواترہ پہنچی ہیں، کتب متداولہ میں ان احادیث کے ہمتوں و دستوں سے
زیادہ مذکور ہیں، اور اسانید کے طرق احاطہ شمار سے باہر ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم ستکون فتنۃ
القاعدۃ فیہ خیر القائلین
ایک فتنہ ہونے والا ہے، اس
میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے
سے بہتر ہے۔

کیا علیؓ کے ہمراہی بے جا | اس حدیث سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ علیؓ کے ساتھی
قتال کر رہے تھے؟ | بے جا بڑائی کر رہے تھے، حاشا وکلا ایسا گمان کیسے
کیا جاسکتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یا عمار تقتلک الفتنۃ
الباغیۃ تدعوہد الی الجنتۃ
ویدعونک الی النار۔
اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، تو
ان کو جنت کی دعوت دے گا، اور وہ تجھے
جہنم کی دعوت دیں گے۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۷۸ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب الفتن۔

۲۔ صحیح بخاری باب التوادع فی بناء المساجد ص ۶۲۷۔

حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اور شہید ہوئے۔

حدیث عمارؓ کفر معاویہؓ | اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کے ہمراہیوں پر دلیل نہیں بن سکتی ہے | کافر بھی ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ رسول اللہؐ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فتنہ یا غیہ کا فتنہ قرار دیا ہے، دیکھ کہ فتنہ کافرا کا، نارا کی دعوت کا مقصد ہے کہ وہ امام حق کی بغاوت کی دعوت دیں گے، جو کہ معصیت اور گناہ ہے، مگر اجتہادی غلطی کی بناء پر یہ دعوت تھی، اس لئے وہ لوگ معذور ہیں چونکہ بغاوت بذات خود معصیت اور گناہ ہے، اور معصیت کی سزا نارا ہو سکتی ہے، اس لئے یدعونک الی النار فرمایا

ایک سوال | امام حق کے ساتھ ہو کر بڑا عبادت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شمولیت سے قعود کا حکم کیوں دیا؟

جواب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نور فرست سے جان لیا تھا کہ یہ فساد ختم نہ ہوگا، جیسا کہ امام حسنؓ نے تفسیر سورۃ قدر و کثر میں فرمایا:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو امیہ
وسلاری بنی امیہ علی
منبرہ فساءہ ذلک فنزلت
انا اعطیناک الکوشریا محمد
یعنی نہرا فی الجنة و نزلت
انا انزلناہ فی لیلة القدر
وما ادریک مالیلة القدر لیلة
القدر خیر من الف شهر
یحکمہا بعدک بنو امیہ یا محمد
قال القاسم بن الفضل فعدنا
فاذا هی الف شهر لا یزید
بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو امیہ
آپ کے منبر پر دکھائے گئے آپ کو یہ
بات بری لگی، اس وقت انا اعطیناک
الکوشریا تری یعنی اے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہم نے آپ کو بہشت میں ایک
نہر دی ہے، اور سورۃ قدر اتری،
یعنی ہم نے اسے لیلة القدر میں اتارا
لیلة القدر کیا ہے ہزار ماہ سے
بہتر۔ اے محمد آپ کے بعد اس کے
بنو امیہ مالک بنیں گے، قاسم بن
فضل کہتا ہے ہم نے اسے شمار کیا

ولا ينقص راداه القمذي^۱۔ تو ہزار ماہ بنامہ زندہ نہ کم۔ (ترمذی)
چونکہ ان لڑائیوں میں شرکت کا کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے آپ نے قعود کا حکم فرمایا اور
اسی وجہ سے حضرت حسنؓ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی تھی۔

غرض یہ کہ صحابہ کرام اس لڑائی میں تین فریق تھے، اکثر علیؓ کے ساتھ تھے، ایک جماعت
دوئوں طرف سے الگ ہو گئے، بعض مذکورہ کی وجہ سے مگر یہ بھی علیؓ کے مناقب بیان
کرتے رہتے تھے، اور انہیں ہی خلافت کا مستحق سمجھتے تھے، البتہ چند ایک کے کلام
سے خلافت کے بارہ میں شبہ کا پتہ چلتا ہے، یہ لوگ بھی محل طعن نہیں ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے ساتھ صحابہؓ میں سے چند آدمی تھے، مگر ان میں بھی اکثر
وجہ بقتال سے رجوع کر گئے تھے، اور لڑائی کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ البتہ وہ حضرت
معاویہؓ کی معیت میں رہے، کیونکہ انہیں قاتلین عثمانؓ سے خوف لاحق تھا، اس کے
باوجود وہ لڑائی پس حسد نہ جیتے تھے۔

تذاع معاویہؓ و علیؓ سے مخالفت و عداوت | اس سے معلوم ہوا کہ ان مجاہدات
باہمی صحابہؓ رضی اللہ عنہم اسناد لال پل ہے | سے یہ ثابت کرنا صحیح نہیں
کہ صحابہؓ میں باہمی عداوت و بغض تھا، ان کے متعلق ایسا تصور کرنا قرآن پاک
کی آیات مبارکہ کے انکار کے مترادف ہے:-

اباذکنتم اعداء فالف
بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ
اخوانا۔
جیب تم دشمن تھے خدا تعالیٰ نے
تمہارے دلوں میں اتفاق پیدا کیا، اور
اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی
بن گئے۔

(ال عمران ۱۰۳)

نیز فرمایا ہے:-

۱۔ جامع ترمذی کتاب التفسیر باب من سورۃ لیلۃ القدر۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس میں یوسف بن سعد ایک
راوی مجہول ہے اور یہ حدیث اس سند کے علاوہ ہم نہیں جانتے اتنی۔ حافظ مزی نے اس
حدیث کو منکسر کہا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ نے اس حدیث کا اضطراب ثابت کیا درجہ تحفۃ الخواری
شرح جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۷ - ۲۱۸:-

۱۲۔ وَاَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ
انْفَقَتْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا
مَا الْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ
الْفَ بَيْنَهُمْ
(الانفال ۶۳)

۱۳۔ نیز فرمایا:-

رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفجر ۲۹)

۱۴۔ نیز فرمایا:-

الَّذِينَ اَنْ مَكْنَاهُمْ فِي الْاَرْضِ
اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
وَامْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ
الْمُنْكَرِ (الحج ۴۱)

وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین میں
اقتدار دیں، تو نماز قائم کریں گے،
زکوٰۃ دیں گے، اچھائی کا حکم کریں گے،
اور برائی سے روکیں گے،

یہ آیات واضح دلیل ہیں اس پر کہ روافض کے بیان کردہ مطاعن صحابہ کرام رضی
پر جھوٹ ہیں اس لئے کہ صحابہ رضی کی تمکین فی الارض ابتداء خلافت ابو بکر سے تا خلافت
علی بن ابی طالب علیہ السلام بلکہ تا خلافت معاویہ ثابت ہے، اگر منطقی قیاس کی رو سے اس کا تالی
یعنی اقامت صلوٰۃ ایثار زکوٰۃ، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر ان سے ثابت نہ مانا
جائے، جیسا کہ روافض کا خیال ہے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی
ہے، (لنؤذ باللہ)

صحابہ کرام رضی پر طعن کرنا | صحابہ رضی سے دشمنی رکھنا، اور ان کے بے شمار مناقب
اپنے دین سے دشمنی ہے | کو فراموش کر کے چند واقعات کو بنیاد بنا کر ان پر
طعن کرنا، اپنے دین سے دشمنی رکھنا ہے، ہونا تو ایسے چاہیئے، اگر ان سے کوئی بات یا فعل
ثابت ہو جائے جو کہ بظاہر شرع کے خلاف ہے، تو اس کی تاویل کر دینی چاہیئے، اور
ان کے متعلق حسن ظن سے کام لینا چاہیئے، اس لئے کہ اس جماعت کے لئے نیکی اور

اور ان کے دلوں کو متفق کیا آپ
تمام زمین کی چیزیں خرچ کر ڈالتے
تو ان کے دلوں میں اتفاق نہ پیدا
کر سکتے، مگر اللہ نے ان کے مابین
تالیف کر دی ہے۔

اکیس ہیں رحمدل ہیں۔

خیر کی شہادت شرع میں ثابت ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 ۱۔ لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ
 الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِانْفُسِهِمْ
 خِيَارًا. (النور ۱۲)

ایسے کیوں نہ ہوا کہ حبیب ایماندار
 مرد اور عورتوں نے یہ بات سنی تو اپنے
 بارہ میں چھاگمان کرتے۔

ہنیز فرمایا:-

والذین جاءوا من بعدهم
 يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا
 الذين سبقونا بالإيمان
 ولا تجعل في قلوبنا غلا
 للذين آمنوا ربنا انك رؤوف
 رحيم۔

وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے کہیں
 گے اے ہمارے رب ہمیں بخش، اور
 ہمارے ان بھائیوں کو سچے ایمان
 والے گزر گئے، اور ہمارے دلوں میں
 ایمان والوں کے بارہ میں کدورت
 نہ بنا۔ یقیناً آپ ہی رؤوف اور
 رحیم ہیں۔

(الحشر ۱۰)

صحابہ پر شیوہ کا نالواں طعن | صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے:-
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب
 تک میری امت احوال و اوصاف میں کفار فارس و روم کے برابر نہ ہو جائے۔“
جواب | اس حدیث سے صحابہ پر طعن کرنا غلط ہے، کیونکہ حدیث میں آخر امت
 کے فساد کا بیان ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، جو کہ ظہور پذیر ہو چکا
 ہے، روافض کفار فارس کی طرح مجوسی بن چکے ہیں جو کہ تعدد و خالق کے قائل اور
 تقدیر کے منکر ہیں، اور کہتے ہیں کہ غیر خدا کا ارادہ واقع ہوتا ہے، مگر ارادہ خدا واقع
 نہیں ہوتا۔ اور یہ غیرتی سے کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ام و لد و سرے کے لئے
 حلال کر دے جائز ہے، بعض اپنا کپڑا نماز میں پاک نہیں کرتے، اور یہ لوگ کفار روم
 یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح ہوئے، اہل حق کی تکفیر کرتے ہیں۔ رافضیوں میں بعض
 غالی متعدد خداؤں کے قائل ہیں، جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ و مریم کو خدا مانتے ہیں۔

اس قسم کی بیسیوں چیزوں میں یہ لوگ اہل کتاب سے موافقت رکھتے ہیں۔

صحابہ پر شیعہ کا دسواں طعن | صحیح بخاری میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تیری قوم کفر کے ساتھ قریب العہد نہ ہوتی، اور میں ان کے

دلی انکار خطرہ نہ جانتا تو حکم کرتا کہ کعبہ کی عمارت گر کر احطیم کا حصہ اس میں داخل کر دیا

جائے، اور دروازہ زمین کے ساتھ پیوستہ کیا جائے، اور دروازے بنائے جائیں

ایک مشرقی طرف اور دوسرا مغربی سمت، کیونکہ یہی ابراہیمؑ کا مقام ہے، عائشہؓ کی قوم

قریش تھی، اس حدیث سے ان کی بد اعتقادی کا پتہ چلتا ہے۔

جواب | اس حدیث میں قوم عائشہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو فتح مکہ کے روز ایمان لائے تھے

مہاجرین اور ان کی اتباع کرنے والے مراد نہیں ہیں، کیونکہ وہ جاہلیت اور کفر سے بعید العہد

ہو چکے ہیں۔ فتح مکہ کے روز مسلمان ہونے والے والوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ کام

نہیں فرمایا۔

اس حدیث کو بنیاد بنا کر جمیع صحابہؓ پر خن میں السابقون الاولون مہاجرین

والنصار بھی شامل ہیں، طعن کرنا معترض کے سوء اعتقاد کی علامت ہے۔

چھٹی فصل

تابعین، تبع تابعین، فقہاء محدثین اور جمیع اہل اسلام اہل سنت پر شیعہ کے

وارد کردہ مطاعن کا بیان اور ان کا جواب ہے، اس بارہ میں اٹھارہ اعتراض

وارد کئے جاتے ہیں۔

اہل سنت پر شیعہ کا پہلا طعن | قرآن پاک سے وضو میں پاؤں کا مسح ثابت ہوتا

ہے، مگر مذکورہ بالا اکابرین اہل سنت پاؤں دھوتے ہیں۔

جواب | قرآن میں ارجمہم پر نصب اور حمد و ثناء قرأتیں آئی ہیں، اس کا عطف

وایدیکم پر ہے، درمیان میں جملہ داسمحو ابوسمک (المائدہ ۱۶۵) آگیا کہ ترتیب وضو

۱۔ بابت فضل مکہ و نبیہا جلد ۱ ص ۲۱۵۔

کے استنباط پر دلالت ہو، اور حکم کی جر بردسکم کے جوار کی وجہ سے ہے، جس سے
معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، ہمارے اس بیان کی تائید متواترہ احادیث رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کرتی ہیں، دجن سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے، مزید تحقیق ہماری
کتاب منار الاحکام میں مذکور ہے، اس جگہ امانیہ کے ذکر کردہ کچھ آثار کے نقل پر
اکتفا کریں گے۔

۱۱۔ عیاشی نے علی بن حسن سے روایت کی ہے، کہ ابوبراہیم سے میں نے پاؤں کے
بارہ میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا، پاؤں دھونے چاہیں۔

۱۲۔ محمد بن نعمان بروایت ابی نصیر امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے، کہ انہوں نے
فرمایا، اگر تو سر کا مسح کرنا بھول گیا، اور پہلے پاؤں دھولے، تو سر کا مسح کر، اور پھر پاؤں
دوبارہ دھو۔ اس اثر سے معلوم ہوا امام کے نزدیک ترتیب وضو فرض ہے۔

کلینیؑ اور ابو جعفر طوسی وغیرہ نے اس اثر کو صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۱۳۔ محمد بن حسن صفار، زید بن علی سے وہ اپنے آباؤ سے وہ علی بن ابی طالب سے
روایت کرتے ہیں، کہ علیؑ نے کہا میں وضو کرنے بیٹھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
دیکھا کہ میں پاؤں دھو رہا ہوں، تو آپؐ نے فرمایا انگلیوں کے درمیان خلال بھی کر۔
بعض روافض جو یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت نے بھی مسح قدیم روایت کیا ہے، جھوٹ
محض ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا دوسرا طعن | اہل سنت صحابہؓ کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں
کہ یہ دشمن اہلبیت ہیں | اور صحابہؓ اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتے ہیں
جواب | یہ بیان بالکل جھوٹ ہے، اس کی کچھ تفصیل اور بیان ہو چکی ہے، کتب اہلسنت
صحاح و مسانید خصائل و مناقب اہل بیت سے بھر پور ہیں، اور وہ احادیث مناقب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے نقل فرمائی ہیں۔

۱۵۔ بلکہ اکثر علماء ترتیب وضو کے وجوب کے قائل ہیں۔

۱۶۔ فرع کافی ج ۳ ص ۳۵۷۔

نیز اہل سنت صحابہؓ کی وساطت سے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں۔

من مات وهو بغض لآل محمد دخل النار وان صام۔
جو مر گیا، اور وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا تھا، جہنم رسید ہو گا چاہے نماز روزہ کی پابندی کی ہو، طبرانی، حاکم۔

طبرانی اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔

نیز ایک اور حدیث ہے۔

من ابغض اهل البيت فهو

جس نے اہل بیت سے بغض رکھا

منافق اخرجہ الطبرانی۔

اس معنی کی دیگر روایات بھی کتب اہل سنت میں مذکور و مسطور ہیں، اگر انہیں اہل بیت سے

بغض ہوتا تو یہ احادیث کیوں بیان کرتے۔

در حقیقت روافض ہی دشمن اہل بیت ہیں جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے، کہ

بعض امامیہ اولاد فاطمہؓ سے بعض کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور دوسرے دوسری

اولاد سے۔

اہل سنت پر شیعوں کا تیسرا طعن | اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے آیت ذیل پڑھی۔

أفرايتم اللات والحزى ومناة

الثالثة الاخرى (النجم ۱۹-۲۰)

تم بتاؤ لات، عزی اور ایک تیسرے

منات کے بارہ میں۔

اور اس کے بعد شیطانی القار سے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے، قلک

الفرانیق العلی وان شفاعتھن لا ترجی۔ جب آپ نے قرأت سورۃ ختم کی، تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے سجدہ کیا، اور کافروں نے بھی سجدہ کیا، یہ خیال کر کے کہ

شاید محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے بتوں

سہ (مسندک ج ۲ ص ۱۲۹ باب بغض اہل البیت یدخل النار الخ)۔

کی تعریف کر دی ہے۔

اس حدیث سے یہ جواز نکلتا ہے کہ پیغمبر معصوم کی زبان پر کلمہ کفر جاری ہو سکتا ہے۔

جواب | یہ روایت موضوع ہے، بعض مفسرین نے بلا تحقیق اسے درج کر دیا ہے، صحیح

یہ ہے کہ شیطان نے کافروں کے کانوں میں یہ آواز پہنچائی تھی، مسلمانوں میں سے کسی

نے یہ کلمہ نہیں سنا، اور نہ وہ اس پر مطلع ہوئے، جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آپ منہ موم ہوئے، اور یہ آیت آپ کی تسکین کیلئے نازل ہوئی۔

ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول اور نبی

بھیجے، مگر شیطان نے ان کی باتوں میں

اپنی بات ڈالی، اللہ تعالیٰ شیطان کی

پھیلائی ہوئی بات مٹا دیتا ہے، اور

پھر اپنی آیات محکم کرتا ہے، اور اللہ

تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

وما ارسلنا من قبلك من

رسول ولا نبی الا اذا تمخى

اللقى الشیطان فی امنیته فینسخر

الله ما یلقى الشیطان ثم

یحکم الله آیاته واللہ علیم

حکیم (الحجہ ۵۲)

اہل سنت پر شیعہ کا چوتھا طعن | اہل سنت قیاس پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ قیاس کرنے

کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ہے۔

جواب | حق تعالیٰ نے قیاس کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

اے عقل مندو! ایک چیز کا دوسری

فاغتر وایا اولی الابصار

پر اعتبار کرو۔

(الحشر ۴ پ ۲۸)

قیاس کا حجت شرعی ہونا کتاب سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، جس کی

تفصیل کتب اصول میں مذکور ہے، اس جگہ امامیہ کے ذخیرہ کردہ آثار نقل کئے جاتے ہیں

جو وہ اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۔ ابو جعفر طوسی تہذیب میں امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر

بن الخطاب نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا، اور پوچھا تم اس شخص کے بارہ میں

کیا کہتے ہیں، جو اپنی عورت کے ساتھ جماع کرے، مگر انہوں نے نہ ہوا انصار نے جواب

دیا، الماء من الماء یعنی انزال کے بعد غسل کرنا واجب ہوگا مہاجرین نے کہا۔

إذا التقى المختاتان وجب
الغسل۔ جب مرد و عورت کی شرمگاہیں مل جائیں غسل واجب ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے علیؓ سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے، تو انہوں نے کہا التقاتانین سے حد قائم کرنا تو واجب کہتے ہیں، اور ایک صاع پانی بہانا واجب نہیں کرتے۔

اس اثر سے معلوم ہوا علیؓ نے غسل کو حد پر قیاس پر فرمایا۔

امام باقرؓ صادقؓ اور زید بن علیؓ نے امام ابو حنیفہؒ کو قیاس کرنے کی اجازت دی تھی، اہلسنت پر شیعوں کا پانچواں طعن امامیہ تھوڑے ہیں، اور اہل سنت بہت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وقلیل من عبادی الشکور

دالسا۔ ۱۳ پ ۲۲

تھوڑے ہیں۔

جواب ریاض اصل میں سطر متروک ہے۔

کثرت حقانیت مذہب کی دلیل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بدا اللہ مع الجماعة۔ جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔

نیز فرمایا۔

علیکم بالسواد الاعظم تم عظیم جماعت کے ساتھ رہو۔

یہ آثار امامیہ بھی اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۔ جامع ترمذی باب فی لزوم الجماعة کتاب الفتن میں حدیث ابن عمر ج ۲ ص ۱۱۱۔

۲۔ ابن ماجہ بہر روایت انس۔ یاد رہے حدیث شریفہ دقلیل من عبادی الشکور میں کفار کے مقابلہ میں قلت مراد ہے اگر شیعوں کا موقف درست قرار دیا جائے تو شیعوں کے مقابلہ میں مرزا سید ظیل میں، پھر وہ حق پر ہونے کا دعویٰ کریں گے، کسی نظر پر کے حق ہونے کی یہ کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ اظہار فرمائیے کہ میرے بندوں میں یعنی انسانوں میں میرا شکر کرنے والے تھوڑے ہیں، اکثریت کافروں اور ناشکروں کی ہے، حقانیت مذہب کیلئے معیار اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدمہ ہے، جس قوم کے عقائد و اعمال کتاب و سنت کے مطابق ہوں گے، وہ حق پر ہیں، اور اگرچہ ایسے نہیں ہیں وہ باطل پر، کیونکہ کتاب و سنت ہی معیار حق و باطل ہیں، ارشاد نبوی ہے، ترکتم فیکم امرین فمن تفضلوا ما تمسکم بہا کتاب اللہ و سنتی (مذکرات امام الک) پہلی اس مختصر تقریر سے چھٹے طعن کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے، اہلسنت ائمہ اربعہ کو اللہ کی طرف سے نصیب شدہ امام کی حیثیت نہیں دیتے، بلکہ کتاب و سنت کی عقائد کی وجہ سے انہیں استاد و معلم کا درجہ دیتے ہیں جو مسائل کتاب و سنت میں منصوص نہ ہیں، اور صحابہ کرام سے بھی کوئی عمل موجود نہ ہے، ان مسائل میں ائمہ اربعہ کی ہدایات سے استفادہ کرتے ہیں۔ ۱۲۔

اہل سنت پر شیعہ کا چھٹا طعن | اہل سنت نے اپنا مذہب ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد بن حنبل سے اخذ کیا ہے، اور امامیہ نے ائمہ معصومین سے۔ لہذا مذہب امامیہ اتباع کے زیادہ مناسب ہے،

جواب | مذکور ائمہ اربعہ نے اپنا مذہب ائمہ اہل بیت، صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ لہذا اہل سنت کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوا۔ اس کے برعکس امامیہ کا مذہب ہشام بن حکم، ہشام بن سالم، شیطان السطاق، عبد اللہ بن سبا ایسے منافقین، وضاعین اور کذابین سے ماخوذ ہے، ان لوگوں نے حضرت باقر اور حضرت صادق پر جھوٹی باتیں منسوب کیں ہیں، اور ترکیب و غیرہ کلمات روایت کئے ہیں۔ لہذا مذہب امامیہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے، اور نہ اہل بیت سے۔

اہل سنت پر شیعہ کا ساتواں طعن | مرتضیٰ، ابن مظہر علی اور ابن طاووس نے کہا مالکیہ کے مذہب میں اپنے ملک کے ساتھ لواطت جائز ہے، اور ابوحنیفہ کے نزدیک لعنہ فرقت۔

جواب | یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے، لعنۃ اللہ علی الکاذبین، صحابہ کرام پر بھی ان لوگوں نے اسی طرح کے کئی جھوٹ منسوب کئے ہیں۔

اہل سنت پر شیعہ کا آٹھواں طعن | حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب وارہ پر اہل سنت اور روافض دونوں متفق ہیں، مگر خلفائے ثلاثہ کے فضائل میں وارد شدہ مختلف فیہ ہے، اختلافی بات، اتفاقی کے لئے متروک ہو جائیگی۔

جواب | ترجیح کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب تعارض ہو، صحابہؓ کے فضائل میں کوئی تعارض نہیں سب کے فضائل و مناقب مسلم ہیں۔ اگر یہ انداز فکر درست قرار دیا جائے تو نصاریٰ کہہ سکتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل عیسائیوں اور مسلمانوں میں متفق علیہ ہیں اور فضائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مختلف فیہ۔ حالانکہ یہ قول ظاہر البطلان ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا نواں طعن | شیعہ اپنی نجات کا یقین رکھتے ہیں، اہل سنت کو اپنی نجات کا یقین نہیں ہے، یقین حاصل کر لیتے والا، شک کرنے والے سے اتباع کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔

جواب ایمان پر موت آنے کی صورت میں اہل سنت یقین رکھتے ہیں کہ معاصی کی سزا کے بعد یا معافی کے بعد ضرور بہشت میں جائیں گے، اہل سنت کو اس پر بھی یقین ہے کہ عقائد اہل سنت نجات دہندہ ہیں، ہاں یہ نہیں جانتے کہ موت ایمان پر بھی آئے یا نہ۔ روافض اگر یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کی موت عقائد حقہ پر آئے گی، تو یہ دعویٰ علم غیب ہے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ بعض امامیہ موت سے پہلے کافر ہو جاتے ہیں، یا سنی، اور بعض سنی رافضی ہو کر مرتے ہیں، یا اسی طرح کے کسی اور فرقہ میں جا کر۔ امامیہ کا اگر موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کا سوال نہ کریں گے، تو یہ مرجیہ کا عقیدہ ہے اور اس سے آیات قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔

اہلسنت پر تشیع کا دسواں طعن اہل سنت ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی اقتدا کرتے ہیں، اور ان کے حسن خاتمہ کا انہیں یقین حاصل نہیں ہے، امامیہ اپنے ائمہ کی اقتدا کرتے ہیں، اور انہیں معصوم سمجھتے ہیں۔

جواب اہل سنت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کو احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقل اور راوی سمجھتے ہیں، اقتدا و حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں، نہ کسی غیر کی، اس کے برعکس امامیہ کے مقتدا و ضارع اور مفری ہیں، جنہوں نے ان کے ائمہ رحمہم اللہ پر جھوٹ باندھا، ان کے مقتدا ائمہ اہل بیت نہیں ہیں۔

نصاری وغیرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جب حکم فرمائیں گے، غیر خدا کی عبادت کرنے والے اور ان کے معبودوں کو جہنم میں ڈال دو، اس وقت حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ شیطان کو ان کا معبود اور پیشوا بنا کر دونوں کو جہنم میں ڈالیں گے، بل کا ذی بعد دن الجنت اکثر مضمون۔ السبا ۴۱ پ ۲۲۔

اہلسنت پر تشیع کا گیارہواں طعن اہل سنت ابو بکرؓ کو اپنا امام قرار دیتے ہیں، مگر ابو بکرؓ کو اپنی امامت کا شک تھا کہ وفات کے وقت انہوں نے کہا:-

سنة اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا، بلکہ شیطان نے نصاریٰ کو یہ حکم دیا تو درحقیقت نصاریٰ کا معبود عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے، بلکہ شیطان ہے، اسی کے حکم سے عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

لیتنی کنت سألت رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم هل
للا نصار فی هذا الامر حق -
کاشن کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھ لیتا کہ انصار کے لئے اس
امر میں کوئی حق ہے۔

جواب ایہ روایت مومنوع اور جھوٹ ہے، ابن مسہر علی روایت کرتا ہے کہ
ابو بکر نے کہا:-

انه سمع رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم يقول
الا امة من قرائش -
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا امراؤ قریش
میں سے ہیں۔

ابو بکر نے یہ حدیث حضرت سعد بن معاذ کے سامنے بیان کی، اور انہوں نے
اسے تسلیم کر لیا۔

المسند پر شیعوہ کا بار ہواں طعن اہل سنت نامرد کو بہادر پر ترجیح دیتے ہیں، نامرد سے
مراد ابو بکر صدیقؓ لیتے ہیں اور بہادر سے مراد علیؓ استدلال میں یہ اہمیت پیش کرتے ہیں۔
لا تحزن ان الله معنا (التوبة: ۴۰) غم نہ کر، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

جواب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف نامردی کی نسبت کرنا باطل ہے، آیت بالا حضرت
صدیقؓ کے بارہ میں اسی طرح ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ارشاد باری ہوا۔
لا تخف اني لا يخاف لداي
المرسلون (النمل: ۱۰) خوف نہ کر میری جناب میں مرسلون
ٹڈا نہیں کرتے۔

نیز ارشاد ہے:-

فاد جس في نفس خيفة.
موسى قلنا لا تخف انك انت
الا على (ط: ۶۷ - ۶۸) پچھا
اپنے دل میں موسیٰ علیہ السلام نے
خوف پایا۔ ہم نے کہا خوف نہ
کر تم ہی بلند ہو۔

• اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے حق میں وارد ہے:-

لے منہاج الکریمہ ص ۱۱۱

فاد جس منہم خيفة قالوا لا تخف
وليشروہ بغلام عليم

(الذاریات ۲۸)

داؤد علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا۔

ففرغ منہم قالوا لا تخف
خصمان یغی بعضنا علی بعض۔

(ص ۲۲)

نیز حضرت موسیٰ کے شان میں ارشاد ہے۔

فخرج منها خائفًا یترقب

(القصص ۲۱)

وہاں سے ڈر کر نکلا ورنہ حالیکہ
وہ انتظار کر رہا تھا۔

آیات مذکورہ بالا میں خوف و فرع کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف کی گئی ہے
کبھی ایسا ہو جانا بشری مقتضیات سے ہے، بزدلی کی دلیل نہیں کہ اللہ کے رسول
بذیل صفات سے منزہ اور پاک ہوتے ہیں۔

ابوبکرؓ کا حق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے لئے تھا، نہ کہ اپنی زندگی کیلئے۔
دیکھئے ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں جانے سے روکتے ہیں، اور
خود اندر جا کر صفائی کرتے ہیں، سوراخ بند کرتے ہیں، جو سوراخ پھج جاتے ہیں، ان میں
اپنے پاؤں کی انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، اور پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غار میں
تشریف لاتے ہیں، ابوبکر صدیقؓ کی انگلی کو سانپ ڈس جاتا ہے، آخر وقت میں اسی
کے زہر سے جام شہادت نوش فرماتے ہیں، بخاری و مسلم نے براہین عازب سے بروایت
صدیقؓ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا۔

قال بکیت قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم لہ تبکی قلت

میں روپڑا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روتے کیوں ہو؟

۱۱۱۰۲۰۱۱ نے اس واقعہ کو تحریر کیا ہے، دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۶ مناقب ابی بکرؓ۔

ان سے دل میں خوف پایا فرشتوں
نے کہا خوف نہ کر اور اہول نے علیم لڑکے
کی خوش خبری سنائی۔

ان سے داؤد علیہ السلام گھبرا گیا انہوں
نے کہا خوف نہ کر ہم دو متخاصم ہیں، ایک
نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

اما والله ما على نفسى ابكى ولكنى
ابكى عليك الحديث۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اپنے لئے نہیں
رو رہا، آپ کے لئے رونا آگیا۔

شجاعت ابو بکر رضی اللہ عنہ علیؑ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے، کیونکہ انہوں نے اس بارہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا اہل ایوں میں جرأت و بہادری کا مظاہرہ بے دریغ
ہونا چاہیے، کہ انہیں اپنی جان کا کوئی خطرہ نہ تھا، کیونکہ احتمال ہی نہ تھا کہ وہ معلوم قاتل
کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ قتل ہو سکتے ہیں۔ ابو بکر صدیق باوجودیکہ انہیں اس قسم کا
علم نہ تھا، پھر بھی جنگوں میں جرأت کا مظاہرہ فرماتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے فوراً بعد مرتد قبائل کے ساتھ لڑائی کا ارادہ تھا ابو بکرؓ نے کیا تھا۔

محمد بن عقیل بن ابی طالب سے مروی ہے کہ ایک دن علیؑ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور کہا
اے لوگوں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ میں نے کہا امیر المؤمنین آپ ہیں، علیؑ نے کہا
اشجع الناس ابو بکرؓ۔ سب لوگوں میں بہادر ابو بکرؓ ہیں۔

اس لئے کہ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عریش بنادی
تھی، ہم نے کہا کوئی ہے جو عریش کے قریب کھڑا ہو اور کسی دشمن کو ادھر نہ آنے دے
ابو بکرؓ کے سوا کوئی بھی اس جگہ کھڑا نہ ہوا، ابو بکرؓ نے تلوار ننگی کی، اور آپ کے سر ہانے
کی طرف کھڑا ہو گیا، جب بھی کوئی دشمن ادھر کا رخ کرتا، ابو بکرؓ اس پر حملہ کر دیتے۔

شیعہ کا اہلسنت پر تیر ہواں طعن اہل سنت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
بعض ایسی باتیں منسوب کیں ہیں جو کہ شان نبوت سے بعید ہیں۔

۱۔ عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کپڑے کی گڈیاں بنا کر کھیلتی تھی، حالانکہ
اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جہاں تصویر موجود ہو
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کی تصویریں کعبہ
سے محو کرادی تھیں۔

۱۔ الفاظ حدیث یہ ہیں عن عائشہؓ قالت کنت العیب بالنبات عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان لی صواحب یلعین بی
الحديث۔ صحیح مسلم ج ۲ حدیث ۲۸۵ باب مناقب عائشہؓ۔ مسند بزار ص ۲۲۷

جواب | مذکورہ بالا روایت کے بارہ میں کئی احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں، حضرت عائشہؓ ابتداء میں صغیرہ تھیں، ان پر شرعی تکلیفات ساقط تھیں، ہو سکتا ہے، وہ گڑیاں کپڑے کی تھیں، اور انسانی تصویر میں نہ تھیں، ہو سکتا ہے تحریم صورت سازی سے پہلے کا یہ واقعہ ہے ابراہیم علیہ السلام کی تصویر فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محو کرائی تھی، جو کہ شہ کا واقعہ ہے، حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ انصاری لڑکیاں حضرت عائشہؓ کے پاس آتی تھیں، ان کے ساتھ عائشہؓ کھیلا کرتی تھیں، نبات سے مراد وہی انصاری لڑکیاں ہیں۔ ۱۲۔ السنن بروایت عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چادر پہنائی میں حبشیوں کی طرف دیکھتی تھی، جو کہ مسجد میں کھیل رہے ہوتے، اس روایت میں کئی قباحتیں موجود ہیں، (۱) حبشیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعب کیلئے مقرر کیا۔ (۲) خود لعب دیکھا کہ یا آپ بھی ان میں شامل ہو گئے، (۳) اپنی بیوی کو ناخبر مردوں کو دیکھنے کی اجازت دی جو کہ غیرت کے منافی ہے۔

جواب | حبشیوں کے کھیل سے مراد آلات حرب کی تربیت ہے، نہ کہ بے ہودہ اور بے فائدہ مشغلہ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

لعب المسلم باطل الا
ثلاثة تعلیم بقوسه و
تادیه بفارسه وملاعبة
مع نسائه۔
مسلمان کا کھیلنا باطل سوائے تین
کھیل کے۔ ۱۔ کمان کے ساتھ۔ کھیلنا
گھوڑے کو تربیت دینا، اور اپنی
عورتوں کے ساتھ خوش گپیاں۔

لہذا یہ لعب حرام نہ تھا، بلکہ جہاد کی غرض سے عین عبادت میں داخل ہے، قرآن پاک میں ہے:-

واعذوا لہم ما استطعتم
من قوۃ۔
اور ان کیلئے جو قوت تمہاری استطاعت
میں ہو تیار رکھو۔

۱۵ صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۸۸، باب نظر المرأة الى الحبش و کتاب العیدین ج ۱ ص ۳۳۰
۱۶ جامع ترمذی باب ما جاز فی فضل ماری فی سبیل اللہ ج ۱ ص ۳۳۰، باب ما جاز فی سبیل اللہ۔

صغیرہ لڑکی کا پس پردہ دیکھنا غیرت کے منافی نہ ہے، واضح ہے کہ یہ واقعہ آیت
حجاب کے نازل ہونے سے پہلے اور حضرت زینب کے نکاح کے بعد کا ہے، دیکھئے۔
سنت ابی داؤد، دارمی وغیرہ۔

حضرت عمرؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مجلسوں کو روکا تھا، اس وقت ان
کے خیال میں یہ لعب ناجائز تھا، جب انہیں پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت
سے تربیت ہے، تو وہ خاموش ہو گئے، مگر وافق کا طرز عمل سادات اہل بیت کے
ساتھ کتنا قابل تفرین ہے، جس کی ایک مثال یہ کہ امام صادق کی طرف یہ جھوٹی ٹسیت
کرتے ہیں، کہ انہوں نے کہا۔

خدمة جوارینا و ہماری لڑکیوں کی خدمت ہمارے
فما وجہن لکم۔ لئے ہے، اور ان کی شرمگاہیں تمہارے لئے

۳۔ اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو پتھر
رسید کیا، وہ کانے ہو گئے، اس سے معلوم ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام فیصلہ خدا پر راضی نہ
تھے، اور اللہ کی ملاقات کو ناپسند کیا۔ حالانکہ اہل سنت ہی یہ روایت بھی لاتے ہیں۔
من کرد لقاء الله کرہ الله جو اللہ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے

لقاء۔ خدا بھی اس کی ملاقات ناپسند کرتا ہے۔

جواب یہ پتھر اس لئے نہیں مارا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی موت پر راضی نہ
تھے، اگر ایسا ہوتا تو بعد میں کیوں اپنی جان قبض کرنے کی اجازت دیتے، یہ اس لئے ہوا کہ
حضرت موسیٰ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں موت و حیات میں اختیار دیں گے، حضرت موسیٰ
کے اختیار کے بعد ان کی جان قبض ہوگی، مگر فرشتہ بلا اذن جان قبض کرتا چاہتا ہے،

نہ کسی پرستی کو نہیں کچھ جہاد، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جہاد کی جگہ پر کیٹیں کو خط کیا جا رہا ہے، اس میں بے غیرو کی کون سی
بات ہے، صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۵۔ لکھ ایضاً۔

فرشتہ ان فی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا، ہو سکتا ہے حضرت موسیٰ نے سچا ہوا ہو کر یہ کوئی قطعی ہے، جو
مجھے دھمکا رہا ہے، اس لئے اس کو پتھر رسید کر دیا۔ امام ابن خزیمہ، امام ذہبی، اور قاضی عیاض وغیرہ نے یہی تو جیسہ بیان کیا ہے
دیکھئے شرح مسلم للنوادی ص ۲۲۷-۲۲۸۔

جو کہ انبیاء کے حق میں سوادب ہے، آخر موت پر راضی ہو گئے اور زمین مقدس سے ایک پتھر پھینکنے کے قدر قرب کا مطالبہ کیا۔

۱۲۔ اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن احق بالشك من ابراهيم
اذ قال رب ادنى كيف تحي
الموتى۔
ہم ابراہیم سے زیادہ شک کرنے
کا حق رکھتے ہیں، جبکہ انہوں نے کہا
اے رب مجھے دکھا، آپ کس طرح مردوں

کو زندہ کرتے ہیں۔

(البقرہ ۲۶۰)

شک ایمان کے منافی ہے، ابراہیم علیہ السلام اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
شک کی نسبت کرنا محال ہے۔

جواب | شک سے مراد اس جگہ زیادتی یقین اور قوت اطمینان میں قلب کا تردد
ہے، اسے صوفیا ہی جان سکتے، عوام نہیں، لہٰذا قرآن اس پر دلالت ہے، ارشاد ہے:۔
اولم تروا من قال بے
ولكن ليطمئن قلبي۔
کیا آپ نہیں مانتے، فرمایا کیوں
نہیں (سوال اس لئے ہے) تاکہ میرا دل

اطمینان کرے۔

(البقرہ ۲۶۰)

لہٰذا یہ تو ایمان کامل پر دلالت ہے، حدیث کا مفہوم یہ بنا۔ ابراہیم علیہ السلام زیادہ
ولیقین کے طالب تھے۔ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں کیوں کہ ہمیں طلب زیادہ کا
حکم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اے میرے رب میرے علم میں

دقل رب نأدنى علما

اضافہ فرما۔

(طہ ۱۱۴)

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مفہوم یوں ہے:۔
ابراہیم علیہ السلام کا سوال شک کی بنا پر نہ تھا، اگر شک کی وجہ سے ہوتا تو یہ شک
ہمیں بھی ہوتا، حالانکہ ہمیں کوئی شک نہیں ہے۔ لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کو بھی شک نہ تھا۔

۱۵۔ اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام صرف تین کذاب بولے ہیں، اس میں کذب کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ انبیاء کذب سے معصوم ہیں۔

جواب | اس حدیث میں لفظ کذب کا معنی مجازی تحریش ہے، الفاظ کے مجازی معانی اللہ کے کلام اور رسول کے فرامین میں عام ہیں، مگر شیعہ اس جگہ کذب کے حقیقی معنی لیتے ہیں، اور تفسیر کا جواز ڈھونڈتے ہیں جس سے پھر انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ (نحوذ باللہ)

۱۶۔ اہل سنت صحاح میں روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر بن کے سایہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے، اس حدیث سے عمر بن کی انبیاء پر تفضیل لازم آتی ہے، دیکھیے شیطان نے آدم علیہ السلام کو دوسو سو میں ڈالا، قرآن میں ہے:۔
فوسوس لهما الشیطان والاعراف (۲۰) شیطان نے بن دوتوں کو دوسو سو ڈالا۔

نیز فرمایا:۔

قال یا آدم حمل ادلك عنی شجرة الخلد وملك لا یبلى وطلحہ۔
کہاے آدم میں تجھے ہمیشگی کا درخت بتاؤں؟
احد ملک جو ختم نہ ہوگا۔

موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں ہے:۔

هذا من عمل الشیطان (القصاص ۱۵)

ایوب علیہ السلام کو مس کیا۔ فرمایا:۔

مسنی الشیطان ینصب

مجھے شیطان نے تکلیف و عذاب

کے ساتھ مس کیا ہے۔

وعذاب (ص ۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں القا کیا، اور یہ آیت اتری:۔

۱۷۔ صحیح مسلم ج ۲۔

۱۸۔ جامع ترمذی میں لفظ یہ ہیں: ان الشیطان لیتما منک یا عمر الحدیث ج ۲ ص ۲۲ مناقب عمر۔ نیز جامع ترمذی میں ہے: ان لا نظر الی شیطان الحزن والانس یفرون من عمر بن (نصر لعبد الحبشیتہ)۔

وما ارسلنا من قبلك من
رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى
الشيطان في امنيته (الحج ۵۲)

• ہم نے آپ سے پہلے جو رسول
اور نبی بھیجے، مگر شیطان نے ان کی
باتوں میں اپنی باتیں ڈال دیں۔

جواب حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں شیطان کا فرار اس کے خوف اور عدم تسلط سے کنایہ
ہے، اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کی حفاظت و حمایت فرماتے ہیں، ارشاد
باری تعالیٰ ہے:-

ان عبادی لیس لك عليهم
سلطان۔ (الحجر ۴۲)

میرے بندوں پر اے شیطان
تیرا تسلط نہ ہے۔

فرار خوف کے معنی میں مستعمل ہے، قرآن پاک میں ہے:-

ان الموت الذی تفرون
منه۔ (الجمعة ۸)

جسے شکستہ موت سے م
بھاگتے ہو۔

مقصود یہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان سخت خوف میں ہے۔ اور یہ شدت
خوف انبیاء سے بھی ہے اس کے باوجود کبھی کبھی دوسرے بھی ڈال دیتا ہے، جس طرح کہ
رحوم آسمانی سے شدید ترین خوف کے باوجود شیاطین سرقت سمع کر لیتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وحفظا من کل شیطان مارد
(الصافات ۷)

یہ ہر سرکش شیطان سے حفاظت
کے لئے ہے۔

الایہ کہ کوئی چوری سمع کرے اس
شہاب مبین (الحجر ۱۸)

اس کو چمکتا شعلہ لگتا ہے۔

مذکورہ بالا آیات جن میں انبیاء علیہم السلام کا اعتراف معصیت سمجھا جاتا ہے ظاہر
پر نہیں ہیں بلکہ ان کا فرمانا کسر نفسی کے طور پر ہے، کتب تفسیر میں اس کی تفصیلات موجود ہیں
۱۔ اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بہشت

ملہ صبح بخاری ج ۱ ص ۵۲ مناقب الیل۔

میں داخل ہوا تو بلال کے جوتوں کی آواز آگے سنی، اس حدیث سے ابوبکر صدیق کے غلام بلال کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری ثابت ہو رہی ہے۔ (نحوذ بالشرا)

جواب | یہ اعتراض بالکل باطل اور حدیث کے مفہوم نہ سمجھنے کی بنا پر ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی مثالی صورت دیکھی تھی۔ دوسرے ایمان داروں کی مثالی صورتیں بھی آپؐ نے اس طرح دیکھی تھیں۔ طبرانی میں ہے، ابو امامہؓ نہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بہشت میں داخل ہوا، اور آپؐ نے آگے بلال کی حرکت کی آواز سنی، اور میں نے اپنی امت کے فقرا کو بہشت کے بالاتر مقام میں دیکھا، اور غنیاء کو پائیں تر۔ ان کے مثالی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ فقرا کو غنیاء امت قیامت کے بعد بہشت میں داخل ہوں گے۔

۱۸۔ اہل سنت بروایت کرتے ہیں کہ عرفة کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کی طرف نظر کی، اور فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مباحات فرماتے ہیں، بالخصوص عمرہ پر۔ اس حدیث سے عمرہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری لازم آتی ہے، کیونکہ خود کو آپؐ نے خواص میں شمار نہ کیا۔

جواب | اس حدیث سے یہ نتیجہ بالکل باطل ہے، اس لئے کہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمرہؓ کے علاوہ کسی اور پر خصوصی مباحات نہیں کرتے، لہذا اس حدیث سے تو حضرت عمرہؓ کی ابوبکرؓ پر افضلیت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت اونچی ہے۔

شیعہ کا اہلسنت پر جو دھواں طعن | اہل سنت خشک پلیدی پر نماز ادا کرنا جائزہ گزواتے ہیں۔

جواب | یہ بہتان محض ہے، اہلسنت کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک بدن کپڑے اور حجبہ کا نماز کے لئے پاک ہونا لازمی شرط ہے پلیدی پر نماز پڑھنا البتہ امامیہ کا مذہب ہے، ابیہر علیؓ درمشادہ میں ابوالقاسمؒ «شرائع» میں اور طوسی وغیرہ لکھتے

ہیں، اگر نجاست متعدی نہیں تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، امامیہ کے نزدیک صرف سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا پندرہواں طعن اہل سنت کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے۔

جواب | یہ بھی جھوٹ اور افتراء ہے، شطرنج کھیلنا امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک حرام ہے، امام شافعی کے ایک قول میں مکروہ ہے بشرطیکہ نماز وغیرہ فرائض میں مغل نہ ہو، اور جھگڑے اور جھوٹ کا سبب بھی نہ بنے، اور ان پر حیوانات کی تصویریں، دگھوٹا، ہاتھی وغیرہ کی تصاویر نہ ہوں، اور کھیلنے والا اس پر مصر بھی نہ ہو، کیونکہ اصرار سے صغیرہ گناہ اکیرہ بن جاتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور بعد میں شطرنج کی حرمت کے قائل ہو گئے تھے۔

اہل سنت پر شیعہ کا سو اہواں طعن اہل سنت سرود کو جائز کہتے ہیں۔

جواب | یہ بھی افتراء ہے، مذاہب اربعہ کے علماء اس کی حرمت کے قائل ہیں، جمہور مشائخ بھی اس سے احتراز فرماتے ہیں، بعض بزرگ غنا سنتے ہیں، مگر وہ اس میں کچھ شرائط عائد کرتے ہیں، ان شرائط کی پابندی کی صورت میں غنا کی حرمت عقلاً اور شرعاً ثابت نہیں ہوتی، اور نہ ہی یہ شغل لہو میں داخل رہتا ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا سترہواں طعن اہل سنت کھجور کے نبیذ کے ساتھ وضو کرنا جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے

فلم یجدوا ماء فتیمموا

تیمم کرو۔

صعید اطیبا (المائدہ ۶)

جواب | نبیذ تمر کے ساتھ وضو کرنا مالک شافعی، احمد ابو یوسف، محمد اور

جمہور اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے، ابوحنیفہؒ ایک مفتی پر روایت ہی

ہے کہ جائز نہیں، ابوحنیفہ سے ایک روایت دالبہ جواز کی بھی ملتی ہے اس باب میں وہ لیلۃ الجن

ساحبہ حدیث جامع ترمذی ص ۱۱۳ میں موجود ہے کہ جنوں کو تبلیغ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعودؓ باقی ص ۱۱۳ پر

کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ و لکن فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔
اہلسنت پر شیعوں کا اٹھا ہوا طعن اہل سنت فعل لواطت پر حد کے قائل
نہیں ہیں۔ حالانکہ لواطت زنا سے بھی بدترین جرم ہے۔

جواب :- لواطت کے حکم میں اختلاف ہے، شافعیؒ کے نزدیک حد
واجب ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد واجب نہیں، اسلئے کہ لغت میں لواطت
کو زنا نہیں کہتے۔ اور قیاس سے حدود ثابت نہیں ہوتیں۔

نفس حد زنا سے اس کا حکم معلوم کرنا دلالت النص نہیں ہے کیونکہ دلالت النص
اس دلالت کو کہتے ہیں جسے ہر صاحب لغت سمجھتا ہو۔ جس طرح حرمت تافیف
سے حرمت ضرب سمجھ آتا ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف بتاتا ہے کہ لواطت
کا حکم اس نص سے سمجھ نہیں آتا۔ نیز دلالت النص میں منطوق سے اولیٰ یا مساوی
مفہوم ہونا چاہئے۔ اور لواطت زنا کے مساوی نہ ہے کہ زنا میں قتل کا مفہوم پایا
جاتا ہے کیونکہ مولود بچے کا نسب منتفی ہو جاتا ہے لواطت میں یہ بات مفقود ہے
یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے لواطت کی سزا میں مختلف اقوال وارد ہیں۔
واللہ اعلم۔



(بقیہ صفحہ ۳۹۸) سے پوچھا تیرے برتن میں کیا ہے؟ عبد اللہؓ نے کہا نلید ہے فرمایا کھجور پاک ہے اور پانی بھی پاک
پھر آپ نے اس میں سے وضو کیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس حدیث کی مسند میں ابو زید راوی مجہول
ہے انتہی۔

عبد اللہ بن مسعودؓ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ میں لیلۃ الجن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نہیں تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ص ۹ ج ۱۔

پانچواں مقالہ

اس مقالہ میں خلفاء اربعہ کی افضلیت دیگر صحابہؓ پر اور صحابہ کرامؓ کی برتری تمام امت پر کا بیان ہے اور یہ کہ مشاجرات صحابہؓ کے بارہ میں زبان بند رکھنی چاہئے اور اچھی تاویل سے کام لینا بہتر ہے۔

جانتا چاہئے اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابو بکر صدیقؓ ہیں اور پھر حضرت عمر فاروقؓ۔ یہ افضلیت شیخین کتاب سنت، اجماع امت، عقلی دلائل، آثار صحابہ و تابعین و ائمہ سے ثابت ہے۔

اثبات افضلیت شیخین از قرآن پاک و احادیث رسول ﷺ

فتح سے پہلے جنہوں نے خرچ کیا اور
لڑائی کی وہ برابر نہ ہیں۔ یہ لوگ
درجہ میں ان لوگوں سے زیادہ ہیں
جنہوں نے بعد کو خرچ کیا، اور
لڑائی کی۔

۱۔ لا یستوی منکر من انفق
من قبل الفتح وقاتل اولئک
اعظم درجۃ من الذین
انفقوا من بعد وقاتلوا۔
(الحدید ۱۰ پ ۲۷)

امام محی السنۃ یغویؒ عالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔

محمد بن فضیل نے کلینی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابو بکر صدیقؓ کے

حق میں اتنی ہے۔

یہ آیت بعبارة النص ان صحابہ کرامؓ کی افضلیت بتاتی ہے جو فتح مکہ سے
قبل اسلام لائے، اللہ کی راہ میں جنہوں نے خرچ کیا اور لڑائیاں لڑیں، ان
مسلمانوں پر جو فتح مکہ سے بعد مسلمان ہوئے۔ اور یہ آیت بدلالة النص وال

ہے کہ شیخین ان میں افضل ترین ہیں۔

کیونکہ افضلیت کی بنا پر آیت میں اتفاق و تائید اسلام کو قرار دیا ہے اور ان دونوں صفات میں شیخین سب پر فائق ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی کہ وہ اس وقت چھوٹے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں کمال ان کے پاس موجود نہ تھا۔ دیکھئے سیر ابن اسحاق۔

اتفاق اور تائید اسلام میں شیخین کا سابق ہونا
احادیث کی رو سے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اوپر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا سوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ اس کے احسانوں کا اللہ تعالیٰ ہی انہیں قیامت کے دن بدلہ دیں گے مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے۔ (ترمذی)

عروۃ بیان کرتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جو کہ تمام کے تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی راہ میں

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلیا ابابکر فان لہ عندنا ید یکافیہ اللہ یوم القیامۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر اخرجہ الترمذی لہ۔

۲۔ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال اسلم ابوبکر ولہ اربعون الفا انفقہا کلہا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی سبیل اللہ

۱۔ جامع ترمذی باب مناقب ابوبکر ص ۲۲۹ ج ۲۔ ایک روایت میں ہے ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ابعثا۔

اخرجہ ابو عمرو۔

۳۔ اخرجہ البخاری فی

حدیث طویل

فابتی مسجد البقاء

دارہ وکان یصلی فیہ ویقرأ

القرآن۔

۴۔ اعتق ابوبکر سبعة كانوا

يعذبون في الله منهم بلال

وعامر بن فهيرة سراة ابو عمرو

في الاستيعاب۔

۵۔ قال ابو اسحق انه لما اسلم

ابوبكر اظهر اسلامه ودعا الى الله

عز وجل والى رسول صلى الله

عليه وسلم وكان ابوبكر رجلا مؤلفا

لقومه مجبا سهلا فجعل يدعو

الى الاسلام من وثق به من قومه

من يغشاه ويجلس اليه قاسم

بدعاء فيما بلغني عثمان بن

عقان وزبير بن العوام و

عبد الرحمن بن عوف و

سعد بن ابى وقاص وطلحة

بن عبد الله فجاء بهم الی

خرج کر دیتے۔

امام بخاری ایک طویل حدیث

میں لاتے ہیں۔

پھر ابوبکر نے اپنے گھر کے صحن میں

مسجد بنائی وہ اس میں نماز پڑھتے

اور تلاوت قرآن کرتے تھے۔

ابوبکر نے سات غلام آزاد کئے

جنہیں محض اللہ کے دین قبول کرنے

کی وجہ سے سزا دی جاتی تھی، بلال،

عامر، بھی ان میں تھے

ابو اسحاق امام المغازی فرماتے ہیں

جب ابوبکر مسلمان ہوئے اسلام ظاہر

کیا اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف

بلانا شروع کر دیا۔ ابوبکر اپنی قوم میں

پسندیدہ اور نرم خو مشہور تھا۔ جو ان کے

قابل اعتماد دوست آئے ان کو تبلیغ

اسلام کرتے، ان کی دعوت سے

عثمان بن عفان اور زبیر بن عوام

اور عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن

ابی وقاص اور طلحہ بن عبد اللہ مسلمان

ہوئے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس لایا جبکہ یہ گروہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حین استجابوا له واسلموا واصلوا۔
دعوت اسلام قبول کر چکے تھے اور
مسلمان ہو کر نمازیں ادا کرتے تھے۔

یاورے عثمان بن عبد الشمس کے سربراہ تھے، زبیر بن اسد کے، سعد بن
اور عبد الرحمن بن عوف بن زہرہ کے قائد تھے، اور طلحہ بن رئیس بن تمیم تھے۔
ان بزرگوں کے قبول اسلام نے قبائل قریش میں تہلکہ مچا دیا۔
۶۔ آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں واحدی لکھتا ہے:-

جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ابو بکر صدیق رضی
کو دیکھا کہ ان کا قمیص سینہ پر سے پھٹا ہوا ہے، جبریل نے پوچھا یہ کیا حال ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مال بھادہ انہوں نے راہ خدا میں صرف
کر دیا ہے۔ جبریل نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دیں کہ خدا تعالیٰ سلام دیتا ہے۔ اول
کہتا ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھنا کہ اس فقر میں مجھ پر راضی ہے یا نہ! ابو بکر نے
جواب دیا۔

انا عن ربی راض۔ انا عن ربی
راض۔ انا عن ربی راض۔
میں اپنے رب پر راضی ہوں، میں اپنے رب
پر راضی ہوں، میں اپنے رب پر راضی ہوں
یہ روایت محی السنۃ بغوی نے معالم التنزیل میں بسند متصل بروایت
ابن عمر رضی اللہ عنہما درج کی ہے۔

۷۔ عن ابی ابدی التدوسی
قال کنت جالساً عند النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فاطلع
ابو بکر وعمر فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الحمد لله الذی
ایدانی بہما۔ اخرجه المحاکم
ابو ابدی وروی دوسی فرماتے ہیں میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا
ابو بکر و عمر آئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی تعریف ہے
جس نے ان دونوں کے ذریعہ میری
تقویت فرمائی۔ (حاکم)

طہ الیترۃ النبرۃ ابن ہشام معروض من ۱۵۸۵۰ لہ فی المستدرک ج ۳ ص ۳۷

۸۔ عن ابن عباسؓ ان رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم قال اللهم
اعز الاسلام يا بني جهم بن
هشام او يعمر بن الخطاب
قال فاصبر فغدا عمر على رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم
اخرجه الترمذی۔

۹۔ عن ابن مسعود وغیره قال
فجعل الله دعوة رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم لعمر
فینی علیه ملك الاسلام وهم
الاوثان۔ اخرجہ الحاكم۔

۱۰۔ عن عائشةؓ ان رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم قال
اللهم اعز الاسلام لعمر بن الخطاب
خاصة اخرجہ الحاكم۔

۱۱۔ عن ابن عباس قال لما
اسلم عمر قال المشركون
اليوم انتصف القرية منا اخرجہ
الحاكم۔

۱۲۔ عن ابن عباس قال لما

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ!
ابو جہل بن ہشام، یا عمر بن الخطاب
میں سے کسی ایک ذریعہ اسلام کی عزت
بڑھا، اسی صبح عمر بن الخطاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے
اور اسلام قبول کیا۔

ابن مسعود وغیرہ روایت کرتے
ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی عمر کے لئے دعا کو
ایسا بنایا کہ اس پر ملک اسلام کی بنیاد
رکھی اور بتوں کا توڑنا۔

عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! عمر بن
خطاب کے ذریعہ اسلام کی عزت
بڑھا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب عمرؓ
نے اسلام قبول کیا تو مشرکوں نے
کہا آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ
لے لیا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب عمرؓ نے

۱۔ ج ۲ ص ۳ مناقب عمر بن الخطابؓ ۲۔ فی المستدرک ج ۳ ص ۸۳ ۳۔ فی المستدرک ج ۳ ص ۸۳
۴۔ فی المستدرک ج ۳ ص ۸۵

اسلام قبول کیا تو جبریل اترے اور کہا
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے اسلام
پر آسمان والے خوشی کا اظہار کر رہے
ہیں۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب سے
عمرہ اسلام لائے ہم عزت میں رہے
قسم بخدا جب تک عمرہ اسلام نہ
لائے ہم کعبہ میں کھلم کھلا نماز نہ پڑھ
سکے۔

آیت مندرجہ بالا "لا یتوی الایۃ" اور مذکورہ احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے
تو شیخین کی برتری اور افضلیت بر دیگران نہایت روشن اور واضح ہے۔

۱۔ وہ روایات جو پہلے مذکور ہوئیں جن میں
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ

افضلیت شیخین از احادیث

کو نماز کا امام بنایا اور دوسروں کی امامت کو سختی کے ساتھ رد کر دیا اور فرمایا
جس قوم میں ابو بکرؓ موجود ہو اس کے سوا کوئی بھی ان کی امامت کرے ناجائز
ہے۔ (جامع ترمذی بروایت عائشہؓ) صحیح بخاری و مسلم میں اس کے شواہد
کثیرہ موجود ہیں۔

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ
کے ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں
آسمان والوں سے اور دوزخ میں

۲۔ عن ابی سعید الخدری قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلّم ما من نبی الا له وزیران
من اهل السماء و وزیران من

۱۔ باب فضل عمرو و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۸۲ و قال صحیح مسلم المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۲ و صحیح بخاری
ج ۱ ص ۵۴۰ باب اسلام عمرہ ص ۵۴۰ باب مناقب ابی بکرؓ ج ۲ ص ۲۳۔

اهل الارض اما ویرای من اهل السماء
فجبرئیل ومیکائیل واما ویرای من
اهل الارض فابوبکر وعمر۔ اخرجہ
الترمذی

میرے آسمان والوں میں سے دو
وزیر ایک جبریل ہے دوسرا میکائیل
اور زمین والوں سے ابوبکرؓ و عمرؓ۔
(ترمذی)

۳۔ عن سعید بن المسیب مرسل
قال کان ابوبکر الصديق من النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مکان
الوزیر فکان یساورہ فی جمیع
امورہ وکان ثانیۃ فی الاسلام وکان
ثانیۃ فی الغار وکان ثانیۃ فی
العریش یوم یبار وکان ثانیۃ
فی القبر ولحدیث رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقوم علیہ احدا۔
۴۔ روی الترمذی عن انس و
علی بن ابی طالب وحارث وروی
ابن ماجہ من حدیث ابی جحیفہ
قال سئل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لائی بکر وعمر ہذان سیدا کہول
اهل الجنة من الاولین والآخرین
الا النبیین وفي بعض الروایات سیدا
کہول الجنة وشاہبا۔

سعید بن مسیب مرسل فرماتے ہیں،
ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے وزیر کی جگہ تھے، جملہ معاملات میں
اس سے مشورہ کرتے، اسلام میں آپ
کا دوسرا ساتھی، اور غار میں دوسرا ساتھی
اور بدر کے دن عریش کے پاس دوسرا
ساتھی اور قبر میں دوسرا ساتھی ابوبکرؓ
ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ
پر کسی کو فوقیت نہ دیتے تھے۔

ترمذی انس، علی بن ابی طالب، حارث
سے اور ابن ماجہ ابوجحیفہ سے روایت
کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو فرمایا یہ دونوں
انبیاء کے علاوہ اولین و آخرین
اہل بہشت کھول کے سردار ہیں۔ ایک
دوسری روایت میں ہے ادھیرؓ و عمرؓ اور
نوحؓ انوں کے سردار ہیں۔

اس حدیث کی اسانید حد تو از کو پہنچی ہیں۔

۵۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لقد هممت ان ابعث الی الا فاق رجالا یعلمون الناس ولسنن والفرائض کہا بعث عینی حواریین قیل فاین انت من ابی بکر وعمر قال انه لا غنی لی عنہما انہما من الدین کا السمع والبصر و فی روایت کالرأس من الجسد اخر لجه الحاکم عن حذیفۃ وابن عمر والطبرانی عن ابی عمیر وعمر بن العاص و انس و ابو نعیم عن انس و ابن عدی عن حذیفۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ علاقوں میں کچھ لوگ روانہ کروں جو لوگوں کو سنن اور فرائض کی تعلیم دیں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے حواری بھیجے تھے، آپ سے پوچھا گیا ابوبکرؓ و عمرؓ کا آپ سے کیا مرتبہ ہے فرمایا میں ان سے بے نیازی نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں دین میں سمع و بصر کی حیثیت میں ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے جسم کے سر کی حیثیت میں۔ حاکم نے اسے حذیفہؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کیا، طبرانی نے ابوعمر اور عمرو بن العاص اور انس سے اور ابو نعیم نے انس سے اور ابن عدی نے حذیفہ سے۔

۶۔ ما طلعت الشمس علی احدکم افضل من ابی بکر واہ الطبرانی عن جابر والطبرانی و ابو نعیم و ابن النجار عن ابی الدرداء و الحاکم عن انس۔

تم میں ابوبکرؓ سے زیادہ فضیلت والے کسی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ طبرانی جابر سے، حاکم، طبرانی، ابو نعیم ابن النجار ابوالدرداء سے اور حاکم انس سے۔

سہ فی المستدرک ج ۳ ص ۲۷۳۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۳ میں عبداللہ بن حنطب سے مرسل روای ہے ان انبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی ابوبکر وعمر فقال ہذان السمع والبصر و فی الباب عن عبد اللہ بن عمر اختی ۳۰۔ حدیث ابی الدرداء امام عسائی ج نے بھی فضائل ابی بکرؓ میں روایت کی ہے دیکھئے ص ۴۴۔ طبع مصر۔

۷۔ عن اسود بن سواد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان روح القدس جبريل يخبرني ان خيرا منك ابو بكر رواه الطبراني۔

۸۔ قال صلى الله عليه وسلم لو وزن ايمان ابي بكر بايمان اهل الاسواق لرحمهم رواه ابن عدي عن ابن عمرو بن راهويه عن عمر موقوفاً بسند صحيح۔

۹۔ قال صلى الله عليه وسلم اتاني جبرئيل فقلت من يهاجر معي قال ابو بكر وهو يلي امر امتك من بعدك وهو افضل امتك رواه صاحب مسند الفردوس عن علي۔

۱۰۔ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما انك يا ابي بكر اول من يدخل الجنة من امتي اخرج ابو داود والحاكم۔

اسعد بن زرارة فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے روح القدس جبریل نے خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں افضل ابو بکر ہے۔ (طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جملہ اہل زمین کا ایمان ابو بکر کے ایمان سے وزن کیا جائے تو پھر ابو بکر کے ایمان کا وزن بڑھ جائے اور ابن عمر سے اور ابن راہویہ عمر زم سے موقوفاً بسند صحیح روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل آیا میں نے پوچھا میرے ساتھ کون ہجرت کر گیا کہا ابو بکر اور یہی آپ کے بعد امت کا متولی ہوگا اور یہ آپ کی امت میں افضل ہے۔ (مؤلف مسند الفردوس عن علی)

ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر میری امت میں تم سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوؤ گے۔ (ابوداؤد و الحاکم)

۱۱۔ فی السنن ج ۲ ص ۶۶ بابہ تخلقاء کتاب السنۃ۔ والحاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۴۷۔

ابی بن کعب رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا شخص جس سے حق نے مصافحہ کیا عمر رضی عنہ ہے اور ان میں اول جسے حق سلام کہتا ہے اور بہشت میں داخل کرے گا یہی ہے۔ (ابن ماجہ، حاکم) جابر بن عبد اللہ فرماتا ہے عمر رضی عنہ نے ابوبکر رضی عنہ سے کہا اے وہ انسان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہے ابوبکر رضی عنہ نے کہا تم ایسا کہتے ہو تو میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے عمر رضی عنہ سے بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

(ترمذی)

دوسرا حصہ ابن عدی ابوبکر صدیق کی روایت سے لاتا ہے، ابوسعید بن ابیہثم اپنے مسند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لاتا ہے، نبیوں کے بعد آسمان نے تجھ سے بہتر پہ سایہ نہیں کیا، اور زمین نے تجھ سے بہتر کوئی نہیں اٹھایا اے عمر رضی عنہ۔

۱۱۔ عن ابی بن کعب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اول من يصافح الحق عمر واول من يسلم عليه واول من يأخذ بيده فيدخله الجنة اخرج ابن ماجه والحاكم نحوه۔
۱۲۔ ۱۳۔ عن جابر بن عبد الله قال قال عمر لابي بكر يا خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر اما اذا قلت ذلك فاق سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما طلعت الشمس على رجل خير من عمر اخرج الترمذی۔

وروى الجزء الثاني ابن عدی من حدیث ابی بکر الصدیق وروى ابوسعید بن الہیثم فی مسنده من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اظلت الخضراء ولا اقلت الخباء بعد النبیین خیرا منك یا عمر۔

۱۔ فی السنن لابن فضال عمر رضی عنہ۔ والحاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۸۴ ج ۲ ص ۲۳۱ باب مناقب عمر رضی عنہ۔

۱۴۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة قال ابو سعید واللہ ما کنا نری الا عمر بن الخطاب۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص میری امت میں سب سے اونچے درجہ پر ہے بہشت میں۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس شخص سے مراد عمر بن الخطاب ہی کو لیتے تھے۔

تفاضل بین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما
مذکورۃ الصدر جن احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مطلقاً افضلیت آئی ہے ان سے مراد یہ ہے کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب پر برتری اور فضیلت رکھتے ہیں اس لئے کہ اجماع امت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت تمام امت سے افضل ہیں۔ (۱) مذکورہ حدیث میزان بھی اس پر دال ہے اور درج ذیل احادیث کا اقتضار بھی یہی ہے۔

۲۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول اللہ هل یكون لاحد من الحسنات عدد نجوم السماء قال عمر قلت فاین حسنات ابی بکر قال انما جمیع حسنات عمر کحسنۃ واحده من حسنات ابی بکر ما وادہ ما زین۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے ستاروں جتنی نیکیاں بھی کسی کی ہوں گی۔ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی۔ میں نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی کل نیکیاں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کی طرح ہیں۔ (درزین)

حدیث سید اہل الجنۃ میں ایک تعارض کا حل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

۱۔ سنن ابن ماجہ ۵۲ مشکوٰۃ المصابیح ۵۶ باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
وسلم نحن ولد عبد المطلب
سادة اهل الجنة انا وحمزة وعلی
وجعفر والحسن والحسين والمهدی
رواه الترمذی والحاکم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہم عبد المطلب کی اولاد اہل جنت
کے سردار ہوں گے، میں، حمزہ، علی،
جعفر، حسن، حسین، مہدی۔ (ترمذی،
حاکم)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
الحسن والحسين سيد اشباب
اهل الجنة۔
حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں
کے سردار ہیں۔

نیز فرمایا۔

انا سيد ولد آدم وعلی سيد
العرب رواه الحاکم عن ابن
عباس وعائشة۔

میں اولاد آدم کا سردار ہوں، اور علی
سردار عرب ہے، (حاکم عن ابن عباس
وعائشہ)

امام حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے، مگر اکثر محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں، چند ایک روایات
جو کہ اس کی شاہد ہیں، وہ بھی ضعیف ہیں، (یہ روایات حضرت ابوبکر و عمرؓ کے حق میں وارد متواتر حدیث
سید اکہول اہل الجنة کے معارض نہیں ہیں، اس لئے کہ ان روایات میں بہشت کے تمام
ساکنین پر فضیلت مراد نہیں، اور نہ حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور مہدی کی انبیاء اور
مرسلین پر بھی برتری لازم آئے گی۔

لہذا یہ روایات مخصوص ہیں، بخلاف اس حدیث کے جس کے الفاظ یوں وارد ہیں۔
ابوبکر و عمر سيد اکہول اہل

۱۔ جامع ترمذی باب مناقب الحسن والحسين ص ۲۴۱-۲۴۲۔ المستدرک ج ۲ ص ۱۲۴
۲۔ امام ذہبی کنہ فی المستدرک میں فرماتے ہیں، روایت عائشہ میں عمر بن حسن راسی ہے، اس نے یہ روایت بنائی ہے، ایک دوسری
سند میں حسین بن علوان کتاب دُعا ہے، اور ایک شاہد یعنی منہاج میں عمر بن موسیٰ دجیبی و دُعا ہے اور
جھوٹا باروی موجود ہے، انتہی۔
۳۔ مسند احمد جلد ۲ ص ۶۲۔

الجنة وشياهما الا النبيين
والمرسلين۔
کے سردار ہیں، اور ان کے نوجوانوں کے
بھی سوا انبیاء اور رسولوں کے۔

یہ حدیث امت کے سب افراد کو عام ہے، اس لئے کہ الا النبین والمرسلین سے صرف
انبیاء اور رسول کو ہی مخصوص کیا گیا ہے، اس لئے مذکورہ روایات جو کہ قطعی ہیں اس قطعی
الدلالة اور قطعی السند حدیث سے مخصوص ہیں، جن کا مقصد یہ ہوگا کہ یہ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ سے
بعد دوسروں کے سردار ہیں۔

حدیث علیؓ جس میں انہیں سید العرب کہا گیا، اس سے نسبی سیادت مراد ہے، اور نہ
سید عرب کہنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ عرب دوسروں پر نسبی تفاخر کیا کرتے تھے، اس
اعتبار سے فرمایا۔ کبر عربوں کے سردار علیؓ ہیں، ایک حدیث میں علیؓ اور عباسؓ کے حق
میں وارد ہے۔

اتما سیدا العرب رواہ ابن
عدی۔
تم دونوں عرب کے سردار ہو
(ابن عدی)

یہ روایت بھی سند ضعیف ہے۔
ابوبکرؓ و عمرؓ کی افضلیت پر امت کا اجماع بھی مقتضی ہے، کہ مذکورۃ الصدر
روایات مخصوص ہیں عام نہیں۔
کیا احادیث منقبتہ علیؓ حضرت علیؓ کی منقبت میں وارد احادیث شیخین کی
منافی افضلیت شیخین ہیں؟ افضلیت کے معارض نہیں ہیں، جیسا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی
انت منی وانا منک رواہ البخاری
ومسلم من حدیث البراء۔
اے علیؓ تو میرے میں سے ہے
اور میں تیرے سے (بخاری و مسلم
برادرؓ سے۔

۱۔ کذاب اور مضاعف روایات سے ظن کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس لئے اس روایت کو شیخین کی فضیلت
کے مقابلہ میں درجہ اعتناء ہی نہیں ہونا چاہئے ۱۲۔
۲۔ البخاری فی باب مناقب علیؓ ص ۵۲۵۔

داک عمران

من حسب علیاً فقد سبى
ومن أذى علیاً فقد أذانى -

جو علیؑ کو سب کرتا ہے اس نے
مجھے سب کیا، اور جو علیؑ کو ایذا دیتا ہے
اس نے مجھے ایذا دی،

من اذی عمی فقد اذانی
فان عم الرجل صبر
ابینہ

جو میرے چچا کو ایذا دیتا ہے، اس
نے مجھے ایذا دی، کیونکہ مرد کا چچا اس کے
باپ کی مانند ہوتا ہے۔

انت منی وانا منك تم میرے سے ہو اور میں تم سے۔

عربوں کا دستور تھا کہ وہ مہاجر میں اپنے قرابت داروں کو حاضر کرتے تھے، اسی طرح عہد

۲۹۵۔ اسی طرح اشرعین کے بارہ ہیں جہ ہم منی وانا منہم صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۳ خلیب صحابی شہید کے بارہ میں فرمایا ہذا منی انا منہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۵۔ امام نووی فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے انا منی وانا منہم صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۵۔

لہذا اس حدیث میں حضرت علیؓ کی حضرات شیخین پر افضلیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے
واللہ اعلم بالصواب۔ روافض وغیرہ بدعی فرقوں نے روایات کثیرہ وضع کی ہوئی
ہیں، محدثین ان کا اعتبار نہیں کرتے، بلکہ ان کا جھوٹ اور افترا ہوتا ثابت کرتے
ہیں، ایسی روایات کے ذکر کی ہم ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔
افضلیت شیخین پر اجماع امت اور آثار صحابہ و تابعین
وامم اہل بیت اول ارشاد عبداللہ بن عمر رض۔

(۱۱) ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں تخییر کرتے تھے ہم سب
افضل ابو بکر کو گردانتے، پھر عمر کو پھر
عثمان کو۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے ہم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابو بکر
کے برابر کسی کو نہ قرار دیتے، پھر عمر
کو پھر عثمان ان کے بعد اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم تفاضل
نہ کرتے۔

ابو بکر کی شان عمرؓ کی زبانی (۱۲) حضرت عمرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں فرمایا۔

اے گروہ انصار اے گروہ اہل اسلام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
آپ کے امر کا سب سے زیادہ مستحق
ابو بکر ہے، جو کہ غار میں آپ کا ساتھی

کنا نخیر بین الناس فی
زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فنخیرا بابکر ثم عمر ثم عثمان بن
عفان۔ (انحجۃ البخاری)
وفی تروایۃ کنا فی تزامن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل
ابا بکر احد ائمہ عمر ثم عثمان
ثم نترك اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا نقاضل بینہم۔

یا معشر الانصار یا معشر
المسلمین ان اولی الناس
یاہرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من بعدہ ثانی الاثنین فی القام

۱۵ ج ۱ ص ۵۱۲ باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۶ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۲ باب مناقب عثمان رض۔

ابوبکر السباق المبین۔ اخوجه ابن ابی

ثیبہ عن ابن عباس غنہ۔

تھا، اور سب سے آگے بڑھنے والا۔

(ابن ابی شیبہ بروایت ابن عباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے روز عمرؓ نے فرمایا:-

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے

ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر

نور بنادیا ہے جس سے تم راہ نمائی

حاصل کرو گے، جیسی ہدایت اللہ نے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، اور ابوبکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہے

تمہارے امور کے لئے سب سے

زیادہ مستحق ہے، اٹھوان کی بیعت

کرو، (بخاری بروایت انس عن عمر)

فان يك محمد قد مات

فان الله عز وجل قد جعل

بين اظهركم نوراً تھتون

به، بنا هدى الله محمداً و

ان ابابكر صاحب رسول الله

صلى الله عليه وسلم وانه

اول الناس باموركم فقوموا

فبايعوه اخريجه البخاري عن

انس عنه

نیز شقیفہ بنی ساعدہ میں فرمایا:-

فايكم تطيب نفسه ان

يتقدم ابابكر قالوا يعنى

الانصار نعوذ بالله ان نتقدم

ابوبكر

نیز فرمایا:-

كان والله لان اقدم

فتضرب عنقي لا يقربني ذلك

خدا کی قسم جس قوم میں ابوبکرؓ نہ ہو

اور میں امیر بنوں اس سے بہتر یہ ہے

۱۔ ج ۲ ص ۲۰۲ باب الاستخلاف من كتاب الاحكام۔

۲۔ الاستيعاب لابن أبي عمير ج ۲ ص ۲۴۱ مع الاصابہ۔

۳۔ صحیح بخاری باب رحم الجلی من اتوا کتاب المہاجرین من اهل الکفر والردة ج ۲ ص ۱۰۱۔

گردن اڑادی جائے، میں اس میں
اپنے لئے کوئی گناہ نہیں سمجھتا، ہاں
الایہ کہ موت کے وقت دوسرے
خیالات پیدا ہو جائیں، جو اب میرے
نہیں ہیں

من اثم احب الی من ان اتامر
علی قوم فیہم ابوبکر اللہم
الا ان تسول لی نفسی عند
الموت شیئا لاجدہ الان اخرجہ
البخاری عن ابن عباس۔

نیز فرمایا:-

ابوبکرؓ کی مثل تم میں کوئی آدمی
ایسا نہیں ہے، جس کی طرف سفر
کیا جائے۔

لیس نیکم من یقطع الاعناق
الیہ مثل ابی بکر اخرجہ البخاری
عن ابن عباس۔

نیز فرمایا:-

ابوبکرؓ ہمارا سردار ہے، اور ہم
میں سب سے افضل۔ اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے
زیادہ محبوب۔

ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا
الی ما رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اخرجہ الترمذی عن
عائشۃ عنہ

نیز منبر پر بیٹھے اور فرمایا:-

سب تعریف اللہ کی کہ اس نے
مجھے بنایا کہ میرے اوپر کوئی نہیں
پھر نیچے اترے۔ اس بارہ میں کہا گیا
تو فرمایا میں نے یہ بات اللہ کے شکر
ادا کرنے کے طور پر کہی ہے۔

الحمد لله الذی صیرنی
لیس فوقی احد ثم نزل فقیل
لہ فی ذلک فقال انما فعلت
ذلک للشکر۔

۱۰ ایضا صفحہ ۱۰۹۔

۱۱ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸۔

۱۲ فی الجامع ج ۲ ص ۲۲۸ باب مناقب ابی بکرؓ۔

حضرت عمرؓ نے یہ باتیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار اور مہاجرین کے سامنے فرمائیں۔ انصار نے جواب میں کہا ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابو بکر کے آگے بڑھیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے روز صحابہ کرام کے سامنے ابو بکر کی افضلیت بیان فرماتے رہے کسی نے انکار نہ کیا، یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع تھا۔

فضائل ابو بکرؓ زبان ابو عبیدہ (۳) ابو عبیدہ بن جراح کے پاس کچھ لوگ

بیعت لینے کے لئے آئے تو انہوں نے فرمایا۔

قَاتُوْنِي وَفِيْكُمْ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ
یعنی ابابکر اخرجہ ابن
ابی شیبہ عن محمد بن
سیرین۔

تم میرے پاس آتے ہو، حالانکہ
تمہارے اندر تین میں سے تیسرا موجود
ہے، یعنی ابو بکر صدیق۔ (ابن ابی
شیبہ بروایت محمد بن سیرین)

وامخرج احمد معناه
غیرانہ ذکر استدلال
ابی عبیدہ لا استخلافا
فی الصلوۃ۔

امام احمد نے بھی اس کا معنی روایت
کیا ہے، اس میں حضرت ابو عبیدہ کا
استدلال یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو نماز میں
اپنا نائب بنایا۔

شان ابو بکرؓ بروایت عبدالرحمن بن عوف (۱۴) عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ
کی وفات کے بعد ایک عظیم مجمع میں فرمایا کہ شیخین کی سیرت پر عمل کریں، حاضرین نے تسلیم کیا،
عثمان بن عفان نے یہ شرط تسلیم کر لینے کے بعد فرمایا۔

هل استطیع ان اکون
مثل لقمان الحکیم۔ اخرجہ ابو
کیا میں لقمان حکیم کی طرح بن سکتا
ہوں؟ (الاستیعاب لابن
عبد البر)

حضرت علیؓ نے خود پر عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر مناقشہ کیا، مگر شیخین کی سیرت پر عمل

کرنے پر کوئی اعتراض نہ کیا، اسی طرح مہاجرین و انصار اور افواج اسلام کے امراء میں سے کسی نے بھی مناقشہ و انکار نہ کیا، بلکہ اتباع سیرۃ شیخین کے التزام کا عہد کیا، یہ افضلیت شیخین کی ایک قطعی دلیل ہے۔

افضلیت شیخین پر حضرت علیؓ کے اقوال مقدسہ | اپنی خلافت کے زمانہ میں متعدد مجالس میں حضرت علیؓ نے افضلیت شیخین بیان فرمائی، اس مسئلہ میں جو لوگ

فاسد ظن رکھتے تھے، انہیں تنبیہ کی، یہ آثارِ حدیث تو اتر تک پہنچے ہیں، اذہبیؒ فرماتے ہیں اتنی سے زائد اشخاص حضرت علیؓ نے شیخین کی افضلیت بترتیب روایت کرتے ہیں انتہی۔ حقیقت یہ ہے یہ مسئلہ جتنا حضرت علیؓ نے واضح فرمایا ہے، اتنا کسی نے بھی واضح نہیں کیا، اہل سنت کا کلی اعتماد آپ کے ہی فرامین مقدسہ پر ہے، فرماتے ہیں۔

۵۔ خیر هذه الامم ابو بکر
ثم عرو له طرق۔
نیز مروی ہے۔

محمد بن حنفیہ کہتا ہے، میں نے اپنے
ابا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد لوگوں میں افضل کون ہے؟
فرمایا، ابو بکرؓ میں نے پوچھا پھر
کون؟ فرمایا، عمرؓ، میں نے سوچا
آگے کہیں عثمانؓ نہ کہہ دیں، اس
لئے میں نے سوال کیا، اور پھر آپؐ
فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک
فرد ہوں۔ (صحیح بخاری)

قال محمد بن الحنفیہ
قلت لابی ای الناس خیر
بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال ابو بکر قلت ثم من قال
عمر وخشیت ان یقول
عثمان۔ قلت ثم انت
قال ما انا الا رجل من
المسلمین۔
(مسند ابی بکر البخاری)

۱۵۔ مناقب ابی بکر الصدیقؓ للعلامة محمد بن عبد الوہابؒ ج ۲۔
۱۶۔ جلد ۱۵ باب فضل ابی بکرؓ۔

نیز مروی ہے۔

حدیث ابی جحیفہ

ولہ طرق احدھا۔

۱۔ عن زہر بن حبیش عند قال سمعت علیاً یقول الا اخبرکم بخیر هذه الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم قال الا اخبرکم بخیر هذه الامۃ بعد ابی بکر عمر اخرجہ احمد۔

۲۔ عن الشعبي قال حدثنی ابو جحیفۃ الذی کان یسمیہ علی وھب الخیر قال قال لی علی یا ابا جحیفۃ الا اخبرک بافضل هذه الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم عمرو بعد ھما ثالث آخر ولم یسمہ اخرجہ احمد۔

۳۔ عن ابی اسحاق السبیعی عند قال قال علی خیر هذه الامۃ بعد نبیہا ابوبکر و بعد ابی بکر عمرو و لوشئت

ابو جحیفہ کی حدیث سند کے بہت طریق ہیں،

زہر بن حبیش اس سے مروی ہے کہا میں نے علیؑ سے سنا کہتے تھے کیا تمہیں اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کا پتہ نہ دوں وہ ابوبکرؓ ہے، اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ۔ (احمد)

شعبیؒ کہتا ہے، مجھے ابو جحیفہؒ نے ”جسے حضرت علیؑ نے وہب الخیر کا لقب دیا تھا“ نے حدیث کی ہے کہ علیؑ نے فرمایا اے ابو جحیفہ میں تجھے اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کی خبر دوں؟ وہ ہے ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ۔ اور ان کے بعد تیسرا ہے، اور اس کا نام نہ لیا۔ (احمد)

ابو اسحق سبیعیؒ اس سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہے، اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ میں چاہوں

۱۔ الاستیعاب مع الاصابۃ ج ۲ ص ۲۲۳ میں ہے، عن عبد اللک بن مسروق عن الزہل بن مسروق عن علیؑ السلام قال انخذه الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم عمر و ابی محمد بن الحنفیۃ و عبد خیر و ابو جحیفہ مثلاً انتہی۔ سند احمد جز ۲ ص ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹

اخبار کمز بالثالث لقعدت
اخرجه احمد۔

۴۔ عن عون بن ابی جحيفة
قال كان ابی من شرط علی و
كان تحت المنبر فحدثني ابی
انه صعد المنبر يعني عليا
فحمد الله واثنى عليه
وصلى على النبي صلى الله عليه
وسلم فقال خير هذ
الامة بعد نبينا ابوبكر
والثاني عمرو قال يجعل الله
الخير حيث شاء واحب اخرج احمد۔

۵۔ اخرج الدارقطني و
الحافظ ابوذر عبد بن حميد
بن محمد الانصاري الهروي
من طرق متنوعة عن ابی جحيفة
قال دخلت على علي في بيته
فقلت يا خير الناس بعد
رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال مهلا يا ابا
جحيفة الا اخبرك بخبر
الناس بعد رسول الله صلى
الله عليه وسلم ابوبكر وعمر

تو قیسرے کی بھی تمہیں اطلاع دے دوں
تو دے سکتا ہوں۔ (احمد)

عون بن ابی جحيفة کہتا ہے میرا باپ
علیؑ کا سپاہی تھا، اور منبر کے نیچے
بیٹھتا تھا، مجھے میرے باپ نے حدیث
کی کہ علیؑ منبر پر چڑھے، اور اللہ کی
تعریف کی، اور شہاد کی۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، پھر کہا اس
امت کے نبی کے بعد اس امت میں
افضل ابوبکر ہے، اور دوسرا عمر۔ نیز
کہا اللہ تعالیٰ جہاں چاہے، اور پسند
کرے، بھلائی بنادیتا ہے، (احمد)

دارقطنی اور حافظ ابوذر عبد بن
حميد بن محمد انصاري بهروى ابو جحيفة
سے مختلف اسانید سے روایت
کرتے ہیں، کہ میں علیؑ کے گھر گیا میں
نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد اے سب سے افضل انسان
تو علیؑ نے فرمایا رک جا، اے ابو جحيفة
میں تجھے بتا دیتا ہوں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کون ہے
ابوبکر اور عمرؓ۔ اے ابو جحيفة میرا بعض
اور ابوبکر و عمر کی محبت کسی مؤمن کے

وَمَعَكُمْ يَا أَبَا حَجِيْفَةَ لَا يَجْمَعُ بَعْضُ حَبِيبِي بَعْضٌ دَلَّ فِي مَجْمَعٍ هُنَّ سَكَنَتِ .

وَاخْرَجَهُ الدَّارِقُطْنِي عَنْ أَبِي حَجِيْفَةَ أَنَّهُ كَانَ يَدْرِي أَنَّ عَلِيًّا

أَفْضَلَ الْأَمَّةِ فَسَمِعَ أَقْوَامًا يَخَالِفُونَهُ فَحَزَنَ حَزْنًا شَدِيدًا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ بَعْدَ أَنْ أَخَذَ بِيَدِهِ

وَادْخَلَ بَيْتَهُ مَا أَخْبَرْتِكَ يَا أَبَا حَجِيْفَةَ فَذَكَرَ لَهُ الْخَيْرَ فَقَالَ لَهُ إِلَّا أَخْبَرْتُكَ بِخَيْرٍ هَذِهِ

الْأَمَّةُ خَيْرُهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عَمْرُ قَالَ أَبُو حَجِيْفَةَ فَأَعْطَيْتُ اللَّهَ عَهْدًا أَنْ لَا أَكْتُمُ

هَذَا الْحَدِيثَ بَعْدَ أَنْ شَافَنِي بِهِ عَلِيٌّ مَا بَقِيَتْ .

۶۔ مَا أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ مُحَمَّدُ بْنُ حَسَنِ الْأَجْرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ عَنْ أَبِي حَجِيْفَةَ رَضِيَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا

عَلَى مَنْبَرِ الْكُوفَةِ يَقُولُ خَيْرُ هَذِهِ الْأَمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عَمْرُ انْتَهَى .

روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے یہ ارشاد کوفہ کے منبر پر بھی فرمایا اور اپنے گھر میں بھی اس کا اظہار کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی سے ایک اور روایت مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

وَمَعَكُمْ يَا أَبَا حَجِيْفَةَ لَا يَجْمَعُ بَعْضُ حَبِيبِي بَعْضٌ دَلَّ فِي مَجْمَعٍ هُنَّ سَكَنَتِ .

وَاخْرَجَهُ الدَّارِقُطْنِي عَنْ أَبِي حَجِيْفَةَ أَنَّهُ كَانَ يَدْرِي أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلَ الْأَمَّةِ فَسَمِعَ أَقْوَامًا يَخَالِفُونَهُ فَحَزَنَ حَزْنًا شَدِيدًا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ بَعْدَ أَنْ أَخَذَ بِيَدِهِ

وَادْخَلَ بَيْتَهُ مَا أَخْبَرْتِكَ يَا أَبَا حَجِيْفَةَ فَذَكَرَ لَهُ الْخَيْرَ فَقَالَ لَهُ إِلَّا أَخْبَرْتُكَ بِخَيْرٍ هَذِهِ الْأَمَّةُ خَيْرُهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عَمْرُ قَالَ أَبُو حَجِيْفَةَ فَأَعْطَيْتُ اللَّهَ عَهْدًا أَنْ لَا أَكْتُمُ

هَذَا الْحَدِيثَ بَعْدَ أَنْ شَافَنِي بِهِ عَلِيٌّ مَا بَقِيَتْ .

ان خیر هذه الامة بعد
نبيها ابو بكر وعمر فقال رجل
فقال وانت يا امير المؤمنين
فقال نحن اهل بيت لا يوازيها
احد -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس
امت میں افضل ترین ابو بکر و عمر
ہیں، ایک مروت نے کہا اور آپ لے
امیر المؤمنین تو انہوں نے کہا ہم تو اہل
بیت ہیں ہمارے برابر تو کوئی بھی نہیں۔

اس روایت میں اصنافی الفاظ یعنی نحن اهل بيت لا يوازيها احد موضوع اور باطل
ہیں کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں اور صحیح روایات کے مناقض ہیں۔

نیز حضرت علیؑ سے مروی ہے:-

قال ابراهيم الخنعي ضرب
علقمة بن قيس هذا المنبر وقال
خطبنا على علي هذا الا لمنزلة محمد
الله واشتق عليه وذكر ما شاء
الله ان يذكر فقال ان خير الناس
كان بعد رسول الله صلى الله
عليه وسلم ابو بكر ثم عمر ثم احدثنا بعدهما
احداثا يقضي الله فيها - اخرج احمد

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں علقمہ نے
اس منبر پر ہاتھ مارا، اور کہا علیؑ
نے خطبہ دیا، اللہ کی تعریف و ثنا
کہی، اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکرؓ
ہے، اور پھر عمرؓ اس کے بعد ہم نے
نئی نئی باتیں پیدا کر لی ہیں، اللہ ان
میں فیصلہ فرمائے گا۔ (احمد)

ایک اور روایت میں ہے:-

نزال بن ميسرة فرماتے ہیں، علیؑ نے کہا:-

خير هذه الامة بعد نبيها
ابو بكر وعمر اخرج احمد
في الاستيعاب -

اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد افضل ترین ابو بکرؓ و
عمرؓ ہیں، (الاستيعاب لابن عبد البر)

عبد الخیر کی روایات از علیؑ و طرق کثیرہ

احداھا عن حبیب بن ثابت
عند عن علی انه قال الا انبئکم
بخیر هذه الامّة بعد نبیہا
صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر
ثم عمر اخرجہ احمد۔

۲۔ عن المسیب بن عبد الخیر
عن امیہ قال سمعت علیاً یقول
ان خیر هذه الامّة بعد نبیہا
ابو بکر ثم عمر۔

اخرجہ احمد

۳۔ عن ابی اسحاق عنہ قال
سمعت علیاً یقول علی الامتیر
خیر هذه الامّة بعد نبیہا ابو بکر
وعمر ولو شئت ان اسمی
الثالث لسمیة۔

اخرجہ احمد۔

۴۔ عن عبد الملك بن سلع عنہ
قال سمعت علیاً یقول قبض
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علی خیر ما قبض فی
من الانبیاء واثنی علیہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال ثم
استخلف ابو بکر فعمل

عہ حبیب بن ثابت اسی یعنی عبد الخیر
سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے کہا میں تمہیں
اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد سب سے افضل کا پتہ دوں ؟
ابو بکر ہے، اور پھر عمر رضی اللہ عنہ (احمد)

۲۔ مسیب بن عبد الخیر اپنے باپ سے
راوی ہے، اس نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا
انہوں نے فرمایا اس امت میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ابو بکر
ہے، اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ (احمد)

۳۔ ابو اسحاق وہ اس سے کہا
میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا منبر پر فرما رہے
تھے، اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد افضل ابو بکر ہے، اور پھر عمر رضی اللہ عنہ
اگر میں تمہارے کا نام لینا چاہوں، تو
لے سکتا ہوں۔ (احمد)

۴۔ عبد الملك بن سلع وہ اسی
سے کہتا ہے، میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ
انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وفات پا گئے، اس سے بہترین
حالت پر جس پر انبیاء نے وفات پائی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی، اور
پھر کہا، پھر ابو بکر خلیفہ ہوا، اور رسول اللہ

قریشی نوجوان، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدا جوان کی اقتدا کرے، وہ بچ گیا، جوان کے آثار کی اتباع کرے، صراط مستقیم پر کامزن ہوا، جوان کی سیرت کو مضبوط پکڑے وہ اللہ کے گروہ میں شامل ہے۔

(حافظ ابوطاہر احمد بن السلفی)

ایک شخص فضیلت شیخین کا مقتدہ تھا۔ حضرت علیؑ نے اسے تنبیہ فرمائی۔ حکم بن حجل سے کہہ دیا اس نے کہا جو شخص ابوبکر و عمر پر مجھے فضیلت دے گا، میں اسے مضری کی حد لگاؤں گا۔ (الاستیعاب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چلے گئے، آپ کے بعد ابوبکرؓ رخصت ہوئے، اور پھر عمرؓ تشریف لے گئے اس کے بعد فتنے پیچھے پیدا ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا معاف کرے گا۔ (حاکم)

فضیلت عمرؓ میں اقوال علی بن ابی طالبؓ

لوگوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں

الاسلام درجہ لاقریش والمقتدی بہما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقتدی بہما عصم ومن اتبع آثارها هدی الی الصراط المستقیم ومن تمسک بہما فهو من حزب اللہ اخرجہ الحافظ ابوطاہر احمد بن السلفی الاجتہادی بسند ۵۔

عن الحکم بن حجل قال قال علی لا یفضلنی احد علی ابی بکر وعمر الا جلدتہ جلد المفتوی اخرجہ ابو عمرو فی الاستیعاب۔ تیز علی بن ابی طالب نے فرمایا:۔ سبق بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابوبکر وثلث عمر ثم خطبتنا فتنه ویعضو اللہ من یشاء اخرجہ الحاکم فی من حدیث قیس المناذقی عندہ۔

ما من الناس احدا خیر الی

ان القى الله بما فى صحيفته من
هذا المسجى يعنى عمر ولس
طراق -

منها حديث ابن عباس
قال وضع عمر على سريره فتكف
الناس يد عون ويصلون قبل
ان يرفعوا انا فيهم فاحد يرعى
الارجل اخذ منكبي فاذا على
فترح على عمرو قال ما خلفت
احدا احب الى ان القى الله
بمثل عمله منك والحمد لله ان
كنت لاظن ان يجعلك الله
مع صاحبك وحسبت انى
كنت كثيرا مع النبی صلی
الله عليه وسلم يقول ذهبت
انا وابوبكر وعمر دخلت انا
وابوبكر وعمر وخرجت انا
وابوبكر وعمر - اخرج البخاری -

وقتها حديث سفیان بن
عیینة عن جعفر الصادق عن
ابیہ محمد الباق عن جابر بن عبد الله
ان علیا دخل علی عمرو وهو مسجى فقال

له فی الصحيح ۵۰ باب من باب عمر -

ہے کہ میں اس کے نامہ اعمال میں اللہ تعالیٰ
سے ملوں، سوائے اس کپڑوں میں ڈالنے
شخص یعنی عمر کے -

ابن عباس فرماتے ہیں، عمر نہ کھارٹ
پر رکھے گئے، لوگ ارد گرد جمع ہو گئے
وعا کر رہے تھے، میں بھی ان میں تھا اچانک
ایک شخص نے میرا کاندھا پکڑا - وہ
علیؓ تھا، اس نے عمرؓ کے حق میں دعا
کی، اور کہا تو اپنے پیچھے کوئی ایسا آدمی
نہیں چھوڑنے جا رہا کہ میں پسند کروں
اس کے سے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ
نے ملوں، خدا کی قسم میں یقین میں تھا،
کہ اللہ تعالیٰ ضرور تجھے تیرے ساتھیوں
کے ساتھ اکٹھا کرے گا، کیونکہ میں عام
طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا کرتا تھا، فرماتے ہیں گئی، اور
ابوبکر و عمرؓ میں اندر آیا، اور ابوبکر و
عمرؓ میں نکلا اور ابوبکر و عمرؓ صحیح بخاری
امام جعفر صادقؑ اپنے باپ محمد باقرؑ
سے وہ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت
کرتے ہیں کہ عمرؓ کفنائے ہوئے تھے،
علیؓ نے کہا خدا تیرے پر رحم کرے

صلی اللہ علیک ثم قال ما من الناس
احد احب الی ان القى الله بما فی
صحیفته من هذا المسجی اخرجہ الحاکم۔
واخرجہ محمد بن الحسن
فی الآثار عن ابی حنیفہ عن ابی
جعفر الباقر مرسلًا۔

ومنها حدیث ابن عمر
قال وضع عمر بن الخطاب
بین المنبر والقبر فجاء علی حتی
قام بین یدی الصفوف
فقال هو هذا ثلث مرات
ثم قال ۛ حنک الله علیک
ما خلق الله احدا احب الی
ان اللقاء الله بصحیفته بعد
صحیفۃ النبی صلی الله علیہ وسلم
من هذا المسجی ثوبہ اخرجہ احمد۔
ومنها حدیث ابی حنیفہ

قال کنت عند عمرو هو مسجی
ثوبہ وقد قضی ثوبہ فکشف
علی الثوب عن وجهہ۔ ثم
قال رحمۃ الله علیک ابا حفص
فوالله ما بقی بعد رسول الله
صلی الله علیہ وسلم احدا احب الی

له منہ خیر مرسل

لوگوں میں کوئی ایسا انسان نہیں جس کے
صحیفہ اعمال کے ساتھ میں خدا سے ملنا
چاہوں سوائے تیرے۔ (حاکم)
محمد بن حسن نے بھی الآثار میں روایت
ابو حنیفہ یہ حدیث ابو جعفر الباقر سے
مرسلہ روایت کی ہے،

ابن عمرؓ کہتے ہیں عمر بن خطابؓ
کا جنازہ منبر اور قبر کے مابین رکھا گیا، علیؓ
آیا، اور صفوں کے آگے کھڑا ہوا، اور تین
بار کہا وہ یہی ہے، پھر کہا اللہ تعالیٰ تجھ
پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ کسی ایسے کو پیدا نہیں
جس کے نامہ اعمال کے ساتھ میں
اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کروں، اس
کفنائے ہوئے شخص کے سوا، البتہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ
ہیں۔ (احمد)

ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں میں عمرؓ کے
سپاہی تھا، وہ فوت ہو چکے تھے، اور
کفن میں مستور تھے، علیؓ پہرے پر سے
کیڑا ہٹایا، اور کہا اے ابو حفص اللہ تع
تجھ پر رحم کرے، خدا کی قسم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص
باقی نہ ہے، جس کے صحیفہ اعمال کے

ان القی الا بصحیفۃ منک - ساتھ میں خدا تعالیٰ سے ملاقات پسند کروں

تیرے سوا (احمد)

اخرجہ احمد -

حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت پر علیؓ نیز امام حاکمؒ نے صعصعہ بن صوحان کی روایت کا ایک اور فرمان بوقت وفات نقل کی ہے کہ جب ابن بلجم نے علیؓ کو مارا اور ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا -

یا امیر المؤمنین استخلف

علینا فقال ان یعلم اللہ فیکم

خیرا یول علیکم خییرا کہ

قال علی فعملہ اللہ فینا خیرا

فولی ابا بکر -

اخرجہ الحاکم

اے امیر المؤمنین آپ ہم پر خلیفہ

مقرر کریں، فرمایا، اگر خدا تعالیٰ تم میں

اچھائی پائے گا، تو تم میں سے افضل

کو مستوی بنائے گا، ہمارے اندر اچھائی

پائی تو ابو بکرؓ کو اس نے مستوی کیا

تھا - (حاکم)

غرض یہ ہے کہ فضیلت شیخین پر حضرت علیؓ کے اقوال باسانید متواتر ثابت ہیں۔ کسی کو انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے، وافض ان اقوال کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں تقیہ کی تردید ہم پہلے کر آئے ہیں، مذکورہ مواقع پر تقیہ کا احتمال ہی نہیں پیدا ہو سکتا، اس لئے کہ حضرت علیؓ نے اپنے فرزند کے استفسار پر فضیلت بیان کی، اس کے سامنے تقیہ کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے، ابو جحیفہ کی حدیث میں وارد ہے کہ حضرت علیؓ نے فضیلت شیخین منبر کوفہ پر بیان کی، علیؓ کوفہ میں مکمل فتح کے بعد اور جنگ اہل بصرہ کے بعد گئے تھے، اس وقت کوفہ میں ان کا ہی غلبہ تھا، اور وہ وہاں نہایت طاقتور تھے، ابو بکر و عمرؓ کو فوت ہوئے مدت مدید گزر چکی تھی، تقیہ کس لئے کرتے، ابو جحیفہ ہی کی ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے گھر میں یہ ارشاد فرمایا تھا، جبکہ ابو جحیفہ ان کا عقیدت مند تھا، اور علیؓ کے خلاف کسی طرح کی گفتگو سے وہ غمگین ہو جاتا تھا، اس کے سامنے تقیہ ایسا فرمانے میں کیا تک ہے، اگر تقیہ کرتے یا کسر نفسی فرماتے تو معاویہؓ کے ساتھ مناقشہ کیوں کیا، اور کسر نفسی نہ کی، بلکہ اس

لے ر مشد فی حشرہ بنی ہاشم ۱۸۲-۱۸۳ عن شقیق عن علیؓ

کے مقابلہ میں فرماتے ہیں:-

انی عبد اللہ و اخو رسول
اللہ و انا الصدیق الاکبر
لا یقولہا بعدی الا کاذب۔
صلیت قبل الناس

بسبع سنین۔

میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ کے رسول
کا بھائی۔ میں صدیق اکبر ہوں، میرے
بعد جو شخص یہ کہے گا، وہ جھوٹا ہوگا۔
میں نے لوگوں سے سات سال
پہلے نماز پڑھی ہے۔

افضلیت شیخین بزبان | اس بارہ میں عبداللہ بن مسعود سے کافی اقوال منقول
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں، فرماتے ہیں:-

۱۶۔ قال ابن مسعود اجعلوا امامکم
خیرکم فان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم جعل امامنا
خیرنا بعدہ و قال لو وضع علم
احیاء العرب فی کفة میزان
و وضع علم عمر فی کفة لرجح
علم عمر و لقد کانوا انہ ذہب
بتسعة اعشار العلیہ و لمجلس
کنت اجلسہ من عمر او ثقی
عندی من عمل سنتہ۔

ابن مسعود نے فرمایا تم اپنے میں
سے افضل کو امام بناؤ، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہمارا امام اپنے بعد افضل
کو ہی بنایا۔ اور فرمایا قبائل عرب کا علم
اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور
عمر کا علم دوسرے پلڑے میں تو عمر کا
علم بڑھ جائے۔ کہتے تھے کہ علم کے وٹل
حصوں میں تو عمر بڑھے گئے۔ یہ وہ مجلس
جس میں عمر کے ساتھ بیٹھتا، میرے
نزدیک عمل بالسنۃ سے زیادہ
پر وثوق ہوتی تھی۔

یہ اقوال امام ابو عمر ورنے الاستیعاب میں درج فرماتے ہیں:-

۱۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۲۱ اس کی سند منکر ہے تفصیل پہلے مذکور ہوئی۔

۲۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۴۲۔

۳۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۵۶۔

۷ نشان عمر بن زبان حذیفہؓ | حضرت حذیفہؓ صحابی فرماتے ہیں۔

کان علما الناس قد دس فی حجر
عمر مع علم عمر (الاستیعاب لابن عمرو)
سب لوگوں کا علم عمر کے علم
میں سما چکا ہے۔

۸ نشان عمر بن زبان سعد بن ابی وقاص | سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔

کان عمرا زهدا فی الدنیا۔
اخرجہ ابن ابی شیبہ۔
عمرؓ ہم میں دنیا سے سب سے زیادہ
بے رغبت تھے۔

۹ اشعار حسان بن ثابتؓ ابو بکرؓ | امام حاکمؒ حبیب بن ابی حبیب سے روایت کرتے ہیں
کہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو فرمایا تم نے ابو بکرؓ کے
بارہ میں کوئی شعر کہے ہیں، سناؤ، حضرت حسان نے فرمایا مہ

۱۔ وثافی اثنین فی الخاسر وقد
طاف العدو به ان صاعد الجبل
غار میں وہ دوسرا تھا یقیناً
دشمن نے پہاڑ پر چڑھ کر اس کا احاطہ کیا

(۲) وكان حب رسول الله وقد علموا

من المخلاتق لم يعدل به بدا لا

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب تھا۔ سب جانتے ہیں کہ آپ نے

مخلوق میں اس کا بدل کسی کو نہیں بنایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر مسکرائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

مسکرانا رضا مندی کی دلیل ہے، لہذا یہ روایت حکما مرفوع ہے۔

نیز مجاہد بن سعید کہتا ہے، شعبی سے پوچھا گیا سب سے پہلے اسلام کس نے

قبول کیا، شعبی نے جواب دیا کہ تم حضرت حسان کے شعر نہیں سنے، وہ فرماتے ہیں مہ

(۳) خیر البرية اتقاها واعلمها

بعد النبی وادفاها بما حملا

وہ مخلوق میں افضل سب سے زیادہ متقی اور انصاف والا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰ حبیب ص ۲۵۶۔

کے بعد اور ذمہ داری کو سب سے زیادہ نبائے والے

(۴) الثاني التالي المحمود مشہد

وادل الناس منهم صدق الرسل

دوسرا آپ سے متصل ان کا حضور قابل تعریف اور لوگوں میں سب سے

پہلے رسولوں کی تصدیق کرتے والے

ابو محجن ثقفی کا ابو بکرؓ کے حق میں ایک شعر | ابو محجن ثقفی نے حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت

میں اشعار کہے ہیں جو کہ الاستیعاب میں مذکور ہیں ایک شعر یہ ہے

وسمیت صدیقا وکل مہاجر

سوالک لیسمی باسمہ غیر منکر

وآپ کا نام صدیق رکھا گیا جب کہ آپ کے سوا دوسرے مہاجرین

اپنے ہی ناموں سے موسوم ہیں

حضرت ابن عمرؓ اور سعید بن المسیب کے اقوال اوپر بیان ہو چکے ہیں۔

امام مسروقؒ فرماتے ہیں:-

حب ابی بکر وعمر معرفة فضلهما

من السنة اخرجہ ابو عمرو۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:-

من زعمان علیا کان حق

بالولاية منهما فقد خطا ابا بکر و

عمر والمهاجرين والا نصبا

رضی اللہ عنہما وما اسما

یرتفع مع هذا عملی السماء

سواک ابو داؤد۔

جو شخص کہتا ہے کہ علیؓ ولایت

میں ان دونوں سے زیادہ استحقاق

رکھتے تھے، وہ ابو بکرؓ و عمرؓ اور مہاجرین

والنصار کو خطا پر کہتا ہے۔ خدا تعالیٰ

ان سب پر راضی ہوا۔ میں دیکھتا ہوں

کہ ایسے شخص کے عمل آسمان کی طرف پرواز نہ کریں گے

ایک سوال ابو عمرو الاستیعاب میں فرماتے ہیں:-

ذكر عبد الرزاق عن معمر

قال لو ان رجلا قال عمرا افضل

من ابي بكر ما عنقه وكذا لك لو قال

علي عندي افضل من ابي بكر لم

اعنقه اذا ذكر فضل الشيخين

واحبهما واشتى عليهما بما هما اهل

فذكرت ذلك لوكيع فاعجبه

واشتهاه وقال ابو عمرو واختلف

السلف في تفضيل ابي بكر و

علي-

عبد الرزاق معمر سے روایت کرتے
ہیں، انہوں نے کہا اگر ایک شخص عمر کو
ابوبکر سے افضل کہتا ہے، میں اس کو نہ روکوں
اسی طرح اگر وہ کہے علی ابوبکر سے
افضل ہے، تو اسے کچھ نہ کہوں ہاں
جیکہ شیخین کے فضل کا قائل ہو، ان
سے محبت کرے، اور ان کی ان کے
استحقاق کے قدر تعریف کرے، میں نے
معمر کی یہ بات دیکھ کر سنائی، تو انہوں
نے اس پر تعجب کیا، اور اس کو پسند کیا،
ابو عمرو فرماتے ہیں سلف میں ابوبکر و علی کی
تفضیل میں اختلاف ملے ہے۔

جواب اولاً یہ ہے کہ امام ابو عمرو نے معمر کے مذکورہ قول کو ذکر کر کے اس کی تردید کی ہے
جیکہ آثار و احادیث مرفوعہ (جو کہ شیخین کی علی پر فضیلت پر دلالت کرتی ہے) ذکر کریں
لہذا معمر کا قول ختم ہو گیا، نیز معمر کے اس قول سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ان کے مابین عدم
تفضیل کا قائل ہے، ہو سکتا ہے اس کے ہاں تفضیل شیخین دلیل قطعی سے ثابت ہو،
جیسا کہ امام باقلانی اور امام الحرمین کا نظریہ ہے معمر نے دلیل قطعی پر عدم اطلاع کی وجہ
سے لم اعنقه کہا۔ یعنی اسے تعنیف نہ کروں۔

باقی رہا ابو عمرو کا یہ کہنا کہ "تفضیل ابی بکر و عمر اور علی میں سلف کا اختلاف ہے"
امام ابو عمرو کے سیاق کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلفاء ثلاثہ کے بعد سب لوگوں پر فضیلت
علی رضی اللہ عنہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے۔

ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ بعض سلف سے ایسے اقوال منقول ہیں، جو کہ صدیقؑ پر علیؑ کی تفصیل کے موافق ہیں، ہم ان اقوال کے ظاہر سے صرف نظر کریں گے، کیونکہ قوی اولہ کا تقاضا ہے کہ شیخین افضل ہیں، ہاں ان مبہم اقوال سے یہ ضرور ثابت ہو جائے گا، کہ غیر خلفاء ثلاثہ پر علیؑ کو افضلیت حاصل ہے۔

ثانیاً۔ اس لئے کہ جماع میں فقہاء کا قول معتبر ہے، عوام کی باتیں نہیں، فقہاء صحابہؓ مثلاً ابو بکر و عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری، ابن عمر، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، عبد الرحمن بن عوف، ابو عبیدہ بن الجراح، طلحہ، انس، ابو ہریرہ، جابر، حدیفہ، عائشہ، حسان بن ثابت، ابو جحیفہ، وغیرہ وغیرہ اور سعید بن المسیب، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبی، حسن بصری، ابراہیم النخعی، علی بن حسین، محمد باقر، جعفر صادق، عبد الحزیر، ابو حنیفہ شافعی، مالک، احمد بن حنبل ایسے فقہاء امت کے مقابلہ میں کوئی غیر مجتہد ان کے خلاف بات کہے، اس سے جماع نہیں ٹوٹے گا، اکثر جماعی مسائل میں باختلاف آراء بھی ہوا، جیسا کہ حد شرب خمر، شیخ قرآن در مصاحف وغیرہ اختلافی اقوال پائے جاتے ہیں، حق ظاہر ہو جانے کے بعد ایسے اقوال مرجوح قرار پائے، اور جماع منعقد ہو گیا۔

ثالثاً۔ جمہور کے نظریہ کے برعکس سلف میں سے افضلیت کے بارہ میں کسی کا قول ثابت ہو بھی جائے، اسے جزئی فضیلت پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ امام مالکؒ نے حضرت فاطمہؑ کے حق میں فرمایا۔

لَا نَعْدِلُ بِبَعْضَةِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا
بِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کی جگہ گوشہ کے برابر کسی کو نہیں کرتے۔

اس قول سے معلوم ہوا کہ فاطمہؑ علیؑ رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ہیں، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، اس قول کا محل بھی یہی جزئی فضیلت ہے۔

اس تحقیق کی روشنی میں معمر بن کے قول کا یہ مطلب بنتا ہے، جس میں کوئی نزاع نہیں۔

لَوْ أَنَّ رَجُلًا قَالَ عُمَرُ أَفْضَلُ
مَنْ أَبِي بَكْرٍ يَعْنِي مَنْ وَجَدَ لَا عَفْوَ
اگر کوئی شخص کسی خاص بات میں عمر
کو ابو بکر سے افضل کہے، میں اس کو نہ روکوں گا

ولو ان رجلا قال علی افضل من ابی بکر اور اگر کسی خاص بات میں علی کو ابو بکر سے
من وجه لا اعتقه۔ فضیلت ہے تو بھی تعین نہ کروں

افضلیت شیخین پر ایک عقلی دلیل

بنیاد فضیلت افضلیت ایک چیز کی دوسری پر کسی قدر مشترک صفت میں زیادتی کا نام
ہے، اگر وہ صفت مشترک کا اعتبار نہ کیا جائے، یا وہ صفت ایک میں زیادہ نہ ہو، فضیلت
ثابت نہ ہوگی، کلی فاضل کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز اس صفت میں جس کا متکلم اکثر اوقات
واحوال میں اعتنا کرتا ہے، دوسری چیز پر فائق ہو، لہذا عرف عام میں فاضل کی کا یہ مفہوم ہوگا،
کہ اکثر عقل مند اور اشرف انہن جس صفت کا اعتنا کرتے ہیں، وہ کس میں زیادہ ہے، جس طرح
الماس بلور پر کلی فاضل رکھتا ہے، کیونکہ عام عقل مند ان کی قیمت کے اعتبار سے ان کی
فضیلت کا فیصلہ کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کسی جزوی بات میں بلور کو الماس پر زیادتی حاصل
ہو۔ اسی طرح گھوڑا گائے سے بہتر ہے، اگرچہ کھیتی باڑی کے اعتبار سے گائے بہتر ہے،
اشیاء میں فضیلت کا معیار پھر ہر ہر طالب فہم کے اعتبار سے مختلف ہو جاتا ہے، بادشاہوں
کے نزدیک کلی فاضل اسے حاصل ہے جو بادشاہ کی ضروریات کے لئے رجاں جمع کر سکے
جنگی تدابیر سوچ سکے۔ اموال خراج کی وصولی کر سکے۔ سیاست مدن میں ماہر ہو، اور وہ
امور جن کا تعلق ریاست کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً سخاوت، شجاعت، حسن تدبیر، اصلاح
امور عوام و فاء عہدہ۔ دانائی۔ مہارت وغیرہ وغیرہ زیادہ ہو۔

علماء کے ہاں فاضل کا معیار کچھ اس طرح ہوگا کہ ایک فرد عقل و فہم و حفظ و وسعت علم
میں فائق ہو، تحریر و تقریر پر قدرت کاملہ رکھے، لوہاروں کے اعتبار سے فاضل یوں ہے کہ
آلات حرب اور لوگوں کی ضروریات کی چیزیں عمدہ بنا سکے، اب کسی دوسری بات
میں مفضول کو افضل سے برتری حاصل ہو بھی جائے، مثلاً اسے علو نسب حاصل ہے،
یا فصاحت زبان یا جسمانی جمال سے مستفید ہے، تو اسے جزئی فضیلت کہا جائے گا،
اس کے لئے فاضل کی کا اطلاق نہ ہو سکے گا۔

اس تمہیدی بیان سے آپ جان چکے ہیں کہ ہر قوم کے اعتبار سے فاضل کلی

مختلف ہے، ایک ملت جس کی طرف اللہ کا رسول علم و کتاب کے ساتھ مبعوث ہو چکا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اس پیغمبر کی اتباع میں ہی سعادت حاصل ہو سکتی ہے، اور یہ رسول فضل و کمال کا میزان ہے، اور تمام انسانوں اور فرشتوں سے اللہ کے قرب میں برتر ہے، اور قیامت کے دن اجر و ثواب میں سب پر فائق ہے اس ملت میں فضل کلی اس انسان کو حاصل ہو گا جو کہ صفات رسالت میں رسول کے ساتھ سب سے زیادہ تشابہ رکھتا ہے، اور اس کی سب سے زیادہ مدد کی، اس کے دین پھیلانے میں سب سے زیادہ تکالیف برداشت کیں، رسول اور اس کی امت کے درمیان تردد و توجع علوم اور تربیت امت میں واسطہ بنا رہا، جس کے اندر یہ صفات بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں، وہ افضل ہے، اور اگر کوئی دوسرا شخص کمال کی کسی ایک صفت میں مثلاً شرافت نسب میں یا حسن و جمال میں یا لحن و لودی میں یا بے رغبتی و بنا میں دوسروں سے زیادہ ہے، اسے جزئی بات میں افضل کہا جائے گا، وہ افضل کلی کا مستحق نہیں ہے۔

لہذا پہلے رسالت کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات متعین کیجئے، اور وہ صفات بھی جو کہ اللہ کے نزدیک قربیت کا سبب ہیں، اور کثرت ثواب کا باعث۔ تاکہ اس میزان پر افضل کا پتہ چل سکے۔

صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ انسان راہ ہدایت معلوم کریں۔ معرفت حق انہیں حاصل ہو، دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے کاموں سے مکمل آگاہی پائیں، اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت و ارادہ محتاج اسباب نہ ہے۔ اگر وہ چاہتا بلا واسطہ سب کو ہدایت دے دیتا ارشاد ہے۔

ولو شئنا لا تینا کل نفس
اگر ہم چاہتے ہر نفس کو ہدایت
دے دیتے۔

ہدایا۔ (الحج السجدہ ۱۱۳)

چونکہ عادیۃ الہی یہ ہے کہ امور دنیا اس نے اسباب سے معلق فرما دیئے ہیں، لہذا ہدایت کے لئے اپنے رسل اور انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، اور انسانوں کی اپنی برادری اور انہیں کی جنس سے تاکہ تاثیر مکمل ترین ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اللہ تعالیٰ نے واسطہ رحمت اور جوارہ قدرت قرار دیا، ارشاد عالی ہے:-
وما ارسلناك الا رحمة
للعالمين۔ (الانبیاء ۱۰۷)

نیز ارشاد ہے:-
وما امرت اذرميت ولكن
الله رمي (الانفال ۱۷)

نیز فرمایا ہے:-
ان الذين يبايعونك
انما يبايعون الله يد الله فوق
أيديهم (الفتح ۱۰)

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے
ہیں، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت
کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ
کا ہاتھ ہے۔
اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور محبت حاصل
کرنے کا ذریعہ بنایا۔ ارشاد ہے:-
من يطع الرسول فقد اطاع
الله (النساء ۸۰)

نیز ارشاد ہے:-
قل ان كنتم تحبون الله
فاتبعوا في محبيكم الله۔
د آل عمران (۳۱)

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو
میری اتباع کرو، خدا تمہیں محبوب
بنالے گا۔
آپ کے باطن کو طبع مستقیم پر پیدا فرمایا تاکہ فیوض الہی کے اخذ سے انحراف
نہ کرے، اور مبداء قیاض سے علوم لدنی و تشریعی کما ہی حاصل کرے، ارشاد ہے:-
ما ذا غ البصر وما طغى
(النجم ۱۷)

آپ کو عقل کامل اور قلب سلیم عطا فرمائی، تاکہ علوم و معارف میں خطائے کرے،
ارشاد ہے:-

ما کذب الفواد ما رأی (النجمہ ۱۱) جو دیکھا دل نے غلط نہیں سمجھا۔

آپ کی عقل کو مطاوع علوم ربانی اور آپ کے نفس کو تابع عقل اور آپ کے
جو ارح کو تابع نفس بنایا۔ ارشاد ہے:-

وانک لعلی خلق عظیم

یقیناً آپ عظیم اخلاق کے مالک

ہیں۔

(القلم)

اللہ کی مہربانی و لطف آپ کے شامل حال ہوئی کہ فرشتہ کی وساطت سے
اور براہ راست علوم حقہ آپ کی طرف نازل ہوئے، ارشاد ہے:-

ووجدك ضالاً فهدی

اور آپ کو نادان فہد کیا

ہدایت کی۔

(الضحیٰ ۷)

مذکورہ الصدرات تمام صفات کا تعلق امتداد و کمال سے ہے، اس طرح آپ کو قوت
باطنی مؤثرہ سے سرفراز فرمایا۔ کہ آپ اس باطنی قوت کی بدولت اپنے متعجبین کو اپنے نگین
لاتے ہیں، اور کج طبع لوگوں کو راہ راست پر تاکہ وہ آپ سے کسب فیوض کریں و زلیخ
و انحراف نہ کریں۔

آپ کے قلب میں قوت جذب پیدا فرمائی، تاکہ آپ ان سالوں کو اپنی محبت سے سرفراز
فرمائیں، اور ان میں بہشت کی آرزو پیدا ہو جائے، تاکہ آپ کے ادا و لواہی سے سرتابی
نہ کریں، اسی تاثیر کا نتیجہ ہے کہ:-

من دأه من بعيد هابہ و

جو آپ کو دور سے دیکھتا رعب میں

من دأه من قریب احبہ۔

آتا اور قریب سے دیکھتا محبت کرتا ہے

آپ کی ہمت اور موثری کہ احکام الہی اور علوم ربانی کو قوت قلب اور فصاحت
زبان کے ساتھ براہ راست یا اپنے ساتھیوں کی معرفت خلق خدا تک پہنچانے
اس راہ میں جہاد کی صعوبتیں اور دیگر تبلیغی تکالیف برداشت کیں۔

آپ کو مہاجرین و انصاریں سے ایسے ساتھی عطا فرمائے، جو کہ آپ کے جوارح کی مانند ثابت ہوئے، انہوں نے آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین کی آبیاری کی، اور کمال تک پہنچایا۔ ارشاد ہے:-
 کزروع اخروج شطاًۃ فانارک
 فاستغلظ فاستوی علی سوقہ
 یعجب الذراء۔
 (الفجر ۲۹)
 ایک کھیتی کی طرح وہ اپنا تناٹا لاتی ہے، اسے طاقت دیتا ہے، اور وہ مضبوط ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے ساق پر کھڑا ہوتا ہے، اور کاشتکاروں کو پسند آتا ہے۔

اس نعمت و احسان کی طرف حق تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:-
 ہوالذی ایداک بنصرہ و
 بالمؤمنین والفت بین قلوبہم
 لو افقت ما فی الارض جمیعاً
 ما الفت بین قلوبہم ولكن اللہ
 الفت بینہم۔
 (الانفال ۶۲)
 اپنی امداد اور ایمان داروں کے ساتھ آپ کی تقویت کی ہے، ان کے دلوں کو باہم جوڑ دیا، اگر آپ زمین کی کل چیزیں خرچ کر ڈالتے تو ان کے دلوں کو نہ جوڑ سکتے، مگر اللہ نے ان کو جوڑ دیا ہے۔

صفات ہدایت و تکمیل ہدایت کی طرف یہ صفات راجع ہیں۔
 یہ صفات کمال تکمیل تین وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت برامت کو ثابت کرتی ہیں۔

۱۔ آپ کی طہنت و سرشت ہی پاک پیدا فرمائی، اس میں صلاحیت عصیان مفقود تھی، بالفرض ہدایت ربانی ساتھ نہ بھی دیتی تو بھی حق سے اتنا زیادہ دور نہ ہوتے ارشاد ہے:-

یکاد تنایتہا یضیء ولو تمسک
 ناس نوراً علی نور (النور ۳۵)
 قریب ہے کہ اس کا تیل چمک اٹھے
 چاہے آگ اس تک نہ پہنچے یہ تو روشنی پسندونی ہے

اس معنی کی طرف اس آیت میں ارشاد ہے:-

دَلِيلًا أَنْ تَبْتَئَكَ لَقَدْ كَدْتَ

تَرَكْنَ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا

(بنی اسرائیل ۷۴)

اگر ہم آپ کو کلمہ حق پر ثابت نہ رکھتے تو
قریب تھا، کہ آپ کفار کی طرف تھوڑا سا جھکاؤ
کرتے، یعنی ہدایت ربانی کے بغیر بھی آپ
بہت میلان نہ کرتے۔

۱۲۔ آپ کے ہاں فیوض الہی بلا واسطہ پہنچتی ہیں، اور دوسروں کو بلا واسطہ لہذا آپ
میں فیوض ربانی بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں، جس طرح کہ ایک زمین جو سورج کے سامنے
ہے، نہ زیادہ روشن اور نہ نور ہوتی ہے، اس زمین سے جو دوسری زمین سے انعکاس
لے رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف اشارہ فرمایا:-

ان اعلیٰکم واتقکم باللہ انا۔
تم میں زیادہ جانتے والا اور اللہ سے زیادہ
ڈرنے والا میں ہی ہوں۔

۱۳۔ امت چونکہ آپ کی تربیت سے فیض یاب ہوئی، ان کے ہر طرح کے اعمال
ایمان ہو، یا اخلاق یا افعال جو ارج و درحقیقت آپ کا عمل ہیں، لہذا جمیع امت کا ثواب
آپ کے نامہ اعمال میں داخل ہے۔

اور یہ اعمال آپ کے ذاتی اعمال سے بھی زیادہ بنتے ہیں، امت کو بھی پورا پورا بدلہ
ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من سن سنة حسنة
فلها اجرها واجر من عمل
بها من غیر ان ينقص من
اجورهم شیئا۔
جو ایک نیکی کو رواج دیتا ہے، اس
کا ثواب اسے ملے گا، اور اتنا ثواب
جتنا اس پر عمل کرنے والوں نے
حاصل کیا، مگر ان کے ثواب میں کمی
کی نہ ہوگی۔

۱۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱ باب علم و شدة خشیتہ۔

۲۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۸۱ باب من سن سنة حسنة او سیئة۔

آپ نے اوصاف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر لیے اور میزان افضلیت سمجھ لیا، اس میزان پر افضلیت صحابہ دوسروں پر اور بعض اصحاب کی افضلیت بعض پر اور شیوخین کی افضلیت باقی صحابہ کرام پر دریافت کی جاسکتی ہے۔

صحابہ کرام باقی امت سے افضل ہیں | صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سب سے افضل ہیں، بچند وجوہ۔

۱۔ فطری طور پر ان کی تخلیق نیکی پر ہے، اسی لئے خیر القرون قرار پائے، اس پاک طہنت کی طرف اس حدیث میں ارشاد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان الله اختار لي اصحابا واختار لي منهم اصحابا و انصارا۔
 ان الله اختار لي اصحابا واختار لي منهم اصحابا و انصارا۔
 دیئے ہیں اور ان میں میرے لئے سرور اور مددگار پسند فرمائے ہیں۔

۱۲۔ دین کی ترویج اور خلق خدا کی ہدایت و راہ نمائی میں یہ ہستیاں اعضا و آلات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوئے، گویا دولت رسالت میں شریک کار ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے،

هو الذي ايداك بنصره وبالمؤمنين، الآية (الانفال ۶۲)
 هو الذي ايداك بنصره وبالمؤمنين، الآية (الانفال ۶۲)
 اللہ تعالیٰ اپنی ہے جس نے اپنی مدد اور ایمان داروں کے ساتھ آپ کی تقویت کی۔

حبك الله ومن اتبعك من المؤمنين (الانفال ۶۲)
 حبك الله ومن اتبعك من المؤمنين (الانفال ۶۲)
 آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کے متبع ایمان دار کافی ہیں۔

۱۳۔ بلا واسطہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ فیض حاصل ہے، اور آپ کی محبت کی برکت سے تزکیہ قلب اور تصفیہ نفس و عناصر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہیں، لہذا یہ لوگ مطاع اور امام خلائق ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اصحابی کا انجوم باہم اقتدیتم
میرے صحابہ ستاروں کی طرح تجس کی
اقتدا کر لو گے راہ پاؤ گے۔

اسی سبب سے کہ باطنی صلاح کے اعتبار سے آپ کے رنگ میں ہیں ایک صحیح حدیث
میں آتا ہے۔

لو ان احداکم رافق مثل احد
اگر تم میں سے کوئی اہل اتنا سونا خرچ
ذہبا ما بلغ مد احد ہم
تو بھی صحابہ کے ایک مرد اور نصف کو نہ
ولا نصیفہ۔

۱۴۔ صحابہ کرام امت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ ہیں لہذا امت
کے جمیع اعمال صحابہ کے نامہ اعمال میں داخل ہیں، امت کے ثواب میں کسی طرح کی
کمی کے بغیر۔

اور ان کے اپنے ذاتی اعمال کا ثواب اتنا ہے کہ وہ ایک مذہب جو خرچ کریں، تو واحد
پہاڑ کے مثل سونا کا ثواب پائیں۔

صحابہ کرام میں ایک دوسرے پر تفاضل | مذکورہ حقائق سے آپ نے جان لیا کہ دوسروں
پر صحابہ کرام کو انفضلیت مراتب حاصل ہے، اسی طرح جانتا چاہیے کہ صحابہ میں بعض کو
بعض پر برتری حاصل ہے، یہ بھی بخیر و میر ہے۔

۱۱۔ یہ تفاضل خلقت ان میں موجود ہے، اس حدیث میں شاید یہی اشارہ ہے۔
الناس معادن مکعادن الذهب
لوگ کانوں کی مانند ہیں جس طرح سونا
والفضلة خیارکم فی الجاہلیۃ
چاندی کی کانیں۔ جاہل دور میں جو اچھے
خیارکم فی الاسلام اذا فقهوا۔
تھے، اسلام میں بھی اچھے ہیں جب کہ
فقہ و دانش کے مالک ہوں۔

۱۵۔ ردہ الدین مشکوٰۃ الصالحین ص ۵۵۴ باب مناقب الصحابة۔

۱۶۔ صحیح بخاری ص ۵۸ باب فضل ابی بکر صدیق مسلم ج ۲ ص ۱۲۱ باب تحريم سب الصحابة۔

۱۷۔ صاع کا چوتھا حصہ ایک ماہ دو سیر گیارہ چھٹانک کا ہوتا ہے۔

۱۸۔ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۴۰ باب خیار الناس۔

یہ تفاوت پندرہ مرتبہ تاثیر میں ظاہر ہوتا ہے، بشرط اجتماع اسباب و شرائط و کمال عقل و فراست جو کہ عام طور پر وحی کے مطابق ہو جائے، جیسا کہ حضرت عمرؓ میں ہے، اور بشرطیکہ بلا تردد و توقف اور بلا طلب معجزہ حق قبول کرنے میں طبیعت کی سلامتی حاصل ہو، جس طرح کہ صدیقؓ میں ہے، یہ امور موجب افضلیت ہیں۔

۱۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کثرت صحبت (جس کی وجہ سے باطنی رنگینی حاصل ہوئی) جسے حاصل ہو اس کی برتری مسلم ہے۔

۱۳۔ دین کی امداد اور رسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہیں اپنی ہمت صرف کرنا جسے حاصل ہو۔

۱۴۔ اسباب و شرائط مجتمع ہو جائیں، اور حق تعالیٰ کی نصرت سے دین کی ترویج، اس کے ذریعہ وقوع پذیر ہو جائے، کیا آپؐ نے نہیں دیکھا کہ قلعہ خیبر کی فتح کے لئے صحابہ کرامؓ نے پوری جدوجہد کی، مگر مقدر یہ تھا کہ یہ فتح حضرت علیؓ کے ہاتھ پہ ہو، اس صورت میں ہر ایک کو اپنی اپنی جدوجہد اور ہمت کے مطابق ثواب ملے گا، مگر فتح حضرت علیؓ کے نامہ اعمال میں ثبت ہوئی۔ واللہ یجعل نقلاً۔ حیث شاء۔

صحابہ کرامؓ کے تین طبقات | یہ بھی جانتا چاہیے کہ دین کی نصرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں صحابہ کرامؓ کی خدمات مختلف ہیں بعض باعتبار مناصرۃ اسلام | کو یہ دولت میسر ہوئی کہ اول بعثت سے انہوں نے ایمان قبول کر لیا، اور اپنے حوصلہ کے مطابق دین اسلام کی مدد کرتے رہے، ہجرت سے پہلے یا بعد غزوہ بدر یا احد وغیرہ میں وفات پائی، یا شہید ہوئے، اپنے عمل کے بقدر ان ہستیوں نے ثواب پایا۔ بعض کو یہ دولت نصیب نہ ہوئی، بلکہ ایام رسالت کے آخر میں فتح مکہ سے کچھ پہلے یا بعد ازاں مشرف باسلام ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یا آپ کے بعد جو مقدر تھا، ان کے ذریعہ کاسبائے خیر سرزد ہوئے، انہیں بھی اپنے عمل کے مطابق ثواب حاصل ہوا، مگر پہلا فرق ہے ثواب میں افضل ہے کہ فریق اول نے اسلام کی خدمت کمزوری کے دنوں میں کی، بلکہ بعد والوں کے اعمال بھی پہلوں کے نامہ اعمال

میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَئِكَ

أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا

مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا۔

(الحديد: ۱۰)

تم میں یہ دو فریق برابر نہیں ہیں جنہوں
نے فتح سے پہلے خرچ کیا، اور لڑائی
کی، یہ فریق ان سے درجہ میں بڑا ہے
جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا، اور
لڑائی کی۔

پھر تفاضل صحابہ میں ادھر بھی نظر ڈالنی چاہیے کہ مشاہد و مغازی جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وقوع پذیر ہوئے، ان میں کون کون لوگ شریک و حاضر
تھے، مثلاً غزوہ بدر، احد، خندق، بیعتہ الرضوان اور حبش العسرة وغیرہ کہ ان میں حصہ
لینے والوں کے فتائل و مناقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مفسر اور مضمون ہیں،
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ابھی جزیرۃ العرب بھی کفار سے کلی طور پر صاف و پاک نہ ہوا تھا،
اور اسلام کا تیر پھیلاؤ بادشاہان فارس و روم و شام کو غضب ناک کر رہا تھا۔ کہ سید
المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، اور بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے، اگر اس وقت حق
تعالیٰ کی تائید و نصرت صحابہ کرام کی دست گیری نہ کرتی، نظام دین تباہ ہو جاتا، کیونکہ اس
وقت مسلمان ہر قتل و کسری اور قیصر کے مقابلہ میں کوئی خاص حیثیت نہ رکھتے تھے۔

اس وقت حق تعالیٰ نے اپنے دین کے تحفظ کے لئے جس شخص کے نصیب میں
یہ دولت بنائی وہ تائید دین کے لئے اٹھا۔ اور اس کے ہاتھ پر وہ کارہائے مقدرہ
برآمد ہوئے، جس کے نتیجہ میں عرب و عجم میں اسلام پھیل گیا، اور حمایت مآوئہ کا محتاج نہ رہا
بعض اصحاب کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تینوں اقسام کی مناصر اور تائید سے مشرف
فرمایا، جیسا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، کیونکہ انہوں نے ابتداً اسلام میں بھی خدمت
سرا انجام دی، وسط میں بھی تمام معرکوں میں حاضر رہے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے بعد بھی وہ خدمات سرا انجام دیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

صحابہ کرامؓ میں تفاضل | بعض اصحابؓ تنگ دست تھے، انہیں مالی عبادت میسر نہ ہوئی
ایک اور حیثیت سے | اور بعض کو مالی عبادت کا موقع ملا مگر بدنی عبادت میں کمی تھی،

بعض نے بدنی عبادت کی بعض زائد، عابد، ساجد اور متضعف فی الارض تھے، بعض نے
جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تلواریں نکالیں، بعض مشورہ جیسے میں عمدہ رائے رکھتے
تھے، کچھ اور صحابی محدث تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے حافظ اور راوی
جیسا کہ ابو ہریرہؓ بعض صحابہ کرامؓ قرآن میں ماہر تھے، جیسا کہ ابی بن کعبؓ بعض
فقاہت میں مشہور تھے، جیسا کہ ابن مسعودؓ، عائشہؓ۔ مجاہدین فی سبیل اللہ اقا عہدین
سے افضل ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

لا یستوی القاعدون من
المؤمنین غیر اولی الضرر و
المجاہدون فی سبیل اللہ۔
(النساء ۹۵)
ایمان داروں میں پیٹھ رہنے والے
تکلیف والوں کی اس تشدد کر کے، اور
اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے
برا بڑ نہیں ہیں۔

علماء کے تینوں گروہ یعنی قرادہ محدثین اور فقہاء زاہدوں سے بہتر ہیں، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
"فضل العالم علی العابد کفضلی
علی ادناکم۔"
نیز فرمایا:-

العلماء ورثة الانبیاء فان
الانبیاء ما ورثوا دیناراً ولا درهماً
واما ورثوا العلم۔
علماء نبیوں کے وارث ہیں کہ انبیاء
دینار و درہم میراث میں نہیں چھوڑتے
بلکہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔

نیز فرمایا:-
انما بعثت معلماً۔
میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۱۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۱ باب فضل الفقه علی العبادۃ -
۲۔ ایضاً - ۳۔ الدار فی مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱ -

میں بعض اصحاب مذکورہ تمام اصناف عبادات میں آسمان کے ستارے ہیں، جیسا کہ خلفاء راشدین کہ عبادت مالی کرتے تھے، زہد و عبادت بدن میں بھی فائق ہیں اور رائے و مشورہ کے مالک اور جہاد فی سبیل اللہ میں تلوار چلانے کے دھنی اور روایت قرآن و حدیث و فقہ کے حامل جیسا کہ آگے وضاحت سے بیان ہوگا۔

صحابہ کرامؓ میں خلفاء راشدین افضل ہیں | مذکورہ تمام حیثیتوں سے خلفاء راشدین

کو جمیع صحابہ کرامؓ پر افضلیت اور برتری حاصل ہے، اور اس حیثیت سے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں خلفاء اربعہ اور بالخصوص شیخین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر تھے، کیونکہ قوۃ رائے، سابقیت فی الاسلام لوگوں میں درجاءت اور علو مرتبت انہیں حاصل تھی، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی اصحاب آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

خلیفہ اپنے دور خلافت میں عام مسلمانوں کا مطاع ہوتا ہے، تمام اہل اسلام اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں، اس کے اشاروں پر چلتے ہیں اسی وجہ سے تابعین کے اعمال حسنہ خلیفہ کے نامہ اعمال میں بھی داخل و شامل ہیں، اور اس کے اپنی ذاتی اعمال مزید برآں۔ اس جہت سے بھی خلفاء اربعہ تمام صحابہؓ پر افضل قرار پاتے ہیں۔

خلفاء اربعہ میں شیخین | مذکورہ بیانات سے شیخینؓ کی جملہ صحابہؓ سے برتری ثابت ہو چکی **افضل و برتر ہیں۔** ہے، یہ دونوں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں

واماد عثمان و علی سے بھی افضل ہیں، اگرچہ اسبقیت اسلام میں ختنینؓ کے شریک ہیں، مگر اس وقت علیؓ چھوٹے تھے، اور واضح ہے کہ ایک بچہ اسلامی خدمات میں مرد سے کم ہی ہو سکتا ہے، ان کے پاس مال بھی نہ تھا۔ کہ راہِ خدا میں خرچ فرماتے، ابو بکرؓ کے پاس مال کثیر تھا، اور تمام کا تمام راہِ خدا خرچ فرما دیا، عرض کیا انہوں نے جان و مال پیش کر دیئے، جس دن حضرت عمرؓ نے اسلام قبول فرمایا، اسی روز سے قوت دین کا مظاہرہ ہوا،

۱۔ حضرت عثمانؓ بھی واماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ حضرت زیدؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، پنج ابلاغہ ص ۳۴
۲۔ ایں ہے حضرت علیؓ نے فرمایا قلت من صبر و مال نیالا۔ اے عثمانؓ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے، جو ابو بکرؓ و عمرؓ کو حاصل نہیں ہے۔

اور مسلمان کھلم کھلا اسلامی احکام پر عمل کرنے لگے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام کے باعث بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، گو یا حضرت عثمان کا اسلام بھی صدیق اکبر کی ایک نیکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے عمدہ کارنامے وقوع پذیر ہوئے علی رضی اللہ عنہ نے شمشیر زنی کے جوہر دکھائے، تو عثمان رضی اللہ عنہ سے اسلامی جیش کے خرچہ جات اور اسی طرح کی مالی عبادات میں کارہائے نمایاں سرزد ہوئے شیخین رضی اللہ عنہ کے کارناموں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان خوب روشنی ڈالتا ہے۔

انہ لا ینفعی لہما انہما من الدین میں ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا
بہنزلۃ الدأس من الجسد۔ یہ دونوں دین میں جسم کے سر کی مانند ہیں۔
چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام بھی ان سے مشورہ کئے بغیر نہ کرتے تھے، اس لئے تمام کاموں میں یہ دونوں شریک ثواب تھے۔ وزارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں منحصر تھی، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

وزیرای من اهل الارض زمین والوں میں میرے وزیر ابوبکر رضی اللہ عنہ
ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی اولین نگرہ بانی اور مرتدین و کفار سے قتال ایسے اہم فرائض حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی سر انجام دیئے، اور انہوں نے ہی عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا، ان کی نیکیاں بھی حضرت صدیق کے کھاتہ میں بھی داخل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت، ترویج دین اور فتوحات اسلامیہ کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے، ان شاء اللہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

انما حسنات عمر کحسنة واحدة عمر رضی اللہ عنہ کی جمیع نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک
من حسنات ابی بکر۔ نیکی کی مانند ہیں۔

۱۔ المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۷۷ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۱ معناه -

۲۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۷۷ (ابواب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ)

۳۔ ابن دیکینہ مشکوٰۃ الصالحین ص ۵۷ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ

حضرت عمرؓ کے بعد چھ سال تک عثمانی خلافت صحیح طریق پر چلتی رہی، اور فتوحات جاری رہیں۔ اس کی وجہ بھی فاروق اعظم کی مستحکم پالیسیاں تھیں، اس دور کی جملہ خدمات اسلامی حضرت عمرؓ کے اعمال میں بھی داخل ہیں، ان کے بعد حضرت عثمانؓ کی حد سے زیادہ بڑھے ہوئے حلم و حیا اور صلہ رحمی کی وجہ سے مروان اور دیگر نئی امیہ کو معاملات خلافت میں زیادہ عمل و دخل ہو گیا، جنہوں نے شیخین کی پالیسیاں ترک کر دیں، جبکہ حضرت عثمانؓ اس اجتہاد میں معذور تھے، نتیجہ ان کی شہادت کی صورت میں نکلا۔

جب حضرت علیؓ کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور آئی اس وقت مسلمانوں کی باہمی مناقشت کی وجہ سے حالات اتنا خراب ہو گئے تھے کہ جہاد و ترویج دین اور نشر علوم کلی طور پر موقوف ہو گئے، اس میں حضرت علیؓ معذور تھے، اگر انہیں فرصت ملتی تقویت دین کے لئے وہ کوئی ٹکمی نہ کرتے، بہر حال فیصلہ حق تعالیٰ ایسے ہی تھا۔

یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں ان کے ذریعہ جو خدمات سرانجام پائیں حضرت عثمانؓ و علیؓ کے زمانہ میں ان کے ہاتھ سے ایسا نہ ہوا، لہذا شیخین ابتداء و وسط و اولیٰ نے آخری دور میں مذکور دونوں بزرگوں پر فائق و سابق ہے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم (الحمدیر ۲۱)
یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے
دے، وہ عظیم فضل کا مالک ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:-

یجعل اللہ الخیر فی من
احب۔
اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں اچھائی
بنا تا ہے۔

صحابہؓ اور خلفاءؓ کی خدمات جلیلہ جن کا ہم نے ذکر کیا، روز روشن کی طرح عیاں
ہیں، کسی صاحب حدیث پر مخفی نہ ہیں۔

ماثر جمیلہ خلفاءِ ربیعہ

ماثر جمیلہ ابو بکر صدیقؓ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابو بکرؓ نے اسلام قبول فرمایا۔

اکثر علماء کا قول یہی ہے، بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علیؑ نے اسلام قبول کیا، مگر علیؑ نے اپنے والد ابو طالب کے خوف سے اپنے اسلام کو خفیہ رکھا، ابو بکرؓ نے مسلمان ہوتے ہی اعلان کر دیا، اور اپنے گھر کے قریب مسجد بنالی، پہلا قول جمہور کا ہے، اور دوسرا محمد بن کعب قرظی کا۔

محمد بن ابی بکر کے علاوہ ابو بکر صدیقؓ کے والد، والدہ، اطر کے، دختران، پوتہ ابو عتیق اور نواسہ عبداللہ بن زبیر سب کو شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے، جاہلی دور میں ابو بکرؓ قریش کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے، لوگ ان کا خیال رکھتے، فطری پاکیزگی اور کمال عقل کے اقتضاء سے بیت کو کبھی بھی مسجد نہ کیا، جاہلیت میں انہوں نے اور عثمانؓ نے کبھی شراب نہ پی۔ یہ ان کی پاکیزگی کی دلیل ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد لوگوں کو دین الہی کی دعوت شروع کر دی، آپؐ کی دعوت سے حضرت عثمانؓ، زبیر بن العوامؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعود بن ابی وقاصؓ اور طلحہؓ مسلمان ہوئے، یہ سب اپنے اپنے قبائل کے سردار اور رئیس تھے۔ اس گروہ کے مسلمان ہونے سے قریش کی شوکت کو دھچکا لگا، یہ ابو بکرؓ کے ہاتھ اسلام کی بہت بڑی خدمت تھی۔

ابو بکرؓ جب مسلمان ہوئے، مال دار تھے، چالیس ہزار درہم ان کے گھر میں موجود تھا، تمام کا تمام راہ خدا و رسول صرف فرما دیا، قریشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی پر آمادہ ہوئے، تو خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کر دیا، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کو نماز میں دیکھا، آپؐ کے گلے مبارک میں چادر ڈال دی، اور گلا گھونٹ دیا، ابو بکرؓ نے اسے بھگایا اور فرمایا۔

ان تقتلون ساجدا ان یقول
ساجد للہ وقد جاءکم
بالبینت۔

کیا تم ایک انسان کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس واضح

نشانی لایا۔

(المؤمن ۲۸)

۱۔ ص ۲ کتاب التفسیر سورة المؤمن نیز باب مقتل ابی بکر جلد ۱ ص ۱۹۰۔

امام ابو عمروؒ الاستیواب میں نکھتے ہیں۔

مشرکین مسجد حرام میں بیٹھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذکرہ ہو چلا کہ آپ ایک خدا کی دعوت دیتے ہیں، اودان کے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اتفاقاً آپ بھی اُدھر آ گئے، مشرکین نے آپ کو گھیر لیا، اور کہا تم ہمارے خداؤں کو برا کہتے ہو، آپ نے فرمایا واقعی میں تمہارے بتوں کی تردید کرتا ہوں۔ کفار نے آپ کو پکڑ لیا، ابو بکرؓ کو پتہ ہوا مسجد میں آئے، اور فرمایا۔

ان تقتلون ما جلا ان يقول
ما جی اللہ وقد جاء ک
بالبينات من ربک۔
(المومن ۲۸)

کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے، میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس واضح نشانیاں لایا ہے۔

مشرکین نے آپ کو چھوڑ دیا، اور ابو بکرؓ کو پکڑ لیا، اور بہت مارا جب ابو بکرؓ ان سے رہائی پا کر گھر آئے، تو حالت یہ تھی سر کے جس حصہ پر ہاتھ رکھتے بال ہاتھ کے ساتھ گر جاتے، صدیق اعظم نے فرمایا۔

تبارکت یا ذا الجلال
والاکرام۔

اے جلال و اکرام کے صاحب آپ برکت والے ہیں۔

غرض اینکه صدیق اکبرؓ نے غربت اسلام کے وقت میں اپنے جان و مال کو اتنا بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نثار کیا کہ آپ نے فرمایا۔

ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی
مال ابی بکرؓ ساواہ ابو عمروؒ۔

مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابو بکرؓ کے مال نے

نیز فرمایا۔

مال احد عندنا ید الا قد
ہمارے پر کسی کا احسان نہیں ہے۔

۱۔ ۲۲۹ تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابی بکر الصدیق۔

۲۔ الاستیواب مع الامامة ج ۲ ص ۲۲۵۔

۳۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۹ باب مناقب ابی بکرؓ۔

کافیناہ ما خلا ابابکر فان لم
عندنا یدایکافئہ اللہ بہا یوم
القیامتہ۔

مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے ابو بکرؓ
کے سوا اس کے احسانوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز اسے عطا کر دیں گے۔

نیز فرمایا:-

ان من امن الناس علی فی صحبۃ
ومالہ ابو بکر بن اخرجہ البخاری

اپنی دوستی اور مال میں ہم پر ابو بکرؓ
کے سب سے زیادہ احسان ہیں۔

نیز فرمایا:-

ما نفعنی مال احد قط ما
نفعنی مال ابو بکر اخرجہ الترمذی

مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع
نہیں دیا جتنا کہ ابو بکرؓ کے مال نے۔

ابتداء اسلام سے لے کر توفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیقؓ
آپ سے جدا نہ ہوئے، سفر میں حضرت ہمیشہ ساتھ رہا کئے۔

الایہ کہ آپ نے صدیق اکبرؓ کو حج کے لئے یا کسی غزوہ میں بھیجا ہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب تک مکہ میں رہے، وہ دن صبح مشام ابو بکرؓ کے
گھر تشریف لے جاتے جملہ مغازی اور رڑائیوں میں آپ کا معاون اور ساتھی رہا، احد
کے دن انجمن کے روز جبکہ عام لشکر کا بھاگ گئے تھے، صدیق اکبرؓ نہ بھاگے، اور
ثابت قدم رہے، جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلا لوقت صدیقؓ
نے قبول کیا، اور انا و صدقنا کہا، چنانچہ آپ کے دعویٰ نبوت پر کسی معجزہ کے طلب
کئے بغیر ایمان لائے تھے، واقعہ معراج سن کر کسی قسم کا استبعاد نہ فرمایا، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

دعوا لی صاحبی فانکم
قلتم کذب و قال صدق

میری وجہ سے میرے ساتھی کو چھوڑو تم نے
جب کہا تھا تو غلط کہتا ہے، تو اس نے کہا تھا

۱۵ ج ۵۱ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق الا ابواب لا باب الی یکر من کتاب المناقب۔

۱۶ جلد ۲۱ ص ۲۲۹ باب مناقب الی بکرؓ۔

۱۷ الاستیاب مش ۲۲۸ نیز اس کا معبر ص ۲۲۹ جلد ۱۵ باب نکات تختہ اعلیٰ لا تختہ ابابکر من کتاب المناقب۔

اے رسول آپ سچ کہتے ہیں۔

آپ کا لقب صدیق مشہور ہوا، مذکورہ حقائق ابوبکرؓ کی پاکی طہنت اور بلندی فطرت کی دلیل ہیں، گویا کہ وہ باطنی طور پر۔

ما کذب الفؤاد ما رأى (النجم ۱۱) دل نے جو دیکھا غلط نہیں سمجھا۔
کے نمونہ تھے، صدیق اکبرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت کی بیوی بچے مکہ میں چھوڑے، اور یہ مقام حاصل کیا۔

ثانی اثین اذھا فی الغار (التوبہ ۲۰) غار میں تھے تو وہ دوسرا تھا۔
غزوہ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عریش کے قریب نگہبانی کی، جنگ بدر میں ابوبکر و میکائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف تھے، اور علیؓ و اسرافیل بائیں طرف۔

ابوبکرؓ کو سارا قرآن حفظ تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی وفات تک سارا قرآن ایک جگہ جمع نہ تھا، یہ بات غلط ہے، یا اس کی تاویل کر دینی چاہیے، کہ ایک مصحف میں ان کے پاس جمع نہ تھا۔

علم و فقاہت میں یہ مرتبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے۔ احد کے دن ابوسفیانؓ نے مسلمانوں کی فوج کا پتہ لگانے کی کوشش کی، اس موقع پر تین اشخاص کے نام صراحت سے زبان پر لایا، گویا اسے ان تینوں سے ہی اندیشہ تھا، ابن اسحاق وغیرہ فرماتے ہیں:-

لدریال عن هذه الثلاثة
الا لعلمه و علمه قومہ ان قیام
الاسلام بھم۔
اس نے تین اشخاص کا اسلئے پوچھا کہ یہ اور اس قوم کو معلوم تھا کہ اسلام کا قیام انہیں تینوں کی بدولت ہے۔

ایک سوال ابوسفیانؓ نے حبیب پوچھا کیا تم میں محمدؐ ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے دیکھئے المستدرک الحکم ج ۲ ص ۶۲ اس کے برعکس ابن خلدون میں ہے و عدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العصفوف و رجع الی الحرب
و مع ابوبکر و حمزہ یعنی انھوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکرؓ و حمزہؓ تھے، جتنی سند بڑا ہے یہی ہے حضرت علیؓ نے اعریش کیا، ابوبکرؓ نے
۱۵ معمر بن حرب الاموی والد معاویہ فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا۔

نے فرمایا تم اسے جواب نہ دو، جیسا کہ بخاری میں ہے، اس کے باوجود عمر نے کیوں کہا، کذبت یا عدا واللہ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بول رہا ہے۔

جواب | حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کا جواب دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جواب دینے سے منع فرمایا تھا، تیسری بار جواب دینے کی اجازت دی تھی، حاکم اور طبرانی روایت کرتے ہیں، حضرت عمرؓ نے کہا۔

یا رسول اللہ الا حبیہ
یا رسول اللہ میں اسے جواب نہ
قال بلی۔
دوں، آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے ابوسفیان نے تین بار کہا۔

افی القوم ابن ابی قحافة
کیا مسلمان قوم میں ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ
افی القوم ابن الخطاب۔
موجود ہے، کیا خطاب کا بیٹا موجود ہے،
کسی نے جواب نہ دیا تو ابوسفیان نے کہا یہ سب لوگ قتل ہو گئے، حضرت عمرؓ
ضبط نہ کر سکے، اور فرمایا۔

کذبت یا عدا واللہ ابقی
اللہ لك ما یخزیک۔
اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بول رہا ہے
تجھے ذلیل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ
زندہ باقی رکھا ہے۔

غزوہ خندق میں ایک جانب کی حفاظت کی ذمہ داری ابوبکرؓ کے ہاتھ تھی،
اس جگہ مسجد صدیق آج تک موجود ہے۔

صلح حدیبیہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخول مکہ اور طواف بیت اللہ
کا وعدہ فرمایا تھا، صلح کی وجہ سے ایک سال کی تاخیر ہو گئی، لوگ اس بارے
میں مشکل میں پڑ گئے، اور صلح سے تنگ دل ہوئے، مگر ابوبکرؓ کسی اشکال میں نہ
پڑے، اور کہا۔

اللہ رسول اللہ ولیس یعیی۔
آپ اللہ کے رسول ہیں، خداوند کی

۱۔ باب غزوہ بدر ۲۔ ۵۸۹ نیز ج ۱ ص ۲۲۶ باب ما بکروہ من القتال و الاختلاف فی الحرب من کتاب الجہاد۔

۲۔ صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۸ باب الشرط فی الجہاد من کتاب الشروط۔

وہونا صرۃ و انتہ ما وعدك
ان تاتيه العام فانك
اتيه و مطوف بہ۔
نافرمانی نہیں کرتے، اللہ آپ کا ناصر و مددگار
ہے، اللہ نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ اسی سال
مکہ جائیں گے، واقعی آپ ضرور جائیں گے
اور طواف بھی کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا و آخرت
میں اختیار دیا ہے، حضرت کی مراد و منشا ابو بکر کے سوا کوئی نہ سمجھ سکا، انہوں نے سمجھ
لیا، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد ہے، اور رونے لگے۔
سریہ بنی نزارہ میں آپ کو امیر فوج بنایا گیا۔ سہ ماہ میں آپ کو امیر الحج مقرر کیا گیا،
اور مرض الموت میں امامت نماز آپ کے سپرد کر دی گئی، کسی اور کی امامت پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ابو بکرؓ کو اتنا غم و اندوہ لاحق ہوا کہ دو سال
چند ماہ زندہ رہ سکے، زندگی بے لذت بن گئی، اور روز بروز کمزور و لاغر ہوتے گئے۔
آخر اسی غم میں وفات پائی۔ رواہ الحاکم عن ابی عمر۔

اس غم و اندوہ کے باوجود خطبہ ارشاد فرمایا، اور لوگوں کو تسلی دی،
جمع صحابہؓ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل سمجھتے تھے، اسی لئے
ان کے ہاتھ پر بیعت کی، ابو بکرؓ نے اسی حالت میں حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا
مرتدین کے ساتھ لڑائی کے لئے اُٹھے، اور مسیلتہ کذاب اور مرتدین ختم کر دیئے
گئے، اور بعض پھر مسلمان ہو گئے، حالانکہ صحابہؓ اس وقت قہر و قتال کو قرین
مصلحت سمجھتے تھے، ابو بکرؓ نے اس رائے کو رد کیا، بالآخر جمع صحابہؓ نے صندوقِ اکبرؓ
کی رائے کو صائب اور درست قرار دیا۔

جنگ یمامہ میں بیشتر قرآنِ شہید ہو گئے تھے، ابو بکرؓ نے مناسب سمجھا کہ قرآن
پاک ایک مصحف میں جمع کر لیا جائے۔ پہلے اس رائے کو ایک نیا خیال قرار دیا گیا۔ آخر

ابوبکرؓ کی رائے کو درست اور صحیح قرار دیا گیا، اور قرآن پاک ایک مصحف میں جمع کیا، اور قرأت کے بعض اختلافات ختم ہو گئے، اور تحریف کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

جہاد کے لئے آپؐ نے عراق و شام کی طرف لشکر روانہ کئے، یہ علاقے خلافت صدیق میں ہی فتح ہو گئے تھے۔

ان کے اثر و رسوخ کا یہ عالم تھا کہ ان کی خلافت کے بارہ میں کوئی بھی اختلاف رونما نہ ہوا، اور کبار صحابہ کرام کا آپؐ کے نظم و نسق میں مددگار ہونا تا مینہ ایزدی ہی ہے۔

چنانچہ ابوعبیدہ بن جراح آپؐ کے صاحب شرط تھے، پھر انہیں لشکر شام کا امیر بنادیا گیا، عثمان بن عفان اور زبیر بن ثابت آپؐ کے کاتب تھے، عمر بن الخطاب نائب اور قاضی تھے، خالد بن الولید لشکر عراقی کے امیر۔

ان کے مناقب میں آخری فضیلت یہ تھی کہ اپنی وفات کے وقت کسی رشتہ دار کو خلافت سپرد نہ کی (بلکہ مسلمانوں میں سے اس کے اہل) عمر بن الخطاب کو خلیفہ بنایا۔

دراشت میں کوئی جایزاد نہ چھوڑی، ان کی وفات پر مدینہ سو گوار ہو گیا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سو گوار ہوا تھا، علیؓ اُتر دتے ہوئے اور انا للشر پڑھتے ہوئے آئے، اور کہا آج خلافت نبوۃ منقطع ہوئی۔ آپؐ کی بہت مدح و ستائش کی اور کہا۔

احسنت الخلفۃ حین	جب لوگ پھر گئے، آپؐ نے
ارتد الناس و قمت بالامر مالہ	خلافت کو درست کیا، دین کی اقامت
یقر بہ خلیفہ نبی تھضت	اتنا فرمانی کہ کسی نبی کے خلیفہ نے نہیں
حین وہن اصحابک و بدت	کی۔ آپؐ کے ساتھی مسرت ہو گئے، مگر آپؐ ان
حین استکانوا و قویت حین	میں ڈبٹ گئے، کمزوری دکھانے لگے تو
ضعفوا و لزمت منہا جبر رسول	آپؐ نے قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں، رحمہ اللہ ابوبکرؓ اول من جمع ما بین اللہ و ابوبکرؓ رحمۃ کریم، اس قرآن کو صوب سے پہلے جمع کیا۔
 ۲۔ آج کی اصطلاح سبکدڑی۔ ۳۔ حضرت علیؓ اوقات اہل بیت پر یہ ارشاد سند ہزار ۱۸۴ ص ۸۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ
كنت خليفة حقا كذا في
اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی روش کو قابو پکڑا اس لئے کہ آپ
ان کے سچے خلیفہ تھے۔

حضرت علیؓ کے اس قول سے جو کہ پنج البلاغہ میں موجود ہے، امامیہ انکار نہیں کر سکتے۔
کہ یہ ان کے نزدیک اصح ترین کتاب ہے، اور یہ قول مذکورہ ماثرو فضائل کا مصدق ہے۔
خلاصۃ المرام ذکر کردہ فضائل و مناقب سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ افضلیت کی جمیع
حیثیتوں کے اعتبار سے ابوبکرؓ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت تامہ
رکھتے ہیں، اس بارہ میں کوئی آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔

پاکیزگی طینت، کمال صفا باطن، قوت عقل و فراست، کثرت صحبت بلکہ ازادوں تا
آخر دوام صحبت، اپنی تمام قوت نصرت دین میں صرف کرنا۔ تا یئد الہی سے اسباب و
مشرائط کا مجتمع ہوتے رہنا دین کے اہم کام آپ کے ذریعہ ہونا آپ کے ہاتھ پر ابتداء اسلام
سے تا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر فی اور مالی عبادات کی توفیق پاتا۔ علم قرآن
و فقاہت میں کمال یہ ایسی صفات ہیں جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوئیں، اسی وجہ سے امام
شافعی نے فرمایا ہے، کہ اس وقت لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر مجبور تھے، کیونکہ
آسمان کے نیچے ان سے بہتر کوئی انسان نہ پاتے تھے۔

ابوبکرؓ کے ارشادات طیبہ سے ہے۔

العجز عن ذلك الادراك
اور اک تک پہنچنے سے قاصر
ادراک۔

نیز فرمایا۔

من ذاق خالص حب الله
شغل ذلك عن طلب الدنيا۔
جس نے حب الہ کا مزہ چکھا وہ
طلب دنیا سے بے نیاز ہو گیا۔

ماثر جمیلہ حضرت عمرؓ بن الخطاب

عمرؓ بن الخطاب سے پہلے انتالیس یا چوالیس یا پنتالیس ہر د اسلام قبول کر چکے تھے

بعثت کے سترہ تک آپ سے پہلے مسلمان اپنے گھروں میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے، ان کے اسلام کے بعد یہ سعادت حال نہ رہی گویا اسی سال سے ابتداء اسلام ہوئی۔
حضرت علیؓ فرماتے ہیں:-

صَدِيتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعٍ مِیْنِ نَعْلَمُ لَوْ كُنَّا سِتَ سَآلِ سَنَیْنِ -
پہلے نماز پڑھتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے اسلام کے بعد کافی لوگ اسلام قبول کرنے لگے، اور ایک سال کے اندر اندر مکمل طور پر شروع ہو چکا۔ حضرت علیؓ نے یہی سات سال مراد لئے ہیں۔

عمرؓ کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمان علانیہ نماز پڑھنے لگے۔ اور یہ آیت نازل ہوئی:-
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ
من اتبعك من المؤمنين (التوبة ۶۴) اللہ اور آپ کے متبع ایمان دار کافی ہیں۔
اسی وجہ سے آپ کا لقب فاروق ہے، امام طبرانی حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں:-

كان اسلام عمر ففتحوا كانت هجرة نصرأوامامتهرحمة
ولقد رأيتنا وما نستطيع أن نصلي إلى البيت حتى أسلم
عمر فلما أسلم قاتلهم حتى تركونا فصلينا۔
عمرؓ کا اسلام قبول کرنا فتح تھا ان کی ہجرت نصرت اور ان کی امامت رحمت ہم نے ایسا وقت بھی دیکھا کہ بیت اللہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے کفار سے لڑ پڑے، اور پھر وہ ایک طرف ہو گئے، اور ہم نے نماز پڑھی۔

امام بخاریؒ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں:-

ما نزلنا أعزّة منذ أسلم عمر۔
جب سے عمرؓ نے اسلام قبول کیا ہم بڑھتے ہی رہے۔

ابن عساکر علی مرقفیؒ سے روایت کرتا ہے:-

وہ فرماتے ہیں میں نے عمر بن الخطابؓ کے سوا کسی کو نہ دیکھا کہ علانیہ ہجرت کی ہو

عمر بن الخطاب نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تلوار گردن میں ڈالی تیرکمان ہاتھ میں لئے، اور کعبہ میں آئے اشرف قریش وہاں موجود تھے، سات بار طواف بیت اللہ کیا، مقام ابراہیم کے پاس دو گانہ ادا کیا، اور حلقہ کفار کے پاس آکر کہا، اور ایک ایک کا نام لیکر کہا جو چاہتا ہے، کہ اس کی ماں اسے روئے، اس کے بچے یتیم ہو جائیں اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، اسے چاہیے کہ میرے سامنے ہو، میدان میں کوئی شخص نہ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پیش تر ہی مدینہ پہنچ گئے ان کے ساتھ ہیں اشخاص از صحابہ کرام بھی تھے۔

عمر بن الخطاب جمیع مشاہد و غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، احد اور حنین کے دن صحیح قول یہی ہے کہ ثابت قدم رہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں صفا باطن اور عقل سلیم اس قدر عطا کی تھی کہ بیس مواقع سے زیادہ ان کی رائے کے مطابق آیات قرآن نازل ہوئیں۔

ابن مردویہ مجاہد سے نقل کرتا ہے کہ جو بات عمر بن عقیل سے کہتے تھے، اس کے موافق قرآن نازل ہوتا، طبرانی اور حاکم ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں، اگر عمر کا علم ایک ترازو میں ہو، اور جملہ اہل عرب کا علم دوسرے میں تو عمر بن کا پلڑا ہی بھاری رہے گا۔

بلدہ کے قیدیوں کے بارہ میں عمر بن کی رائے ان کے قتل کرنے کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی رائے کے مطابق فدیہ قبول فرمایا، حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔

لولا کتاب من اللہ سبق
لمسکرم فیما اخذتم عذاب
عظیم۔ (التوبة ۶۸)
اگر اللہ کا پہلے سے فیصلہ نہ ہو چکا
ہوتا تو تمہارے اس کئے پر عذاب
عظیم تمہیں پہنچ جاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عذاب آتا تو عمر بن کے سوا کوئی نہ بچتا، کمال ذکا۔ بلندی فطرت اور پاکیزگی طینت اتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا :-

تم سے پہلے لوگوں میں مسلم تھے، اگر
میری امت میں کوئی ہوا تو وہ عمر بن
المخاطب ہے۔

لقد كان فيما قبلكم
محدثون فان يكن في امتي احد
فانه عمر۔

علی نے فرمایا :-

ہم بعید نہ سمجھتے تھے کہ عمر کی زبان
پر سکینت جاری ہے،

ما كنا نبعد ان السكينة
ينطلق على لسان عمر۔

اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل
پر حق بنایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
ان الله جعل الحق على لسان
عمر وقلبه۔

تحفظ خداوندی ایسا حاصل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
ما لقيك الشيطان سالكا
فجاط الا سلك فجا غير فجاك۔
شیطان جس گلی میں چلتا تیرے سامنے
ہو جاتا ہے، وہ دوسری گلی میں مر جاتا ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپ کمال عشق و محبت سے حواس باختہ
ہو گئے، ابو بکرؓ نے تسلی دی ہوش میں آئے اور خلافت صدیق میں سعی بلیغ فرمائی۔
صدیق رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں آپ کے نائب تھے، اور مشیر اور قاضی۔

جمع مصحف میں صدیقؓ کے ساتھ تھے، البتہ اس عظیم کام کی تکمیل حضرت عثمان کے ہاتھوں ہوئی، جب خلافت کی باگ ڈور ان
کے ہاتھ آئی تو خلافت کا عظیم الشان کام ایسے طور پر انجام دیا کہ زمانہ اس کی مثل پیش کرنے سے قاصر ہے، اگر انبیاء علیہم السلام اور
صدیق کبیرؓ کے دور کو اس مقابل سے مستثنیٰ تصور کیا جائے، ان کا ہم کارنامہ دو شعبوں میں منقسم ہو سکتے ہیں،
ترویج علوم شریعت اور فتح بلاد و نصرت ملت۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۱۔
۲۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۵۶۔ التبیہ فی دلائل النبوة بحوالہ مشکوٰۃ ۵۵۷۔

۳۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۵۶ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما جلد ۲ صفحہ ۲۰۰۔

۴۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۲۱ باب مناقب عمرؓ۔

۵۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے قرآن پاک جمع فرمایا اور حضرت عثمانؓ نے نسخہ تحریر فرما کر شائع کئے۔

حضرت عمرؓ کی علمی خدمات | دین و شریعت کو معاشرہ میں رواج دینے کے سلسلہ میں کتاب و سنت و اجماع اور قیاس سے اولہ کو ترتیب دی، آپ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے، ابن مسعود فرماتے ہیں، اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ علم رکھنے والے شخص عمر ہیں۔ اس کے باوجود جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، صحابہ کرامؓ کو جمع کرتے، اور باہمی مشورے اور بحث و مباحثہ کے بعد کسی ایک فیصلہ پر اتفاق اور اجماع ہو جاتا، اکثر اجماعی مسائل حضرت فاروقؓ کی سعی سے مجمع علیہ ہوئے، جس مسئلہ میں اس وقت اختلاف رفع نہ ہو سکا اس میں آج تک اختلاف باقی ہے، **الاما شاء اللہ۔**

ہر شہر میں قرآن پاک اور حدیث پڑھانے والے معلم مقرر کئے تاکہ لوگ علم کتاب و سنت حاصل کریں۔

الاشتیعاب میں من بصری سے مروی ہے، عبداللہ بن معقل ان دنوں معلوم ہیں سے ایک تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے ہماری طرف بھیجا تھا۔ امام دارمی ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو موسیٰ بصرہ میں آئے تو کہا مجھے حضرت عمرؓ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سکھاؤں۔

حضرت عمرؓ اپنے خطبہ میں مسائل دین بیان کیا کرتے تھے، حدیث انما الاعمال بالنیات جو کہ تمام دین کی بنیاد و اساس ہے، حضرت عمرؓ سے یہ حدیث دوستوں سے تراشد اشخاص روایت کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے یہ حدیث دوران خطبہ ارشاد فرمائی تھی، خطبہ میں لوگوں کو علماء کی نشان دہی کرتے، چنانچہ ایک دفعہ فرمایا جو شخص قرآن کے معانی پوچھنا چاہتا ہے، وہ ابی بن کعب کے پاس جائے، جو شخص حلال و حرام کے مسائل دریافت کرنا چاہتا ہے، وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے، اور جو شخص علم فرائض کی تحقیق چاہتا ہے، وہ زید بن ثابت کے سامنے آئے، تلمذ طے کرے، اور جو شخص مال لینا چاہے، وہ میرے پاس آجائے کہ مسلمان کے

خزائن میرے سپرد ہیں۔ رواہ الحاکم۔
امام دارمی روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بد علم کتابوں میں محفوظ کر لو، گویا حضرت عمرؓ نے کتب
دین کی تالیف و تصنیف کا حکم صادر فرمایا۔

فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف متوجہ ہے، امام دارمی تمہیم داری
سے روایت کرتے ہیں، عمرؓ کے زمانہ میں لوگ عمارت میں تطاول کرنے لگے تو فرمایا۔

یا معشر العرب الارض انہ
لا اسلام الا بجماعة۔ ولا جماعة
الا بامارة ولا امانة الا بطاعة
فمن سودة قوم۔ علی الفقة
کان حیوة له ولهم ومن
سودة قومہ علی غیر فقه کان
هلاکاً له ولهم۔
اے عرب قوم زمین زمین ہے
جماعت کے بغیر اسلام نہیں، اور امانت کے بغیر
جماعت نہیں، اور اطاعت کے بنا امیر
نہیں۔ سوچ سمجھ کر جس کو اس کی قوم نے
اپنا قائد چنا، وہ اپنے اور اپنی قوم کی
حیات کا باعث بنا، اور بغیر سوچ سمجھے
جس کو سردار بنایا گیا، وہ اپنے لئے
اور قوم کے لئے تباہی کا موجب ہوگا۔

شیخین کے اکثر خطوط جو امر اور اعمال کی طرف لکھتے ان میں اکثر امر بالمعروف
نہی عن المنکر کی تلقین ہوتی۔ حفظ حدود و نماز کا حکم دیا جاتا، اور زکوٰۃ کی تفصیل
کا بیان ہوتا۔ اگر اس کی پوری تفصیل احاطہ تحریر میں لائی جائے، تو ایک مبسوط
کتاب تیار ہو جائے۔

شیخ دلی الشرف قدس سرہ نے عبادات و معاملات پر مشتمل حضرت عمرؓ کے فتاویٰ
لکھے ہیں، وہ بجائے خود ایک مستقل کتاب بن گئے۔

فتح بلاد میں حضرت عمرؓ کی خدمات جلیلہ کی خدمات جلیلہ جن کا تعلق فتوحات

بلاد سے ہے اظہر من الشمس ہیں، اور احاطہ ہر سے باہر۔

عربوں میں بادشاہی اور فوج کشی نہ تھی، بسپاہیانہ رسوم سے بھی ناواقف تھے،

ان کے خیال میں بھی نہ آسکتا تھا کہ قیصر و کسری کے ساتھ مقابلہ آرائی کریں گے، فاروق اعظم نے فوجی ڈسپلن قائم کی لشکر بنائے، قیصر و کسری کی ہیبت اور رعب جو لوگوں کے سینے میں بکھی اس کو دور کیا، آپ کے بعد خلفاء نے جہاد کیا یا علاقے فتح کئے، وہ فاروقی قائم کردہ بنیادوں پر ہی ہو سکے۔ اس کا ثواب بھی عمر کے نامہ اعمال میں داخل ہے۔

امام سیوطی فرماتا ہے، "عمر نے ہجری سن مکھنے کا رواج ڈالا۔ بیت المال مقرر کیا، دفتر رکھے، لشکریوں کے وظائف مقرر کئے، مصر سے مدینہ میں غلہ کی درآمد کی، حدود و تعزیرات قائم کرنے کے لئے درہ استعمال کیا، بھوگوئی کو قابل سزا جرم قرار دیا، وغیرہ وغیرہ۔"

سختی و زحمت کا استعمال ایسے عمدہ طریق سے کیا شاید ہی لقمان کر سکا ہو۔ عثمان بن عفان فرماتے ہیں:-

هذا استطيع ان اكون مثل
لقمان الحكيم۔

کیا میں لقمان حکیم کی مانند ہو
سکتا ہوں؟

علیؑ فرماتے ہیں:-

لدا تاة عبرا هيب من
سيفكم۔

عمرؓ کے دُرہ کی ہیبت تمہاری
تلواریں سے زیادہ بکھی۔

اس نفسیاتی قوت کا یہ اثر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی طرح ان کی خلافت میں کوئی شخص ان کے احکام سے انکار نہ کر سکا اور کسی نے بھی ان کی خلافت میں اختلاف نہ کیا۔

کسری و قیصر کو تہس نہس کر دیا گویا تمام علاقے انہیں کے ہاتھ پر فتح ہوئے ہرمز بادشاہ رہوا نہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، آپ نے کفار کے ساتھ جہاد کے بارہ میں اس کا مشورہ طلب کیا کہ کیسے کیا جائے، ہرمز نے کہا۔ تمام عالم ایک

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۵۲ میں بھی اس کے قریب قریب معلومات موجود ہیں۔

پہلے کی مانند ہے، اس کا سر عراق ملک کسری ہے، دو بازو فارس اور روم ہیں، ایک پاؤں ترکستان اور دوسرا مغرب و فرنگستان اگر تو سر کو توڑ دے گا، پہلے مر جائیگا ایک بازو یا دونوں ایک پاؤں یا دونوں پاؤں توڑنے سے کام نہ بنے گا۔ اسی لئے سب سے پہلے عمرہ نے کسری کے ساتھ جہاد کیا، اور بالآخر عراق و شام عمرہ کے معاونین کے ہاتھوں فتح ہو گئے، حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر توابع دلوہا حق سمیت فتح ہوئے، دمشق، بعلبک، حمص، انطاکیہ، ایہواز، موصل، طوس، قسطنطنیہ، مصر، آذربائیجان، نہادند، دینور، ہمدان، طرابلس، جرجان، حلب، اصفہان، کوفہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

چار ہزار مساجد تعمیر کرائیں، اور چار ہزار کنیسی ویران ہو گئے، ایک ہزار نو صد منبر خطیبہ کے لئے رکھے، سواد عراق پر جزیہ اور خراج ڈالا۔ مسلمانوں میں مراتب کے اندازے سے عطایا تقسیم کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں پر خصوصی نظر و شفقت کی، اپنے قرابت داروں پر اتنا نہ تھی، خود کو بیت المال میں ایک فرد کی حیثیت میں رکھا۔ حق تعالیٰ نے ان کی تائید و تقویت فرمائی، اور بہترین انسان ان کے کاموں میں تعاون کے لئے مہیا فرمائے، عبدالرحمن بن خلف خزاعی اور زید بن ثابت ان کے کاتب تھے، اور زید بن ارقم داروغہ بیت المال تھے۔ آخر عمر میں حج سے فارغ ہو کر آ رہے تھے، میدان مکہ میں اپنی چادر زمین پر ڈالی بیٹھ زمین پر رکھی، اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، اور فرمایا:۔

اے اللہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں،

اللہم کبرئت سنی وضعفت

میری طاقت کم ہو رہی ہو گئی، شوق میں

توقی وانتشر رغبتی فاقبضنی

انتشار ہو چکا۔ مجھے بحفاظت اپنے

الیک غیر مضیع وکامقوڑ۔

پاسن بلا لے۔

۱۔ المستدرک جلد ۳ ص ۹۱ واقعہ شہادۃ عمرہ۔

ماہ ذوالحجہ کے آخر میں مدینہ پہنچے اور خطبہ ارشاد فرمایا :-

ایہا الناس قد استت لكم السنن وفرضت لكم القرائن وتوكلتكم على الواضحة الا ان تضلوا بالناس عينا وشمالا وضرب باحدى يديه على الاخرى۔

اے لوگوں میں نے تمہاری نیکی کی راہیں متعین کیں، کچھ امور لازمی قرار دیئے، اور میں تمہیں واضح اور روشن حالت پر چھوڑ رہا ہوں الا یہ کہ تم خود دانیں بائیں مڑ جاؤ۔

ماہ ذوالحجہ ختم ہوتے سے پہلے شہید ہو گئے، رواہ مالک عن سعید بن المسیب امام احمد نے سعدان بن ابی طلحہ سے روایت کیا، حضرت عمرؓ نے آخری عمر میں خطبہ جمعہ پڑھا۔ اس خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کا ذکر کیا، اور اپنی موت کا بھی ذکر کیا۔ اور خلافت چھ اشخاص کے شورعی پر متعین کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان افراد سے تاوفات مبارک راضی رہے تھے، پھر فرمایا :-

انی قد علمت ان قوما سيطعون في هذا الامر انا حبا بتم بيداى على الاسلام فان فعلوا فاولئك اعداء الله الكفرة الضلال۔

میں جانتا ہوں کچھ لوگ اس معاملہ میں طعن کریں گے۔ جن کو میں نے اپنے ہاتھ سے مارا ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو سمجھنا یہ لوگ اللہ کے دشمن ہیں اور گم کردہ راہ کا فر۔

كَلَّا كَذَرْتُمْ بِي كَيْفَا، اور پھر فرمایا :-

اللهم اني اشهدك على امراء الامصار فانما بعثتهم ليعلمون الناس دينهم وسنة نبيلهم صلى الله عليه وسلم ويقسموا

اے اللہ میں آپ کے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے شہروں کے امراء کو اس لئے مقرر کیا کہ وہ اپنے دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پرچار

۱۔ المستدرک ج ۲ ص ۹۲۔

۲۔ کلا رجس کے وارثوں میں نزاع لاؤتے باب۔

فیہم فیئہم ویعدوا علیہم
ویرفعوا الی ما اشد
علیہم من امرہم۔

کریں، اور مسلمانوں میں مالی فنی تقسیم
کریں، اور ان میں انصاف قائم کریں،
اور جو بات ان پر مشکل ہو، تو میری
طرف مراجعت کریں۔

بدھ کے روز ۲۶ ذوالحجہ کو ابو لؤلؤ جو کہ مغیرہ بن شعبہ کا ایک غلام تھا کے ہاتھ
زخمی ہوئے، اور تین دن بعد وفات پائی، اور یکم محرم ۲۷ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے جوار میں مدفون ہوئے، رحمہ اللہ ورحمۃ واسعۃ۔ آپ کے زرین اقوال میں سے ہے۔
ایاکم ومؤاخاة الاحق
فانہ ربہا اماد ان یتفکک
فیضک۔

بے وقوف کی دوستی سے بچو وہ
تجھے نفع پہنچانا چاہیگا، مگر نقصان
کر بیٹھے گا۔

ان کے زخمی ہونے کے بعد وفات سے قبل ابن عباسؓ نے کہا۔
البشر بالجنة یا امیر
المؤمنین اسلمت حین کفر
الناس وجاہدت مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حین
خذلہ الناس وقبض رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وهو عنک
لاض ولم یختلف فی خلافتک
اثنان وقتلت شہیداً۔

اے امیر المؤمنین آپ بہشت
کی خوشخبری حاصل کریں۔ جب لوگوں
نے کفر کیا، آپ مسلمان ہوئے، جب
لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
چھوڑ گئے، آپ نے مدد کی، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی
تو آپ پر راضی تھے، اور آپ کی
خلافت میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف
نہیں کیا، اور آپ شہید مقتول ہیں۔

ان کی وفات کے بعد علیؓ نے غبطہ کرتے ہوئے فرمایا۔

لوگوں میں کوئی ایسا شخص نہیں
جس کے اعمال کوئے کر میں اللہ سے
ملنا چاہوں سوا اس ڈھانپے ہوئے۔

ما من الناس احدا حب
الى ان اتقى الله بما في
صحيفة من هذا المسجي

مذکورۃ الصدر ما ثرو مناقب سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ بعد متا صرت دین میں
اور پاکیزگی طینت، کمال عقل و علم میں اور اس کے ہاتھوں دین کے عظیم الشان کاموں
کے صلہ و در میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغ رسالت میں آکر کار ہونے میں
عمر کی مثل کوئی اور شخص نہیں ہے۔

شیخین کے بعد افضل عثمان ہیں شیخین کے بعد سب سے افضل عثمان بن
عفان ہیں، اور ان کے بعد علی بن ابی طالب۔

سفیان ثوری کہتا ہے، عثمانؓ سے علیؓ افضل ہیں، وہ کہتا ہے اس لئے کہ
مناقب علیؓ میں اتنا احادیث جیدہ سند وارد ہوئیں کسی دوسرے صحابی کے مناقب میں
اتنا احادیث مروی نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں
حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بہت اختلافات برپا ہو گئے، ایک جماعت
نے ان کے خلاف خروج کیا، اور بغاوت کی اور لڑائیاں لڑیں۔ اور ہر سر منبر ان
کی بد گوئی کی۔

انہی کے زمانہ میں فرقہ خوارج نے ظہور کیا جو کہ علیؓ کے ساتھ انتہائی بغض رکھتے
تھے، اور تکفیر کرتے تھے، اہل سنت نے خارجیوں کے مذہب و نظریہ کے باطل
ثابت کرنے، اور بنی امیہ کو الزام دینے کے لئے علیؓ کے مناقب پھیلانے میں
سعی بلیغ کی۔ ورنہ تمام خلفاء راشدین کے حق میں احادیث مناقب برابر مروی ہیں۔
پھر اعتبار کثرت احادیث مناقب کا نہیں کیا جاتا، افضلیت کے لئے تو بنا
افضلیت کو دیکھا جاتا ہے، جس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ کے ہاں کثرت ثواب
کا استحقاق کے حاصل ہے۔ یہ بات عقل سے نہیں جانی جاسکتی ہے۔

صفات کمال میں سے بعض صفات کے اختصاصاً کمالاً علم و حیا کا اختصاص عثمان کے ساتھ اور ذکاوت ذہن و علم و شجاعت کا علی کے ساتھ (علی الاطلاق فضیلت ثابت نہیں ہوئی ابوحنیفہؒ افضلیت خلتین کے بارہ میں توقف کرتے ہیں، اور مالکؒ کا پہلا قول یہی ہے، مگر امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، مالکؒ (آخری قول)، ابو الحسنؒ اشعری اور جمہور اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ علیؓ نے عثمانؓ کو افضل میں۔ ان کا استدلال سنت و اجماع سے ہے۔ اثبات افضلیت عثمانؓ بر علیؓ حدیث و اجماع سے | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں نے صبح سے پہلے دیکھا گویا مجھے مقابلہ اور موازنہ دی گئی، مقابلہ یہ کنجیاں ہیں، اور موازنہ ترازو جس سے تم تولتے ہو، میں ایک پلڑے میں رکھا گیا، اور میری امت دوسرے پلڑے میں۔ میں بھاری ہو گیا، پھر ابو بکر لایا گیا، ایک پلڑے میں وہ اور دوسرے میں میری امت۔ ابو بکرؓ بھاری ہو گیا پھر عثمانؓ لائے گئے۔ وہ ایک ترازو میں اور میری امت دوسری عثمانؓ سب پر بھاری ہو گئے، اور ترازو اٹھالی گئی احمد اور طبرانی نے یہ حدیث ابن عمر سے، ابن قانع اور ابن مندہ نے ایک اعرابی معروف بہ الجمر بخاری سے روایت کی، ابن عدی ابن عباس، ابن عمر اور ابوامامہ سے روایت کرتا ہے۔

رأيت قبل الفجر كافي اعطيت
المقابل والموازين اما المقاليد
فهذه المقاييم واما الموازين
فهذه التي تزنون بها ووضع
في كفة ووضع في كفة
فرجحت بهم ثم رجعت باي بكر
فوضع في كفة ووضع في كفة
كفة فرجحت بهم ثم رجعت باي عثمان
فوضع في كفة ووضع في كفة
في كفة فرجحت بهم ثم رجعت
الموازين۔

سأله احمد والطبراني عن ابن
عمر وابن قانع وابن منداه
عن اعرابي يقال له الجمر بخاري ورواه
ابن عدی عن ابن عباس وعن ابن
عماد ابی امامة الباهلي نحوه

سأله حضرت عمرؓ کا ذکر اصل نسخہ سے کتابت کی غلطی سے ہو گیا ہے۔

والطبرانی عن معاذ بن جبل نحوه وعن
اسامة بن شريك مثله۔

طبرانی نے معاذ بن جبل سے اور اسامة
بن شريك سے اسی طرح روایت کیا ہے،
اس حدیث کے بعض طریق حسن ہیں، اور بعض ضعیف، مگر کثرت طرق سے
حدیث درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے، نیز جن احادیث میں عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک جگہ ذکر
ہوا ہے، عثمان کا تذکرہ علی رضی اللہ عنہ سے مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

ارحم امتی بامتی ابوبکر
واشدھم فی امر اللہ عمرو
امداقھم حیاء عثمان واقضاهم
علی سواہ ابویعلی عن
النس۔

میری امت میں امت پر سب
سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکرؓ ہے،
اللہ کے دین میں سخت عمرؓ ہے، اور
حیا میں پختہ عثمانؓ ہے، اور قضا کا
ماہر علیؓ ہے، (ابویعلیٰ بروایت النس)

اس قسم کی کافی روایات موجود ہیں :-
اجماع سے بدو وجہ استدلال کیا گیا ہے۔
اولاً۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں :-

کنا نخیر بین الناس فی زمان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر
ابابکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان اخرجه
البخاری۔ وفي رواية کنا فی زمن
النبي صلی اللہ علیہ وسلم لانعدل
بای بکرا حداثہ عمر ثم عثمان
ثم تترك اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لانفاضل

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں تفضیل دیتے تو پہلا درجہ
ابوبکر کا ہوتا، پھر عمرؓ کا پھر عثمانؓ
کا (صحیح بخاری) ایک روایت میں
ہے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ جانتے
تھے، پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور بقیہ صحابہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تفاضل

نہ کرتے۔

بیدار۔

ثانیاً۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کو چھ اشخاص میں شوریٰ بنایا، مگر دو اشخاص کے لئے یہ تخصیص وصیت فرمائی، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمنؓ بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ مشورہ کے لئے جمع ہوئے زبیرؓ نے کہا میں اپنا استحقاق علیؓ کے سپرد کرتا ہوں سعدؓ نے کہا میں عبدالرحمنؓ کے سپرد کرتا ہوں، طلحہؓ نے کہا میں عثمانؓ کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں عبدالرحمنؓ بن عوفؓ نے کہا میں خلافت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تم دونوں میں سے جو چاہے اسے مقرر کر دوں۔ میں خدا واسلام کا واسطہ دیتا ہوں کہ افضل کو خلافت کے لئے اختیار کرو، عثمانؓ و علیؓ دونوں خاموش رہے، عبدالرحمنؓ بن عوفؓ نے کہا یہ کام تم میرے سپرد کر دو، خدا گواہ میں افضل کے انتخاب میں کمی نہ کروں گا، دونوں نے بات قبول کر لی، گویا پانچوں اشخاص نے اپنے اپنے اختیارات عبدالرحمنؓ بن عوفؓ کے سپرد کر دیئے، عبدالرحمنؓ بن عوفؓ تین دن رات صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے رہے، چوتھے دن مذکورۃ الصدہ چھ بزرگ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے، مہاجرین و انصاریہ میں سے جو افراد اس وقت مدینہ میں موجود تھے، انہیں جمع کیا، تمام امراء لشکر کو جو موجود تھے جمع کیا، تمام لوگوں کے جمع ہونے کے بعد نام خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فرمایا:-

اما بعد!۔ اے علیؓ! میں نے جمع صحابہ سے مشورہ کیا ہے ان میں کوئی بھی عثمانؓ کے ہم پلہ کسی کو نہیں جانتا، یعنی عثمانؓ کو سب سے افضل جانتے ہیں، لہذا آپ اس بارہ میں ناخوش نہ ہوں، اور عثمانؓ کو کاہل نہ پکڑا اور بیعت کی، اور کہا میں تجھ سے احکام خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر خلق کے طریق کار پر کار بند رہنے پر بیعت کرتا ہوں۔“

۱۔ حضرت عمرؓ کا امر خلافت کو چھ اشخاص کو سپرد کرنا، اور پھر حضرت عثمانؓ کے لئے متفقہ فیصلہ کیلئے دیکھئے صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۲ باب فقہ و بیعت و اتفاق علی عثمان من کتاب التائب۔

عبدالرحمن بن عوف کے بعد علیؑ نے بیعت کی، علیؑ کے بعد مہاجرین انصار اور امراء
اجناد اور تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی، امام سیوطی فرماتے ہیں۔

عبدالرحمن بن عوف نے سب سے پہلے علیؑ کی بیعت کی، حضرت عثمانؓ سے مشورہ
کیا، اور کہا، اگر تیرے ساتھ بیعت نہ کروں یا کروں، مجھے مشورہ دو، عثمانؓ نے علیؑ
کے ساتھ پھر علیؑ کے ساتھ، پھر علیؑ سے پوچھا، اگر تیرے ساتھ بیعت نہ کروں یا کروں
مشورہ دو، علیؑ نے کہا عثمانؓ کے ساتھ، پھر سعدؓ سے مشورہ پوچھا سعدؓ نے بھی عثمانؓ
کے ساتھ پر بیعت کرنے کے لئے کہا، بعد ازاں اعیان صحابہؓ سے مشورہ کیا اکثر کی
را نے حضرت عثمانؓ کے لئے تھی، اس کے بعد تین رات دن، مشورہ کرتے رہے،
عبدالرحمن بن عوفؓ نے جمیع مہاجرین اور انصار کے سامنے فرمایا میں انہیں پاتا ہوں
کہ وہ کسی کو عثمانؓ کے برابر نہیں قرار دیتے، اس پر کسی نے رد و قدح نہ کی، لہذا افضلیت عثمانؓ
پر اجماع منعقد ہو گیا۔

ایک سوال:- اگر کوئی کہے علیؑ نے عثمانؓ کی افضلیت پر مناقشہ فرمایا ہے، کہا۔

انشدکم باللہ ہل احد
فیکرم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و بینه اداخی
میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں
کہ کیا تم میں میرے سوا ایسا موجود ہے
کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں

۱۔ عبدالرحمن بن عوف کا بیعت عثمانؓ کے لئے فیصلے صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۵ میں بھی مذکور ہے۔

۲۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، دلائل اثبات مواخاتہ باطل موضوع فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یؤاخ احد
ولا آخی بین المہاجرین بعضهم من بعض ولا بین الانصار بعضهم من بعض ذلک ان آخی بین المہاجرین والانصار
کما آخی بین سعد بن الزید و عبدالرحمن بن عوف و آخی بین سلمان والی الدرداء لکما ثبت ذلک فی
الصصح مواخاتہ کی روایت درج ذیل فی بیان کی ہے، باطل اور موضوع ہے، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کسی کے ساتھ مواخاتہ نہیں کی، اور نہ ہی یہ مواخاتہ مہاجرین کی آپس میں تھی، اور نہ انصار
میں۔ بلکہ مہاجرین کے افراد کو انصاری افراد کا آخی بنا یا تھا، جیسا کہ سعد بن الزید اور عبدالرحمن بن
عوف کے مابین اور سلمان والی الدرداء کے مابین جیسا کہ الصصح میں ثابت ہے، دمنہاج
السنۃ جلد ۲ ص ۱۱۹۔ البتہ جامع ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علیؑ نے
کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مواخات کسی کے ساتھ نہیں ہوئی، آپ نے
فرمایا تم دنیا اور آخرت تمکیر سے بھائی ہو، امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن
غریب ہے، دیکھئے جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶۔

بین المسلمین غدیری قالوا لا۔ میں مواخات فرمائی، تو اس کے اور اپنے
ما بین آپ نے مواخات فرمائی ہو لوگوں کہ تہیں

لہذا علیؑ کی افضلیت پر اجماع منعقد ہوا۔

جواب | علیؑ نے اس بارہ میں مناقشہ کیا، اور عثمانؓ پر اپنی افضلیت پر دلیل
میں مواخات کو پیش کیا، مگر یہ استدلال ضعیف ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام میں مواخات
باہمی نرم روی ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت پر مبنی تھی نہ کہ فضائل و علم
میں مماثلت پر اس کی بنا تھی، کئی ایک انصاریوں کی قریشیوں کے ساتھ مواخات
ہوئی بعض موالی خالص عربی النسل کے رخ قرار دیئے گئے، اور فاضل کو مفضل
کا رخ بنایا، جیسا کہ دفتر مواخات الذمیرۃ ابن اسحق کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ
ایسا ممکن ہے کہ ایک غیر عربی اور ایک عربی کا مزاج ایک دوسرے کے ساتھ
متفق ہو جبکہ دو عربیوں کا ایسے نہ ہو، اسی طرح دو ہمالیوں کے درمیان مواخات
بہتر تھی، جبکہ دونوں فضیلت میں متفاوت تھے، ان دونوں مواخات نہ بنائی، جو کہ
فضیلت میں تو برابر تھے، مگر ان کا گھر دور دور تھا، لہذا مواخات دلیل فضیلت
نہیں ہے۔

صحابہ کرام مواخات کی تفصیلات جاننے کے باوجود حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کو علیؑ پر
فضیلت دیتے ہیں، علیؑ نے بھی اپنی رائے سے رجوع کر لیا، اور دوسرے صحابہ کرام
کی رائے کو، درست قرار دے کر عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، لہذا عثمانؓ
کی افضلیت پر اجماع منعقد ہوا۔

نیز ترتیب خلافت سے بھی ہم ترتیب افضلیت ثابت کرتے ہیں، اس طرح کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من استعمل رجلا من
عصابة وفي تلك العصابة
من هو ارضى الله منه فقد

جو شخص کسی کو ایک جماعت پر
عامل مقرر کرتا ہے، اور اس جماعت
میں اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ

خان اللہ و خان رسولہ و خان
المؤمنین اخرجہ المحاکم من
حدیث ابن عباس۔
پسندیدہ موجود ہے، اس نے التراد
رسول اور ایمان داروں کی خیانت
کی۔ (حاکم بروایت ابن عباس)

نیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من دلی من امر المسلمین شیئاً
نامرہ علیہ احداً محاباة
فعلیہ لعنة الله لا یقبل الله منه
صرفاً ولا عدلاً حتی یدخلہ
جہنم۔
اخرجہ المحاکم من حدیث
ابی بکر الصدیق۔
جو شخص مسلمانوں کے معاملات
کا متولی ہوا، اور ان پر کسی کو راستحقان
کے بغیر بطور عطیہ کے امیر بنا دیا اس
پر اللہ کی لعنت اس کی فرضی اور
نقلی عبادات قبول نہ ہوں گی، اللہ تعالیٰ
اسے جہنم رسیدہ کرے گا۔ (حاکم بروایت
ابی بکر صدیق)

ان احادیث سے معلوم ہوا اگر فصل کے ہوتے مفضل کو خلیفہ بنا دیا گیا،
گو اس کی خلافت صحیح ہے، جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے، مگر خلیفہ
بنانے والا گنہگار اور فاسق ہو گا۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لا یجتمع امتی علی الضلالة
میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی
اہل اجماع کا عصیت کے کام پر اجماع کرنا محال ہے، لہذا ترتیب خلافت
سے جو کہ باجماع ثابت ہوئی، افضلیت کی دلیل لینا متحقق ہوا، کمالاً بخفی۔
خلافت و افضلیت خلاقانہ اثر یہ | امامیہ کو خاموش کرانے کے لئے ایک
قبول علیٰ انہ کتب امامیہ | الزامی استدلال پیش کرتے ہیں، امامیہ

۱۔ استدراک ج ۴ ص ۹۲۔

۲۔ استدراک ج ۴ ص ۹۳۔

۳۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۵۹ باب فی لزوم الجماعۃ۔

اپنی کتب میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہؓ کو ایک مکتوب لکھا، جس میں تحریر تھا۔

اما بعد: فان بيعتي يا معاوية لزمك وانت بالشام لان بايعني القوم الذين بايعوا ابا بكر وعمر وعثمان علي ما بايعوه فلم يكن للشاهد ان يختار الحديث وقد مر من قبل - د نهج البلاغة -

اما بعد۔ اے معاویہ تجھے میری بیعت لازم ہو گئی، اور تو شام میں ہے، اس لئے کہ میرے ساتھ ان لوگوں نے بیعت کی ہے، جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی، اور انہیں شرطوں پر جو ان سے لیں تھیں، در نہج البلاغۃ

خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت علیؓ سے پہلے ہو چکی تھی، امامیہ کے مسلمہ قول کی بنیاد پر کہ فاضل کے ہوتے مفضول کی امامت صحیح نہیں ہے، اور نہ مساوی کی امامت بلکہ افضل کی امامت واجب ہے، خلفاء ثلاثہؓ کی افضلیت علیؓ پر ثابت ہو جاتی ہے، وہو المقصود۔

ایک سوال اگر خلافت افضلیت کی دلیل ہے تو معاویہؓ کو حسنؓ، حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ وغیرہ سے افضل مانتا پڑے گا، حالانکہ ایسے نہ ہے۔

جواب حدیث مرفوعہ میں ہے۔

الخلفاء ثلاثون سنة ثم يكون ملك عضوض - خلافت تیس سال تک ہے اس کے بعد جابرۃ ملوکیت ہوگی۔

اس حدیث کی رو سے خلافت نبوۃ حسنؓ پورا ختم پذیر ہوئی، اس سے حسنؓ کی افضلیت اپنے اہل زمان سے ثابت ہو جاتی ہے، نہ کہ ان اشخاص

کی افضلیت جو کہ حسنؑ کے بعد امیر ہوئے۔

فرق یہ ہوگا کہ اہل اجماع افضل کے ہوتے ہوئے اپنے اختیار سے مفضل کو خلیفہ بنائیں تو گنتہ گاہوں کے رگرتہ کے اندیشہ کی صورت میں اولوالامر کی اطاعت لازم ہے، اس میں کوئی گناہ نہ ہے، لان الضرورات تبیح المحذورات۔ خلافت معاویہ پر اجماع دفع قتلہ کے طور پر نہوانہ کہ علما اہل حل و عقد کے اجتہاد سے جبکہ علما اہل حل و عقد کے اجتہاد سے پانچ اشخاص کی خلافت منعقد ہوئی۔ خلفاء اربعہ اور حسنؑ چنانچہ حضرت حسنؑ نے معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لینے کے بعد فرمایا:-

ان معاویۃ نازعی حقاہو
لی دینہ فنظرت اصلاح الامۃ
وقطع الفتنة وقد کنتہ بايعتم
لی علی انکم تسالمون من سالمۃ
وتحاربون من حاربت فرأیت
ان اسالہ معاویۃ واضح
الحرب بینی و بینہ وقد
بايعته و رأیت ان حقن
الدما و خیر من سفکها و لم ادر
بذلک الا اصلاحکم و بقاءکم
وان ادرای لعلہ فتنة لکم
ومتاع الی حین۔ واللہ اعلم

معاویہؓ نے میرے ایک حق کے لئے جھگڑا کیا ہے، میں نے امت کی اصلاح اور قتلہ ختم کرنے کے لئے یہ اقدام کیا ہے، تم میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے کہ جس سے صلح کروں تم بھی صلح کرو گے، اور جس سے لڑوں تم بھی لڑو گے، میں نے معاویہؓ سے صلح اور جنگ ختم کرنے کو مناسب سمجھنا ہے، میں بیعت کر چکا ہوں، میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت یہاں سے بہتر ہے، اس سے میرا ارادہ تمہاری اصلاح اور تمہاری زندگی ہے۔

۱۔ امام محمدؒ نے فرمایا: من بعد الحسنؑ و الحسینؑ

۲۔ یہ خطبہ شریف مرتضیٰ اور صاحب فضول و وفون نے روایت کیا و تحفۃ شاعر شریف شاہ عبدالعزیز محدث۔ منہج ص ۳۱۱ اس خطبہ کا مفہوم المستدک الحاکم ج ۳ ص ۱۴۳-۱۵۰ مندرجہ خطبات حسنؑ میں بھی آگیا ہے مدار و فتہ من الکافی ج ۳ ص ۲۳ میں ہے ابو جعفرؑ کا قول ہے جو میں نے کیا امت مسلمہ کیلئے بہتر تھا کہ انتہی اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵ میں ہے رسول اللہؐ نے فرمایا یا مایا حسنؑ اس کے ذریعہ

یہ تمہاری آزمائش ہے، اور ایک وقت
تک زندگی بسر کرنا۔

خلفاء ثلاثہ کے بعد جمع صحابہؓ سے علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں، مناقب علی
پر وال احادیث پہلے مذکور ہو چکی ہیں، حضرت عمرؓ نے جمع صحابہؓ میں سے بھ
اشخاص کو انتخاب کیا، اور چھ میں سے دو شخص منتخب کئے تھے، حضرت عبدالرحمن
بن عوفؓ نے بھی عثمانؓ و علیؓ کے سوا کسی اور کو اس کام کے اہل نہ سمجھا۔ اب ہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں داماد عثمانؓ و علیؓ کے فضائل بیان
کرتے ہیں۔

ماثر حمیدہ حضرت عثمانؓ فی النورینؓ

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے، ابوبکرؓ علیؓ اور زید بن حارثہؓ کے بعد حضرت ابوبکرؓ
کی تبلیغ سے آپؐ نے اسلام قبول کیا، انتہی۔ اسلام لانے پر ان کے چچا حکم بن عاص
نے انہیں باندھ دیا کہ نیا دین ترک کر دے، عثمانؓ نے کہا:

واللہ لا اذعہ ابد اذلا
خدا کی قسم میں اسے نہیں چھوڑوں گا،

اور نہ اس سے جدا ہوں گا۔

افارقہ۔

حکم نے دیکھا کہ یہ اپنے عقیدہ میں پختہ ہے، تو چھوڑ دیا، اپنی اہلیہ رقیہ بنت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پہلے حبشہ کو ہجرت کی، اور پھر مدینہ کی طرف۔

جمع مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے غزوہ بدر میں رقیہ

دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، پیغمبر خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے آپ کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، اجر و غنیمت

میں اہل بدر کی طرح انہی بھی حصہ ملا۔ اسی وجہ سے ایک بدری صحابہؓ میں شمار ہوتے

ہیں۔ ایام بدر میں رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پائیں، تو

تلاہ نظر صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۳ مناقب عثمان۔

رسالتناہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام کلثوم اپنی دوسری لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا سہ میں ام کلثوم بھی فوت ہو گئیں۔

بیعت رضوان کے وقت عثمانؓ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام رسانی کے لئے گئے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے عثمان کے لئے بیعت کی، جنگ احد میں پیچھے ہٹنے کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ولقد عفا عنکم ذال عمران (۱۵۲) اللہ تمہیں معاف کر چکا۔

آپ کے مناقب علیہ میں بیرونہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا، حبشہ وغیرہ کے لئے مکمل سامان جنگ کی تیاری، مسجد میں مزید زمین داخل کرنا، اور قرآن پاک جمع کر کے اسے پھیلانا اور شہادت کے موقع پر صبر عظیم کا مظاہرہ شمار ہوتا ہے۔

حذیبہ شاعت اسلام، مسلمانوں میں خوشحالی پیدا کرنا، روایت قرآن و حدیث صفات حیا و علم و جود و سخا سے آپ کو حصہ وافر قدرت نے عطا کیا تھا۔
آپ کے ایام خلافت میں سواحل روم، بلاد آرمینینہ، حبشہ، افریقیہ، علاقے، حبشہ، خراسان، مشرق میں کابل، روم کی طرف قسطنطنیہ تک مفتوح ہوئے۔
خشیت الہی اتنا کہ قبر کو دیکھ لیتے تو اتنا قدر روتے کہ لمحہ مبارک تر ہو جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے فضائل میں فرمایا:۔
ہر فرد اپنے کفو کی طرف اٹھ کھڑا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان کی طرف اٹھے اور انہیں بغل میں لیا، اور فرمایا یہ دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے۔
نیز فرمایا:۔

۱۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۴ مناقب عثمان - ۲۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۴۶۷ باب بیع القرآن کتاب فضائل القرآن
۳۔ فتح الباری باب بیع القرآن پارہ ۱۲ کذیل میں کچھ تذکرہ۔ ۴۔ جامع ترمذی سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۲۵۲ باب فیہ ذکر القبر
۵۔ المستدرک ج ۳ ص ۹۔

اے طلحہ ہر نبی کا جنت میں اس کی امت سے ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق بہشت میں عثمان ہے۔

آخری ایام خلافت میں مردان کی دخل اندازی سے فتنہ پیدا ہوا، اور ایام تشریق میں شہید ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے لئے لفظ شہید وارد ہوا ہے، چنانچہ کہ پہلے مذکور ہوا۔

ماثر جمیلہ علی رضی اللہ عنہ

آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، اور ہجرت کے موقعہ پر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے تاکہ لوگ سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نہیں گئے، مواخاۃ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی مواخاۃ میں لیا، جنگ بدر میں علیؓ، حمزہؓ اور عبیدہؓ نے کفار قریش کے نامی پہلوانوں کا مبارزہ قبول کیا، اور غالب آئے، آیت

هذان خصمان اختصموا فی
بہ دو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور
ایسے رب کے بارہ میں جھگڑے ہیں۔

انہی حق میں نازل ہوئی، جنگ احد میں ثابت قدم رہنے والوں میں تھے غزوہ خندق کے موقعہ پر عمرو بن عبدود پہلوان کو قتل کیا، اور قلعہ حیرا انہی کے ہاتھوں فتح ہوا، ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بعثت غذا از جلا یحب
اللہ ورسولہ و یحبہ اللہ
میں کل ایک شخص کو روانہ کروں
گاہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے
میں اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

۱۵ جامع ترمذی ۲۷۰ ص ۲۲۲ کتاب عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۸۔

۱۶ بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے، بطور میں حضرت ابوبکرؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ

۱۷ حاکم نے اس حدیث میں سے عیا کر اور مذکور ہوا۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ان فرمایا کہ

۱۸ بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے، بطور میں حضرت ابوبکرؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ

۱۹ بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے، بطور میں حضرت ابوبکرؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ

۲۰ بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے، بطور میں حضرت ابوبکرؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علم کی گواہی دی اور فرمایا :-

انا مدینۃ العلو
علی بابہا۔
میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا
دروازہ ہے۔

نیز فرمایا :-

اقضاکم علی :
تم میں ماہر قضا علی ہے۔

علی نہ کثرت علم کی بنا پر فرماتے ہیں :-

سلو فی عن کتاب اللہ فواللہ
ما من آیت الا وانا اعلم ابلیل نزلت
ام بنہا رام فی منزل او فی جبل۔
تم اللہ کی کتاب کے بارہ میں پوچھو اللہ کی قسم میں
جانتا ہوں کہ یہ آیت رات کے وقت اتری
یاد میں میں مدنی علاقہ میں یا پہاڑی میں۔

حساب کی بارکیوں میں ذہن رسا پایا تھا کتاب و سنت سے اخذ مسائل میں
مہارت نامہ بھی اور فقہ سے بھی حصہ وافر ملا تھا۔

زائد تھے اور بیت المال کے بارہ میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کھانے پینے اور
لباس میں اور بیت المال کو قربات داروں میں تقسیم کرنے کے میلانات بالکل
مفقود تھے۔

تمام صحابہ پر خلفائے ثلاثہ کے بعد ان کے افضل ہونے پر ان کا اپنا مقولہ دلالت کرتا ہے۔

۱۔ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۶۶ عن ابن عباس امام ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اس میں زید الصلت
عبدالسلام بن صالح خیر ثقہ ہے نیز یہ روایت مستدرک میں بروایت جابر بن عبد اللہ بھی مروی ہے امام ذہبی؟
فرماتے ہیں اس کی سند میں احمد بن محمد الشریح یزید الحمزانی جو کہ دجال کذاب ہے۔ یہ روایت جامع ترمذی
جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ میں باقی الفاظ مذکور ہے انا دار الحکمتہ وعلی بابہا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث منکر
ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں، الموضوعات ص ۲۷۷ سنحادی نے کہا اس کی سند کوئی بھی صحیح نہیں۔ ابن معین
کہتا ہے یہ جھوٹ ہے اور یہ اصل ابو حاتم۔ یحییٰ بن سعید نے بھی یہی کہا، ابن الجوزی حرفے اسے موضوعات
میں درج کیا۔ ذہبی وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن دقیق العید فرماتا ہے یہ حدیث ثابت نہیں کرتے کہا گیا ہے کہ
یہ باطل ہے امام دارقطنی فرماتے ہیں یہ غیر ثابت ہے ابن حجر عسقلانی اور حافظ ابوسعید نے حن کہا ہے اتہیٰ میں کہتا ہوں
مذکورہ بالا محققین کے مقابلہ میں حافظ ابن حجر حرکی رائے غیر درست ہے۔ کمالا یحییٰ اگر یہ روایت ثابت ہو بھی جائے
تو اس سے شیعہ موقف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم صرف علیؑ کے ذریعہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اس سے ثابت نہیں ہے۔
کیونکہ اس شہر علم کا ایک ہی دروازہ تو نہیں ہے اس الیہ ضرور ثابت ہوا کہ علیؑ ہی ایک دروازہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۔ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۵ مجمع الفوائد ج ۲ باب فضائل الصحابہ ص ۳۵۱۔

انا عبد الله واخو رسولہ
وانا الصديق الاكبر لا يقولها
بعدى الا كاذب صليت
قبل الناس بسبع سنين۔
میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول
کا بھائی ہوں، میں صدیق اکبر ہوں،
میرے بعد جھوٹا ہی یہ لفظ کہے گا۔
میں نے لوگوں سے سات سال
پہلے نماز پڑھی ہے۔

ان کے حق میں حضرت حذیفہ فرماتے ہیں:-
لا يبايع بعده الا اصغر
او ابذر۔
اس کے بعد کسی اصغر یا ناقص سے
ہی بیعت کی جائے گی۔

ان کے مناقب میں سے ہے کہ انہوں نے خوارج حروریہ کو قتل کیا، ایک حدیث
میں اس کا اشارہ موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
لا قطع العاقبة فقال له
جبریل اوعلى۔
میں عاقبتہ کو قتل کروں گا،
جبریل نے کہا یا علی قتل کریں گے۔

ابن طحتم خارجی نے انہیں شہید کیا، آپ کے قاتل اور قاتلِ ناقص حضرت صالح علیہ السلام
پر اشقی الناس کا اطلاق حدیث میں آیا ہے، ان کے مناقب میں دیگر بے شمار احادیث
موجود ہیں، جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے، واللہ اعلم۔

افضلیت صحابہ کرامؓ کے بعد خلفاء اربعہ پر جمیع امت

خلفاء اربعہ کے علاوہ صحابہ کرامؓ میں سب پر فضیلت رکھتے ہیں، اور یہ بات کتاب و سنت
اجماع اور عقلی دلائل اور آثار و روایہ ازائم سے ثابت ہے۔
افضلیت صحابہ از کتاب اللہ و احادیث | حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

۱۔ السنن ابن ماجہ ص ۱۱۱ امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف و منکر ہے، مہتمم بہ عبادین عبد اللہؐ ہے امام علی بن
الدینیؒ فرماتے ہیں، یہ ضعیف الحدیث ہے، ازہدی کہتے ہیں یہ احادیث روایت کرتا ہے، مگر اس کی متابعت کوئی نہیں
کرتا اس کی سند میں نہ حال ردی بھی ہے، اس کو شعبہ نے ترک کر دیا ائمہ کہتے ہیں۔ امام احمد نے اس کی حدیث کاٹ
دی، اور فرمایا یہ منکر حدیث ہے انتہی۔ الرضعات ابن الجوزی ص ۲۳۱۔

مَنْ تَحَدَّثَ بِأَمْرٍ آخِرٍ
لِلثَّانِي الْأَمْرَ دَالِ عَمْرَانِ ۱۱۰

تم بہترین کردہ ہو جو اس باتوں کے
لئے لائے گئے۔

نیز فرمایا:-
وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا
لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

اسی طرح ہم نے تم کو افضل قوم
بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

صحابہ کرامؓ کی تعریف میں آیات پہلے بیان ہو چکی ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

سب سے بہترین دور میرا دور ہے

خیر القرون قریٰ الحدیث
نیز فرمایا:-

صحابی کا تجویز با اقدیم

أَهْدَى بَيْتِهِ
پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امامیہ اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں مگر کمزور تاویلیں کرتے ہیں۔

جس کی اقدیم گروہ کے راہ پاؤ گے۔

لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ كُنْهُ الْفَقْرُ
مَثَلُ أَحَدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مَدًّا

اگر تم احدا میں سے ایک شخص فقیروں کا گروہ ہو

تو صحابہ کے ایک مد یا نصف مد

احد مد ولا نصف مد

مگر احادیث در مناقب صحابہ پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

صحابہ کرامؓ حدیث کی نظر میں

یا فقہاء محدثین اگرچہ بعض صحابہ کو بعض پر فضیلت

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امامیہ اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں مگر کمزور تاویلیں کرتے ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین کتابیں ہیں یہ دونوں امام احمد بن حنبلؒ کی تصانیف ہیں

صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین کتابیں ہیں یہ دونوں امام احمد بن حنبلؒ کی تصانیف ہیں

صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین کتابیں ہیں یہ دونوں امام احمد بن حنبلؒ کی تصانیف ہیں

صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین کتابیں ہیں یہ دونوں امام احمد بن حنبلؒ کی تصانیف ہیں

سے روایت کرتے ہیں اسی طرح معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ سے بھی روایت کرتے ہیں قبول حدیث کے بارے میں کسی کو رو نہیں کرتے۔

منقبت صحابہ پر ایک عقلی دلیل | صحابہ کرامؓ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارح

اور اعضاء کی مانند ہیں، اور بلا واسطہ آپ سے فیض یافتہ اور امت اور رسول کے مابین واسطہ اور وسیلہ۔ یہ تینوں حیثیتیں صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور برتری پر دلالت

صحابہؓ کے شان میں کتب امامیہ میں مروی آثار مقابلہ اول میں بیان ہو چکے ہیں۔

امام ابو محمد حسن العسکریؑ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

ان الله قال لموسى يا موسى ان الله تعالى نے موسیٰ علیہ السلام

املا علمت ان فضل اصحاب کو فرمایا اے موسیٰ کیا آپ نہیں جانتے

محمد علی اصحاب جمیع المرسلین اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام رسولوں

کے فضل ال محمد علی ال کے اصحاب پر فضیلت اس طرح ہے

جمیع المرسلین و ان آدم جس آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع

قال بحق محمد و آلہ الطیبین مرسلین کی آل پر فضیلت حاصل ہے

و خیار اصحاب الملتخبین آدم علیہ السلام نے کہا تھا، بحق محمد و

آلہ الطیبین و خیار اصحاب الملتخبین

تفضیل صحابہ میں مختلف حیثیتوں کا اعتبار | مختلف صفات کے اعتبار سے بعض

صحابہ دوسروں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ جنہا کے پہلے مذکور ہوا جو نہ خلفاء راشدین

کی ترتیب پر امت کا اجماع ہے، لہذا دوسروں میں سے کسی ایک کو متعین کر کے

افضلیت کا حکم نہیں لگاتے، ہاں کل اوصاف سے حکم لگایا جاتا ہے، چنانچہ کہتے

ہیں: یا یقین اولین لا حقین سے بہتر ہیں، اصحاب بدر واحد و حدیبیہ دوسروں

سے افضل ہیں وغیرہ وغیرہ۔

امت محمدی میں صحابہ کرامؓ کی برتری کے دو اسباب ہیں، علم و عمل پھر علم و رسم سے۔

ایک علم باطن یعنی علم بالشرعیہ یوں ادا کیا جاتا ہے، دوام حضور تعالیٰ علیہ وسلم

سے دل کی پاکیزگی اور نفس کا زیل اخلاق سے منزہ یہ علم صحبت و خیر کی تاثیر سے حاصل ہوتا ہے، اور پھر صحابہ کی صحبت سے تائیں ہیں اور اس طرح بعد والوں کو اس علم میں تعلیم و تعلم کو دخل نہ ہے، اور اسی لئے اس کو علم باطن کہا جاتا ہے۔
 دوسرا علم ظاہر جس کا تعلق تعلیم و تعلم سے ہے یعنی عقائد، فقہ، تفسیر، حدیث، اور وجوہ قرأت و تجوید اسی طرح عمل بھی دو قسم ہے، (۱) ریاضات و عبادات بدنی، عالمین کو عابد اور زائدہ کہا جاتا ہے، (۲) جہاد فی سبیل اللہ جس کے حاملین کو غازی کا نام دیتے ہیں۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دونوں انواع علم و عمل مجتمع تھے، البتہ بعض کسی ایک صفت میں اتم و اکمل ہیں، اور دوسرے بعض دوسری صفات میں جامع و کامل، اور بعض جملہ صفات میں اتم و اکمل تھے۔

صحابہ کرام کے بعد علم و عمل کے اقسام میں امت کے افراد حیدر اہل ہو گئے، اور الگ الگ نام پایا، صوفیاء، علماء، زہاد، غازیان وغیرہ۔

ان میں سب سے افضل صوفیاء کا گروہ ہے کہ دل کی صفائی کی وجہ سے اخلاص تک پہنچ گئے، جو کہ جمیع اعمال کے لئے بمنزلہ روح کے ہے، اور تزکیہ نفس کی وجہ سے ازیل اخلاق سے پاک و صاف ہو گئے، ان کے بعد علما ظاہر کا مقام ہے، پھر زہاد کا اور پھر غازیوں کا۔ ہر ایک کی تفصیل بہت بسط چاہتی ہے۔

مشاجرات صحابہ مدنی پر خطا اجتہادی تھے | مقالہ رد مطاعن صحابہ میں واضح ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی جھگڑے، اور طائیاں اجتہادی غلطی کی وجہ سے ہوئیں، جس سے کسی فریق کا کفر نہیں ثابت ہوتا، چنانچہ امیر المؤمنین علیؑ فرماتے ہیں:-

انما اصبحنا نقاتل اخواننا	ہم اپنے مسلمان بھائیوں
فی الاسلام علی ما دخل فیہم	کے ساتھ رڑ پڑے ہیں، کیونکہ
من الزیتر والاعوجاج والشیثہ	ان میں کچی اور ٹیڑھ اور شبہ و تاویل
والتاویل۔ (تبع البلاغہ)	داخل ہو گیا ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے بارہ میں فرمایا ہے۔
 ابی ہذا سید لعل اللہ۔
 یہی بین فتنین عظیمین
 اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم
 من المسلمین۔
 گروہوں میں صلح کرائے گا۔

لہذا یہ مشاجرات معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے منافی نہ ہیں۔ یہ بزرگ صحابی رسول ہیں تو غیر صحابی سے ان کی فضیلت اور یہ تری عموماً کتاب و سنت کے ضمن میں لازم آتی ہے، اگرچہ فضیلت افضلیت میں از عرش تا فرش سے بھی زیادہ تفاوت ہو۔ وہ المقصود۔
 لہذا جملہ صحابہ کرامؓ کو نیکی اور دعا سے یاد کرنا چاہئے۔ ان کے حق میں کینہ اور عداوت نہیں رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

والذین جاءوا من بعدہم
 یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا
 الذین سبقونا بالایمان ولا
 تجعل فی قلوبنا غلا للذین
 آمنوا۔
 اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے
 کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں اور
 ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم
 سے پہلے ایمان میں گزر گئے، اور
 ایمان والوں کے خلاف ہمارے دل
 میں کدورت نہ بنا۔
 (الحشر، ۱۰)

صحیفہ کاملہ میں حضرت حسینؓ سے مروی ہے کہ وہ صحابہ کے لئے دعا کرتے تھے، ان پر درود بھیجتے اور ان کی مدح و ستائیش فرماتے تھے، جیسا کہ مقالہ اولیٰ بیان ہو چکا ہے۔

مشاجرات صحابہ میں خاموشی اختیار کرنا چاہیئے | مشاجرات صحابہؓ کے بارہ میں نبیان
 بندہ رکھنی چاہیئے، اور اچھی تاویل کرنی مناسب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 یا ایہا الذین آمنوا علیکم
 اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو راہ

۱۵ مجمع بخاری جلد ۲۴ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی ہذا سید الخ من کتب الصلح۔

انفسکم لا یضربکم من ضل
اذا اذنت بکم لیسر علیکم
المائدة ح ۱۷
راست پر رکھو، تم جب ہدایت یافتہ
ہوئے کسی کی گمراہی تمہیں نقصان
نہ دے گی۔

لو اذ سمعتموه ظن
المؤمنون والمؤمنات بانفسهم
خیرا (النور ۱۲)
ای کیوں نہیں کہ جب ایماندار
مردوں اور عورتوں نے اسے سنا
تو اپنے لئے اچھا لگا کر تے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ اللہ فی اصحابی لا یتخذہم
غرضہ من بعدی
میرے دوستوں کے بارہ میں خدا
کا خوف کرو، میرے بعد انہیں نشانہ

نیز فرمایا
اذا ذکر اصحابی فامسکوا
نیز فرمایا
اگر تم میرے اصحاب کا ذکر کرتے ہو تو رک جاؤ
نہ میری جگہ لے لو۔

میرے اصحاب کی عزت کرو
وہ تم میں افضل ترین ہیں۔

نیز فرمایا
لا تسبوا اصحابی فلو ان
اخذکم انفق مثل احد ذہبا ما بلغ
مدا احدہم ولا ینصفہم
یہ تمام احادیث صحیح ہیں اور اس باب میں بے شمار احادیث موجود ہیں۔ ان کا قدر ہی کافی ہے۔

۱۵ الفی فی النظر حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۵۲
۱۶ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۹ - مجمع بخاری ج ۱ ص ۵۵۲ - مجمع مسلم ج ۲ ص ۲۸۱ - ابواب تحریم سبب الصحابہ

فقیہ کے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے، اور محققین اہل حدیث کا مذہب بھی یہی ہے، ان میں امام ابو الفرج ابن الجوزی بھی ہیں، علم و جلالت شان میں بہت اونچے انہوں نے اس مسئلہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے، الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید۔ اس کتاب میں لکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہ، میں نے جواب دیا، علماء متقدمین اسے جائز کہتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے یزید کے بارہ میں لعنت سے بھی زیادہ الفاظ ذکر کئے ہیں، ابن الجوزیؒ نے قاضی ابویعلیٰ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی کتاب معتدلاً اصول میں اپنی اسناد سے صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کی کہ صالح نے کہا، اباجی ایک قوم ہمیں یزید کی دوستی کا الزام دیتی ہے، امام احمد نے فرمایا اے بیٹے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے، وہ یزید کے ساتھ دوستی نہیں کر سکتا، اور جس پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی، اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے، میں نے کہا خدا نے اپنی کتاب میں کہا یزید پر لعنت فرمائی ہے؟ فرمایا جس جگہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے:-

فهل عسيتم ان توليتم ان
تفسدوا في الارض وتقطعوا
ارحامكم اولئك الذين
لعنهم الله فاصمموا واعموا
ابصارهم (محمد ۲۲-۲۳)

کیا توقع ہے اگر تم متوئی بن گے تو زمین پر فساد برپا کر دو گے، اور اپنے رشتے کاٹ دو گے، یہی لوگوں جن پر اللہ نے لعنت کی، ان کو گونگا بہرا کیا۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں، قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں مستحقین لعنت کا ذکر کیا ہے، ان میں یزید کو بھی شمار کیا ہے، اس کے بعد ابن الجوزی نے بھی یہ حدیث ذکر کی:-

من اخاف اهل المدينة
ظلموا اخاف الله وعليه لعنة
الله والملائكة والناس
جو شخص نما جائز اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے، اللہ اس کو خوفزدہ کرے گا، اور اس پر اللہ، فرشتوں اور سب

اجمعین - انسانوں کی لعنت ہے۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے مدینہ پر چڑھائی کے لئے لشکر بھیجا اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا، ملا سعد الدین شرح عقائد نسفی میں لکھتا ہے، در یزید کا قتل حسینؑ پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت کی توہین کرنا معنوی طور پر تو اتر کے مرتبہ میں پہنچتا ہے، اگرچہ الگ الگ روایات آحاد ہیں، اس لئے ہم اس کے حال و ایمان میں توقف نہ کریں گے، یعنی وہ کافر ہے لعنتہ اللہ علیہ و علیٰ اعدائہ۔

یزید کے کفر پر صریح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت حسینؑ کا سر مبارک اس کے پاس لایا گیا، اور اس لعین کے سامنے ڈالا بہت خوش ہوا، ہاتھ کی چھتری سر مبارک

۱۰ دیکھئے صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۳ نیز حدیث میں ہے جو شخص مدینہ پر چڑھائی کرے، اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح پکھلا دے گا، جس طرح وہاں آگ میں یا نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳) امام نوریؒ فرماتے ہیں، نوامیہ کے دور میں جن لوگوں نے مدینہ پر چڑھائی کان کے ساتھ ایسا ہی ہوا مسلم بن عقبہ واپس ہوتے ہی مر گیا، اور اسی طرح اس کو بھیجنے والا یزید بن مہزیار ختم ہو گیا، (شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۱)

۱۱ حتیٰ کہ جابرؓ صحابی سے یزید کے ایک لشکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ یادگار نقدی بھی چھین لی۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹)

اور حرہ کے دلوں میں ابو سعید مولیٰ المہری حضرت ابوسعید الخدری کے پاس آیا، اور کہا اس جنگ کی وجہ سے بھاری تیر ہو گئے ہیں، میں یہاں سے جلا وطن ہونا چاہتا ہوں (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۳) بہت خون ریزی ہوئی، اہل مدینہ شکست کھا گئے، اور شہر مدینہ خالی ہو گیا، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں اذانیں بند ہو گئیں، مدینہ درندوں کا مسکن بنا رہا (موطا امام مالک ص ۲۰۴ سنن دارمی ص ۲۰۴) جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، المدینہ حرم آمین (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۴۳) مدینہ حرم ہے، اور امن والا۔

۱۲ یزید کا قتل حسینؑ مدیہ راضی ہونا کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہوا۔ البتہ عبید اللہ بن زیاد سے مواخذہ نہ کرنا۔ اس کے ظالمانہ نظام حکومت کی نشان دہی ضرور کرتا ہے۔

۱۳ یہ بات بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں الٹا یہ ثابت ہے کہ خاندان حسینؑ جب یزید کے ہاں پہنچا، ان کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھا گیا، اور انہیں مدینہ پہنچایا گیا۔

۱۴ احادیث ثابت نہیں ہیں جہاں تک ان سے تو اتر معنوی حاصل ہو۔

۱۵ مقدمات بالا ثابت نہیں، لہذا نتیجہ غیر صحیح ہے۔

۱۶ یہ واقعہ کتب احادیث میں یزید سے متعلق وارد نہیں ہوا، بلکہ عبید اللہ بن زیاد نے ایسا کیا تھا، دیکھئے صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۵ باب مناقب الحسن والحسین جامع ترقی ج ۲ ص ۲۲۲ ابواب مناقب الحسن والحسین اور پھر اس فعل کی بنا پر کفر و ارتداد ثابت کرنا جذباتی بات ہے تحقیق نہیں۔

خبر فقد نلتنا منها حظا ولین
 کانت شرافتی ذریعۃ ابا
 سفیان ما اصابوا منها فشانکم
 امرکم حذوہ ومن رضیتہ
 فلولہ فقد خلعت بیعتی عن
 اعناقکم والسلام۔

گوشت نہیں بھڑایا ہوتا، اگر دنیا کوئی
 اچھی چیز ہے تو ابو سفیان کی اولاد
 تم اسے لے چکے ہو، میں تمہاری
 گردنوں سے اپنی بیعت کی ذمہ داری
 اتارتا ہوں، تم جسے چاہو اپنا
 متولی لینالو۔

اس خطبہ سے ظاہر ہوا کہ یزید شراب کو مباح کہتا تھا، اور یہ نص قرآنی کا انکار
 ہے جس سے کفر لازم آتا ہے، جس طرح رد وافض اور خوارج آیات قرآنی کا انکار کرتے
 ہیں، اور تکفیر صحابہ کے مرتکب ہوتے ہیں، بالخصوص ابو بکر صدیق و فاروق و ذوالنورین اور
 علیؑ کی، حالانکہ ان کا خاتمہ بالخیر اور اخلاص نیت قطعی نصوں سے ثابت ہے، لہذا قرآن
 پاک کے انکار سے کافر ہو گئے۔

فقیر کے نزدیک یزید، رد وافض اور خوارج پر جواز لعنت کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے
 صحابہ و اہل بیت کو ایذا پہنچائی ہے اور پہنچاتے رہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا :-

من اذاهم فقد اذانی و
 من اذانی فقد اذی
 اللہ۔

جو ان کو ایذا دیتا ہے، اس نے مجھے
 ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس
 نے اللہ کو ایذا دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ان الذین یؤذون اللہ و
 رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیاء
 الآخرۃ۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول
 کو ایذا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر
 دنیا و آخرت میں لعنت کی۔

یہ ایدھ الخمر کا اطلاق مجازاً شراب کو گناہ سمجھتے ہوئے پیئے دے پر بھی ہو سکتا ہے، پھر اس خطبہ کی صحت اندر استنادی
 حیثیت تاریخی سے زیادہ کچھ نہیں لہذا اس سے حتیٰ طور پر کسی کا کفر ثابت کرنا بہت بعید ہے۔
 علامہ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۹ باب فین شرب الخمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اب ہم روافض کی خلافوات جو کہ ان کے کفر کو مستلزم ہیں، اور قرآنی آیات کے انکار کے مترادف ہیں، بیان کرتے ہیں تاکہ ان کا استحقاق لعنت ثابت ہو جائے۔



پچھتاہ مقالہ

خراقات و روافض کے بیان میں اور کچھ ان کے موجب فضیحت فروعی مسائل کا تذکرہ شیخین کے بارے میں بدعتیہ کی [۱] حضرات شیخین کے بارہ میں ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا معاملہ لفاق کا تھا۔ دونوں کو اصحاب عقبہ سے شمار کرتے ہیں، اصحاب عقبہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے، یہ لوگ رات کے وقت ایک عقبہ پر جمع ہوئے، وہاں چند منافقوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ابوبکر کو ہجرت کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے اپنے ساتھ کر لیا تھا، کہ وہ مشرکین کو بتانے دے، "لعنة الله على الكاذبين"۔

یہ عداوت شیخین نہیں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی ہے، اور قرآن پاک کا انکار۔ روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ایک امی انسان تھے۔ دعویٰ نبوت فرمایا اولین و آخرین کے علوم کی دنیا پاشی کی، معجزات دکھائے، اور تواتر سے یہ بھی ثابت ہے کہ حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے اور تمام کفار قریش آپ کی دشمنی اور عداوت میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے، اس وقت کا پہلا ساتھی ابوبکر صدیق تھا، اور چالیس اشخاص کے مسلمان ہو جانے کے بعد عمر بن مسلمان ہوئے، عمر بن مسلمان سے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت منافقانہ تھی، کیونکہ اس وقت طاقت و شوکت کفار کے ہاتھ میں تھی جو مسلمان ہوتا اسے گونا گوں اذیتوں میں مبتلا کر دیا جاتا، عقل کسی طرح باور نہیں کر سکتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی اور کفار کے غلبہ کے باوجود کوئی شخص مغلوب کی رفاقت منافقانہ کرے گا، اور غالبین کے ساتھ دشمنی خریدے گا، اور اذیت و تکالیف برداشت

کرے گا شیخین کا انکار درحقیقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار شیخین کا انکار ہے، جو شیخین کے انکار سے نہیں ڈرتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے بھی خائف نہ ہوگا۔ ان کے مابین تفرقہ ثابت کرنا بدیہیات کا انکار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

جب آپ اپنے ساتھی کو فرما رہے تھے، غم نہ کر اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

اذ يقول لصاحبه لا تحزن

ان الله معنا۔

(التوبة: ۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے اور ابو بکرؓ کیلئے ثابت فرمائی ہے، اور معیت الہی کی بنیاد پر ہی حزن کرنے سے منع فرمایا ہے، ابو بکرؓ کی دشمنی گویا حق تعالیٰ سے دشمنی ہے۔
اصحاب عقبہ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اے نبی کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور ان سے شدت کریں، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور یہ رجوع کا برا مقام ہے، خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے کفر یہ کلمہ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر یہ کلمہ کہا ہے، اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں، اور وہ جو نہیں حاصل کر سکے، اس کا ارادہ کیا، کیا اس بات کا انتقام لے رہے ہیں، کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے اللہ کے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے، اگر یہ

يا ايها النبي جاهد الكفار
والمنافقين واغلظ عليهم
ماؤاهم جهنم وبئس المصير
يخلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا
كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم
وهو بالحد يبالوا وما نقموا الا
ان اغناهم الله ورسوله من
فضله فان يتولوا يك خيرا لهم
وان يتولوا يعد بهم الله عذابا
اليماني الدنيا والاخرة وما
لهم في الارض من دلي ولا نصير

(التوبہ ۴۳-۴۴)

ہے، اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہے، اگر اعراض کریں گے، خدا تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں سزا دے گا، اور زمین پر ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

یہ آیت اس مفہوم میں صریح ہے کہ دغزوہ تبوک کے موقع پر (صحاب عقبہ اگر توبہ نہ کریں، انہیں دنیا میں عذاب آئے گا، اور زمین پر کوئی بھی ان کا معاون و مددگار نہ ہوگا، نیز ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین اور کفار کے ساتھ حجاب دہ اور سختی کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

ان کے ساتھ دوستی، محبت، نرمی اور نمانہ میں اپنی جگہ کھڑا کرنے کا حکم نہیں دیا، ابوبکرؓ و عمرؓ کے جملہ ساتھی ان کے معاون و سہمدور رہے حق تعالیٰ نے ان کی تائید و تقویت اتنا فرمائی کہ قبائل عرب ان کی مساعی سے ہدایت یافتہ ہوئے کچھ مارے گئے، اور کچھ قیدی ہوئے، قیصر و کسری کی حکومتیں ان کے ہاتھوں مغلوب ہوئیں اور منافقوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

منافقوں کو ڈر رہے کہیں ان کے

بارہ میں سورۃ نہ اتر آئے، جس کے ذریعہ آپ ان کو ان کے دل کی بات کہیں، فرمائیے استہزا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے اندیشوں کو ظاہر کرنے والا ہے۔

يَخَذِرُ الْمُنَافِقُونَ اَنْ

تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ اَنْ يَنْبِئُوْهُمْ
بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اَوْ اَسْتَهْزِئُوْا
اِنَّ اِلٰهَهُمْ خَارِجٌ فَاصْحٰهُمُ اَعَادُوْنَ -

(التوبہ ۶۴)

تیز فرمایا:-

منافقوں کو ہم دوبارہ عذاب میں مبتلا کریں گے، دنیا میں شرمندہ کر کے

سُتْعِدَّ لَهُمْ مَّرْتَبٰتٌ ثُمَّ
يُؤَدُّوْنَ اِلَيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ -

(التوبة ۱۰۱)

اور قبر میں اور پھر دوزخ میں۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے منافقین کو شرمندہ و ذلیل کیا، اور ان کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرمادیئے، حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

ماکان اللہ لیدبر المؤمنین
علی ما انتم علیہ حتی یمیز
الخبیث من الطیب۔

اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو ایسے
نہیں چھوڑنے والا جیسا کہ اب تم ہو،
یہاں تک کہ پلید اور پاک کو الگ الگ
نہ ممتاز کر دے۔

(آل عمران ۱۰۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی منافق کا جنازہ اس کے بڑے جو کہ
مخلص مسلمان تھا کی خاطر پڑھا حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا، آپ
جنازہ نہ پڑھیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لا تقبل علی احد منهم مات
ابدا ولا تقعد علی قبره۔

آپ کبھی بھی ان میں سے کسی پر جنازہ
نہ پڑھیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے
ہوئی۔

(التوبة ۸۴)

آیات مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر
صدیق کو امام نماز مقرر فرمایا، جبکہ نماز دین کا ستون ہے، لہذا ابوبکرؓ و عمرؓ کے
حق میں یہ بدترین لفظ استعمال کرنا آیات مذکورہ کا انکار ہے، کمالاً یحقی۔
حضرت عائشہؓ کے حق میں کہتے ہیں کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ آپ کے
چہرہ کو سگ اصحاب کہف کے چہرے میں بدل دیں گے۔ (نعوذ باللہ)

ایسا کہنا حق تعالیٰ کے اس فرمان عالی کے انکار ہے۔

الطیبات للطینین الطیبون
للطیبات اولئک مدعوون
مما یقولون لہم مغفرة و رزق
کریم۔ (النوبہ ۲۶)

پاک عورتیں پاک مردوں کے
لئے، ائمہ پاک مرد پاک عورتوں کے
لئے یہ بری ہیں اس سے جو یہ کہتے ہیں
ان کے لئے مغفرت ہے، اور

باعزت روزی -

حنور کے بعد جمع صحابہ کے (۳) کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے
بالے میں ان کا عقیدہ بعد البکر و عمر اور جملہ اصحاب مرتد ہو گئے، و لعود بالشر

یہ صریح کفر ہے، اور بے شمار آیات قرآن کا انکار جو کہ صریح ہیں کہ صحابہؓ کا خاتمہ
بالخیر ہوا، یہ جماعت تقویٰ کی مستحق اور اہل تھی، کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ نے بہشت
بریں دینے کا وعدہ کیا ہے، رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو خیر امت
آخر حیت للناس (آل عمران ۱۱۰) فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دور کو خیر القرون
قرار دیا، اور اپنے ائمہ سے روایات کرتے ہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء
سے افضل ہیں۔

عرف و عقل و عادت کا فیصلہ کئے کسی انسان کی عظمت و برتری کا نشان اس کے
دوست ہوتے ہیں، صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی عظمت کے نشان ہیں۔
اس کے باوجود یہ لوگ کتاب و سنت و عقل کو بالائے طاق رکھ کر اس قوم کو شر القرون
اور بدترین انسان گردانتے ہیں، اور ان کے حق میں سب و لعن روا سمجھتے ہیں، اور امام جعفر
صادقؑ پر افراتے ہیں، کہ اس نے ان کو امت ملعونہ کہا۔ وسیعہ الذین ای منقلب
ینقلبون۔ جتنا قباخ و عوی ارتداد صحابہؓ میں لازم آتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ قباخ
شیخین کے بارہ ہیں اس دعویٰ میں لازم آئیں گے۔

اس لئے کہ روافض کا خیال ہے کہ صحابہؓ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کی موافقت کی انہیں امان بنایا
اور خود سے افضل جانا اور ان کے ساتھ پیغمبر کا سلوک کیا، بلکہ اس جماعت کا زعم فاسد ہے
کہ صحابہؓ شیخین کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دیتے تھے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے لئے پیغمبر کے
دن سے منحرف ہو گئے، علیؓ ہر چند کہ فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ کو ساتھ لے کر گئے، اور کفر بر گھر
گئے، چار اشخاص کے علاوہ کسی نے بھی ساتھ نہ دیا، جو سب و لعن اور تکفیر صحابہؓ کے
بارہ میں بدترین جرم ہوگی، شیخین کے بارہ میں اس سے بھی بدتر اور کفر کا موجب ہوگی

عمرؓ کے بارے میں (۴) کافر، فاجر کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دعویٰ ریاست کیا، اور شر کا دروازہ کھول دیا، اور کفر برپا کیا، اور مرتد ہوا، سلطنت کے لئے تحریف قرآن کی وحی کا گھر جلایا، اور دین میں تبدیلی برپا کی، بدعات کو رواج دیا۔ (نحوذ باللہ من الخرافات) اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے انسان پر خدا لعنت کرے، اتنا بڑا جھوٹ !۔

بدیہیات کا انکار یہود کے علاوہ روافض سے ہی ممکن ہے کہ تورات میں پیغمبر کے ذکر اوصاف کے باوجود انکار کر دیتے ہیں، روافض کا اصل عبد اللہ بن سبا بھی یہودی تھا، اور ان میں بعض نصرانی تھے جیسا کہ علما کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں کے بھیس میں آئے تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین خراب کریں، مگر ان کی مراد حق تعالیٰ کے ارادہ پر غالب نہ آ سکی جیسا کہ اہل سنت کا نظریہ ہے۔

یہ یوں ان یطفوا نور اللہ
بافوا ہمد ویا جی اللہ ان یتم
نورہ ولو کذہ الکافرون
(التوبة ۳۲)

ان کا ارادہ ہے کہ اپنے پھونکوں
سے اللہ کا نور بجھا دیں، اور اللہ ایسا
نہیں ہونے دے گا، وہ اپنے نور کو
تام کرے گا، چاہے کافروں کو ناپستد ہو

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔۔۔
چراغی را کہ ایزد برفروزد
دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں چراغ مصطفوی جزیرۃ العرب
میں روشن تھا، آپ کی وفات کے بعد نبی حنیفہ وغیرہ قبائل عرب کے ارتداد کی تیز ہوا
نے اسے بجھانا چاہا، مگر مشیت ایزدی نے ابا و فرمایا، اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی ماسخی حسنہ
سے جزیرۃ العرب کفر سے مکلا پاک ہو گیا، اور یہ چراغ اتنا روشن ہوا کہ اطراف عالم کی
ضیا پاشی کی۔

اس وقت قیصر و کسریا زونے زمین کے بادشاہوں کے رئیس تھے، بادشاہان
ہفت اقلیم انہیں خراج ادا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے محمدی تلوار سے ان کا

صفایا کر دیا، اور اکثر علاقے فتح ہو گئے، روئے زمین میں اسلام پھیلا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اس کے برعکس یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کا خیال ہے، کہ فاروقؓ کے ہاتھ سے شر کا دروازہ کھلا۔

لیغیظ بہم الکفار الایۃ تاکہ ان کے ذریعہ کفار کو عصۃ دلائے۔ (الفترہ ۲۹)

جو شخص متواتر و بدیہیات مذکورہ کا انکار کرتا ہے، اس سے پوچھنا چاہیے کہ مشرق سے مغرب تک اور قطب شمال سے جنوب تک اسلام کا شیوع اور پھیلاؤ کس کے ہاتھ ہوا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمام جزیرۃ العرب میں بھی اسلامی سلطنت مستحکم نہ ہوئی تھی، علیؓ کے دور میں مسلمان آپس میں لڑتے رہے بلکہ معاویہؓ کی جنگ میں بھی فتح حاصل نہ ہوئی، اشاعہ شریعت میں کسی سے بھی یہ کارنامہ وقوع پذیر نہ ہوا، محمد مہدی صاحب، تود شمنوں کے ڈر سے غار سرمن میں چھپے ہیں، کوہ قاف کے پرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا یہ شیوع اور ترقی صدیقؓ، فاروقؓ اور ذوالنورینؓ یا ان کے ثنا خواہوں کے ہاتھوں ہوئی، ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

والذین جاءوا من بعدہم یقولون ما بنا اعدا لنا ولا نحوانا الذین سبقونا بالایمان الایۃ۔ (الحجرات ۱۰)

وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے پہلے تھے۔

ایک سوال | اگر کوئی کہے کہ شائع شدہ سینوں کا مذہب ہے یہ سلام نہیں۔

جواب | اگر ایسا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ حق تعالیٰ ایمان داروں کے مذہب کو جسے وہ پسند کرتا ہے، ظاہر فرمائے گا، پورا نہ ہوا۔ ایسا عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے، کہ آیت ذیل کا انکار لازم آتا ہے۔

الذین ان مکناہم فی (مہاجرین) اگر ہم ان کو زمین میں

الارض اقاموا الصلوة و اتوا
الزکوة و امروا بالمعروف و نهوا
عن المنکر (الحج ۴۱)

قدرت عطا کریں، تو نماز کی پابندی
کریں، زکوٰۃ دیں۔ معروف کا حکم
کریں، اور منکر سے روکیں گے۔

صحابہ پر سب کرتے ہیں | (۵) یہ لوگ ابو بکرؓ، عمرؓ، عائشہؓ، حفصہؓ کو سب کرنا
عبادۃ جانتے ہیں، بلکہ ہشام احوال مجملہ ملعون نے امام صادق پر جھوٹ بولا کہ
انہوں نے فرمایا: جو ان پر لعنت کرے اسے ستر نیکیوں کا ثواب ملے، دس گناہ
دور ہو جائیں، اور دس درجے بلند ہو جائیں۔ لعنة الله على الكاذبين۔

و ما کان صلواتہم عند البیت
الا مکاء و تصدیۃ (الانفال ۳۵)

وہ کیا ایمان ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیروں اور آپ کے
اہل بیت کے سب کو عبادت سمجھا گیا ہے، حق تعالیٰ کفار کے بارہ میں فرماتا ہے:۔
بیت اللہ کے پاس ان کی نمازیں
سیٹیاں اور تالیاں ہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کے قریب نماز پڑھتے تو کفار
قرأت میں تخیط پیدا کرنے کے لئے تالیاں بجاتے، سیٹیاں مارتے، حق تعالیٰ
نے ان کی عبادت اور ان کا وظیفہ زندگی اسی کو قرار دیا ہے۔

شریعت میں سب کرنے کا حکم | ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کفار علی و ذکوان کو قنوت میں سب کی، جبریل علیہ السلام پیغام لائے۔

یا محمد ان الله ما بعثك
سایا ولا لعانا انما بعثك
مرحمة لیس لك من الامر
شیء اذ يتوب عليهم اویعذبهم
فانهم ظالمون۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ
نے آپ کو سب کرنے والا نہیں بنایا
اور نہ ہی لعنت کرنے والا۔ آپ کو
رحمت بنایا، آپ کے اختیار میں
کوئی چیز نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ

۱۵ اس کے تفصیلی حالات ابتدائے میں مذکور ہو چکے ہیں۔ ۱۶ ان بتائی پر بدوعل کے سبب
معلوم کرنے کیلئے بخاری ج ۲ ص ۵۱۶۔ ۱۷ آل عمران ۱۲۸۔

کی توفیق دے، یا عذاب کرنے کہ
یہ لوگ ظالم ہیں۔

حضرت علیؓ سے نہج البلاغۃ میں مروی ہے:-

علیؓ نے اپنے دوستوں سے سنا کہ شامیوں پر لعنت کرتے ہیں، تو فرمایا:-
افى اکره لکم ان تکونوا
میں یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ
تم گالی دینے والے بنو۔

عمرؓ نے زبردستی دختر فاطمہؓ کی؟ (۶۱) کلمات خبیثہ سے ہے، یہ بات کہ عمرؓ نے
زبردستی دختر فاطمہؓ ام کلثوم بنت علیؓ چھین لی تھی، اور ایک غلط بات امام صادقؓ
کی طرف منسوب کی جاتی ہے، کہ ان سے کسی نے ام کلثومؓ کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا:-
هو اول فوج غصبناہ۔
یہ شرمگاہ ہم سے چھین لی گئی ہے۔

یہ لوگ علیہم ما علیہم مرتضوی حمیت وغیرت سے بھی نہیں ڈرتے کہ اس قسم کے
الفاظ انسانی برادری میں کوئی بھی اپنی عزت کے لئے گوارا نہیں کرتا چہ جائیکہ
طبیعی اور طبقات کے حق میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے جائیں، علیؓ کی
بہادری مستم ہے، اور حتیٰ کہ فریق مخالف کی ایک روایت میں ہے:-

کہ عمرؓ نے شیطان علیؓ کا تذکرہ حقیر الفاظ سے کیا تو علیؓ ناراض ہو گئے جھکڑ
پڑے، اور کمان زمین پر پھینکی وہ اثر دہا بن گئی، وغیرہ وغیرہ مکمل واقعہ پہلے مذکور
ہو چکا ہے۔ عجیب بات ہے کہ علیؓ اپنی جماعت کی برائی تو گوارا نہ کریں، اور
اپنی پاک دختر کا غضب ہونا برداشت کر جائیں۔

حضرت علیؓ کی شان میں غلو اور افراط (۷۱) اس حد تک کرتے ہیں کہ اس سے

صریح کفر لازم آتا ہے، غالی ردافض کا عقیدہ ہے کہ علیؓ خدا ہے، یا خدا ان میں حلول
کر چکا ہے، اور یہ کہ علیؓ ہی رسول ہیں۔ جبریل بھول کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آگئے، اور یہ کہ علیؓ رسالت میں آپ کے شریک ہیں۔ اثنا عشری اگر چہ الہ یا رسول

کا علی رضی اللہ عنہ کے لئے اطلاق نہیں کرتے، مگر الوہیت اور رسالت کے معانی کا اطلاق علی رضی اللہ عنہ پر کرتے ہیں، اعتبار معانی کا ہے نہ کہ الفاظ کا یہ لوگ بھی اس معاملہ میں غالیوں کے رنگ میں رنگین ہیں۔

اثنا عشری کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل آیات میں رب سے مراد علی نہیں۔

۱۔ انہم ملقوا ما بہم وانہم الیہ۔
راجعون (البقرہ ۴۶)
۲۔ وکان للکافر علی ربہ ظہیراً۔ (الفقان ۵۵)

۳۔ یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک (الفجر ۲۷-۲۸)
۱۔ اے مطمئن نفس اپنے رب کے پاس واپس چل۔

حالانکہ رب اور الہ ایک ہی ہے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے یہ غلط روایت منسوب کرتے ہیں، کہ انہوں نے ایک خطبہ میں فرمایا،

انا اخذ العہد عن الارواح فی الانزل انا المنادی الست بدیکم انا منشی الانام
میں نے ہی ازل میں ارواح سے عہد لیا تھا، اور میں الست بدیکم (کیا میں تمہارا رب نہیں) کی نذر لگائی تھی، میں لوگوں کو پیدا کرتا ہوں۔

یہ روایت کفر میں پڑی روایت سے بھی زیادہ واضح ہے۔

نیز ایک اور غلط روایت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، کہ انہوں نے فرمایا،

انا المتقدم علی غیرہ۔
میں دوسروں پر بڑھا ہوا ہوں۔

اس سے تو علی رضی اللہ عنہ کی جمیع پیغمبروں حتیٰ کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فوقیت لازم

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق بعض فلاطین شیعہ روایات ملاحظہ فرمائیے، تحفۃ اثنا عشریہ ص ۲۱ تا ۳۱۔

آتی ہے، نیز کہتے ہیں:-

الشر کے رسول علی کی اتباع کرتے
تھے، اور اس کی حبس کے، شاہد تھے
ابن طاؤس سبط محمد بن الحسن طوسی
نے اسے نقل کیا ہے۔

الرسول كانوا بعلي يدعون
وجبه كانوا يشهدون ذكره
ابن طاؤس سبط محمد بن
الحسن الطوسي۔
نیز کہتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ نے ولایت علی پر
اپنے انبیاء اور رسل مبعوث فرمائے ہیں،
(محمد بن عباس نے اسے روایت کیا)

ان الله بعث الرسل و
النبين علي ولاية علي سواة محمد
بن العباس بن مروان۔
نیز کہتے ہیں:-

علی نہ ہوتا تو انبیاء کو پیدا نہ کرتا،
اسے ابن المعلم نے محمد بن حنفیہ عن علی
نقل کیا ہے۔

لولا علي لما خلق الانبياء
سواة ابن المعلم عن محمد بن
الحنفية عن علي۔

نیز کہتے ہیں:-

آدم علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ پر حد کیا، اور ابراہیم علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ سے
اپنے گروہ میں آنے کی درخواست کی قرآن میں نازل ہے۔
وان من شيعته ابراهيم
(الصافات ۸۳)
ابراہیم۔

اس قسم کے اور بھی غلط کلمات کے قائل ہیں، ان کذبات و مفتریات سے جو کہ
علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ کے رسولوں پر تفصیل لازم آتی
ہے، گویا انہوں نے رسالت کا مفہوم علی رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت کیا، لہذا وجود کلمات المفضل فی الفضل
نیز کہتے ہیں:-

اهدنا الصراط المستقيم صراط مستقيم سے مراد حب علی ہے۔

نیز کہتے ہیں :-

لَنْ اَشْرَكَتَ لِيَحْبُطَنَّ
عَمَلُكَ (الزمر ۶۵)

اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے
عمل ضائع ہو جائیں گے۔

کا مفہوم یہ ہے :-

لَنْ اَشْرَكَتَ يَا مُحَمَّدُ
مَعَ عَلِيٍّ فِي الْخِلَافَةِ لِيَحْبُطَنَّ
عَمَلُكَ -

اے محمد اگر آپ نے خلافت میں علی
کے ساتھ کسی کو شریک کیا تو آپ کے
عمل ضائع ہو جائیں گے۔

نیز کہتے ہیں :-

وَدُشِبَ مَوَاجِجُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِيَّاتُكَ لِيَحْبُطَنَّ
عَمَلُكَ (الزمر ۶۵)

ان اقوال سے علی رضی اللہ عنہ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت لازم آتی ہے۔
ان کا ایک اور مقولہ ہے جس سے مالکیت یوم الدین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی
اللہ عنہ کی مشارکت اللہ تعالیٰ کے ساتھ لازم آتی ہے، کہتے ہیں، قیامت کے روز انسانوں میں
حاکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ ان کے شریک کار ہوں گے، یہ سب اقوال مفسری اور
مجبوط ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔

(۸) اس گروہ کے بعض فصول نے ایک دعا قنوت وضع کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف
منسوب کر دی جس میں شیخین کی جناب میں سب لعن کیا گیا ہے، وہ قنوت یہ ہے۔

اللَّهُمَّ الْعَنْ صَنَمِي قَرَائِشَ
وَجَبِيدِيْهِمْ وَطَاغُوتِيْهِمْ
الَّذِينَ خَالَفُوا أَمْرَكَ وَانْكَرُوا
وَحْيَكَ وَجَعَدُوا أَنْعَامَكَ وَ
عَصَوْا رُسُلَكَ وَقَلَبُوا دِينَكَ
وَحَرَمُوا كِتَابَكَ -

اے اللہ قریش کے دوتوں اور ان کے
جیشوں اور ان کے طاغوتوں پر لعنت کر
جنہوں نے تیرے حکم کی خلاف ورزی
کی، تیرے وحی کا انکار کیا، تیرے انعام
سے انکاری ہوئے، تیرے رسول کی
نافرمانی کی، تیرا دین بدل دیا، تیری
کتاب کو حرام کہا۔

یہ مومنوع دعا ہے، حضرت علیؑ سے ثابت نہیں ہے، اور پھر اس میں بیان کردہ اوصاف حضرات شیعیین میں موجود نہیں ہیں اس لئے یہ سیدے لعن ان سے دور ہو گیا جس طرح قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہم کے لقب سے گالی دیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو محمد ہوں، اللہ تعالیٰ نے کفار کی گالیاں میرے سے پھیر دی ہیں کہ یہ لوگ کسی مذہم کو گالی دے رہے ہیں۔

محب علیؑ دوزخ میں نہ جائیگا (۹۱) ان کا ایک غلط اور مغتری عقیدہ یہ ہے کہ شیعہ محب علیؑ دوزخ میں نہ جائیں گے۔ اور شیعہ کے سوا کوئی بھی بہشت میں نہ جائے گا، گویا کہ خود سے احکام شرع بھی ساقط کر دیئے، در کیونکہ برائت جہنم اور حصول بہشت کے لئے حب علیؑ کو ہی کافی سمجھ لیا گیا ہے، اس طرح کاتو یہود و نصاریٰ کا عقیدہ تھا، وہ کہتے تھے۔

لن یدخل الجنة الا من كان
ہودا اذ نصاریٰ (البقرة ۱۱۱)
نیز کہتے تھے۔

نحن ابناء الله واحبائه
ہم اللہ کے فرزند اور اس کے محبوب ہیں۔

اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ صغیرہ یا کبیرہ گناہ کوئی بھی شیعہ کے لئے ضرر رساں نہیں ہے۔

چنانچہ ابن بابویہ علی الشرائع میں امام صادقؑ سے نقل کرتا ہے۔

محب علیؑ لا یدخل النار وحب علیؑ حسنة لا یفها
علیؑ کا محب دوزخ میں نہ جائے گا، اور حب علیؑ ہی ایک ایسی نیکی ہے، جس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا۔

نیز روایت کرتے ہیں۔

لا یدخل الجنة الا شیعة
جنت میں شیعہ علی کے علاوہ کوئی
علی رضی اللہ عنہ بھی نہ جائے گا۔

ابن بابویہ در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے :-
من والی علیا لا یخذ بہ اللہ
جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھتا ہے اللہ اس کو
وان عصا :-
عذاب نہ دیگا، چاہے اس کی نافرمانی کرے،
مذکورہ جھوٹے اور مفتری مقالات سے صحیح شریعت کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ اس
صورت میں نماز پڑھنے کا کوئی قائد نہ ہوگا اور نہ نقصان وہ نہ ہوگا۔ محب علی رضی اللہ عنہ کو
نماز کی کیا حاجت؟ اور اگر کوئی شیعہ نہیں یا محب علی نہیں چاہے تقویٰ کی زندگی بسر
کرنے بہشت میں نہ جاسکے گا، یہ تو مرجئہ کا نظریہ ہے، اور اس سے تمام شریعت کا انکار
لازم آتا ہے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا
جو ایک ذرہ نیکی کرتا ہے اسے پائے
یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا
گا، اور جو ایک ذرہ برائی کرتا ہے وہ
یرہ۔ (الزلزال، ۷۸)

ان کے چند فروعی غلط مسائل (۱) امام مہدی کے غیبت کے ایام میں جہاد فاسد
ہے خصوصیات کا فیصلہ اقامت حدود و تعزیرات کسی کے لئے بھی جائز نہ ہیں جو کہ
کا افسق سمجھا جائیگا۔ اس طرح تو نظام عالم تباہ ہو جائیگا، انصاف نام پر ایک دلیل تھی یہ
کہ اصلاح والطف اللہ تعالیٰ پر واجب اور حق ہے اس عقیدہ سے وہ بھی ختم ہو گئی۔ البتہ
یہ کہتے ہیں کہ شروط نیابت کا جامع مجتہد جس سے اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا
بڑا عالم نہ ہو، وہ اقامت حدود و تعزیرات اور خصوصیات کے فیصلے کر سکتا ہے، مگر
جہاد وہ بھی نہیں کر سکتا، ہاں یہ جانتا کہ اس سے بڑا اور کوئی عالم نہ ہے، محال ہے
تیر وہ ایک عالم جمیع بلاد اسلامیہ کے فیصلے کرے یا ممکن ہے۔ کمال بخفی۔

۱۵ فروری ۱۹۵۷ء ص ۲۲ کتب الجہاد میں ہے ابو عبد اللہ نے کہا امام غیر مفرق الطائفت کے ساتھ ہو کر قتال کرنا میرے دم اور خیر کی طرح حرام ہے۔
۱۶ دیکھئے فروری ۱۹۵۷ء ص ۲۲ قتل امیر المؤمنین الشریح یا شریح مدخلیت تجلیا لایجل للامنی اور وصی اور شقی انتہی۔

کوئی شخص اپنی کنیز، غلوکہ یا ام ولد کی قتل یا دیر کسی پر حلال کر دے تو یہ جائز ہے، بلکہ موجب اجر و ثواب، ائمہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے اپنے احباب کو فرمایا:-

فروجر جوادینا لکھو و خدا متہن ہماری لونڈیوں کی شرم گاہیں تمہارے

لئے اعلان کی خدمت ہمارے لئے۔

اسی لئے اس فرقہ کے سلاطین، امراء اور علماء اپنی کنیزیں اور امہات الاولاد و ذہنا کیلئے وقت کر دیتے تھے، ائمہ کے ساتھ کتنا بڑی دشمنی ہے کہ ایسی باتیں ان کی طرف جھوٹ منسوب کیا گئی۔
۳۔ کہتے ہیں اگر زنی کسی مسلمان کو قتل کرے، اس کی عورت اور اس کی بڑ کی مقتول کے وارثوں کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔

۴۔ امام کے غائب ہونے کے ایام میں چونکہ جہاد فاسد ہے، ان دنوں میں کفار کی جو عورتیں قید میں آئیں، وہ امام کی کنیز ہیں اور امام نے اپنی کنیزیں شیعہ پر حلال کر دی ہیں، لہذا ہر شیعہ ان کے ساتھ مجامعت کر سکتا ہے، اور مال غنیمت جو بھی اُنے غازیوں کی ملک نہیں ہے بلکہ امام کی ملکیت ہے، اگر کوئی شیعہ غازی سے چین لے اس کے لئے لینا درست اور جائز ہے، امام نے اس کی اجازت دی ہے۔

۵۔ اس طرح متعہ جائز سمجھتے ہیں کہ دس آدمی ایک عورت کے ساتھ ایک عقد میں ایک مہر متعہ کر کے متعہ کریں۔ جائز ہے، اوقات مقررہ میں دسوں کے دس اس کیساتھ اپنے اپنے وقت میں مجامعت کر سکتے ہیں۔

۶۔ نماز میں بے فائدہ کام کرنا جائز قرار دے دیتے ہیں، جگہ یا مصلے یا منڈہ یا پگڑی پر نجاست لگی ہو تو نماز جائز ہے، اپنی عورت کے ساتھ نماز میں موانعہ جائز سمجھتے ہیں۔
۷۔ مردہ جائزہ کے شکم سے مردہ بچہ برآمد ہو اس کا کھانا جائز کہتے ہیں۔

۱۔ فروع کافی ج ۵ ص ۳۸۸ منہ بدایہ ص ۱۷۱ ج ۱ ص ۱۷۱ اس لئے کہ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۷۱ میں ہے کہ مسلمان کے قاتل نصرانی کے ذمہ نماز کو مسلمان کے سرور دیا جاتا ہے کہ یہ یا سات کرے یا غلام بنائے اتنی لمبائی تو غلام بنانے کی صورت میں قاتل کی طرف دیوی کے حلال ہیں ۲۔ فروع کافی باب قطع الصلۃ ج ۳ ص ۳۶۵ میں ہے کسی ضرورت کے پیش نظر سر کا اسلام کرے ہاتھ سے اشارہ کرے اور تسبیح کہے جائز ہے اسی طرح دیکھئے ص ۳۶۵ دیکھئے فروع کافی ج ۲ ص ۲۵ کتاب الاطعمہ باب ما یقع من اللیثۃ ۳۔ اسی طرح دیکھئے فروع کافی ج ۲ ص ۲۵ باب فی الثوب و غیر ظاہر اعلیٰ اذ جاہلہ۔

۱۸۔ غیر مسکوک نہ سونا اور چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں کہتے۔

۱۹۔ عورت پر احتلام سے غسل واجب کہتے ہیں، مگر یہ بھی کہتے ہیں، امام صادق نے عورتوں کو مسئلہ احتلام سکھانے سے منع فرمایا ہے۔

۱۰۔ کہتے ہیں ائمہ نے مخلوق کو تعلیم اصول دین سے منع فرادیا ہے۔

۱۱۔ کہتے ہیں کہ محمد باقرؑ اور جعفر صادقؑ کو اللہ تعالیٰ نے کتاب مخوم میں تقیہ ترک کرنے کا حکم دیا تھا، مگر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، اس قول سے ائمہ کا عصیان ثابت ہوا جو کہ عصمت کے منافی ہے،

۱۲۔ کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی مضطر کو طعام نہ دے، تو مجبور شخص اسے قتل کر دے، اور طعام چھین لے جائز ہے، اسی طرح اگر وہ طعام کی قیمت گراں طلب کرے تو بھی اسے قتل کر کے طعام چھین لے درست ہے،

۱۳۔ نابینا سے قصاص نہیں لیا جاتا۔

۱۴۔ والدین، اولاد یا اولاد اولاد یا بھائیوں کی موت پر گریبان پھاڑنا جائز

کہتے ہیں۔

فرقہائے امامیہ کی مشابہت بہ امامیہ کے فرقوں میں غالب فرقتے باطنیہ۔ سبھیہ یہود و نصاریٰ و مجوس و یہود

قرامطیہ، تراندیہ، غرابیہ اور ذمیہ کی یہود و

نصاریٰ کے ساتھ مشابہت نہایت واضح ہے، کہ یہ مشرک گروہ ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہودیوں کے ساتھ ان کی دیگر مشابہت یہ ہے کہ یہ بھی یہود کی طرح کتاب کی بعض باتیں مانتے ہیں، اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں کہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔ نیز یہود کہتے ہیں خروج دجال تک جہاد جائز نہ ہے امامیہ کہتے ہیں خروج مہدی تک جہاد موقوف ہے، مغرب نماز کی تاخیر تاروں کے مکمل ظہور تک کرتے ہیں، اور سحری جلدی کرتے ہیں، یہودی مسلمانوں کا قتل جائز سمجھتے ہیں، امامیہ قتل سنی کو نیکی شمار کرتے ہیں، اگر کوئی مرد اپنی عورت سے کہہ دے طلاق ثلاثا میں نے تجھے تین طلاق

دی، امامیہ اور یہود کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی یہودی کہتے ہیں۔

لیس علینا فی الامیین سبیل (آل عمران ۷۵) امامیہ کہتے ہیں ایس علینا فی المسلمین سبیل۔ یہودی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کو برا بھلا کہتے ہیں، امامیہ صحابہؓ اور بعض اہل بیت سے بعض رکھتے ہیں، یہودی اندر کچھ اور باہر کچھ کا مظاہر کرتے ہیں، اور امامیہ تقیہ کے قائل ہیں، اثنا عشریہ کی نصاریٰ کے ساتھ مشابہت یہ ہے کہ نصاریٰ نجاست سے تنزہ نہیں کرتے، اور امامیہ بھی تین بار جھاڑ لینے کو کافی سمجھتے ہیں، چاہے نہ انو تک پیشاب سے آلودہ ہو۔ نصاریٰ چاروں سمت منہ کر کے نماز جائز کہتے ہیں، امامیہ بھی نقل میں چاروں سمت منہ کرنا جائز جانتے ہیں، امامیہ نصاریٰ کی طرح بعض ایام کو بغیر حکم خداوندی عید کے طور پر مناتے ہیں، جیسے عید غدیر عید بروز قتل عمرؓ وغیرہ۔

اثنا عشریہ کی مشابہت صائبین کے ساتھ یہ ہے کہ صائبی بعض مخلوق کو مؤثر و قادر سمجھتے ہیں، اور امامیہ حیوانات کو اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں۔ اثنا عشریہ کی مجوس کے ساتھ مشابہت یہ ہے کہ مجوس یزدان کو خالق خیر اور باہرمن کو خالق شر کہتے ہیں، اور یہ بھی کہ باہرمن کی مراد زیادہ وقوع پذیر ہے اور یزدان کی کمتر۔ اسی طرح امامیہ خالق خیر حق کو کہتے ہیں، اور خالق شر شیطان اور گنہگاروں کو، اور یہ بھی کہ ابلیس کی مراد اکثر برائی ہے، نہ کہ مراد خدا، انہوں نے مجوس سے بھی زیادہ شرکاء بنا ڈالے۔

نیز مجوس کہتے ہیں کہ ماں اور بہن اور بڑی کے ساتھ جماع کرتے ہیں کوئی باک نہیں، امامیہ کہتے ہیں محب علی کو کسی گناہ سے عذاب نہ ہوگا۔ مجوس اپنی کنیزیں اور امہات الادلاد کہ مردوں پر حلال کرتے ہیں، اور اسے عبادت سمجھتے ہیں، اسی طرح امامیہ۔ امامیہ کی ہندوؤں کے ساتھ مشابہت یہ ہے کہ ہندو بھی نجاست سے احتراز نہیں کرتے اور چاروں طرف سجدہ کرتے ہیں، جیسا کہ امامیہ نواقل اور سجدہ و تلاوت اور سہو میں۔

ہندو روزہ میں بعض چیزیں کھانا جائز کہتے ہیں، امامیہ بھی غیر متاد اشیاء
 روزہ میں کھالینا جائز قرار دیتے ہیں، ہندو زکوٰۃ کے قائل نہ ہیں، امامیہ بھی غیر
 مسکوک میں زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ نکاح میں گواہ ہندوؤں کے نزدیک شرط
 نہیں، اور متعہ میں امامیہ کے ہاں شرط نہیں۔

ساتواں مقالہ

اس مقالہ میں بعض فروعی مسائل کی تحقیق ہے، جو کہ اہل سنت و جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک امام کا | امام میں صفت عصمت کا ہونا شرط نہیں ہے،
معصوم ہونا ضروری نہیں ہے | اور متقی ہونا صفت کمال ہے، اہل سنت و جماعت

کے نزدیک بادشاہ کے خلاف اگرچہ وہ ظالم اور فاسق ہو، خروج کرنا جائز نہیں ہے،
اس کی اطاعت فرض ہے، الا یہ کہ نافرمانی خدا کا حکم کرے، قرآن پاک میں ہے۔

اطيعوا الله واطيعوا الرسول
واولي الامر منكم فان
تتازعت في شئ فردوه الى
الله والرسول۔

النساء ۵۹

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فان بغت احدھما على الاخرى
فقاتلوا التي تبغى حتى تفيء
الى امر الله۔ (الحجرات ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا طاعة لمخلوق في معصية
الخالق۔

اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق
کی اطاعت نہیں ہے۔

لہذا فاسق و فاجر بادشاہ کی معیت میں کفار اور باغیوں کے خلاف جہاد کرنا جائز ہے

لہ البغوی فی شرح السنۃ مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۱۔

امام نماز کیلئے بھی | امام صالح اور فاسق کے بیچے نماز پڑھنا جائز ہے، اگرچہ بہتر
معصوم ہونا ضروری نہیں یہ ہے کہ اعلم بالسنة، اقرار بکتاب اللہ اور اتقی ہو۔ جیسا کہ کتب
مسائل میں مذکور ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مسائل پر اجماع امت بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، علماء
مجتہدین اور ائمہ اہل بیت بنو امیہ اور بنو عباس کے ظالم بادشاہوں کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے
ابو ایوب انصاری صاحب رمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت معاویہؓ میں فتح
قسطنطنیہ کے لشکر میں جس کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا، شریک ہوئے، اور اسی میں شہید
ہوئے، حضرت حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت حسنؑ کے جنازہ پڑھانے کے لئے سعید بن
الخاص کو کہا جو کہ معاویہؓ کی طرف سے حاکم مدینہ تھے، اور فرمایا اگر مسنون طریقہ اس طرح
نہ ہوتا میں آپ کو امام نہ بناتا، کتب امامیہ میں امیر المؤمنین سے مروی ہے۔

لا بد للناس من امیر یوم
لوگوں کے لئے کوئی امیر نیک یا

اد فاجر (منہج البلاغہ) برا ہونا ضروری ہے۔

موزوں پر مسح کرنا جائز ہے | موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، ستر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اس حکم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، لہذا یہ حکم تواتر کی حد تک پہنچ
چکا ہے، تخصیص کتاب خبر مشہور سے بھی جائز ہے، جو کہ متواتر سے کم تر ہے، وار حکم
کی جبر کی قرأت کو پاؤں کو موزوں کے اندر ہونے کے وقت پر بھی مجہول کیا جاتا ہے، کہ
اس حالت میں مسح کیا جائے، وضو میں پاؤں دھونے کی فریضیت اور حرمت متعذر وغیرہ مسائل
کا تفصیلی تذکرہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ ایک ایک وقت میں کوئی شخص بھی چار عورتوں
ہی وقت نکاح کرتا جائز ہے | سے زیادہ کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا

قرآن پاک میں ہے۔

فانکحوا طایب لکم من النساء مثنی
تو دو دو تین تین اور چار چار میں سے

وثالث وربع (النساء ۳) جو تمہیں پسند آئیں نکاح کرو
مجموع کا مقابلہ مجموع کے ساتھ اعداد کا مقابلہ اعداد کے ساتھ کثابت کرتا ہے
اس لئے ایک ایک کے لئے دو، تین، چار تک جواز ہو گا، اس مسئلہ کی پوری تفصیل
کتب فقہ میں مذکور ہے۔

کرامات اولیا حق ہیں | اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں، قرآن پاک میں ہے۔

کلام دخل علیہا ذکر یا
المحراب وجد عندہا رزقا
قال یا مریدانی لک هذا
قالت هو من عند اللہ۔
دال عمران ۴۷

جب مریم کے پاس حضرت زکریا
عبادت گاہ میں گیا تو اس کے پاس
رزق پایا، کہا اے مریم یہ تیرے لئے
کہاں سے ہے، کہا یہ اللہ کی طرف
سے ہے۔

نیز فرمایا۔

قال الذی عندہ علم من
الکتاب انا اتيک به قبل
ان یرتد الیک طرفک۔
(النمل ۴۰)

اس نے کہا جس کے پاس کتاب
کا علم تھا، میں اسے تیرے پاس لاتا
ہوں، اس سے پیش تر کہ تیری
آنکھ جھپکے۔

یہ جائز ہے کہ ولی کو اپنی ولایت کا پتہ نہ ہو۔

ولایت کا معنی اور اس سے متعلق مسائل مراتب قرب، احوال اور مقامات جو کہ
کتاب و سنت اور کشف اولیاء امت سے ثابت ہیں، ایک علیحدہ کتاب میں ذکر کر
دیئے ہیں۔ جس کا نام ارشاد الطالبین ہے، من اناذلیہ رجیع الیہ۔

مبتدعین کے ساتھ دوستی | بد و انقض۔ خوارج اور دوسرے اہل ہوا کے ساتھ غیبت
رکھنا حرام ہے | اور دوستی قائم کرنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا
بطانۃ من دونکم خیالاً ودعوا

اے ایمان والو! دوسروں کو راز دان
فائدہ نہ بناؤ، یہ تمہارا تکلیف میں پڑنا

پسند کرتے ہیں، ان کی زبان پر کلمات بغض
جاری ہیں، اور حُجْران کے سینہ میں ہے
اس سے بھی زیادہ ہے۔

ما عنتہم قد بدلت البغضاء
من افواہہم وما تحفی صدورہم
اکبر۔ (ال عمران ۱۱۸)

نیز فرماتا ہے:

ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں اُگ
پہنچ جائے۔

ولا تروا الی الذین ظلموا
فتمسکوا النار (ہود ۱۱۳)

نیز فرمایا ہے:

جس قوم پر اللہ کا غضب ہے
ان کے ساتھ دوستی نہ لگاؤ۔

لا تتولوا قوما غضب اللہ
علیہم (الصف ۱۳)

ایک سوال | ان آیات میں دوستی اور موالاة کفار سے منع کیا گیا ہے نہ کہ اہل قیلہ سے۔
جواب | اکثر مبتدعین فرقوں کے عقائد کفر تک جا پہنچے ہیں، پھر اعتبار عموم الفاظ کا کیا
جاتا ہے، نہ کہ خصوص موارد کا مذکورہ بالا آیات کے عموم میں کفار کے ساتھ ساتھ وہ گروہ
بھی آجاتے ہیں جن کے عقائد ان کے مشابہ ہیں خوارج و روافض وغیرہ وغیرہ۔ یا یوں
کہیں کہ روافض و خوارج کو قیاس کر کے اس آیت کے حکم میں داخل کیا جائے گا، لہذا جو کام
محبت کی زیادتی کا باعث بنتے ہیں مثلاً سلام کہنا، ہدیے بھیجنا ان کے ساتھ ہم نشینی
کرنا، ان کے بیمار کی عیادت کرنا وغیرہ جائز نہیں ہیں۔ اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا
اور ان کا جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا، اور میرے
دوست چنے، اور میرے اصحاب، ایک
قوم آئے گی، وہ انہیں سب کریں گے،
اور ان کی تنقیص کریں گے، ان کیساتھ
نہ بیٹھنا نہ کھانا پینا، اور نہ مناکحت کرنا

ان اللہ اختارنی واختار
لی اصحابی و اصحابی و سیاق
قوم یسبونہم و ینتقصونہم
فلا تجالسوہم ولا تشاموہم
ولا تناکحوہم۔

رواہ العقيلي - ورواہ الشيخ محي الدين عبدالقادر الشريفي الجيلي
و نناد ولا تطلوا معاهم ولا
تصلوا عليهم عليهم حلت
اللعنة -

امام عقیلی نے اسے روایت کیا اور
شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی اسے
ذکر کیا ہے اور مزید یہ کہ ان کے
ساتھ نماز نہ پڑھو، ان کا جنازہ نہ
پڑھو، ان پر لعنت اتر چکی ہے۔

اس طرح رافضیہ، خارجیہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لاتنا کھو ہم کی وجہ سے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
ولامة مؤمنة خير من مشركة

ولوا عجبتمک (البقرہ ۲۲۱)
ہے چاہے تمہیں پسند آئے،
احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نکاح کے لئے جمال اور مال پر نظر نہیں رکھنی
چاہیئے، بلکہ دین اور تقویٰ کو مد نظر رکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
علمت نفس ما قدمت و
اخرت (الانفطارہ)

یہ آیت وال ہے کہ ہر معاملہ میں دین و تقویٰ کو دنیاوی مفادات پر ترجیح دینی
چاہیئے جیسا کہ حق تعالیٰ اجل مجدہ فرماتے ہیں۔
ولا تمدن عينيك الى ما متعنا
به اذ واجنا منهم زهاتنا للحياة الدنيا -
دظلہ (۱۳۱)

ہم نے جو ان کو گونا گوں دنیا کا
ساز و سامان دیا ہے، ان کی طرف
اپنی نظر نہ رکھیں۔

نیز ارشاد حق ہے۔

المال والبنون زينة الحياة
الدنيا والباقيات الصالحات
خير عند ربك ثوابا وخيرا
املا - (الكهف ۴۶)

مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی
زینت ہے، تیرے لئے پاس بہتر بدلہ
باقی رہنے والی نیکیوں کا ہے، اور یہی اچھی
امید والی چیز ہے۔

سب شیخین کی سزا اور روافض | قاضی کے سامنے گواہوں کے ذریعہ یا اقرباء سے
 کے بارہ میں پیش گوئیاں | ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص علیؑ کو شیخین سے
 افضل جانتا ہے، حضرت علیؑ نے ایسے شخص کو حد افترا مارنے کا حکم دیا، جیسا کہ اوپر مذکور
 ہوا۔ اکثر علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اسے تعزیری سزا دی جائے، اس لئے کہ جس معاملہ
 میں حد شرعی ثابت نہ ہو اس پر حد مارنا جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 سے منع فرمایا ہے، احکام احادیث اور قیاس سے حد ثابت نہیں ہوتی، فقیر کی رائے
 یہ ہے کہ ایسے شخص کو انہتر دورے مارے جائیں، امام ابو حنیفہ کا قول ہے، ایسے ساتالیس
 درے لگائے جائیں، اگر کوئی شخص شیخین کو سب کرے، (لعوذ باللہ) اس کی سزا قتل ہے،
 حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

۱۔ یا ابا الحسن اما انت
 وشيعتك في الجنة وان قوماً
 يزعمون انهم يحبونك
 يصغرون الاسلام ثم يلقطونه،
 يماقون منه كما يماق السهم
 من كيد القوس لهم نذ يقال
 لهم اللافضية فان ادركتهم فاقتلهم
 فانهم مشركون ماواه الدارقطني۔
 ۲۔ دروی ایضا عن علی عن
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه
 قال سياتي بعدی قوم لهم نذ
 يقال لهم اللافضية فان ادركتهم
 فاقتلهم فانهم مشركون قال
 قلت يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

لے ذکرہ البخاری فی البیہ فی ترجمہ ابراہیم بن حسن

ان کی نشانی کیا ہے، فرمایا جو تعریفوں میں وہ باتیں لائیں گے، جو تجھ میں نہیں اور سلف پر طعن کریں گے، ایک دوسری سند سے دارقطنی نے اس طرح روایت کیا ہے، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ وہ اہل بیت کی محبت کے مدعی ہوں گے، حالانکہ ایسے نہیں ہیں، اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابو بکر و عمر کو گالی دیں گے،

دارقطنی رحمہ اللہ حدیث ایک اور سند سے بروایت فاطمہ زہراء و ام سلمہؓ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

علیؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے ایک عمل بتاتا ہوں، جب تو اس کو پہنچ کرے گا، اہل جنت سے ہو جائیگا، میری بعد ایک قوم آئیگی، انہیں رافضہ کہا جائے گا، جب تو انہیں پائے قتل کر دے، کیونکہ وہ مشرک ہیں، علیؓ نے پوچھا ان کی نشانی کیا ہے، فرمایا وہ ابو بکر و عمرؓ کو گالی بکسیں گے۔
(طبرانی و بیہقی)

نیز حضرت علیؓ کہتے ہیں رسول اللہ

ما للعلامة قال يقرظونك بما ليس فيك ويطعنون على السلف واخرج الداس قطنی من طریق آخر نحوه وزاد فيه يخلون جنا اهل البيت وليسوا كذلك وأية ذلك انهم ليسون ابا بكر وعمر۔

۳۔۔ واخرج ايضا من طریق آخر عن فاطمة الزهراء و ام سلمة رضی اللہ عنہما نحوه۔

۵۔۔ وعن علیؓ انه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ادلك علی عمل اذا فعلته كنت من اهل الجنة سيكون بعدی اقاتل یقال لهم الرافضة اذا ادركتم فاقتلهم فانهم مشرکون قال علی قلت ما علامة ذلك قال انهم ليسون ابا بكر وعمر۔ رواه الطبرانی والبیہقی۔

۶۔۔ وعن علیؓ قال قال رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم يكون في امتي قوم
يسمون الراقضية يرفضون الاسلام
رواه البيهقي۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت
میں ایک قوم ہوگی، جنہیں رافضیہ
کہا جائے گا، وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے،
فاطمہؓ را فرماتی ہیں، یہی صلی
اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی طرف
نظر کی، اور فرمایا، یہ جنتی ہے، اس
کے شیعہ میں ایک قوم ہے جو اسلام
کو ترک کر دیں گے، ان کا نام ہوگا رافضیہ
اے علی جب تو انہیں پائے قتل کر دیتا
(طبرانی و لغوی)

٤: وعن قاطبة الزهراء قالت
نظر النبي صلى الله عليه وسلم
الى علي فقال هذا في الجنة وان
من شيعة قوما يرفضون
الاسلام لهم نيز يسمون
الرافضية يا علي اذا دركتم فاقتلهم
فانهم مشركون رواه الطبراني والبيهقي

٨ :- وروى البغوى فى المعالج
عن على قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان سيرتك ان
تكون من اهل الجنة فان قوما
يتمتعون حبك يقرؤن القرآن
لا يجادون تماثيلهم نازهم الرافقة
فان ادركتهم فجاهدهم فانهم
مشاركون -

یعویٰ معاملہ میں علیؑ سے روایت کرتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری سیرت اہل جنت کی ہے، ایک قوم جو تیری محبت کا دعویٰ کریں گے، قرآن پڑھیں گے، مگر ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا، وہ رافضیہ ہیں، اگر تو ان کو پائے تو ان سے جہاد کر، کیونکہ وہ مشرک ہیں،

۱۹۔ درودی المہر دی عن ابراہیم بن
حسن بن علی بن ابی طالب عن ابیہ
عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یظهر فی امتی
فی آخر الزمان قوم یسمون

ہر وہی ابراہیم بن حسن بن علی بن
ابن طالب سے وہ اپنے باپ سے وہ
اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمان
میں ایک قوم ظاہر ہوگی۔ رافضیہ نام

قوم لیسعون الرا فضیة یوفضون
الاسلام۔

دیئے جائیں گے، اسلام کو چھوڑ دیں
گے۔

۱۰۔ درودی الحافظ ابو موسی
المدینی والحافظ رضی الدین احمد
بن اسمعیل بن یوسف بن المحاکم
عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم انه قال لعلی یا علی انت فی
الجنة وسیکون بعدی قوم یقال
لهم الرا فضة فاذا ادراکهم
فاقتلهم فانهم مشرکون فقال
علی یا رسول اللہ وما علامة
هؤلاء قال علیہ السلام لا یردون
الجمعة والجماعة ویشتقون
ابابکر وعمر۔

حافظ ابو موسی المدینی اور حافظ
رضی الدین احمد بن اسمعیل بن یوسف
بن المحاکم۔ بروایت ابن عمرؓ نقل کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
علیؓ سے کہا کہ جب یہ قوم جنتی ہے میرے بعد
ایک قوم ہوگی، انہیں رافضیہ کہا جائیگا۔
جب تو انہیں پائے، تو قتل کر دینا
کیونکہ وہ مشرک ہیں، علیؓ نے کہا یا رسول
اللہ ان کی نشانی کیا ہے، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جمعہ اور جماعت
کے قائل نہ ہوں گے، اور ابوبکر و عمرؓ کو کافی
دیں گے،

۱۱۔ واخرج الطبرانی والحاکم
والحاظمی عن عومیر بن ساعدة قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان اللہ اختار لی اصحابا
وجعل لی فیہم وزراء وانصارا
واصهارا فمن سبہم فعلیہ لعنة
اللہ والملائكة والناس
اجمعین۔

طبرانی، حاکم اور الحاظمی عومیر بن ساعد
سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے
میرے لئے دوست پسند فرمائے ان
میں وزیر، مددگار، اور خاندان کسر
بنائے جو ان کو کافی دے گا اس پر
اللہ کی فرشتوں اور جملہ انسانوں
کی لعنت ہے۔

اس حدیث کے طریق اگرچہ ضعیف ہیں مگر کثرت طرق، وجہ سے درجہ صحت یا حسن میں ہیں۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں، اس حدیث کی اساتید کثیرہ ہیں۔

عثمان و علی کو سب کر نیوالے کی سزا اگر کسی شخص پر عثمان و علی کو سب کرنا ثابت ہو جائے، تو اکثر علما کہتے ہیں، اس پر تعزیری سزا نیکی اقل واجب نہ ہے، مگر فقیر کے نزدیک مختار یہ ہے کہ غتین (عثمان و علی) اور عائشہ صدیقہ اور فاطمہ زہرا کو سب کرنے والے شخص کو بھی سزا قتل دی جائے۔ اس لئے کہ ان کو سب کرنا درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

من سب علیاً فقد سبني ومن
أذى علياً فقد أذىني۔
جس نے علی کو گال دی اس نے
مجھے گال دی، اور جس نے علی کو ایذا دی
اس نے مجھے ایذا دی۔

نیز فرمایا،

۱۔ مؤخر الذکر حدیث صحیح ہے، جیسا کہ امامہاکم نے صحیح کہا اور امام ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے، دیکھئے تلخیص المستدرک للذہبی صفحہ ۶۳۲ جلد ۳۔

۲۔ صحیح یہ ہے کہ سزا قتل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر بیہودہ گوئی پر ہی دی جاسکتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جب کہ ایک شخص نے ابو بکر صدیقؓ پر تنقید کر نیوالے کے بارہ میں بھارت مانگی ابو بکر صدیقؓ سے کہ میں اسے قتل کر دوں، ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے یہ استحقاق نہیں ہے کہ اس پر تنقید کی وجہ سے قتل کر دیا جائے، دیکھئے بسن نسائی ج ۲ ص ۱۷ باب فہم سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
۳۔ جن ملک کا قانون اور اس کے عوام کا نظام زندگی اسلام ہو ضروری ہے کہ اس ملک کے قانون میں ان لوگوں کی حیثیت محفوظ کی جائے، جنہیں دین میں اول مقام حاصل ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین۔ ان پر تنقید کرنا خلافت کا قانون ہو نا لازم ہے، چہ جائیکہ کوئی انسان ان پر سب و شتم کرے، ایسا کرنا درحقیقت اپنے مسلمہ نظریہ حیات اسلام سے روگردانی ہے۔ اور قانون میں اس کی سزا ہونی چاہیے، ورنہ قانون کی حیثیت ہی خربرج ہو جائے گی، امام ابو طالب العساری نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو پتہ چلا کہ ابن السواء، ابو بکرؓ و عمرؓ کی تنقیص کرتا ہے تو اسے بلوایا اور تلوار منگوائی، اور اسے قتل کرنا چاہا، مگر لوگوں کے کہنے پر چھوڑ دیا، اور فرمایا جس شہر میں رسول، یہ نہیں رہ سکتا، چنانچہ مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا، کتاب فضائل ابی بکر صدیق ص ۹۔

۴۔ احمد دیکھئے جمع الفوائد ص ۳۶۸۔

یہ عیبیٰ مارا رہا۔
جو اسے تکلیف دیتی ہے، میرے
لئے تکلیف دہ ہے۔

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی | عام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے
دینے والے کی سزا کے لئے زبردور تعزیری سزا واجب ہے، اور قید
کی سزا بھی دی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا وَلَا تَتَّخِذُوا
فَقْدًا حَتْلُوا بِهِنَّ آثَامًا مِثْلَ
(الاحزاب ۵۸)

وہ لوگ جو ایمان دار مردوں اور
عورتوں کو ایذا دیتے ہیں، ان کاموں
میں جو انہیں نہیں کئے، ایسا کرنے والے
بہتان باندھ چکے ہیں، اور صاف گناہ

سوال:- جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ میں وارد ہے:-

اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ
غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمِنْ أَحِبِّهِمْ
فِي حُبِّي أَحِبِّهِمْ وَمِنْ أَبْغَضِهِمْ
فِي بَغْضِي أَبْغَضِهِمْ وَمَنْ أَذَاهُمْ
فَقْدًا أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ
أَذَى اللَّهُ -

میرے صحابہ کے بارہ میں خدا کا
خوف کرو، میرے بعد انہیں نشان نہ
بنا لینا، جو ان سے محبت کرے گا،
میری محبت سے ایسا کرے گا، اور جو
بغض رکھے گا، یہ میرے ساتھ بغض
ہوگا، جو انہیں ایذا دے گا، اس نے
مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی
اس نے اللہ کو ایذا دی،

اس حدیث کی رو سے صحابہ کرام کے حق میں گالی بکھرنے والے پر قتل واجب ہونا
چاہیئے، جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے سب کرنے والے کا حکم ہے۔

جواب یہ حدیث جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں وارد ہے، البتہ لفظ اصحاب و احتمال رکھتا ہے،

۱۔ جامع ترمذی حلیہ ۲ صفحہ ۲۳۹ باب فضل غاطیہ۔ ۲۔ جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ باب ضمیمہ
سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

- ۱۔ وہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا چاہے ایک بار بھی۔
 ۲۔ وہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کافی مدت رہے، عورت کا اقتضار بھی یہی ہے کثرۃ صحبت کی بعض نے چھ ماہ سے تعیین کی ہے، لہذا شیچہ کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم نہیں ہوگا۔

ہاں مہاجرین و انصار سے کبار صحابہ جن کا صحابی ہونا متواتر ہے، جیسا کہ ابن مسعود، ابن عمر، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ الاشعری، ابو ہریرہ، انس بن مالک، زید بن ثابت وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی شخص ان کی تکفیر کرے، ایسا شخص یقیناً دھندلہ الحسنى کا منکر ہے، باوجودیکہ متواتر ذریعہ سے مذکورہ اکابرین کا اس وعدہ میں داخل ہونا ثابت ہے، ان کی تکفیر کرنے والے کے لئے قتل کا فیصلہ ہو سکتا ہے، مگر فقہاء میں سے کسی سے بھی یہ فتویٰ مروی نہیں ہے۔

حضرت علیؑ کا ایک اہم خطبہ ہم اس مقالہ کو حضرت امیر المؤمنین علیؑ بن ابی طالب کے خطبہ سے ختم کرنا چاہتے ہیں۔

اخرج الحافظ ابو سعید بن	حافظ ابو سعید بن علی بن الحسین بن
علی بن الحسین بن سمان عن سمان	سمان روایت کرتا ہے، سمان سے وہ
عن سويد بن غفلة انه قال	سويد بن غفلة سے وہ کہتا ہے، میں نے
قلت لعلی انا مرسات يقوم من	علیؑ سے کہا میں ایک قوم شیعوہ کے پاس
الشيعة يذاكرون ابا بكر وعمر	سے گزرا وہ ابو بکر و عمر کی تنقیص کر رہے
وينتقصونہا ولولا يعلمون	تھے، اگر وہ آپ کے ان کے متعلق اندرونی
انك تظنهم هم ما عليه لم يجزوا	خیالات نہ جان چکے ہوتے، تو ایسا نہ
علی ذلك فقال علی اعوذ باللہ	کہتے علیؑ میں خدائے پناہ مانگتا ہوں
عذوجل ان اضرب لہما الا الحسن	کہ ابو بکر و عمر کے بارہ میں اچھے خیالات
الجمیل اخوان رسول اللہ صلی	کے علاوہ دل میں لاؤں، وہ رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم و ذراۃ شتم	صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے، اور آپ کے وزیر

نہض داعم العین یبکی قابضاً
 علی یدہ حتی صعد المنبر
 قابضاً لمحیتہ فینظر فیہا وہی
 بیضاء وقد اجتمع الناس نقاً
 وخطب خطبہ موجزة فقال
 ما بال اقوام یدکرون سیدی
 قریش وایوی المؤمنین بما انا
 عنہ منزہ ومما یقولون معاً
 فوالذی خلق الجنة و بذر
 النسمۃ انه لا یحبہا الا مومن
 ولا یبغضہا الا لئلا جر سادی
 من لکم بمثلہما من احیہما فقد احبنی
 ومن ابغضہما فقد ابغضنی و
 وانا منہ برئی فقال ان قوما
 یفضلوننی علیہما فی قلوبہم
 بقیۃ من النفاق یریدون
 فرقة اهل الاسلام واختلاف
 الامۃ قد نبانی بخبرہم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم وامرنی بقتلہم
 اخوان العلانیۃ اعداء
 السریۃ یحسن الکذب
 عندہم و یظہر الفجور بینہم

پھر علی ٹرو تے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں
 کو بند کر کے منبر پر چڑھے، اور دائرہ
 پکڑی لوگ بھی جمع ہو گئے، اکھڑے
 ہو کر مختصر خطبہ دیا، اور فرمایا ان اقوام
 کا کیا حال ہے جو قریش کے دوسراوں
 مؤمنین کے روحانی باپوں کا تذکرہ ایسا
 کرتے ہیں جس سے میں پاک و صاف
 ہوں، اور اس پران کو سرا دوں گا، دانہ
 پیدا کرنے والے اور روح بنانے والے
 خدا کی قسم ان دونوں سے ایمان دار ہی
 محبت کرتے ہیں، اور قاجر و دیہی بغض
 رکھتے ہیں، ان کی مثل تم کہاں سے لاسکتے
 ہو، جو ان سے محبت کرتا ہے، اس نے
 مجھ سے محبت کی اور جو ان سے بغض رکھتا
 ہے، وہ میرا دشمن ہے، میں اس سے بری
 ہوں، نیز فرمایا ایک قوم ان دونوں
 پر مجھے فضیلت دیتی ہے، اس قوم کے
 دل میں نفاق ہے، اور یہ مسلمانوں میں
 افتراق پیدا کرنا چاہتے ہیں، اختلاف
 امت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھے اطلاع دی تھی، مجھے حکم دیا تھا،
 کہ ان لوگوں کو قتل کر دوں جو ظاہر کے
 بھائی ہوتے ہیں، اور اندر کے دشمن

ان کے ہاں جھوٹ بولنا مستحسن ہے،
 ان میں گناہ عام ہے، وہ مصاحف قرآن کا
 انکار کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اصحاب کو سب و شتم کر کے
 گناہ کماتے ہیں، اور ان باتوں کے پیچھے
 پڑتے ہیں، جو ان کے مابین آپس میں
 اختلافات ہوئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ
 ان کو معاف کر چکا۔ چھوٹا بڑے سے
 یہ باتیں سیکھتا ہے، اس طرح سنت
 کو مٹاتا ہے، اور بدعت کو زندہ
 کرتا ہے، اس بارہ میں جس شخص نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل
 کیا، وہ افضل المجاہدین سے ہے، ان
 کے لئے خوشی ہے، اللہ کے نزدیک روافض
 سے زیادہ اور کوئی روئے زمین پر نہیں
 نہیں ہے، اللہ کی زمین ان پر ناراض
 ہے، آسمان ناپسندیدگی میں ان
 پر سایہ کفی ہے، ان کے علما آسمان
 کے نیچے رہنے والوں میں بدترین ہیں
 انہیں سے فتنے نکلیں گے، اور ان
 میں عود کریں گے، آسمانوں اور
 زمین میں یہ لوگ گندے کا نام دیئے
 گئے ہیں۔

يَبْطُلُونَ الْمَصَاحِفَ وَيَتَوَصَّلُونَ
 الْفَجُورَ لِبُشْتَمِ أَصْحَابِ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَرَضَى عَنْهُمْ وَالْوَقِيعَةُ فِيهِمْ
 وَاتِّبَاعُ مَا شَجَرُ بَيْنَهُمْ مَا قَدْ
 غَفَرَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُمْ يَتَّبِعُوهُ
 الصَّغِيرُ مِنَ الْكَبِيرِ وَيُرِيوْهُ عَلَى
 ذَلِكَ الصَّغِيرُ حَتَّى يَكُونَ كَبِيرًا
 فَيَنْدَرِسُ السُّنَّةُ وَبِحَبِيءِ الْبِدْعَةِ
 الْمَتَمَسِّكِ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 ذَلِكَ أَفْضَلُ الْمَجَاهِدِينَ
 فَطَوْبُ لِي لَهُمْ لِمَا يَدْرَجُ عَلَى
 وَجْهِ الْأَرْضِ الْبَغْضُ عَلَى اللَّهِ
 مِنَ الدَّوَاغِضِ - إِمْرَاضُ اللَّهِ
 سَيِّئَاتُهُ عَلَيْهِمْ غَضَبُهُ وَالسَّمَاءُ
 تَظَلُّ كَارِهَةً لَهُمْ عَلَيْهِمْ
 يَوْمَئِذٍ شَرٌّ مِنْ أَظْلِ السَّمَاءِ
 مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرِجُ الْفِتْنَةُ
 وَفِيهِمْ تَعُودُ أَدْلَاكُ يَسْمُونَ
 فِي ذَلِكَ السَّمُوتِ وَالْإِمْرَاضِ
 الْأَرْجَاسِ -

روافض ان احادیث کو نہیں مانتے، چونکہ آیات قرآن و احادیث اور آثار
امامیہ جواہروں نے اپنے ائمہ سے روایت کئے، احادیث مذکورہ کی تائید میں ہیں
اس لئے روافض کے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہ ہے۔

کتاب ہذا کے طرز استدلال میں شرائط | جاننا چاہیے کہ ہم نے شرط کی تھی کہ اس
کی پوری پابندی ہوئی ہے | کتاب میں اہل سنت کی مرویہ احادیث

سے استدلال پر ہی اکتفا نہ کریں گے، بلکہ روافض کی مرویہ روایات بھی بیان کریں
گے، ہم نے اس شرط کی پوری پابندی کی ہے، چنانچہ پہلے مقالہ میں مذہب روافض
کا باطل ہونا اور مذہب اہل سنت کا ثبوت اجمالاً اور دوسرے مقالہ میں تفصیلاً ہم
نے پیش کیا ہے۔ تیسرے مقالہ میں مسئلہ امامت پر بحث ہے، امامیہ، خدا تعالیٰ پر
نصب امام واجب قرار دیتے ہیں، اور یہ کہ امام معصوم ہوتا ہے، اس کی امامت پر پیغمبر
کی نص صریح یا امام اول کی تصریح ضروری ہے، امام اپنی امامت کا دعویٰ کرے، اور اس
سے معجزہ کا صدور ہو یہ بھی ضروری شرط گردانتے ہیں، اہل سنت ان باتوں کو نہیں مانتے
خدا تعالیٰ پر نصب امام واجب نہیں سمجھتے، اور نہ ہی امام جاننا جزو ایمان قرار دیتے
ہیں، نصب امام انسانوں کا فریضہ ہے، اور امام کے لئے اسلام کے سوا کوئی دیگر لازمی
شرط نہ ہے، اس مسئلہ میں امامیہ مدعی ہیں، دلائل مہیا کرتا ان کی ذمہ داری ہے، اہل سنت
کا موقف دفاع کا ہے، چونکہ مقالہ میں اہل سنت کا موقف مدافعانہ ہے کہ امامیہ
کے مطاعن پر سلف کا جواب دیا گیا ہے، تیسرے اور چوتھے مقالہ میں اہل سنت کی
معتبرہ کتب سے احادیث بھی پیش کی گئی ہیں، پانچواں مقالہ انصافیت کے بارے میں
ہے، اور ساتواں اہل سنت کے بعض فروعی مسائل کے بیان ہیں، ان دونوں میں
بھی احادیث اہل سنت پیش ہوئی ہیں۔ کہ ان کی بنیاد مذہب اہل سنت کی صحت پر ہے
پانچواں اور ساتواں مقالہ میں روافض کے ساتھ نزاع نہیں ہے بلکہ اہل سنت میں بعض
لوگ جن سے ان مباحث میں غلطیاں ہوئیں، وہی اس کے مخاطب ہیں۔

خاتمہ

امام کے چند معانی

اس میں ائمہ اہل بیتؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے، امام کے چند معانی ہیں، (۱) روافض کا مخترع معنی جس کا کوئی ثبوت نہیں اس کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے، (۲) خلیفہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس معنی کے اعتبار سے امام کا اطلاق علیؑ، حسنؑ اور محمد مہدی کے سوا دوسروں پر کرنا اور وع اور افتراء ہے۔ (۳) پیشوا ملت، اس معنی کے اعتبار سے اکثر اکابرین امت پر لفظ امام کا اطلاق ہو سکتا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اسی طرح ائمہ اہل بیت پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے، کیونکہ اکابرین امت علوم ظاہر و باطن میں ان کی طرف مراجعت کرتے رہے، بالخصوص امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ۔

(۴) بعض اکابرین اولیاء امت کو کشف صریح کے ذریعہ امام کا ایک اور معنی منکشف ہوا ہے،

کہ امام عربی زبان کا لفظ ہے، عرب عربانے اس لفظ کو جن معانی میں استعمال کیا ہے، انہی میں سے کوئی ایک معنی موقع محل کے اعتبار سے مراد ہو سکتا ہے، یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدیم معنی سے کسی لفظ کو بدل کر نیا معنی دیا ہو۔ کشف کے ذریعہ جس صاحب نے امام کا نیا معنی ڈھونڈا ہے، وہی صاحب کی اپنی ذہنی پیداوار ہے، اصل حقیقت سے اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، خود امام کا ایک معنی ایسا درک لینا، اور اسے اپنے محاورات میں استعمال کرنا ٹھیک ہو سکتا ہے مگر اسے شریعت کی ایک اساس اور بنیاد بنانا، اور یہ کہنا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک امام ہے، جس کے توسط سے کل اولیاء اللہ مقام ولایت حاصل کرتے ہیں، بے دلیل اور غیر ذہنی بات ہے، مقام ولایت حق تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جسے اصطلاح شرع میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول کا نام دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے قل ان کلتھن یخون اللہ فاتبعونی یحببکم للابیہ۔ اللہ کی محبت حاصل کرنا جو کہ مقام ولایت ہی ہے، اتباع رسول سے ملتی ہے، ذکر کسی اور امام کی نظر عنایت پر موقوف، قاضی صاحب کا یہ فرمانا کہ کشف بھی علم کے اسباب میں سے ایک ہے، تب یہ صحیح ہے کہ کشف بھی ہو چونکہ امام کا یہ مخترع معنی کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک جمیع اقام اولیاء مقام ولایت حاصل کرنے کے لئے روح علی کے محتاج ہیں، صریح نصوص قرآن و احادیث کے خلاف ہے، لہذا یہ کسی صاحب کا کشف کشف روحانی نہیں کوئی اور کشف ہے، امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں، ہولاء یخرق ستر اولاد یجاوز حد اولاد یخطئ ابدا۔ (معارف السالکین جلد ۱ ص ۱۸۱) یعنی امام صحیح وہ ہے جو خارق ستر نہ ہو، حد سے تجاوز نہ کرے، اور کبھی خطا نہ کرے، لایجاوز حد اس کی وضاحت کرتے ہیں، لایقیم علی خلاف الحدود الشریعیۃ فلو شیطانی لادرجاتی (یعنی وہ امام و کشف حد و شریعہ کے خلاف نہ واقع ہوایا ہو، تو وہ کشف شیطانی ہوگا، روحانی نہیں جتنا کہ بھی مبینہ کشف کی تکذیب کرتے ہیں، امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، من یصحابہ الذین سکنا الامصار (یعنی صحابہ)

کشف بھی علم کے اسباب میں سے ایک ہے، وہ سنی یہ ہے کہ اولیاء اللہ پر حق تعالیٰ کی جناب سے جو فیوض و برکات نازل ہوتی ہیں سب سے پہلے ایک شخص پر نازل ہوتی ہیں، اس خوش نصیب کی وساطت سے دوسرے اولیاء و عہدہ اپنی اپنی استعداد و مرتبہ کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں، اس کی وساطت و وسیلہ کے بغیر کوئی شخص بھی درجہ ولایت نہیں پاسکتا، اقطاب، ابدال، بنجیا، نقبا اور اولیاء خدا کی جمیع اقسام اس کے محتاج ہوتے ہیں، اس عالی منصب انسان کو امام کہتے ہیں، اور قطب الارشاد بالاصالت بھی انہیں کہا جاتا ہے،

آدم علیہ السلام کے ظہور سے یہ عالی مرتبہ علی مرتضیٰ کی روح کے لئے مقرر ہو چکا تھا، آپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۶) اخذ عن الناس الايمان والدين واكثر المسلمين بالمشهد والمغرب لم يأخذوا عن علي بن ابي طالب ولا الملائكة لم يكوفا يحتاجون اليه الا كما يحتاجون الى نظرائه (إلى ان قال) والعباد والزهاد من اهل هذه البلاد واخذوا الدين عن شاهد واحد من الصحابة فكيف يجوز ان يقال ان طريق اهل الزهد والتقوى متصل به دون غيره انتهى (در منہاج السنہ جلد ۲۱) یعنی جمیع صحابہؓ سے جو کہ مختلف اطراف میں غوطہ خور ہوئے و گول نمایان و دین حاصل کیا مشرق و مغرب کے مسافروں کی اکثریت نے علیؓ سے کچھ بھی نہیں لیا، اہل مدینہ بھی علیؓ کے محتاج نہ تھے، مگر اتنا جتنا ان کے ہم مرتبہ دوسرے صحابہ کرام کے ان علاقوں کے عباد و زہاد نے اخذ دین ان صحابہ کرام سے کیا جو انہیں ملے تو یہ کہنا کہاں جائز ہے کہ اہل زہد و تقویٰ کا طریق علیؓ سے ہی متصل ہے، کسی اور سے نہیں۔

امام صاحب نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا، ان الله قد جعل محمدا حاديا فقال وانك لتهدى الى صراط مستقيم صراط الله فكيف يجعل الهادي من لم يوصف بذلك - یعنی اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی راہنمائی کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی متعین فرمایا ہے، قرآن میں ہے، وانك لتهدى الى صراط مستقيم (الشوریٰ ۵۲) تو اس کو ہادی (مقام ولایت) کیوں کہا جا رہا ہے جس کی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے نہیں بتائی۔ نیز فرمایا، من كل من اهتدى من امة محمد فبه اهتدوا الى صراط الكذب بين فانه قد آمن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق کثیر و اھتدوا بہ و دخلوا الجنة ولم یسعدوا من علی کلمة واحدة - (در منہاج السنہ من ۳۹ و ۴۰) یہ کہنا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جس نے بھی ہدایت پائی (مقام ولایت) وہ علیؓ سے ہی پائی یہ جھوٹ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خلق کثیر نے ہدایت حاصل کی، اور جنت میں داخل ہو گئے، ہادی علیؓ سے ایک کلمہ بھی نہ سنا۔

۵ دلیل! اس کے برعکس قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ارشاد ہوا، ترجمہ جب ہم نے موسیٰ کی طرف امر کیا آپ موجود و حاضر نہ تھے، (إلى ان قال) اہل مدین میں بھی آپ مقیم نہ تھے، مگر ہم نے رسول بھیجے، طور کی جانب میں آپ نہیں تھے جب ہم نے ندا کی لیکن آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ آپ ایک قوم کو ڈرائیں جن کے پاس ڈرانے والا نہیں آیا (القصص ۲۸) اسی طرح ایک سربراہ بھیجے، یہ غیب کی خبریں ہیں اہم نے آپ کو دیکھا، جیسے وہ تئیں ڈال رہے تھے، اگر کون مریم کی کفالت کرے، آپ وہاں نہیں تھے (آل عمران ۴۲) پھر جالیگہ یہ کہا جائے کہ روح علیؓ پہلے سے موجود تھی اور انہی کے توسط سے اہم سابقہ کو مقام ولایت مل رہا تھا، پھر سابق انبیاء و رسل علیہم السلام تو روح علیؓ کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے تشریف لائے، کہ تمہیں ادھر سے مقام ولایت ملے گا، حالانکہ یہ بات صریح البطلان ہے۔

امامیہ کہتے ہیں، علیؑ اور ائمہ کی روح پہلے انبیاء کے ساتھ رہی ہے، حکم۔
الکذوب قد یصدق یح ہے، مگر اس کے ساتھ بے شمار غلطیاں والبتہ کرتے ہیں،
حضرت جیلانیؒ کا یہ فرمان بھی اس نظریہ پر دلالت کرتا ہے :-

اخى و خلیلى کان موسی بن
میراجانی اور دوست موسیٰ
بن عمران تھا۔

یہ دعویٰ کشف والہام سے ثابت ہوا ہے، اس کا استخراج و استنباط کتاب
الشر و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا جاسکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قل لا استلکم علیہ اجوا
الا المودة فی القربی۔
میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا، البتہ
تم سے اقرباء کی محبت چاہتا ہوں۔

۱۔ رافضیوں کے درمیان دعویٰ کی طرح یہ دعویٰ بھی جھوٹ ہے مولف صاحب کی ترمیمی تائید سے یہ نہیں بن سکتا
جھوٹ بہر حال جھوٹ ہے، حضرت جیلانیؒ کا یہ فرمان اس دعویٰ پر دلالت نہیں کرتا بات حق علی کے سابق انبیاء کیساتھ ہونے
کی لہذا دلیل ہے کہ عبدالقادر کا بیانی موسیٰ علیہ السلام تھا، شتان مابینہما۔

۲۔ اخبار طبری بات اور اتنا مخفی کہ خیر القرون میں کسی کا اس کا پتہ نہ چلا اور کسی نے اس کا اظہار نہ کیا، اس کشف کے بطلان
پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ کشف داہم دلالت کرتا ہے، فرماتے ہیں، فقیر نے (دخاب میں) عرض کیا کہ مذاہب فقہاء کون
مذہب جناب عالی کو پسند ہے، ارشاد فرمایا کوئی مذہب ہم کو پسند نہیں یا فرمایا کہ ہمارے طریقہ پر نہیں، لوگوں نے ان فراط و تقریط
کو راہ دی ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ اولیاء کا کون طریقہ جناب عالی کے طریقہ کے موافق ہے، فرمایا اس کا بھی وہی جواب ہے، ہر
طریقہ میں چیز ہائے ناپسندیدہ خلاف ہمارے طریقہ کے اختراع کی ہیں، ہمارے زمانہ میں یہ طریقے شغل کے تھے، ذکر و تلاوت
قرآن شریف، نماز صوفیہ، ذکر و شغل تفریحتی ہیں تلاوت قرآن اور نماز کو شغل نہیں جانتے۔ (فتاویٰ عزیزی مترجم ص ۸۸)

۳۔ اس آیت سے استنباط درست بھی ضرور چاہئے تو یہی مذکورہ نظریہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں معرفت
علیؑ نہیں ہیں، بلکہ آپ کے چچا عباسؓ اور حمزہؓ سید الشہداء کو زیادہ مستحق ہونا چاہئے کہ وہ مقام ولایت حاصل کرنے کا واسطہ بنیں، کاشکی
قرابت مقدم ہے، آیت شریفہ کا یہ معنی ہی غلط ہے صحیح معنی وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے کیا جن کے حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اللہ علیہ
الکتاب والکرمۃ فرماتے ہیں قرنی صال محمد لو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قبیلہ قریش میں قرابت تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے کہہ دیں تم سے تبلیغ دین پر مزدوری نہیں مانگتا اتنا چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ محبت و مودت کرو کہ میرے درمیان قرابت
ہے، دیکھئے صحیح النجدہ ۲۵ ص ۲۵ باب قولہ الا المودة فی القربی کتاب التفسیر۔

سابق انبیاء دیوں فرماتے رہے۔

وَمَا اسْتَلْكُم عَلَيْهِ اجْرًا

ان اجری اللہ علی رب العلمین (الشعراء) میری مزدوری تو اللہ پر ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے فریضہ تبلیغ پر مزدوری کی درخواست نہ کی تھی، البتہ احتمال تھا کہ درخواست اجر کریں (انہیں حق تعالیٰ نے مذکورہ کلام کی راہنمائی فرمائی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسلوب کلام تبدیل کر دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ سابق انبیاء کی شریعتیں ان کی وفات کے بعد منسوخ ہو جاتی تھیں۔ اور شریعت محمدیہ ابدی شریعت ہے امت کو نائب پیغمبر کی طرف مراجعت کرنی چاہیئے، اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی راہنمائی فرمائی اور اپنی آل کی محبت اور ان کے پاک دامن کو پکڑنے کا اشارہ کیا، کہ آپ کی آل وارثین پیغمبر ہیں اور آپ کے علوم کا دروازہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ترکت فیکم الثقلین میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں

کتاب اللہ و عترتی۔

چھوڑ رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری آل۔

المحدث

نیز فرمایا آپ نے:۔

۱۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اپنی وفات کے بعد کتاب اللہ اور اپنی سنت کی طرف مراجعت کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:۔
ترکت فیکم اربعین لن تصلوہا تمسکوا بہا کتاب اللہ وسنتہ رسولہ (مؤطا مالک) یعنی میں تم دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک ان پر عمل کر رہے گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

۲۔ محبت آل کے حکم سے اولیاء کرام کیلئے مذکور طرح توسط بنتا کیا مطلقاً ہے؟ اس طرح تو خلفہ راشدین اور جملہ صحابہؓ سے محبت کا بھی حکم ہے پھر سب ہی توسط بننے چاہیں۔

۳۔ یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں، البتہ جامع ترمذی میں الفاظ یوں ہیں، ترکت فیکم من ان اخذتم بہن تصلو کتاب اللہ و عترتی۔ یعنی تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان کو لیا، تو گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور میری اولاد یہ روایت غریب ہے (ترمذی) ایسی روایت سے ایک عقیدہ کا اثبات نہیں ہو سکتا، نیز یہ روایت صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے، کیونکہ مؤطا مالک کی صحیح حدیث میں دو چیزوں کی تفصیل میں اللہ کی کتاب اور سنت رسول بنائی ہے، آیات قرآن پاک بھی اس کی تائید کرتی ہیں، ارشاد ہے لقد کان حکم فی رسول اللہ اموہ سنۃ الاحزاب ۱۲ قرآن پاک کا تشریح دہیہین کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تمہارے لئے عہدہ نمونہ ہے۔

آنا مدينة العلم وعلی بابها میں علم کا شہر ہوں، اور علی دروازہ ہے،
 اس علم سے مراد ظاہری علم نہیں ہے کہ اس میں سب صحابہ کرام شریک تھے، بلکہ
 اس سے مراد علم باطن ہے، باطنی علوم حاصل کرنے کے لئے علیؑ اور آن کی آل پاک
 کی طرف اشارہ ہوا، اور ان کی محبت کا حکم صادر فرمایا۔
 من یحکمت مولاه فعلی جس کا میں ساتھی علیؑ اس کا ساتھی

ہے۔

مولاہ۔

نیز فرمایا:-

علی کی محبت عبادت ہے۔

حب علی عبادۃ۔

محبت کا مقصد یہ ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے رنگ میں رنگین کر دے، ارشاد رسول

الشرعی اللہ علیہ وسلم ہے:-

جس سے آدمی محبت کرے اسکے ساتھ محشر ہوگا،

المؤمن مع المحب۔

سوال اگر کوئی کہے کہ اگر تمام صحابہ کو ولایت علیؑ کے توسط سے حاصل ہوئی ہے، تو
 علیؑ کی خلفاء ثلاثہ سے افضلیت لازم آتی ہے، حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔

جواب جس طرح کشف سے قطبیّت کمالات ولایت علیؑ اور ائمہ سے متعلق ثابت
 ہوتی ہے، اسی طرح کشف سے ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت
 سے دو طرح کے کمالات امت کو حاصل ہوئے ہیں۔

۱۔ یہ روایت اکثر نقاد حدیث کے نزدیک موضوع ہے، جیسا کہ مائتہ علیہ کے حواشی میں تفصیل گزر چکی ہے۔

۲۔ یہ روایت ابن ماجہ میں مذکور ہے، لفظ یہ میں ہلاولی من انا مولاہ اللہ والی من ولاہ دعا ومن عا داک
 اس سے بھی مذکورہ عقیدہ ثابت کرتا بہت بعید ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے محبت کی تلقین بھی فرمائی
 ہے، اس میں حضرت علیؑ کی کیا تخصیص ہے، ابن ماجہ میں ہے من احب الانصار احب اللہ ومن البغض لا انصار البغض اللہ۔

یعنی جو انصار سے محبت کرتا ہے اس سے اللہ محبت کرتا ہے جو ان سے بغض رکھتا ہے، اللہ اس سے بغض رکھتا ہے۔

۳۔ یہ لفظ کسی حدیث کی کتاب میں مذکور نہیں البتہ طبرانی کبیر میں یہ الفاظ مذکور ہیں النظر الی علی عبادۃ مگر اس کی سند ضعیف اور ناقابل

اعتبار ہے دیکھئے جمع الفوائد ج ۲ ص ۳۶۱ ابن الجزری فرماتے ہیں یہ حدیث بتجیع طرق غیر صحیح ہے، برالموضوعات ج ۱ ص ۳۶۱

۴۔ روایت مذکورہ حبث ثابت ہی نہیں بلکہ ایسی تہمید اور دیکھئے نکات باطل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش نظر ہے لایوں من احکم حتی اکون

احب الیہ الحدیث نیز حدیث میں ہے من احب اللہ واللہ یحبہ من احب اللہ واللہ یحبہ (ابن ماجہ)

۱۱۔ کمالات ولایت جو کہ عامہ اولیا کو ملے یہ کمالات تا قیام قیامت جاری و ساری ہیں، ان کمالات کے ارباب کی کثرت کے اعتبار سے ارشاد ہوا۔

ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ
ایک جماعت پہلوں میں اور ایک جماعت پچھلوں میں۔

اولین سے مراد سابق انبیاء اور ان کی امتیں ہیں، اور آخرین سے مراد امت مرحومہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۱۲۔ کمالات نبوت جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے جمیع صحابہ کرام کو ملے، اور تابعین اور تبع تابعین میں بہت کم۔ کمالات نبوت کے اصحاب کی قلت کی وجہ سے ارشاد ہوا۔

ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ - (الواقعة ۱۲-۱۳)
پہلوں میں ایک جماعت ہے اور پچھلوں میں تھوڑے ہیں

گزشتہ ادوار میں بے شمار انبیاء پیدا ہوئے، اور اس زمانہ کے لئے ایک ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس امت میں جس کو بھی یہ دولت نصیب ہوئی، آپ کے طفیل اور تبع کی حیثیت سے ہوئی، اور متبوع کے مقابلہ میں طفیلی کا چندان اعتبار نہیں ہوتا۔ یہ کمالات قرون ثلاثہ گزرنے کے بعد مشہور ہوئے۔ ہو سکتا ہے، آخری زمانہ میں کمالات نبوت پھر منصفہ ظہور میں آجائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مِثْلُ أَمْتِي كَمِثْلِ الْمَطَرِ لَا يَدْرِي أَوَّلُهَا خَيْرٌ أَمْ آخِرُهَا أَوْ كَحَدَائِقَةِ أَطْعَمَ فُوجًا مِنْهَا عَامًا وَفُوجًا مِنْهَا عَامًا - لَعَلَّ آخِرَهَا فُوجًا هُوَ أَعْرَضَهَا عَرَضًا وَاعْمَقَهَا عَمَقًا وَاحْتَمَاهَا حَسَنًا -
میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے، نہیں جانا جاتا کہ اس کے اول میں خیر ہے یا آخر میں، یا باغ کی طرح اس سے ایک سال ایک فوج کو کھلانے اور دوسرے سال دوسری کو، شاید کہ آخری عرض رقیق ہیں اور حسن میں زیادہ ہو۔

لے جامع ترمذی الی قولہ ام آخریا۔

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آخر زمانہ میں کمالات نبوت کا ظہور ہوگا اور نہ کمالات ولایت تو کبھی بھی کم نہیں ہونے۔

علی قطب ارشاد کمالات ولایت ہیں | جانتا چاہیے کشف سے ثابت ہوا کہ علیؑ قطب ارشاد کمالات ولایت ہیں، ان کمالات میں دوسرے صحابہ کرامؓ علیؑ کے محتاج ہیں، یہی وجہ ہے کہ کمالات ولایت کے مالک ہر چند کہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق افضلیت شیخین کے قائل ہیں، مگر بحکم الانسان عبید الاحسان شکر یہ علی رض کا زیادہ ادا کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ بہت گرویدگی رکھتے ہیں۔

ابوبکر و عمرؓ قطب ارشاد کمالات نبوت ہیں | شیخینؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وزیر قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ قطب ارشاد کمالات نبوت ہیں۔

اور حضرت عثمانؓ قطبیّت کمالات نبوت اور ولایت دونوں میں حصہ رکھتے ہیں، اسی لئے ان کا لقب ذوالنورین ہوا، کمالات نبوت میں صفات کے پردہ کے بغیر تجلی ذات ہے لہذا یہ کمالات ولایت جس میں تجلی صفات یا یہ پردہ صفات، تجلی ذات ہے، سے بہتر و افضل ہیں۔ علیؑ کو علم کا مدوازہ فرمایا جو کہ علم صفات سے تعبیر ہے، اور ابوبکرؓ و عمرؓ مقام سر میں فائز ہوئے، جماعت صحابہؓ کی نظر کمالات نبوت پر تھی، ان کے مقابلہ میں کمالات ولایت کا انہوں نے اعتبار نہ کیا اس لئے جمیع صحابہؓ رضی اللہ عنہم کہ خود حضرت علیؑ افضلیت شیخین کے قائل تھے اور اسی پر اجماع کیا، بعد کے لوگوں نے بھی ان کی متابعت میں اس پر اتفاق کیا، لہذا افضلیت خلفاء ثلاثہ کے لئے ثابت ہوئی۔

۱۵ اس پر کوئی نص؟

۱۵ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۰۹ کی یہ حدیث اس کو باطل ثابت کرتی ہے، کان لعلی من الناس دجہ حیاة فاطمہ فلما توفیت استنکر علی وحیوۃ الناس فالتمس مصالحتہ ابی بکر و مبايعتہ الخ یعنی حضرت فاطمہؑ کی زندگی میں لوگوں کی توجہ علیؑ کی طرف تھی، ان کے فوت ہو جانے کے بعد علیؑ نے لوگوں کے چہرے متغیر عکس کئے، لہذا انہوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ مصالحت اور بیعت چاہی انتہی۔ اس سے معلوم ہوا صحابہؓ میں حضرت علیؑ کیلئے تعصوف کے مذکورہ عہدے کا تصور تک نہیں تھا، اس کی کچھ تفصیل امام ابن تیمیہؒ کے قول میں اور بیان ہو چکی ہے۔ ص ۵۷۸ میں ہے کہ علیؑ کو یہ توسط علیؑ سے مدد ملی فیض التعارض۔

فصل

مہدی رضی کی صفات اور ان کی شوائل کے بیان میں۔

اہل سنت و جماعت کے مذہب میں محمد مہدی اولاد قاطمہ سے ہوگا، اکثر اولاد حسین رضی سے قرار دیتے ہیں، ابو داؤد کی ایک روایت میں اولاد حسن رضی سے ہونا بھی آیا ہے، علماء ظاہر و باطن کا ظن و تخمین یہ ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں ان کا ظہور ہوگا، مگر ان کے ظہور کی تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں۔

احمد اور ماوردی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
”مہدی میری اولاد سے ہوگا، لوگوں کے اختلاف اور لغزش کی حالت میں آئے گا۔
اور زمین کو عدالت سے پر کرے گا، جس طرح کہ پہلے ظلم سے پر تھی، اس سے آسمان و زمین کے ساکنین راضی ہو جائیں گے۔“

ابو داؤد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے ”جو میرا ہم نام ہوگا، اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے ہم نام یعنی محمد بن عبد اللہ مال کی تقسیم برابر کرے گا، لوگوں کے دلوں کو غنا سے پر کرے گا۔“
حاکم کی ایک روایت میں ہے۔

آخری زمانہ میں ایک سخت مصیبت آئیگی، اس سخت کوئی مصیبت پہلے نہ سنی ہوگی، لوگوں کے لئے کوئی چائے پناہ نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ میری اولاد سے ایک شخص کو اٹھائے گا، اور وہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا، جس طرح پہلے ظلم سے بھر لوپڑ تھی، اس کو آسمان

۱۔ علماء ظاہر و باطن کا ظن و تخمین بچائے خود کوئی چیز نہیں جیہ تک کہ اس کی بناء کتاب و سنت پر نہ ہو۔
بالخصوص عقائد و احوال ماہیہ و مستقبلہ میں کمالات یعنی۔ اسی طرح کسی باطنی عالم کا یہ مکاشفہ ہے کہ کمالات و ولایت صرف علی کے ذریعہ ہی مل سکتے ہیں، جبکہ کتاب و سنت میں کسی جگہ بھی اس عقیدہ اور واحد وسیلہ کا ذکر موجود نہیں لہذا یہ بھی

اس عالم صاحب کا غلط ظن و تخمین ہے، پوری وضاحت ہم نے ادیر بیان کر دی ہے۔
۲۔ یہ ظن اور تخمین غلط ثابت ہو چکا ہے آج ۱۳۹۶ھ ہے اب تک مہدی کا وقت حکمرانی نہیں آیا۔

۳۔ ابو داؤد کتاب المہدی جلد ۲ صفحہ ۵۸۵۔

۴۔ المستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۶۳۔

وزین کے باسی دوست رکھیں گے آسمان سے بہت بارش ہوگی، اور زمین خوب پیداوار دے گی، اس وقت کوئی فتنہ نہ ہوگا، ساٹھ سال یا آٹھ سال یا نو سال اس طرح زمین بھلے گی۔
طیرانی اور بزار بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، طیرانی کی ایک روایت میں بیس سال ان کا رہنا آیا ہے۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
”حق تعالیٰ میری عزت سے ایک مرد کو لایگا جس کے دانت بیوستہ اور پیشانی کشادہ ہوگی۔“
طیرانی اور بزاری کی ایک روایت میں ہے۔

ان کا چہرہ ستارے کی طرح روشن ہوگا، رنگ عام عربی جوانوں کی طرح ہوگا، اور انھیں اسرائیلیوں کی طرح ہوں گی۔
ایک روایت میں ہے۔

”عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اور ان کی خلافت کے وقت ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے، اور فلسطینی علاقہ میں دجال کے قتل میں تعاون فرمائیں گے“ واللہ اعلم۔
مہدی کے متعلق امامیہ کا عقیدہ | جمہور امامیہ اور کیسانہ کہتے ہیں، مہدی آخر الزمان اس وقت زندہ موجود ہے، مگر دشمنوں کے ڈر سے روپوش ہے، ان کا یہ نظریہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔ اس دعویٰ کا باعث صرف یہ بات ہے کہ ان کا دعویٰ ہے، ہر زمانہ میں امام مقرر کرتا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اور امام معصوم ہوتا ہے، اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، کامر۔

اگر اس نظریہ کو مان لیا جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جہابی دور میں بھی امام معصوم ماننا پڑے گا، پھر ایسے امام کی مخلوق کو کیا ضرورت ہے، جس سے کوئی استفادہ نہ کیا جاسکے، لہذا ان کا یہ ادعا بھی لغو اور بے فائدہ ہے، اس پر اتفاق کے بعد کہ مہدی مخفی ہے، امامیہ فرقے اختلاف کرتے ہیں۔

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲ صفحہ ۵۸۵۔
۲۔ سنن ابی داؤد میں ہے کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا الحج ۲ صفحہ ۵۸۵۔
۳۔ صحیح بخاری و مسلم اور ابی داؤد و ترمذی و حنفی و مالک و قسطل کریں گے۔

اثنا عشری کہتے ہیں، وہ محمد بن حسن عسکری ہے، جو کہ سر و ابہ سر من رأی میں ہجرت چار سال یا پانچ سال مخفی ہو گیا، دوسرے گروہ اس سے انکار کرتے ہیں، بعض کے نزدیک عسکری کا کوئی بیٹا خلف نہ تھا، اس کی جائداد بھی اسی کے بھائی قلی تھی، اور امامت بھی اسی کو منتقل ہو گئی۔ بعض کہتے ہیں عسکری کے ہاں محمد باقی ایک رط کا پیدا ہوا تھا، باپ کی موت سے دو سال پہلے، مگر یہ محمد صاحب فوت ہو گئے تھے اس باب میں امامیہ آٹھ فرقوں میں مفترقا ہیں۔

کیسا نہ کہتے ہیں کہ محمد بن حنیفہ ہی مہدی ہے، اسمعیلیہ کا ایک فرقہ کہتا ہے، وہ اسماعیل بن جعفر ہے، بعض کہتے ہیں محمد بن اسمعیل بن جعفر ہے، امامیہ کا ایک فرقہ کہتا ہے، محمد مہدی بن علی الباقر ہے، بعض جعفر صادق کو بعض موسیٰ کاظم کو مہدی کہتے ہیں بعض کہتے ہیں مہدی محمد بن الحسن المثنیٰ بن الحسن المجتبیٰ ہے۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ محمد بن الحسن ہے، اس کو معتصم نے قید کر دیا تھا، ایک سال قید میں رہا اس کے بعد باہر آیا، اس کے بعد کی خبر نہیں کہ وہ کہاں گیا، ایک فرقہ کہتا ہے، مہدی، محمد بن عبد اللہ بن الحسین ہے، ایک اور فرقہ کے ہاں یحییٰ بن عمر جو کہ زید بن علی بن الحسین کا ایک نبیرہ تھا، ہی مہدی ہے پر ہے۔

ولو کان من عند غیر اللہ
لو جدوا فیہ اختلافا کثیرا (النساء ۸۲) اس میں اختلاف کثیر پاتے۔

یہ کتاب ہم نے اہل بیت کے ذکر پر مکمل کر لی ہے، مناسب ہے اس تذکرہ خیر کو حسینؑ کے ابیات (جو کہ انہوں نے کربلا میں بوقت شہادت رجزیہ طور پر ترنم کے ساتھ کہے) کے ساتھ اختتام کریں۔ فرماتے ہیں۔

انا بن علی الخیر من آل ہاشم
کفافی هذا مفخر احین افخر

میں آل ہاشم سے فضیلت والے علی کا بیٹا ہوں،
جب میں فخر کروں یہ فخر مجھے کافی ہے،

وجدی رسول اللہ اکرم من یمشی
و نحن سرابہ اللہ فی الارض ینہا

میرا نانا اللہ کا رسول ہے چلنے والوں میں سب سے زیادہ عزت والا
اور ہم زمین میں اللہ کا روشن چراغ ہیں۔

وفاطمة امی سلالۃ احمد وحمی یدعی ذوالجناح جعفر
فاطمیری ماں ہے، احمد کی بیٹی۔ میرا چچا ذوالجناح جعفر کے نام سے مشہور ہے،
وفینا کتاب اللہ انزل ہادقا وفینا المہدی والوحی والخیر یدکر
ہم میں اللہ کی صادق کتاب اتری۔ ہم میں مہدی، وحی اور خیر کا تذکرہ ہے،
وشیعتنا فی الناس الحرم شیعۃ ومبغضنا یوم القیامۃ یخسر
لوگوں میں ہمارا گروہ باعزت ہے۔ ہمارے ساتھ دشمنی رکھنے والا قیامت کے روز خسارہ میں ہوگا۔
اللہم صل وسلم وبارک علی سید المخلق ورسول الحق محمد آلہ واصحابہ
وانما واجہ وامہاتہ المؤمنین وعذرت الطاہرین۔
لما صلیت وسلمت مبارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔
ویلک ان احببت نیل المطالب فلا تعد عن تزئیل آئی المناقب
افسوس ہے اگر تو مطالب لینا چاہتا ہے تو آیات مناقب کی تلاوت سے توقف نہ کر
مناقب آل المصطفیٰ قدوة الوری بھر بیتخی مطلوب کل طالب
یعنی مصطفیٰ خیر الوری کی آل کے مناقب، ہر طالب ان کی بدولت مطلوب پاتا ہے۔
بمناقب اصحاب النبی المہتدی ہم اناکم العلیا ورغبی الرغائب
اور ہدایت والے نبی کے اصحاب کے مناقب ان کے فریقہ نہیں بلندی اور پسندیدہ چیزیں ملیں گی۔
علیک بہا سرا وجہرا فانہا تحادل عند اللہ علی المراتب
ظاہر اور پوشیدہ ان آیات کو لازم کرے اللہ کے ہاں مراتب دیں گی۔
وجد عندا متلوا لسا لک ایھا بدعوة قلب حاضر غیر غائب
اے سالک جب پڑھے تو حاضروں کے ساتھ ان کی تلاوت کر۔
فمن سأل اللہ لکریر یا صابۃ فقد جاءہ الاقبال من کل جانب
جو درست طریق سے خدا سے مانگے ہر جانب سے اس کے پاس اقبال آئے گا۔

تمام شد

یہ بابرکت نسخہ مسمی السیف المسلول تصنیف قدوة العلماء المتبحرین قطب شریعت و
 طریقت قاضی شہداء الشریعت پانی پتی بتاریخ ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ نبوی مطابق
 پانچ جولائی ۱۸۳۹ء بروز جمعہ احقر العباد امام بخش خاں افغان بمقام قصبہ پانی پت
 تحریر پذیر ہوا۔

کتاب عبد الجبار ابن محمد ندیم گیلانی

حکومت چک ۵۲۳ تحصیل ضلع وادی

علاقہ پورنیوالہ

در شیعیت پر

مولانا عبد العزیز مناظر مرحوم ثانی کے

آٹھ رسائل کا مجموعہ

مجموعہ رسائل

البرہان المعقول
خلافت صادقہ
فضائل خلفاء صادقین
اہتمام جنازہ خیر الانام

فیصلہ قاتلان حسینؑ
فیصلہ نکاح ام کلثوم
فیصلہ حدیث قرطاس
فیصلہ بارغ فدک

آفسٹ طباعت کاغذ سفید کلین قیمت ۱۶/-

فاز فکری خان پرنٹنگ پریس

فیض عالم صدیقی کی کتاب

اختلاف امت کا المیہ

نیا ایڈیشن - بہ ترمیم و اضافہ

بہترینے آفسٹ طباعت

سفید کاغذ

قیمت صرف

۱۸/- روپے

فاروقی کتب خانہ ملتان

فاروقی کتب خانہ ملتان کی دیدہ زیب عکسی مطبوعات

۳۱/-	الغوامد القدیہ	ترطیع	خطبات الشہید شاہ اکیلی شہید	۱۰۰/-	قرآن مجید ترجمہ مولانا شاہ اکر سہری
۳۱/-	قال اقول	۳۱/-	دستور البندی	۱۰۰/-	حواشی مولانا داؤد دراز دہلوی
۲۰/-	قصیدہ بروہ	ترطیع	دستور التثقی	۱۲/-	۱۰۸ سالہ مطر شرح مصنف سکر علم غوثی
۳۰/-	کتاب المصنف بزرگ و جزر ۳	۶/-	رفع الالتباس من بعض الناس	۶/-	نظام النظم ابوری شرح کلیات البخاری
۳۱/-	کتاب الجنائز مولانا عبد الرحمن بک کٹوی	۳۱/-	روضة الادب	۱۶/-	الغنیۃ الحدیث حافظ عراقی
۵۱/-	کالیانی مولانا محمد جعفر تحانی سری	۱/۹۰	ترادوی	۱۶/-	اصطلاحات المحدثین مولانا سلطان محمود
۱۵۰/-	گلستان ترجمہ قاضی بنجا حسین صاحب	۱۰۰/-	ایرة النبویہ لابن شام شرح الرضی الخف	۱۶/-	ایمان غوثی
ترطیع	مقامات حسیری	ترطیع	السیف السلول قاضی ثناء اللہ	۱۲/-	ایضاح الطالب شرح اردو کافیر ابن صاحب
۱۲/-	مقدمۃ ابن صلاح	۳۶/-	اشفاۃ بحرف حق الحق قاضی وحید	۱۶/-	المنطق
۳۰/-	مجموعہ رسائل رد شیعہ لانا ملک علی العزیز	۱۰/-	شرح غیۃ المفکر مع تصب فکر	۱/-	لمرغ الملام ترجمہ مولانا عبد التواب
۸۶/-	میر تقی میر کاغذ	۱۶/-	شرح تمذیب مع شرح تحفہ شاہجہانی	۱۰/-	بومش المرام عربی
۹۱/-	میر تقی میر اردو کاغذ	۵۲/-	شرح ہامی مع شرح اردو مصباح العانی	۱۵۰/-	پرستان ترجمہ قاضی بنجا حسین
۵۱/-	مراجع الادواح	۳۶/-	شرح آقا عامل بلا اعراب	۵۶/-	بلوغ البین شاہ ولی اللہ
۲۱/-	معدل الصلوۃ قاضی برکلی	۶/-	شرح آقا عامل کلاں	۳۶/-	پنج کتاب قاضی
۳۶/-	مفسر العانی مع شرح التحریر البانی	۱۲۶/-	شرح ابن حنبل مصابیح الفیضۃ	۱۰/-	پند نامہ مع شرح اردو
۱/۹۰	مغنی الطالبین	۱۶/-	شرح پند نامہ اردو	۵۶/-	تنویر القیاس من تفسیر ابن عباس علیہ السلام
۶۱/-	مسند عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ	۳۶/-	صریح میر	۳۶/-	توحید خاص پیر پیر علی الدین شاہ صاحب
۱۰/-	مرام الکلام فی عقائد الاسلام لانا پیر لہری	ترطیع	صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیاح کوٹی	۲۶/-	تفسیر المنطق
۳۱/-	نہم الوتر فی البیان والبیان	۱/-	ضروری	۱۰/-	تحقیق الکلام فی قرآنہا و تفسیرہا
۵۱/-	نومیر	ترطیع	خطب عالی جناب بطر زنجیہ	۲۶/-	مولانا عبد الرحمن بک کٹوی
۶۱/-	نور الیمین	۱/۹۰	عربی بول چال	۶۹/-	تحفہ پاک شیرازی تفسیر کتب الہدی
۳۶/-	نواب مظفر خان شہید	ترطیع	العبودیت امام اہل تہذیب	۱/-	بحال القرآن
۱/-	نماز نبوی مولانا عبد الشاہ	۶۱/-	فضول اکبری	۶۱/-	المرتب المقبول من احادیث الرسول
۱/۵۰	یک روزہ شامہ طویل شہید	۳۶/-	فیوض العربین شاہ ولی اللہ	۶۱/-	خطبات احمدیہ مولانا محمد امجد علی میرٹھی